إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ

بلاشبہ یہ قرآن نہایت سیدھی راہ دکھاتا ہے

تفسیر

ہدایت القرآن

ان شاء اللہ یہ تفسیر آپ کو قرآنِ کریم سے بہت قریب کردے گی

جلد ہفتم

تالیف

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری

شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان شاء اللہ یہ تفسیر آپ کو قرآنِ کریم سے بہت قریب کردے گی

حضرت مولانا محمد عثمان صاحب کاشف الہاشمی قدس سرہٗ (ولادت ۵؍رمضان سن ۱۳۱۵ھ مطابق ۳؍جنوری سن ۱۹۳۳ء وفات: ۱۸؍شعبان سن ۱۴۱۷ھ مطابق ۳۰؍دسمبر سن ۱۹۹۶ء) اس تفسیر کے ٹائیٹل پر مذکورہ عنوان لکھا کرتے تھے، کیونکہ انھوں نے تفسیر کا انوکھا طریقہ اختیار کیا تھا، وہ پہلے مفردات کے معانی لکھا کرتے تھے، پھر سلیس، آسان، بامحاورہ ترجمہ کیا کرتے تھے، مرحوم تفسیر بھی آسان لکھتے تھے، وہ عوام کو پیش نظر رکھ کر لکھتے تھے، پھر جب میں نے پارہ دس سے لکھنا شروع کیا تو ان کے طریقہ کی پیروی کی، اگرچہ میں اُن جیسی رسیلی زبان نہیں لکھ سکتا تھا، مگر انھوں نے اپنی عالی ظرفی سے میرے لکھے ہوئے پارے پر تبصرہ کیا کہ پیوند کچھ برا تو نہیں! —— اس سے کلاہِ دہقاں بآفتاب رسید!

پھر چند پاروں کے بعد میں نے ایک اضافہ کیا، حاشیہ میں مشکل الفاظ کے معانی اور مشکل جملوں کی ترکیب لکھنی شروع کی، میں نے یہ کام طلبہ اور علماء کے لئے مفید سمجھ کر شروع کیا ہے، پھر جلد ششم کے نصف سے عناوین کا اضافہ کیا، اس ساتویں جلد میں مضامین پر دلالت کرنے والے عناوین بڑھائے ہیں، پھر اس کے بعد تقریر ہے جو آیاتِ کریمہ کو پیش نظر رکھ کر کی گئی ہے، پھر ترجمہ ہے، اور جہاں ضرورت محسوس کی گئی تفسیر بھی ہے، میرے خیال میں یہ طریقہ سبھی قائین کے لئے مفید ہوگا۔

علاوہ ازیں: قرآنِ کریم نہایت منظّم کلام ہے، کوئی بات بے ربط نہیں، ارتباط بھی عناوین سے خود بخود واضح ہوجائے گا، البتہ نص فہمی کے چار طریقے ہیں: نص کے الفاظ سے، اشاروں سے، دلالت سے اور اقتضاء سے استدلال کرنا، مفسرین کرام چاروں طریقوں سے تفسیر کرتے ہیں، مگر اس تفسیر میں صرف عبارت النص کو پیش نظر رکھا گیا ہے، باقی تین دلالتوں کو فائدہ کی شکل میں لکھا ہے، اس سے بھی کلام میں ارتباط آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔

بہرحال میں نے کوشش میں کمی نہیں کی، رہی یہ بات کہ میں قارئینِ کرام کو قرآنِ کریم سے قریب کرنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں: اس کا فیصلہ دوسرے کریں گے، میں نے تو درگذر نہ کی (چھوڑا نہیں) جو مجھ سے ہوسکا:

سپردم بتو مایۂ خویش را ❁ تو دانی حسابِ کم و بیش را

(میں نے اپنا سرمایہ آپ کو سونپ دیا ❁ آپ خود کمی بیشی کا حساب کرلیں)

فہرست مضامین

سورۂ یٰسٓ

سورۂ صافات

سورۂ ص

سورۃ الزمر

سورۃ المؤمن

سورۂ حم السجدۃ

سورۃ الشوریٰ

سورۃ الزخرف

سورۃ الدخان

سورۃ الجاثیہ

سورۃ الاحقاف

سورۂ محمد

سورۂ فتح

سورۂ حجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ یٰسٓ

نمبرشمار ۳۶ نزول کانمبر ۴۱ نزول کی نوعیت: مکی آیات ۸۳ رکوع: ۵

یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۴۱ ہے، مکی سورتیں ۸۵ ہیں۔ اس سورت کا موضوع رسالت، آخرت اور توحید ہے۔ گذشتہ سورت کے آخر میں رسالت کا بیان تھا، یہ سورت بھی رسالت کے بیان سے شروع ہوئی ہے، اور رسالت کی دلیل قرآنِ کریم ہے، اس کی قسم کھا کر کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ منجملۂ پیغمبراں ہیں، اور وہ سیدھے راستہ پر ہیں۔

فضائلِ سورۃ: —— اس سورت کے فضائل میں کوئی صحیح حدیث نہیں، مگر چونکہ فضائل کا باب ہے اس لئے ضعیف حدیثیں بھی معتبر ہیں، مشکات شریف فضائل القرآن میں اس سورت کی فضیلت میں چار حدیثیں ہیں:

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا: بیشک ہر چیز کے لئے دل ہے، وَقَلْبُ القرآن یٰسٓ: اور قرآن کا دل یٰسٓ شریف ہے، ومَنْ قَرَأَ يٰسٓ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِقِرَاءَ تِهَا قِرَاءَ ةَ الْقرآنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ: اور جو شخص یٰسٓ شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کو پڑھنے کی وجہ سے دس مرتبہ قرآن پڑھنے کا ثواب لکھیں گے۔

تشریح: یٰسٓ شریف کو قرآن کا دل تین وجوہ سے کہا گیا ہے:

پہلی وجہ: دل سے اشارہ درمیان کی طرف ہوتا ہے، اور یٰسٓ مثانی میں سے ہے جو مئین اور سَبعِ طُوَل سے چھوٹی اور مفصّلات سے بڑی ہیں، اس طرح وہ قرآن کا درمیان اور دل ہے (قرآن پاک کی سورتیں آیات کی تعداد وغیرہ کے اعتبار سے چار حصوں میں منقسم ہیں: (۱) طُوَل: لمبی سورتیں (۲) مِئِین: جس میں سو یا کچھ زیادہ یا کچھ کم آیتیں ہیں (۳) مَثَانی: جن میں سو سے کافی کم آیتیں ہیں (۴) مفصّلات: جن میں بہت کم آیتیں ہیں، اور یٰسٓ شریف میں تراسی آیتیں ہیں اور اس کا شمار مثانی میں ہے)

دوسری وجہ: دل سے اشارہ جسم کے اہم جز کی طرف ہوتا ہے، اور اس سورت میں شہر انطاکیہ کے ایک بزرگ حبیب نجار کی جو تقریر آئی ہے: اس میں توکل، تفویض اور توحید کی تعلیم ہے، یہ مضامین آیات (۲۲-۲۵) میں ہیں، ان

اہم مضامین کی وجہ سے اس کو قرآن کا دل کہا ہے۔

تیسری وجہ: دل پر حیات کا مدار ہے، وہی مایۂ زندگانی ہے، اور اس سورت میں تدبر و تفکر کی جملہ انواع موجود ہیں، اس لئے اس کو قرآن کا قلب کہا گیا ہے (رحمۃ اللہ ۴: ۴۷۹)

حدیث (۲): رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے طٰہٰ اور یٰسٓ کو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے ہزار سال پہلے پڑھا، پس جب فرشتوں نے قرآن سنا تو کہا: نیک بختی ہے اس امت کے لئے جس پر یہ نازل کی جائیں گی! نیک بختی ہے ان پیٹوں کے لئے جو اس کو اٹھائیں گے! نیک بختی ہے ان زبانوں کے لئے جو اس کو پڑھیں گی!

حدیث (۳): حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص دن کے شروع حصہ میں یٰسٓ پڑھے اس کی تمام ضروریات پوری کی جائیں گی''

حدیث (۴): رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ کی خوشنودی کے لئے یٰسٓ پڑھی اس کی سابقہ تمام کوتاہیاں معاف کر دی جائیں گی، پس اس کو اپنے مُردوں (قریب المرگ) پر پڑھو''

اور مظہری میں ابن حبان اور دیلمی کے حوالہ سے یہ حدیث ہے کہ جس مرنے والے کے پاس سورۃ یٰسٓ پڑھی جاتی ہے اس کی موت کے وقت آسانی ہوتی ہے۔

فائدہ: لوگ جب سکرات شروع ہو جاتی ہے، اور مریض کو کچھ ہوش نہیں رہتا، تب یٰسٓ پڑھتے ہیں، یہ طریقہ ٹھیک نہیں، جب مریض کو ہوش ہو، اور موت کی علامات ظاہر ہوں، اس وقت مریض خود پڑھے یا دوسرا سنائے تو وطن کا شوق پیدا ہوگا، مؤمن کا وطن جنت ہے، اور اس سورت میں معاد (روحوں کے واپس آنے) کا ذکر ہے، یعنی آدمی مر کر ختم نہیں ہوتا، دوبارہ زندہ ہوگا اور جنت میں جائے گا، یہ مضمون پڑھے گا یا سنے گا تو مرنے کا اور دنیا چھوڑنے کا افسوس نہیں ہوگا، بلکہ وہ پُر امید ہو جائے گا۔

یٰسٓ پڑھنے کا عمل انفرادی عمل ہے، اس کو اجتماعی عمل بنانا اور اس کا التزام کرنا درست نہیں

آیاتہا ۸۳ (۳۶) سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ (۴۱) رکوعاتہا ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰسٓ ۝۱ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝۲ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۳ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝۵ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۶ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۷ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝۸ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝۹ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ۝۱۱ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۲

ع ۱ ۱۲ ۱۸

بِسْمِ اللّٰهِ	اللہ کے نام سے	مُسْتَقِيْمٍ	سیدھے	فَهُمْ	پس وہ
الرَّحْمٰنِ	بے حد مہربان	تَنْزِيْلَ (۳)	بتدریج اتارنا	غٰفِلُوْنَ	بے خبر ہیں
الرَّحِيْمِ	نہایت رحم والا	الْعَزِيْزِ	زبردست	لَقَدْ	البتہ تحقیق
يٰسٓ	یا،سین	الرَّحِيْمِ	نہایت مہربان کا	حَقَّ	ثابت ہوئی
وَالْقُرْاٰنِ	قسم قرآن	لِتُنْذِرَ (۴)	تاکہ ڈرائیں آپؐ	الْقَوْلُ	بات
الْحَكِيْمِ	پُرحکمت کی	قَوْمًا	لوگوں کو	عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ	ان کے اکثر پر
اِنَّكَ	بے شک آپؐ	مَّآ (۵)	نہیں	فَهُمْ	پس وہ
لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (۱)	یقیناً رسولوں میں سے ہیں	اُنْذِرَ	ڈرائے گئے	لَا يُؤْمِنُوْنَ	ایمان نہیں لائیں گے
عَلٰى صِرَاطٍ (۲)	راستہ پر	اٰبَآؤُهُمْ	ان کے اسلاف	اِنَّا	بے شک ہم نے

(۱)لمن المرسلین: إن کی پہلی خبر (۲)علی صراط: إن کی دوسری خبر (۳)تنزیل (مصدر) فعل محذوف کا مفعول مطلق، أی نزّلَ تنزیلا (۴)لتنذر: تنزیل سے متعلق (۵)ما: نافیہ، اور جملہ قوما کی صفت۔

جَعَلْنَا	بنائے	لَا يُبْصِرُوْنَ(۳)	نہیں دیکھتے	فَبَشِّرْهُ	پس خوش خبری سنا اس کو
فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ	ان کی گردنوں میں	وَسَوَآءٌ	برابر ہے	بِمَغْفِرَةٍ	بخشش کی
اَغْلٰلًا(۱)	طوق	عَلَيْهِمْ	ان پر	وَّاَجْرٍ	اور ثواب کی
فَهِيَ	پس وہ	ءَاَنْذَرْتَهُمْ	خواہ ڈرائیں آپ ان کو	كَرِيْمٍ	عزت والے
اِلَى الْاَذْقَانِ	ٹھوڑیوں تک ہیں	اَمْ	یا	اِنَّا نَحْنُ	بے شک ہم ہی
فَهُمْ	پس وہ	لَمْ تُنْذِرْهُمْ	نہ ڈرائیں آپ ان کو	نُحْيِ	زندہ کریں گے
مُّقْمَحُوْنَ(۲)	سر اُلارے ہوئے ہیں	لَا يُؤْمِنُوْنَ	وہ ایمان نہیں لائیں گے	الْمَوْتٰى	مُردوں کو
وَجَعَلْنَا	اور بنائی ہم نے	اِنَّمَا	صرف	وَنَكْتُبُ	اور لکھتے ہیں
مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ	ان کے سامنے	تُنْذِرُ	آپ ڈراتے ہیں	مَا	جو
سَدًّا	دیوار	مَنِ	جس نے	قَدَّمُوْا	آگے بھیجا انھوں نے
وَّمِنْ خَلْفِهِمْ	اور ان کے پیچھے	اتَّبَعَ	پیروی کی	وَاٰثَارَهُمْ	اور ان کے نشانات کو
سَدًّا	دیوار	الذِّكْرَ	نصیحت کی	وَكُلَّ شَيْءٍ	اور ہر چیز کو
فَاَغْشَيْنٰهُمْ	پس ڈھانک دیا ہم	وَخَشِيَ	اور ڈراوہ	اَحْصَيْنٰهُ(۴)	گھیر رکھا ہے ہم نے اس کو
	نے ان کو	الرَّحْمٰنَ	نہایت مہربان سے	فِيْٓ اِمَامٍ(۵)	تختی میں
فَهُمْ	پس وہ	بِالْغَيْبِ	بغیر دیکھے	مُّبِيْنٍ	محفوظ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

رسالت، دلیلِ رسالت اور مقصدِ رسالت

خاتم النّبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور دلیلِ رسالت قرآنِ کریم ہے، یہ آپ کا سب سے بڑا معجزہ ہے، اس کی قسم کھائی گئی ہے، قرآنِ کریم دلائل کو قسم کے روپ میں لاتا ہے، پھر مدعیٰ کہیں مذکور ہوتا ہے کہیں محذوف،

(۱) أغلال: غُلّ کی جمع، طوق: وہ لوہا جو قدیم زمانہ میں غلاموں/ مجرموں کے گلے میں ڈالتے تھے (۲) مُقْمَح: اسم مفعول: وہ شخص جو سر اٹھائے اور آنکھیں بند کرلے، مصدر إقماح (افعال) مادّہ قَمْح (۳) إبصار: دیکھنا، جاننا (۴) أحصی إحصاء: گننا، گھیرنا، محفوظ کرنا (۵) إمام: سے مراد لوح محفوظ ہے، اس کے اصل معنی ہیں: پیشوا، مقتدا، راہ نما، چونکہ لوح محفوظ میں جو کچھ مرقوم ہے اس کے مطابق واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں، اس لئے اس کو امام کہا گیا ہے۔ گویا وہ حوادث کی راہ نما ہے۔

جس پر قرینہ ہوتا ہے، یہاں مدعی یہ ہے کہ آپؐ برحق رسول ہیں، اور اس کی دلیل پُر حکمت قرآن ہے، جس کو بتدریج اللہ تعالیٰ نازل فرمارہے ہیں، اور اس کو نازل کرنے کا مقصد اصالۃً عربوں کو اور ان کے واسطہ سے ساری دنیا کو نتائج اعمال سے آگاہ کرنا ہے، کیونکہ ایک لمبے عرصہ سے عربوں میں کوئی نبی نہیں آئے، اس لئے وہ دین سے بے خبر ہیں، پس رب العالمین نے چاہا کہ ان کو دین سے باخبر کریں، تاکہ وہ سیدھے راستہ پر گامزن ہوں۔

آیاتِ پاک: —— یاسین —— جمہور کے نزدیک یہ حروف مقطعات ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، اور کوئی کہتا ہے: یٰسٓ کے معنی ہیں: اے انسان! یا: حرفِ ندا ہے، اور سین: انسان سے لیا ہے، اور انسان سے مراد کامل انسان یعنی نبی ﷺ ہیں، اور کوئی کہتا ہے: یہ آپؐ کا وصفی نام ہے، اسی لئے لوگ یاسین نام رکھتے ہیں —— پُر حکمت قرآن کی قسم! —— یہ دلیل ہے کہ —— آپؐ بالیقین زمرۂ رسولوں سے ہیں (اور) سیدھے راستہ پر ہیں —— جو راستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور یہ راستہ قرآنِ کریم دکھاتا ہے —— (یہ قرآن) زبردست بڑے مہربان کا بتدریج نازل کیا ہوا ہے، تاکہ آپؐ ایسے لوگوں کو نتائج اعمال سے آگاہ کریں جن کے اسلاف آگاہ نہیں کئے گئے، پس وہ (دین سے) بے خبر ہیں۔

جب گمراہی تہ بہ تہ ہوجاتی ہے تو اصلاح کے لئے سخت محنت درکار ہوتی ہے

چونکہ عرصۂ دراز سے عربوں میں کوئی رسول مبعوث نہیں ہوئے، اس لئے گمراہی تہ بہ تہ ہوگئی، پس اصلاح حال کے لئے سخت محنت درکار ہوگی، اور گمراہی کے جڑ پکڑنے کو دو مثالوں سے سمجھایا ہے: ایک: کسی کی گردن میں ایسا طوق ڈال دیا جائے کہ اس کا چہرہ اور آنکھیں اوپر کو اُٹھ جائیں، اور نیچے راستہ کی طرف دیکھ ہی نہ سکے۔ دوم: ایسا مانع پیش آئے کہ اپنے گردوپیش کو دیکھ ہی نہ سکے، کفار مکہ کے لئے دونوں قسم کے موانع موجود تھے۔

آیاتِ پاک: —— بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر پر بات ثابت ہوچکی —— بات: یعنی ارشادِ پاک: ﴿حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَأَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِیْنَ﴾: بات محقق ہوچکی کہ میں جہنم کو جنات اور انسانوں سے ضرور بھروں گا —— پس وہ ایمان نہیں لائیں گے —— اور جہنم کا ایندھن بنیں گے —— ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈالے ہیں، پس وہ ٹھوڑیوں تک پہنچے ہوئے ہیں، پس ان کے سر اوپر کو اُلل گئے ہیں، اور ہم نے ان کے سامنے ایک دیوار کردی ہے، اور ان کے پیچھے ایک دیوار کردی ہے، سو وہ دیکھ نہیں رہے، یکساں ہے ان کے حق میں خواہ آپؐ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں: وہ ایمان نہیں لائیں گے —— اور ایمان نہ لانا ان کے سوءِ اختیار کی وجہ سے ہوگا، پس قصور انہی کا ہوگا —— اور مقصدِ کلام یہ نہیں ہے کہ ان کو جہنم میں جانے دیا جائے، بلکہ کہنا یہ ہے کہ ان کے پیچھے سخت محنت کی جائے، جیسے کہتے ہیں: چائے کا داغ نہیں جاتا، یعنی آسانی سے زائل نہیں ہوتا، بلیچ سے دھوؤ، پھر جس کے لئے ہدایت مقدر ہوگی: مل جائے

گی، ورنہ اتمام حجت ہو جائے گا۔

ڈرانے کا فائدہ کس کے حق میں ظاہر ہوتا ہے؟

ڈرانے کا فائدہ اسی کے حق میں ظاہر ہوتا ہے جو نصیحت گوشِ ہوش سے سنتا ہے، اور جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہے، جو اللہ سے نہیں ڈرتا اور نصیحت نہیں سنتا وہ نبی کی تذکیر سے کیا فائدہ اٹھائے گا؟ ایسے لوگ بجائے مغفرت کے سزا کے مستحق ہونگے، باعزت ثواب کے حقدار مؤمنین ہونگے، ارشاد فرماتے ہیں: آپؐ صرف اسی کو ڈراتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرتا ہے، اور مہربان اللہ تعالیٰ سے بغیر دیکھے ڈرتا ہے، پس آپؐ اس کو بخشش کی اور باعزت ثواب کی خوش خبری سنا دیں!

مؤمنین کو ان کے ایمان اور عمل صالح کا ثواب کب ملے گا؟

موت کے بعد دوسری زندگی یقینی ہے، جہاں لوگ اپنے اچھے اعمال کا صلہ پائیں گے۔ ارشاد فرماتے ہیں: ——
بے شک ہم ہی مُردوں کو زندہ کریں گے، اور ہم لکھ رہے ہیں وہ اعمال جو انھوں نے آگے بھیجے ہیں، اور ان کے آثار بھی، اور ہر چیز کو ہم نے واضح کتاب میں ضبط کر رکھا ہے —— عمل کرنے کو آگے بھیجنے سے تعبیر کیا ہے، اعمال وجود میں آکر ختم نہیں ہو جاتے، بلکہ آگے پہنچ جاتے ہیں، اگلی زندگی میں ان سے سابقہ پڑے گا —— اور لکھنے سے مقصود ان کو محفوظ کرنا ہے، لکھنا اس کا ایک ذریعہ ہے —— اور آثار سے مراد: وہ اعمال ہیں جو موت کے بعد باقی رہتے ہیں، خواہ اچھے ہوں یا برے، حدیث میں ہے: ''جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا، اور جو اس طریقہ پر چلیں گے ان کا ثواب بھی اس کو ملے گا، اس کے بغیر کہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی آئے، یہی حال برا طریقہ جاری کرنے کا ہے، اس کو اس کا بھی گناہ ہوگا، اور جتنے لوگ اس برے طریقہ پر چلیں گے ان کا گناہ بھی اس کو ہوگا، اس کے بغیر کہ عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی آئے'' (ابن کثیر) —— اور آثار کے ایک معنی نشانِ قدم کے بھی ہیں، حدیث میں ہے کہ آدمی نماز کے لئے مسجد کی طرف چلتا ہے تو اس کے ہر قدم پر نیکی لکھی جاتی ہے۔

اور اعمال و آثار وقوع کے بعد بھی لکھے جاتے ہیں، اور قبل از وقوع لوح محفوظ میں ریکارڈ ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں ہر چھوٹی بڑی چیز پہلے سے موجود ہے، اسی کے مطابق لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۚ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ

وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّآ اِلَیْكُمْ
لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا
لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَیَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَىِٕنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ
بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ یَّسْعٰی قَالَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۰﴾
اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْــَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا لِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ
وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ
شَفَاعَتُهُمْ شَیْــًٔا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ
فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾ قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ
مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا
مُنْزِلِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾ یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ ۚ
مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ
الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾ ع

ع ۲

وَاضْرِبْ	اور ماریئے	اِلَیْهِمُ	ان کی طرف	مُّرْسَلُوْنَ	بھیجے ہوئے ہیں
لَهُمْ	ان (مکہ والوں) کے لئے	اثْنَیْنِ	دوکو	قَالُوْا	کہا انھوں نے
مَّثَلًا	ایک مثال	فَكَذَّبُوْهُمَا	پس جھٹلایا انھوں نے ان کو	مَآ اَنْتُمْ	نہیں ہو تم
اَصْحٰبَ الْقَرْیَةِ (۱)	ایک بستی والوں کی	فَعَزَّزْنَا (۲)	پس قوی کیا ہم نے (انکو)	اِلَّا بَشَرٌ	مگر ایک انسان
اِذْ جَآءَهَا	جب آئے وہاں	بِثَالِثٍ	تیسرے کے ذریعہ	مِّثْلُنَا	ہمیں جیسے
الْمُرْسَلُوْنَ	رسول	فَقَالُوْٓا	پس کہا انھوں نے	وَمَآ اَنْزَلَ	اور نہیں اتاری
اِذْ اَرْسَلْنَآ	جب بھیجا ہم نے	اِنَّآ اِلَیْكُمْ	بے شک ہم تمہاری طرف	الرَّحْمٰنُ	اللہ نے

(۱) أصحاب: مثلا (مفعول بہ) سے بدل ہے (۲) عَزَّزَہ: مضبوط اور طاقت ور بنانا۔

مِنْ شَیْءٍ	کوئی چیز	وَلَيَمَسَّنَّكُمْ	اورضرور پہنچے گی تم کو	اتَّبِعُوا	پیروی کرو
اِنْ اَنْتُمْ	نہیں ہوتم	مِّنَّا	ہماری طرف سے	الْمُرْسَلِيْنَ	رسولوں کی
اِلَّا تَكْذِبُوْنَ	مگرجھوٹ بولتے	عَذَابٌ	سزا	اتَّبِعُوْا	پیروی کرو
قَالُوْا	کہاانھوں نے	اَلِيْمٌ	دردناک	مَنْ	(ان کی) جو
رَبُّنَا	ہماراپروردگار	قَالُوْا	کہاانھوں نے	لَا يَسْئَلُكُمْ	نہیں مانگتے تم سے
يَعْلَمُ	جانتا ہے	طَآئِرُكُمْ (۲)	تمہاری نحوست	اَجْرًا	کوئی بدلہ
اِنَّآ اِلَيْكُمْ	بیشک ہم تمہاری طرف	مَّعَكُمْ	تمہارے ساتھ ہے	وَّهُمْ	اوروہ
لَمُرْسَلُوْنَ	یقیناً بھیجے ہوئے ہیں	اَئِنْ (۳)	کیااگر	مُّهْتَدُوْنَ	راہ یاب ہیں
وَمَا عَلَيْنَآ	اورنہیں ہے ہمارے ذمہ	ذُكِّرْتُمْ	نصیحت کئے گئے تم!	وَمَالِيَ (۵)	اورکیا ہے میرے لئے
اِلَّا الْبَلٰغُ	مگرپہنچانا	بَلْ اَنْتُمْ	بلکہ تم	لَآ اَعْبُدُ	(کہ) نہ عبادت کروں میں
الْمُبِيْنُ	کھول کر	قَوْمٌ	لوگ ہو	الَّذِيْ	(اس کی) جس نے
قَالُوْٓا	کہاانھوں نے	مُّسْرِفُوْنَ	حد سے نکلنے والے	فَطَرَنِيْ	پیدا کیا مجھے
اِنَّا	بے شک ہم	وَجَآءَ	اورآیا	وَاِلَيْهِ	اوراس کی طرف
تَطَيَّرْنَا (۱)	نحوست پڑی ہم پر	مِنْ اَقْصَا	آخری حصہ سے	تُرْجَعُوْنَ	لوٹائے جاؤ گے تم
بِكُمْ	تمہاری وجہ سے	الْمَدِيْنَةِ	شہر کے	ءَاَتَّخِذُ	کیا بناؤں میں
لَئِنْ	بخدا! اگر	رَجُلٌ	ایک شخص	مِنْ دُوْنِهٖٓ	اس سے وَرے
لَّمْ تَنْتَهُوْا	نہیں رُکے تم	يَّسْعٰى (۴)	دوڑتا ہوا	اٰلِهَةً	معبودوں کو
لَنَرْجُمَنَّكُمْ	توضرور سنگسار کریں	قَالَ	کہااس نے	اِنْ يُّرِدْنِ	اگر چاہیں
	گے ہم تم کو	يٰقَوْمِ	اے میری قوم	الرَّحْمٰنُ	نہایت مہربان

(۱) تَطَيَّرَ به و منه: براشگون لینا (۲) طائر: پرندہ، عرب پرندوں سے بدفالی لیتے تھے، اس لئے طائر بمعنی بدفالی مستعمل ہونے لگا (۳) ءَ إِنْ: ہمزہ استفہام، إن: شرطیہ (۴) یسعی: رجل کی صفت یا حال ہے (۵) لِیَ: یاء پر زبر یَا غُلَامِیَ کے قاعدے سے آیا ہے، اسی طرح: ﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾ میں بھی۔ قاعدہ: منادی یاء کی طرف مضاف ہو تو اس پر زبر بھی آسکتا ہے، اور لِیَ میں لام حرفِ جر مضاف ہے، منادی نہیں ہے، مگر اس پر منادی کا حکم جاری ہوتا ہے۔

بِضُرٍّ	کوئی تکلیف	يَعْلَمُوْنَ	جانتی	خٰمِدُوْنَ	بجھنے والے ہیں!
لَّا تُغْنِ	(تو) نہ کام آئے	بِمَا غَفَرَ	بخشنے کو	يٰحَسْرَةً	ہائے افسوس
عَنِّيْ	میرے لئے	لِيْ	مجھے	عَلَى الْعِبَادِ	بندوں پر!
شَفَاعَتُهُمْ	ان کی سفارش	رَبِّيْ	میرے رب کے	مَا يَاْتِيْهِمْ	نہیں آتا ان کے پاس
شَيْـًٔا	کچھ بھی	وَجَعَلَنِيْ	اور بنانے کو مجھے	مِّنْ رَّسُوْلٍ	کوئی رسول
وَّلَا يُنْقِذُوْنِ	اور نہ چھڑائیں وہ مجھے	مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ	معززین میں سے	اِلَّا كَانُوْا	مگر ہیں وہ
اِنِّيْٓ اِذًا	بے شک میں تب	وَمَآ اَنْزَلْنَا	اور نہیں اتارا ہم نے	بِهٖ	اس کا
لَّفِيْ ضَلٰلٍ	یقیناً گمراہی میں ہوں گا	عَلٰى قَوْمِهٖ	اس کی قوم پر	يَسْتَهْزِءُوْنَ	ٹھٹھا کرتے
مُّبِيْنٍ	صریح	مِنْۢ بَعْدِهٖ	اس کے بعد	اَلَمْ يَرَوْا	کیا نہیں دیکھا انھوں نے
اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ	بیشک میں ایمان لایا	مِنْ جُنْدٍ	کوئی لشکر	كَمْ اَهْلَكْنَا	کتنی ہلاک کیں ہم نے
بِرَبِّكُمْ	تمہارے پروردگار پر	مِّنَ السَّمَاۗءِ	آسمان سے	قَبْلَهُمْ	ان سے پہلے
فَاسْمَعُوْنِ	پس سنو میری بات	وَمَا كُنَّا	اور نہیں تھے ہم	مِّنَ الْقُرُوْنِ	صدیاں (قومیں)
قِيْلَ	کہا گیا	مُنْزِلِيْنَ	اتارنے والے	اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ	کہ وہ ان کی طرف
ادْخُلِ	داخل ہو	اِنْ كَانَتْ	نہیں تھی وہ	لَا يَرْجِعُوْنَ	نہیں لوٹیں گے
الْجَنَّةَ	جنت میں	اِلَّا	مگر	وَاِنْ كُلٌّ[1]	اور نہیں ہیں سب
قَالَ	کہا اس نے	صَيْحَةً	چیخ	لَّمَّا جَمِيْعٌ	مگر سارے
يٰلَيْتَ	اے کاش	وَّاحِدَةً	ایک	لَّدَيْنَا	ہمارے پاس
قَوْمِيْ	میری قوم	فَاِذَا هُمْ	پس اچانک وہ	مُحْضَرُوْنَ	حاضر کئے ہوئے ہیں

مکہ کے مکذبین کو ایک سبق آموز واقعہ سناتے ہیں

رسالت کا موضوع چل رہا ہے، یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے، اب مکہ کے مکذبین کو ایک واقعہ سناتے ہیں، جس میں عبرت کا سامان ہے، یہ سچا واقعہ ہے، تمثیلی نہیں، مگر یہ واقعہ کس جگہ کا ہے، اور کس زمانہ کا ہے: یہ بات یقین سے نہیں بتائی جاسکتی، مشہور یہ ہے کہ یہ شہر انطاکیہ کا واقعہ ہے، یہ شہر ترکیا سے لگا ہوا ہے۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ وہ

(۱) إن: نافیہ، لما: بمعنی إلا، نفی اثبات حصر کے لئے ہیں۔

اللہ کے رسول تھے یا عیسیٰ علیہ السلام کے فرستادے تھے، قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول تھے۔ واللہ اعلم

اُس بستی کی طرف پہلے دو رسول بھیجے، جب ان کی بات نہیں سنی گئی تو تیسرے رسول کے ذریعہ ان کو تقویت پہنچائی، پھر جب تینوں کی بات بھی نہیں مانی گئی، اور بستی والے ان کے قتل کے درپے ہوگئے تو شہر کے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا، اس نے بھی قوم کو سمجھایا، مگر لوگوں نے اس کو شہید کردیا، اس بندے کا نام بھی معلوم نہیں، مشہور حبیب ہے، اور رسولوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ اس کی بھی وضاحت نہیں، بالآخر عذاب آیا، اور ایک چنگھاڑ نے ان کا کام تمام کردیا، اب واقعہ پڑھیں:

آپؐ مکہ والوں کو ایک بستی والوں کا واقعہ سنائیں —— یہ واقعہ اس وقت کا ہے: —— جب وہاں رسول پہنچے —— یہ رسول کسی دوسری جگہ سے آئے تھے، جیسے لوط علیہ السلام شام سے سدّوم پہنچے تھے یا وہیں سے مبعوث کئے گئے تھے؟ اس سلسلہ میں قرآنِ کریم نے کوئی واضح بات نہیں فرمائی، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات دوسری جگہ سے آئے تھے —— جب ہم نے ان کی طرف دو کو بھیجا، پس انھوں نے دونوں کو جھٹلایا، تو ہم نے تیسرے کے ذریعہ (ان کو) قوی کیا —— پہلے کئی رسول ایک ساتھ مبعوث ہوتے تھے، جیسے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں کئی کئی نبی ایک ساتھ جمع ہوتے تھے۔

پس انھوں نے کہا: بے شک ہم تمہارے پاس بھیجے ہوئے آئے ہیں —— از خود نہیں آئے —— ان لوگوں نے کہا: تم ہمیں جیسے انسان ہو —— تم میں کوئی سرخاب کا پَر نہیں لگ رہا —— اور مہربان اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری —— تم خواہ مخواہ اللہ کا نام لے رہے ہو، تینوں سازش کرکے آئے ہو، اور اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لئے اللہ کا نام لے رہے ہو —— تم نرا (صاف) جھوٹ بولتے ہو!

انھوں نے کہا: ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں، اور ہمارے ذمہ صرف کھول کر پہنچانا ہے —— یعنی اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ ہم اپنے دعوی میں سچے ہیں، ہم کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے، اور ہم اپنا فرض ادا کرچکے، اللہ کا پیغام ہم نے خوب کھول کر پہنچا دیا، اب تم سوچ لو تکذیب کا انجام کیا ہوگا!

انھوں نے کہا: ہم پر تمہاری وجہ سے نحوست پڑی! —— تمہارے قدم کیا آئے کہ ہم پر آفات ٹوٹ پڑیں، پہلے ہم اچھے خاصے آرام چین کی زندگی بسر کر رہے تھے، تمہارے آتے ہی مصائب نے گھیر لیا! —— بخدا! اگر تم باز نہیں آئے تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کردیں گے، اور تمہیں ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی!

رسولوں نے کہا: تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے —— یعنی نحوست کے اسباب تمہارے اندر ہیں، تمہارے کفر

وتکذیب کی وجہ سے آفات آئی ہیں ـــــ کیا صرف اتنی بات پر کہ تم کونصیحت کی گئی ـــــ ہم منحوس ہوگئے! ـــــ بلکہ تم حد سے نکلنے والے لوگ ہو! ـــــ عقل ودانش سے کام نہیں لیتے،قتل کی دھمکیاں دینے لگے ہو!

اور شہر کے دور مقام سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا ـــــ غریب لوگ عام طور پر شہر سے باہر رہتے ہیں، جب اس کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے رسولوں کو دھمکی دی ہے تو وہ جلدی سے آیا ـــــ اس نے کہا: اے میری قوم! رسولوں کی راہ اپناؤ، ایسے لوگوں کی راہ اپناؤ جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے، اور وہ راہ یاب ہیں ـــــ یعنی یہ حضرات اللہ کا پیغام لے کر آئے ہیں، اور تمہیں جو نصیحت کررہے ہیں اس پر خود عمل پیرا ہیں، ان کے اخلاق وعادات اور اعمال واطوار سب ٹھیک ہیں، اور بےغرض خیر خواہی کرتے ہیں، کوئی معاوضہ تم سے نہیں چاہتے، ایسے بےلوث بزرگوں کا اتباع کرو۔

بس پھر کیا تھا؟ لوگ اس خیر خواہ کے پیچھے پڑ گئے، کہنے لگے: اچھا تو بھی پھریلا ہے! اس نے جواب دیا ـــــ اور میرے لئے کیا مانع ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا؟ اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، کیا میں اللہ سے وَرے ایسے معبود اپناؤں کہ اگر مہربان اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہیں تو ان کی سفارش میرے کچھ کام نہ آئے، اور نہ وہ مجھے بچاسکیں، تب تو میں یقیناً صریح گمراہی میں ہوں گا، میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لایا، پس تم میری بات سنو! ـــــ ایمان کا اعلان سنتے ہی قوم اس کی دشمن ہوگئی، اور سب مل کر اس پر ٹوٹ پڑے، اور گھونسوں، لاتوں اور ٹھوکروں سے اس کو شہید کردیا، شہید ہوتے ہی اس کو جنت کا پروانہ مل گیا ـــــ کہا گیا: جنت میں داخل ہوجا ـــــ شہداء کی ارواح قبل از محشر بھی جنت میں آتی جاتی ہیں ـــــ اس نے کہا: اے کاش! میری قوم کو یہ بات معلوم ہوجاتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا، اور مجھے معززین میں شامل کرلیا ـــــ یعنی اگر ان کو میرا یہ حال معلوم ہوجاتا تو سب ایمان لے آتے۔

اس کے بعد اس کی قوم رسولوں کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک ہوئی، اور ان کو ہلاک کرنے کے لئے آسمان سے فرشتوں کی فوج نہیں اتارنی پڑی، بس ایک ڈانٹ پڑی کہ سب ٹھنڈے ہوگئے، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ اور ہم نے اس کی قوم پر اس کے بعد آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا، اور نہ ہمیں اتارنے کی ضرورت تھی! ـــــ کیونکہ اللہ تعالیٰ زمین کی پلیٹیں ہلادیں تو ایک دنیا تباہ ہوجائے، سیلاب بھیج دیں تو سب کھیت رہیں، اللہ کو آسمان سے فوج اتارنے کی کیا ضرورت ہے؟ ـــــ وہ سزا بس ایک سخت آواز تھی، پس اچانک وہ بجھ کر رہ گئے! ـــــ راکھ کا ڈھیر ہوگئے!

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ ہائے افسوس بندوں پر! جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا تو انھوں نے اس کی ہنسی اڑائی ـــــ کیا انھوں نے دیکھا نہیں! کتنی امتیں ہم نے ان (مکہ والوں) سے پہلے ہلاک کیں، جو ان کی

طرف لوٹ کر نہیں آئیں! —— جو ہلاک ہوا: وہ گیا: ﴿وَحَرَامٌ عَلٰی قَرْیَةٍ أَهْلَكْنَاهَا: أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾: اور ناممکن ہے اس بستی پر جس کو ہم نے ہلاک کیا: وہ لوٹ کر نہیں آئیں گے [انبیاء ۹۵] —— اور کوئی نہیں مگر سارے ہی ہمارے پاس حاضر کئے ہوئے ہیں! —— اسی وقت ان کو تکذیب کا انجام معلوم ہوگا! اور یہ بات قیامت کے دن ہوگی، اس طرح معاد (آخرت) کا مضمون شروع ہوجائے گا۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾

وَاٰيَةٌ	اور ایک نشانی	جَنّٰتٍ	باغات	يَشْكُرُوْنَ	شکر کرتے وہ
لَّهُمُ	ان کے لئے	مِّنْ نَّخِيْلٍ	کھجور کے	سُبْحٰنَ	پاک ہے
الْاَرْضُ	زمین ہے	وَّاَعْنَابٍ	اور انگور کے	الَّذِيْ	جس نے
الْمَيْتَةُ	مردہ	وَّفَجَّرْنَا	اور بہائے ہم نے	خَلَقَ	پیدا کیا
اَحْيَيْنٰهَا	زندہ کیا ہم نے اس کو	فِيْهَا	اس میں	الْاَزْوَاجَ	جوڑے
وَاَخْرَجْنَا	اور نکالا ہم نے	مِنَ الْعُيُوْنِ	چشموں سے	كُلَّهَا	سارے
مِنْهَا	اس سے	لِيَاْكُلُوْا	تاکہ کھائیں وہ	مِمَّا	اس کے جو
حَبًّا	غلّہ	مِنْ ثَمَرِهٖ (۱)	اس (اللہ) کے پھل سے	تُنْۢبِتُ	اگاتی ہے
فَمِنْهُ	پس اس میں سے	وَمَا (۲)	اور نہیں	الْاَرْضُ	زمین
يَاْكُلُوْنَ	کھاتے ہیں وہ	عَمِلَتْهُ	بنایا اس (پھل) کو	وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ	اور ان کی ذاتوں کے
وَجَعَلْنَا	اور بنائے ہم نے	اَيْدِيْهِمْ	ان کے ہاتھوں نے	وَمِمَّا	اور اس کے جس کو
فِيْهَا	اس میں	اَفَلَا	کیا پس نہیں	لَا يَعْلَمُوْنَ	نہیں جانتے وہ

(۱) من ثمرہ کی ضمیر اللہ کی طرف لوٹتی ہے، اور اضافت تشریف کے لئے ہے (۲) ما: نافیہ ہے، اور جملہ حالیہ ہے۔

لوگ مرے پیچھے کس طرح زندہ کرکے حاضر کئے جائیں گے؟ (بعث بعد الموت کی پہلی دلیل)

گذشتہ آیت سن کر شاید کسی کو شبہ ہو کہ لوگ مرے پیچھے کس طرح زندہ کرکے حاضر کئے جائیں گے؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ جس طرح گرمی میں زمین خشک ہو جاتی ہے، ہر طرف خاک اڑتی ہے کہ اچانک رحمت کی بارش ہوتی ہے، اور زمین لہلہانے لگتی ہے، اسی طرح مردہ ابدان میں روح حیات پھونک دی جائے گی، اور دوسری دنیا آباد ہو جائے گی، پس مردہ زمین لوگوں کے لئے ایک نشانی ہے، اس سے بعث بعد الموت کو سمجھ سکتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور لوگوں کے لئے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اس کو زندہ کیا، اور ہم نے اس سے غلّہ اگایا، پس وہ اس میں سے کھاتے ہیں، اور ہم نے اس میں کھجور اور انگور کے باغات لگائے، اور ہم نے اس میں چشمے جاری کئے، تاکہ لوگ اللہ کے پھلوں کو کھائیں، درانحالیکہ ان کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا! کیا پس وہ شکر نہیں بجالاتے! —— غور کرو! زمین سے اللہ تعالیٰ غلّہ پیدا کرتے ہیں، جس کو لوگ کھاتے ہیں، اور وہ ان کی معیشت کا قوام ہوتا ہے، اسی طرح میوے پیدا کئے، جن سے لوگ شغل کرتے ہیں، اور بارش تو ایک دفعہ برس کر رک جاتی ہے، مگر اس کا پانی اللہ تعالیٰ زمین میں اسٹور کر دیتے ہیں، جو ندی نالوں، کنوں اور چشموں کی شکل میں بہتا ہے، جن سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، پھر غور کرو! یہ غلّہ اور پھل اللہ تعالیٰ پیدا کرتے ہیں، لوگوں میں یہ طاقت نہیں کہ وہ ان کو پیدا کریں، یہ نعمتیں ہیں جن کی شکر گذاری واجب ہے۔

دوسری دنیا کی کیا ضرورت ہے؟ جوڑی کے قانون سے اس کو سمجھاتے ہیں

نباتات میں، انسانوں میں اور دوسری مخلوقات میں جن کی لوگوں کو پوری خبر نہیں: اللہ تعالیٰ نے جوڑیاں بنائی ہیں، ہر مخلوق کی جوڑی ہے، صرف اللہ تعالیٰ کی ذات جوڑی سے پاک ہے، اور جوڑی: وہ دو چیزیں ہیں جو مل کر ایک مقصد کی تکمیل کرتی ہیں، جیسے دو جوتے چپل جوڑی ہیں، ان کو پہن کر آدمی سوار ہو کر چلتا ہے، مسلم شریف میں حدیث ہے: ''جو چپل پہنے ہوئے ہے وہ برابر سوار ہو کر چل رہا ہے'' (مشکات ح ۴۴۰۹) اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب دونوں پیروں میں چپل ہوں، اسی وجہ سے ایک جوتا چپل پہن کر چلنے کی ممانعت آئی ہے، اسی طرح کرتا پاجامہ جوڑا ہیں، زینت دونوں سے حاصل ہوتی ہے، اور نر مادہ جوڑا ہیں، افزائش نسل کا مقصد دونوں کے ذریعہ پورا ہوتا ہے، اسی طرح غلّہ اور تلہن جوڑا ہیں، کھانا دونوں سے رچتا پچتا ہے، ٹھیک اسی طرح دنیا کا جوڑا آخرت ہے، تکلیف شرعی کی غرض دونوں سے پوری ہوتی ہے، دنیا میں عمل ہے اور آخرت میں جزاء، اگر صرف دنیا ہوتی تو اچھے بُرے عمل کا فائدہ ظاہر نہ ہوتا، اور صرف آخرت ہوتی تو جزاؤ سزا کس بات کی ہوتی! ارشاد فرماتے ہیں: —— اور وہ ذات (جوڑی سے) پاک ہے جس نے تمام جوڑوں

کو بنایا، ان کے جن کو زمین اگاتی ہے، اور خود ان کے بھی، اور جن کو وہ نہیں جانتے۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾

وَاٰيَةٌ	اور ایک نشانی	لَّهَا	اپنے	لَا الشَّمْسُ	نہ سورج
لَّهُمُ	ان کے لئے	ذٰلِكَ	یہ	يَنْۢبَغِيْ	مناسب ہے
الَّيْلُ	رات ہے	تَقْدِيْرُ	اندازہ کرنا ہے	لَهَآ	اس کے لئے
نَسْلَخُ (۱)	کھال کھینچ لیتے ہیں ہم	الْعَزِيْزِ	زبردست	اَنْ	کہ
مِنْهُ	اس پر سے	الْعَلِيْمِ	باخبر کا	تُدْرِكَ	پالے
النَّهَارَ	دن کی	وَالْقَمَرَ	اور چاند کا	الْقَمَرَ	چاند کو
فَاِذَا	پس اچانک	قَدَّرْنٰهُ	اندازہ ٹھہرایا ہم نے اس کی	وَلَا الَّيْلُ	اور نہ رات
هُمْ	وہ	مَنَازِلَ (۳)	منزلوں کا	سَابِقُ	آگے بڑھنے والی ہے
مُّظْلِمُوْنَ (۲)	اندھیرے میں رہ جاتے ہیں	حَتّٰى	یہاں تک کہ	النَّهَارِ	دن سے
وَالشَّمْسُ	اور سورج	عَادَ	لوٹ جاتا ہے وہ	وَكُلٌّ	اور ہر ایک
تَجْرِيْ	چلتا ہے	كَالْعُرْجُوْنِ	ٹہنی کی طرح	فِيْ فَلَكٍ	خاص دائرہ میں
لِمُسْتَقَرٍّ	ٹھہرنے کے وقت تک	الْقَدِيْمِ	پرانی	يَّسْبَحُوْنَ	تیر رہے ہیں

آخرت اصل ہے، دنیا عارض، وقت اس کی ایک مثال ہے (بعث بعد الموت کی دوسری دلیل)

ٹائم: دو حصوں میں منقسم ہے: رات اور دن، رات اصل ہے، چنانچہ اسلامی تاریخ رات سے بدلتی ہے، رات پہلے

(۱) سَلَخَ (ف، ن) سَلْخًا: کھال اتارنا، رات اصل ہے، دن کی چادر اس پر سے اتار لی جاتی ہے تو رات رہ جاتی ہے (۲) مُظْلِم (اسم فاعل) مصدر اِظْلَام: تاریکی میں ہو جانا (۳) منازل: تمیز ہے، نسبت کے ابہام کو دور کرتی ہے۔ اور قَدَّر: بمعنی صَیَّر ہو تو مفعول ثانی بھی ہو سکتا ہے۔

آتی ہے، اور دن: نور کی چادر کے پھیلنے کا نام ہے، جب یہ چادر اتار لی جاتی ہے تو لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں، اسی طرح آخرت اصل ہے، اور دنیا عارض، گردشِ شمس وقمر کا نام دنیا ہے، جب یہ نظام رک جائے گا تو آخرت نمودار ہوگی، جو اصل عالم ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— اور ایک نشانی لوگوں کے لئے رات ہے، ہم اس پر سے دن کو اتار لیتے ہیں تو اچانک لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں —— اور سورج اپنے ٹھہرنے کے وقت کے لئے چل رہا ہے، یہ زبردست باخبر کا اندازہ ٹھہرانا ہے —— سورج جو مشرق سے مغرب کی طرف چلتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک مدت ٹھہرائی ہے، اس مقررہ وقت تک وہ اسی طرح چلتا رہے گا، پھر جب اللہ کا حکم ہوگا تو الٹا چلنے لگے گا، جیسے پہیّا جب رکنے پر آتا ہے تو الٹا چلنے لگتا تھا، اسی طرح یہ دنیا اپنی رفتار پر چل رہی ہے، مگر اس کے لئے بھی ایک وقت مقرر ہے، اس کے بعد یہ دنیا واپس لوٹے گی، اور اصل دنیا (آخرت) ظاہر ہوگی —— بخاری شریف کی حدیث (نمبر ۳۱۹۹) میں یہ مضمون ہے کہ سورج ہر روز بوقتِ غروب عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے یعنی اپنی اطاعت ظاہر کرتا ہے، اور طلوع کی اجازت چاہتا ہے: جو دیدی جاتی ہے، پھر ایک وقت آئے گا کہ اجازت نہیں دی جائے گی، حکم ہوگا کہ اپنے غروب ہونے کی جگہ سے طلوع ہو، چنانچہ وہ ایسا کرے گا، پھر اس کی رفتار رک جائے گی، اور یہ دنیا ختم ہوجائے گی (اور حدیث کی شرح تحفۃ القاری ۶: ۴۷-۴۸ میں ہے)

سورج کی الٹی چال کی نظیر

اور سورج کی الٹی چال کی نظیر چاند کی الٹی چال ہے۔ چاند کی دو چالیں ہیں: ایک: چاند مشرق سے مغرب کی طرف چلتا ہے، اس چال سے چاند چوبیس گھنٹوں میں ایک بار طلوع وغروب ہوتا ہے۔ دوم: چاند روزانہ مغرب سے مشرق کی طرف ایک منزل چلتا ہے، اس چال کے لئے اٹھائیس منزلیں مقرر ہیں، دو راتیں محاق رہتا ہے، نظر نہیں آتا، چاند کی اسی رفتار سے قمری مہینہ بنتا ہے، یہ چال نظیر ہے سورج کے الٹا چلنے کی، قیامت کے قریب سورج بھی اسی طرح الٹی چال چلے گا، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کی ہیں، یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح لوٹتا ہے —— یعنی قمر: ہلال (نیا چاند) بن کر نمودار ہوتا ہے، اور نیا قمری مہینہ شروع ہوتا ہے۔

نظام شمس وقمر کی اُستواری

اُستواری: مضبوط و مستحکم نظام۔ یہاں کوئی خیال کرسکتا ہے کہ جب سورج مغرب کی طرف چل رہا ہے، اور چاند مشرق کی طرف تو دونوں ٹکرا بھی سکتے ہیں؟ فرماتے ہیں: نہیں! دونوں مستحکم نظام کے ماتحت چل رہے ہیں —— نہ تو آفتاب کی

مجال ہے کہ چاند کو پکڑلے ـــــ یہ آدھا مضمون ہے، باقی آدھا ہے: نہ چاند کی مجال ہے کہ سورج کو پکڑلے ـــــ اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے ـــــ یہ آدھا مضمون نہیں ہے، بلکہ کہنا یہ ہے کہ آخرت دنیا کے بعد ہی آئے گی، پہلے نہیں آسکتی ـــــ اور دونوں ہی اپنے اپنے دائرے (سرکل) میں تیر رہے ہیں ـــــ سورج کی مدار (راستہ) الگ ہے اور چاند کی الگ، پھر دونوں کیسے ٹکرا سکتے ہیں؟

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾

وَاٰيَةٌ	اور ایک نشانی ہے	لَّهُمْ	ان کے لئے	وَلَا هُمْ	اور نہ وہ
لَّهُمْ	ان کے لئے	مِّنْ مِّثْلِهٖ	اس کے مانند سے	يُنْقَذُوْنَ	چھڑائے جائیں
اَنَّا	کہ ہم نے	مَا يَرْكَبُوْنَ	جس پر سواری کرتے ہیں وہ	اِلَّا	مگر
حَمَلْنَا	اٹھایا	وَاِنْ	اور اگر	رَحْمَةً	مہربانی
ذُرِّيَّتَهُمْ	ان کی نسل کو	نَّشَاْ	چاہیں ہم	مِّنَّا	ہماری
فِي الْفُلْكِ	کشتی میں	نُغْرِقْهُمْ	(تو) غرق کردیں ان کو	وَمَتَاعًا	اور برتنا
الْمَشْحُوْنِ	بھری ہوئی	فَلَا صَرِيْخَ (۱)	پس نہ کوئی فریاد رس ہو	اِلٰى حِيْنٍ	ایک وقت تک
وَخَلَقْنَا	اور بنائی ہم نے	لَهُمْ	ان کے لئے	❁	❁

تمام انسانوں کے وجود پذیر ہوجانے تک دنیا کا بقاء منظور ہے (بعث بعد الموت کی تیسری دلیل)

انسانیت ابتدائی دور میں تھی، نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پانی کا طوفان آیا، اللہ تعالیٰ نے اہتمام سے کشتی بنوائی، اور اسّی مرد وزن کو اس میں سوار کر کے عذاب سے بچالیا، کیونکہ نسلِ آدم کو وجود میں لانا منظور تھا، ورنہ بھری لدی کشتی غرق ہوجاتی، مگر رحمتِ الٰہی نے اس کو ڈوبنے سے بچالیا، تاکہ انسانیت ایک وقت تک دنیا کے مال سامان سے فائدہ اٹھائے

(۱) صریخ: فریاد کو پہنچنے والا، صُراخ سے، جو اضداد میں سے ہے: فریاد کرنا اور فریاد کو پہنچنا، یہاں دوسرے معنی ہیں، اور فعیل بمعنی فاعل ہے۔

—— پس جب سب لوگ وجود پذیر ہوجائیں گے تو دنیا کی کیا ضرورت رہے گی؟ اس عالم کو ختم کر دیا جائے گا اور نیا عالم وجود میں لایا جائے گا۔

اس کی تھوڑی تفصیل یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں نیا نہیں پیدا ہوتا، اس دنیا میں صرف انسان کا جسم بنتا ہے، اور اس کی روح اس سے بہت پہلے پیدا کی جا چکی ہے، اور تمام روحیں عالم ارواح میں ہیں، وہاں سے شکم مادر میں بننے والے جسد خاکی میں روح منتقل کی جاتی ہیں، تمام ارواح کو اس عالم میں برائے عمل آنا ہے، اور ارواح محدود ہیں، پس جب سب روحیں منتقل ہوجائیں گی تو یہ عالم ختم کر دیا جائے گا، اور نئی دنیا آباد ہوگی۔

ارشاد فرماتے ہیں: —— اور ایک نشانی ہے لوگوں کے لئے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا —— اور ڈوبنے سے بچالیا، اور صرف موجودین ہی کو بچانا مقصود نہیں تھا، بلکہ قیامت تک آنے والی ان کی نسل کو بھی بچانا مقصود تھا۔ اگر کشتی والے باقی نہ رہتے تو انسان کا تخم باقی نہ رہتا —— اور ہم نے ان کے لئے کشتی جیسی چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سواری کرتے ہیں —— یعنی لوگوں نے اس کشتی کے نمونہ پر دوسری کشتیاں اور جہاز بنائے جن پر وہ لدے پھرتے ہیں، اور کشتی کے مانند اور بھی سواریاں پیدا کیں، جیسے اونٹ جو خشکی کی کشتی ہے، اور ہوائی جہاز، پانی کا جہاز پانی پر تیرتا ہے، اور ہوائی جہاز ہوا میں اڑتا ہے، نہ اول پانی میں ڈوبتا ہے نہ ثانی زمین پر گرتا ہے —— اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں، پس نہ کوئی فریاد رس ہو، اور نہ وہ چھڑائے جائیں، مگر ہماری مہربانی ہے اور ایک وقت تک فائدہ پہنچانا —— منظور ہے —— یہی حال سفینۂ نوح کا سمجھو، ان کو اللہ نے اپنی مہربانی سے ڈوبنے سے بچایا، کیونکہ قیامت تک ان کی نسل کو باقی رکھنا منظور تھا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٤٥﴾ وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٤٦﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٤٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾ مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿٤٩﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾

ع ۳ ۱۸ ۲

وَاِذَا	اور جب	قِيْلَ	کہا گیا	فِيْ ضَلٰلٍ	گمراہی میں
قِيْلَ	کہا گیا	لَهُمْ	ان سے	مُّبِيْنٍ	صریح
لَهُمُ	ان سے	اَنْفِقُوْا	خرچ کرو	وَيَقُوْلُوْنَ	اور پوچھتے ہیں وہ
اتَّقُوْا	ڈرو	مِمَّا	اس سے جو	مَتٰى	کب ہوگا
مَا (۱)	(اس سے) جو	رَزَقَكُمُ	روزی دی تم کو	هٰذَا الْوَعْدُ	یہ وعدہ
بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ	تمہارے آگے ہے	اللّٰهُ	اللہ نے	اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم
وَمَا خَلْفَكُمْ	اور جو تمہارے پیچھے ہے	قَالَ	کہا	صٰدِقِيْنَ	سچے
لَعَلَّكُمْ	شاید تم	الَّذِيْنَ	جنھوں نے	مَا يَنْظُرُوْنَ	نہیں راہ دیکھتے وہ
تُرْحَمُوْنَ	رحم کیے جاؤ	كَفَرُوْا	انکار کیا	اِلَّا صَيْحَةً	مگر چیخ کی
وَمَا	اور نہیں	لِلَّذِيْنَ	ان سے جنھوں نے	وَّاحِدَةً	ایک
تَاْتِيْهِمْ	پہنچی ان کو	اٰمَنُوْٓا	مان لیا	تَاْخُذُهُمْ	جو ان کو پکڑے
مِّنْ اٰيَةٍ	کوئی نشانی	اَنُطْعِمُ	کیا کھلائیں ہم	وَهُمْ	درانحالیکہ وہ
مِّنْ اٰيٰتِ	نشانیوں میں سے	مَنْ لَّوْ	اس کو اگر	يَخِصِّمُوْنَ (۳)	جھگڑ رہے ہوں
رَبِّهِمْ	ان کے رب کی	يَشَآءُ	چاہتے	فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ	پس نہ طاقت رکھیں وہ
اِلَّا كَانُوْا	مگر ہوتے ہیں وہ	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	تَوْصِيَةً (۴)	وصیت کرنے کی
عَنْهَا	اس سے	اَطْعَمَهٗٓ	اس کو کھلاتے!	وَّلَآ	اور نہ
مُعْرِضِيْنَ	روگردانی کرنے والے	اِنْ اَنْتُمْ (۲)	نہیں ہو تم	اِلٰٓى اَهْلِهِمْ	اپنے گھر والوں کی طرف
وَاِذَا	اور جب	اِلَّا	مگر	يَرْجِعُوْنَ	لوٹیں وہ

عذاب گرد و پیش سے بھی آسکتا ہے

گفتگو ان لوگوں سے چل رہی ہے جنھوں نے حبیب کو شہید کیا ہے، بار بار لھم آیا ہے، اور بعث بعد الموت کی تیسری

(۱) ما: دونوں جگہ ما سے پہلے من جارہ پوشیدہ ہے (۲) إن أنتم: کافروں کے قول کا رد ہے اور ان کے قول کا تتمہ بھی ہوسکتا ہے (۳) يَخِصِّمُوْن: دراصل يَخْتَصِمُوْن تھا، تعلیل ہوئی ہے، اختِصَام: معاملات میں جھگڑنا (۴) توصية: مصدر باب تفعیل: وصیت کرنا، کہہ مرنا۔

دلیل کے ضمن میں فرمایا تھا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کردیں۔ اب فرماتے ہیں کہ عذاب خشکی میں گردوپیش سے بھی آسکتا ہے، اس سے بچنے کے لئے اللہ سے ڈرنا ضروری ہے، اور اللہ سے ڈرنا اس کے احکام کی خلاف ورزی سے بچنا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— اور جب ان لوگوں سے کہا گیا کہ ڈرو اس سے جو تمہارے آگے ہے اور اس سے جو تمہارے پیچھے ہے، شاید تم رحم کئے جاؤ! —— یعنی اللہ کے احکام کی خلاف روزی سے بچو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائیں گے، اور عذاب سے محفوظ رکھیں گے —— اور آگے پیچھے سے مراد: ہر چہار جانب ہیں —— اور عذاب کی بہت صورتیں ہیں، کسی بھی صورت میں عذاب آسکتا ہے۔

لوگ عذاب کی خبریں سنتے ہیں، مگر ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں

وقفہ وقفہ سے خبریں آتی ہیں کہ فلاں ملک میں زلزلہ آیا اور بڑی تباہی مچی، فلاں ملک میں سیلاب آیا اور اتنی جانیں گئیں، فلاں فلک میں قحط پڑا اور ہزاروں بھوک سے مر گئے، مگر ان خبروں سے لوگ وقتی طور پر اثر لیتے ہیں، پھر غفلت کا شکار ہوجاتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور نہیں پہنچتی ان کو کوئی نشانی ان کے رب کی نشانیوں میں سے، مگر وہ اس سے روگردانی کرنے والے ہیں —— کوئی سبق نہیں لیتے، زندگی کا دھارا نہیں بدلتے! یہی روگردانی ہے۔

روگردانی کی دو مثالیں

پہلی مثال: جب کسی جگہ سیلاب آتا ہے، اور ہزاروں بے خان مان ہوجاتے ہیں، یا قحط پڑتا ہے اور لوگ بھوکوں مرنے لگتے ہیں، یا کوئی غریب بھوکا ہے، اور مؤمن: کافر کو خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے تو وہ روگردانی کرتا ہے، اور کہتا ہے: اگر اللہ چاہتے تو اس کو کھلاتے، بھوکا نہ مارتے، تم اس کی فکر میں کیوں پڑے ہو! —— اللہ تعالیٰ اس کی تردید کرتے ہیں کہ تو صریح گمراہی میں ہے، کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ تجھے اللہ نے جو دیا ہے وہ سارا تیرا ہے؟ رزق کے معنی ہیں: حصہ، نصیب، مالدار کو جو اس کی ضرورت سے زیادہ دیا جاتا ہے وہ دوسروں کے نصیب کا ہوتا ہے اور اس سے مالدار کا امتحان مقصود ہوتا ہے کہ وہ پہنچاتا ہے یا نہیں؟ —— اور بعض مفسرین نے ﴿إِنْ أَنتُمْ﴾ کو کافر کے قول کا تتمہ قرار دیا ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ اس کو کافر کے قول کی تردید قرار دیا جائے۔

ارشادِ پاک ہے: —— اور جب ان سے کہا گیا: خرچ کرو اس روزی میں سے جو اللہ نے تم کو دی ہے، تو کفار نے مسلمانوں سے کہا: کیا ہم ایسے لوگوں کو کھلائیں کہ اگر اللہ چاہتے تو ان کو کھلاتے —— نہیں ہو تم مگر صریح گمراہی میں!

دوسری مثال: جب انبیاء کفار کو خبر دیتے ہیں کہ ہماری تکذیب کروگے تو دنیا میں عذاب آئے گا، لوگ روگردانی

کرتے ہیں، اور پوچھتے ہیں: عذاب کب آئے گا؟ اس کو لے آؤ اگر تم سچے ہو! یہ خبر کی ہنسی اڑائی۔

اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں: عذاب میں دیر کیا ہے؟ ایک چنگھاڑ سے تم ڈھیر ہو جاؤ گے، اور عذاب اچانک آئے گا، تم معاملات میں الجھے ہوئے ہوگے اور عذاب آجائے گا، پھر تم نہ کوئی وصیت کر سکو گے، نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکو گے، اسی جگہ ڈھیر ہو کر رہ جاؤ گے!

ارشاد فرماتے ہیں: —— اور پوچھتے ہیں: یہ وعدہ کب ہوگا، اگر تم سچے ہو؟ —— نہیں انتظار کرتے وہ مگر ایک سخت آواز کا، جوان کو پکڑے، درانحالیکہ وہ معاملات میں جھگڑ رہے ہوں، پس نہ تو وصیت کرنے کی طاقت رکھیں، اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکیں!

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿٥١﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٥٢﴾ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٥٤﴾

وَنُفِخَ	اور پھونکا گیا	هٰذَا مَا	یہ جو	لَّدَيْنَا	ہمارے پاس
فِي الصُّوْرِ	صور میں	وَعَدَ	وعدہ کیا	مُحْضَرُوْنَ	حاضر کئے ہوئے ہیں
فَإِذَا هُمْ	پس اچانک وہ	الرَّحْمٰنُ	نہایت مہربان نے	فَالْيَوْمَ	پس آج
مِّنَ الْأَجْدَاثِ [1]	قبروں سے	وَصَدَقَ	اور سچ کہا	لَا تُظْلَمُ	نہیں حق مارا جائے گا
إِلٰى رَبِّهِمْ	ان کے رب کی طرف	الْمُرْسَلُوْنَ	رسولوں نے	نَفْسٌ	کسی شخص کا
يَنْسِلُوْنَ [2]	تیزی سے چل رہے ہیں	إِنْ كَانَتْ [3]	نہیں ہے (پھونکنا)	شَيْئًا	کچھ بھی
قَالُوْا	کہا انھوں نے	إِلَّا صَيْحَةً	مگر زور کی آواز	وَّلَا تُجْزَوْنَ	اور نہیں بدلہ دیئے
يٰوَيْلَنَا	ہائے ہماری کم بختی!	وَّاحِدَةً	ایک مرتبہ		جاؤ گے تم
مَنْ بَعَثَنَا	کس نے اٹھا دیا ہمیں	فَإِذَا هُمْ	پس اچانک وہ	إِلَّا مَا	مگر جو
مِنْ مَّرْقَدِنَا	ہماری خواب گاہ سے؟	جَمِيْعٌ	سارے	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ	کیا کرتے تھے تم

(۱) الجَدَث: قبر (۲) نسل (ض) الماشي: پیدل چلنے والے کا تیز رفتار ہونا (۳) کانت: أی النفخة۔

آخرت کا عذاب

اوپر عذابِ دنیا کا ذکر آیا، اب عذابِ آخرت کا بیان ہے، جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب مردے زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکل آئیں گے، فرشتے ان کو ہانک کر میدانِ حشر کی طرف لے جائیں گے۔ اس وقت اتنا ہولناک منظر ہوگا کہ لوگ عذابِ قبر کو بھول جائیں گے، اور کہیں گے: ارے! ہم آرام سے سو رہے تھے، ہمیں کس نے ڈسٹرپ کر دیا! —— جواب ملے گا: آنکھیں کھولو! یہ وہی اٹھانا ہے جس کا نہایت مہربان اللہ نے وعدہ کیا تھا، اور پیغمبروں نے سچی خبر دی تھی —— اس دن نہ کسی کی نیکی ضائع ہوگی، نہ جرم سے زیادہ سزا ملے گی، انصاف کے ساتھ نیک و بد کا بدلہ چکایا جائے گا۔

ارشاد فرماتے ہیں: —— اور صور میں پھونکا جائے گا، پس یکا یک وہ قبروں سے (نکل کر) ان کے پروردگار کی طرف تیزی سے چلیں گے —— کہیں گے: ہائے ہماری کم بختی! کس نے ہمیں ہماری خواب گاہ سے اٹھا دیا؟ —— یہ وہ (اٹھانا) ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا ہے، اور پیغمبروں نے سچ کہا ہے! نہیں ہوگا وہ (نفخہ) مگر ایک زور کی آواز، پس اچانک وہ سارے ہمارے پاس حاضر کئے ہوئے ہونگے —— پس آج کسی شخص پر ذرا ظلم نہ ہوگا، اور تم صرف انہی کاموں کا بدلہ دیئے جاؤ گے جو تم کیا کرتے تھے۔

إِنَّ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْأَرَآئِكِ مُتَّكِئُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾

إِنَّ	بے شک	هُمْ	وہ	لَهُمْ	ان کے لئے
أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ	باغ والے	وَأَزْوَاجُهُمْ	اور ان کی بیویاں	فِيْهَا	ان (باغات) میں
الْيَوْمَ	آج	فِيْ ظِلٰلٍ	سایوں میں	فَاكِهَةٌ	میوے ہے
فِيْ شُغُلٍ (۱)	مشغلہ میں	عَلَى الْأَرَآئِكِ	مسہریوں پر	وَّلَهُمْ	اور ان کے لئے ہے
فٰكِهُوْنَ (۲)	دل لگی کرنے والے ہیں	مُتَّكِئُوْنَ	ٹیک لگانے والے ہیں	مَّا	جو

(۱) الشُّغُل: مصروفیت، مشغلہ، جمع أشغال (۲) فَكِهَ (س) فَكَهًا وَفَكَاهَةً: خوش طبع ہونا، فَاكِهٌ: اسم فاعل۔

يَدَّعُوْنَ(۱)	وہ مانگیں گے	قَوْلًا	بولنا	رَّحِيْمٍ	نہایت مہربان
سَلٰمٌ(۲)	سلام	مِّنْ رَّبٍّ	رب کی طرف سے	۞	۞

جنت کی نعمتوں کا بیان

اب کافروں کے عذاب کے بالمقابل جنتیوں کی نعمتوں کا ذکر ہے، جنت میں ہر قسم کے عیش ونشاط کا سامان ہوگا، جب شرابِ طہور کا دور چلے گا تو جنتی خوش طبعی کے طور پر ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی کریں گے [الطّور ۲۳] اور وہ اپنی ازواج کے ساتھ خوش گوار سایوں میں مسہریوں پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے ہونگے، ان کو ہر قسم کے میوے اور پھل میسر ہونگے، خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کی جنتیوں کے دل میں خواہش وطلب پیدا ہوگی وہ فوراً حاضر کردی جائے گی، اور سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو بلاواسطہ یا بواسطہ ملائکہ سلام پہنچے گا، اس وقت کی عزت ولذت کا کیا کہنا! ارشاد فرماتے ہیں: —— بے شک اہل جنت آج مشغلہ میں دل لگی کرنے والے ہیں، وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہونگے، ان کے لئے جنت میں میوے ہیں، اور ان کے لئے وہ ہے جو وہ مانگیں گے، اور ان کو نہایت مہربان پروردگار کی طرف سے سلام فرمایا جائے گا!

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾

وَامْتَازُوا	اور جدا ہوجاؤ	اَيُّهَا	اے	اَلَمْ	کیا نہیں
الْيَوْمَ	آج	الْمُجْرِمُوْنَ	مجرمو!	اَعْهَدْ(۳)	عہد لیا میں نے

(۱) يَدَّعُوْنَ: مضارع، جمع مذکر غائب، مصدر ادِّعَاء (باب افتعال) طلب کرنا، خواہش کرنا۔ (۲) سلام: مبتدا، من رب رحیم: خبر، قولاً: فعل محذوف کا مفعول مطلق أی یقول قولاً، یہ مبتدا خبر کے درمیان جملہ معترضہ مضمون جملہ کی تاکید کے لئے آیا ہے، اس کی اور ترکیبیں بھی کی گئی ہیں، میں نے آسان ترکیب لی ہے۔ (۳) أعهد: مضارع، واحد متکلم، لم کی وجہ سے مجزوم، لم: مضارع پر آتا ہے تو اس کو ماضی منفی بناتا ہے: کیا میں نے تم سے عہد (وچن) نہیں لیا، عَهِدَ إلیه: وصیت کرنا، ذمہ داری سپرد کرنا

اِلَيۡكُمۡ	تم سے	اعۡبُدُوۡنِیۡ (۱)	عبادت کرو میری	تَعۡقِلُوۡنَ	سمجھتے!
يٰبَنِیۡۤ	اے اولاد	هٰذَا صِرَاطٌ	یہ راستہ ہے	هٰذِهٖ جَهَنَّمُ	یہ دوزخ ہے
اٰدَمَ	آدمؑ کی	مُّسۡتَقِيۡمٌ	سیدھا	الَّتِیۡ	جو
اَنۡ	کہ	وَلَقَدۡ	اور البتہ تحقیق	كُنۡتُمۡ	وعدہ کئے جاتے
لَّا تَعۡبُدُوا	نہ عبادت کرو تم	اَضَلَّ	گمراہ کیا اس نے	تُوۡعَدُوۡنَ	تھے تم
الشَّيۡطٰنَ	شیطان کی	مِنۡكُمۡ	تم میں سے	اِصۡلَوۡهَا	داخل ہو جاؤ اس میں
اِنَّهٗ لَكُمۡ	بے شک وہ تمہارا	جِبِلًّا (۲)	لوگوں کو	الۡيَوۡمَ	آج
عَدُوٌّ	دشمن ہے	كَثِيۡرًا	بہت	بِمَا (۳)	بایں وجہ
مُّبِيۡنٌ	کھلا	اَفَلَمۡ	کیا پس نہیں	كُنۡتُمۡ	کہ تھے تم
وَّاَنِ	اور یہ کہ	تَكُوۡنُوۡا	تھے تم	تَكۡفُرُوۡنَ	انکار کرتے

توحید کا بیان

ربط: سورت رسالت کے بیان سے شروع ہوئی ہے، اس کے آخر میں مکذبین کو ایک بستی والوں کا واقعہ سنایا ہے، جو رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے ہلاک کی گئی، اس طرح آخرت کا موضوع چل پڑا، اب اس کے بعد توحید کا بیان شروع کرتے ہیں، جو آخر سورت تک چلے گا۔

جنت اللہ کی عبادت کرنے والوں کے لئے ہے اور شیطان کے پرستاروں کے لئے جہنم ہے

عہد الست میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنی معرفت کرائی ہے، اور ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا ہے، یہی اولادِ آدم سے عہد باندھنا ہے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں گے، پھر دنیا میں انبیاء کے ذریعہ بار بار سمجھایا کہ شیطان کی پیروی مت کرو، وہ انسانوں کا کھلا دشمن ہے، جہنم میں پہنچا کر ہی دم لے گا، نجات کا راستہ ایک اللہ کی عبادت ہے، مگر افسوس! انسان نے عقل سے کام نہیں لیا، شیطان کے چکر میں پھنس گیا، اور اس نے ایک خلقت کو گمراہ کر دیا، اب وہ اپنی حماقت کا خمیازہ بھگتیں گے، حکم ہوگا: مجرمو! جنت کے عیش و آرام میں تمہارا کوئی حصہ نہیں، پس اہلِ جنت سے علاحدہ ہو جاؤ، تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے، اس میں جا گھسو! جس کا بصورتِ کفر تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

(۱) اعۡبُدُوۡا: امر، جمع مذکر حاضر، نون وقایہ، ی ضمیر واحد متکلم (۲) الجِبِلّ: امت، قوم، لوگوں کی جماعت، الجِبِلَّة: فطرت، قوم، امت، جَبَلَ (ن) جَبۡلًا: پیدا کرنا، صورت بنانا (۳) بما: باء سببیہ۔

آیاتِ پاک:—— اور اے مجرمو! آج (اہلِ جنت سے) جدا ہو جاؤ: اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہیں کرو گے، وہ بالیقین تمہارا کھلا دشمن ہے، اور یہ کہ میری عبادت کرو گے، یہی سیدھا راستہ ہے۔ اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ شیطان نے تم میں سے ایک بڑی جماعت کو گمراہ کر دیا، کیا پس تم سمجھتے نہیں! یہ وہ دوزخ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے، آج اس میں جا گھسو، بایں وجہ کہ تم انکار کیا کرتے تھے۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ ع وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ ۚ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِىْ لَهٗ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶۹﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾

اَلْيَوْمَ	آج	كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ	کمایا کرتے تھے وہ	وَلَوْ نَشَآءُ	اور اگر چاہیں ہم
نَخْتِمُ	مہر لگائیں گے ہم	وَلَوْ نَشَآءُ	اور اگر چاہیں ہم	لَمَسَخْنٰهُمْ (۴)	ضرور شکل بگاڑ دیں ہم انکی
عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ (۱)	ان کے مونہوں پر	لَطَمَسْنَا (۲)	ضرور مٹا دیں	عَلٰى مَكَانَتِهِمْ (۵)	ان کی جگہ میں
وَتُكَلِّمُنَآ	اور بات کریں گے ہم سے	عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ	ان کی آنکھوں کو	فَمَا اسْتَطَاعُوْا	پس نہ طاقت رکھیں وہ
اَيْدِيْهِمْ	ان کے ہاتھ	فَاسْتَبَقُوْا (۳)	پس سبقت کریں وہ	مُضِيًّا (۶)	جانے کی
وَتَشْهَدُ	اور گواہی دیں گے	الصِّرَاطَ	راستہ کی طرف	وَّلَا يَرْجِعُوْنَ	اور نہ لوٹیں وہ
اَرْجُلُهُمْ	ان کے پیر	فَاَنّٰى	پس کہاں	وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ	اور جس کو بڑی عمر
بِمَا	اس کی جو	يُبْصِرُوْنَ	دیکھیں وہ		دیتے ہیں ہم

(۱) أفواه: فَم کی جمع: منہ (۲) طَمَسَ: مٹانا، طَمَسَ علیه: صورت بگاڑنا (۳) اسْتَبَقَ: کسی چیز کی طرف پہنچنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنا (۴) مَسَخَ (ف) مَسْخًا: شکل بگاڑنا، پہلی صورت کو دوسری صورت سے بدل دینا (۵) مکانة: مکان، قیام گاہ (اسم ظرف) (۶) مضیا: مَضٰی يَمْضِی کا مصدر: گذر جانا، چلا جانا۔

نُنَكِّسْهُ	الٹا کر دیتے ہیں ہم اسکو	وَمَا يَنْبَغِيْ	اور نہ مناسب ہے وہ	لِّيُنْذِرَ	تا کہ ڈرائیں وہ
فِي الْخَلْقِ	تخلیق میں	لَهٗ	ان کے لئے	مَنْ كَانَ	اس کو جو ہے
اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ	کیا پس سمجھتے نہیں وہ	اِنْ هُوَ	نہیں ہے وہ (وحی)	حَيًّا	زندہ
وَمَا عَلَّمْنٰهُ	اور نہیں سکھلایا ہم نے ان کو	اِلَّا ذِكْرٌ	مگر نصیحت	وَّيَحِقَّ	اور ثابت ہو جائے
		وَّقُرْاٰنٌ	اور پڑھنا	الْقَوْلُ	بات
الشِّعْرَ	شعر	مُّبِيْنٌ	سلیس	عَلَى الْكٰفِرِيْنَ	انکار کرنے والوں پر

مشرکین سیدھے جرم کا اعتراف نہیں کریں گے توان کے اعضاء بولیں گے

سوال: مشرکین قیامت کے دن شرک کا انکار کریں گے: ﴿قَالُوْا: وَاللّٰهِ رَبِّنَا! مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾: قسم ہمارے پروردگار اللہ کی! ہم مشرک نہیں تھے [الانعام ۲۳] پھر ان پر حجت کیسے قائم ہوگی؟

جواب: قیامت کے دن اگر مجرم زبان سے اعتراف نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے، اور ہاتھ پاؤں، آنکھ کان، حتی کہ بدن کی کھال جرائم کو بیان کرے گی، پھر کیا کریں گے؟ ارشاد فرماتے ہیں: —— آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگائیں گے، اور ہم سے ان کے ہاتھ بات کریں گے، اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے ان کاموں کی جو وہ کیا کرتے تھے!

مشرکین دنیا میں بھی عذاب کی زد سے بچے ہوئے نہیں

سوال: مشرکین سوچتے ہیں: قیامت کس نے دیکھی ہے! بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست! اڑا لے مزے، پھر موقع ملے نہ ملے!

جواب: مشرکین دنیا میں بھی عذاب کی زد سے بچے ہوئے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ چاہیں تو انہیں اندھا کر دیں، پھر وہ راستہ پانے کے لئے ٹامک ٹوئیاں مارتے رہ جائیں، اور چاہیں تو ان کی صورتیں بگاڑ دیں، پھر وہ جہاں کے تہاں کھڑے رہ جائیں، نہ اِدھر کے رہیں نہ اُدھر کے، جیسے سٹھیا ہوا آدمی جب از کار رفتہ ہو جاتا ہے اور نویں دہائی پار کر جاتا ہے تو بچہ سا ہو کر رہ جاتا ہے، آنکھیں کان وغیرہ سب کھو دیتا ہے اور شکل بھی پہچانی نہیں جاتی، پس خدا جو بڑھاپے میں قوی سلب کر لیتا ہے، جوانی میں بھی ایسا کر سکتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— اور اگر ہم چاہیں تو (دنیا میں) ان کی آنکھوں کو ملیا میٹ کر دیں، پس وہ راستہ کی طرف دوڑیں، مگر ان کو کہاں نظر آئے؟ اور اگر ہم چاہیں تو جہاں وہ ہیں وہیں ان کی صورتیں

بگاڑ دیں پس وہ نہ آگے بڑھ سکیں، اور نہ پیچھے لوٹ سکیں! ـــــ (نظیر:) اور جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں اس کو طبعی حالت میں الٹا کر دیتے ہیں، کیا پس وہ سمجھتے نہیں!

قرآن شاعری نہیں، وہ زندوں کے لئے نصیحت اور مُردوں پر حجت ہے

منکرین توحید کے ساتھ جو گفتگو چل رہی ہے: اُس سلسلہ کی یہ آخری بات ہے، آگے نیا لون (رنگ) ہے۔ فرماتے ہیں: قرآنِ کریم شاعری نہیں، شاعر قصیدہ یا غزل سناتا ہے، لوگ واہ واہ! مرحبا! کہہ کر چل دیتے ہیں، قرآن کی اتنی ہی حیثیت نہیں ہے، وہ زندہ قلوب کے لئے نصیحت اور مردہ قلوب پر حجت ہے، جس کے دل میں قابلیت ہوتی ہے وہ نصیحت پذیر ہوتا ہے، اور جو انکار پر تُلا رہتا ہے اس پر اتمام حجت ہو جاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے شاعری کا علم نہیں دیا تھا، اگرچہ عربوں میں باندیاں تک اشعار کہہ لیتی تھیں، اور بچوں تک کی زبان پر موزون کلام جاری ہو جاتا تھا، مگر جس طرح اللہ تعالیٰ انبیاء کو نامناسب کاموں سے بچاتے ہیں، نامناسب باتوں سے بھی بچاتے ہیں، چنانچہ کوئی نبی شاعر نہیں ہوا، شاعر عام طور پر فضول باتیں کرتے ہیں: ﴿فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ﴾: ایران توران کی ہانکتے ہیں، اس لئے شاعری انبیاء کے شایانِ شان نہیں، ان کی باتیں سنجیدہ، پُر حکمت اور بامعنی ہوتی ہیں ـــــ پس نبی ﷺ جو وحی پیش کر رہے ہیں وہ اللہ کا کلام ہے، جو خاص مقصد کے لئے نازل کیا گیا ہے، فضول باتیں نہیں ہیں۔

فائدہ: اشعار میں ایک خوبی ہے، اور وہ ان کی چاشنی ہے، اسی خوبی کی وجہ سے لوگ لٹو ہو جاتے ہیں۔ یہ خوبی قرآنِ کریم میں علی وجہ الاتم موجود ہے، بڑے بڑے شعراء اور ادباء قرآن کی فصاحت و بلاغت پر سر دُھنتے ہیں پس جیسے شرابِ جنت میں نشہ نہیں ہوگا، سرور ہوگا، اسی طرح قرآنِ کریم میں شاعری کے اوزان کی رعایت نہیں، مگر حلاوت علی وجہ الابلغ موجود ہے۔

آیاتِ پاک: ـــــ اور ہم نے ان (نبی ﷺ) کو شعر نہیں سکھلایا، اور نہ یہ بات ان کے شایانِ شان ہے، نہیں ہے وہ (کلام) مگر نصیحت اور پڑھنے کی سلیس کتاب، تاکہ وہ اس شخص کو ڈرائیں جو زندہ ہے، اور منکروں پر بات ثابت ہو جائے! ـــــ یعنی اتمام حجت ہو جائے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا یَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَهُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

اَوَلَمْ	کیا اور نہیں	اَنْعَامًا	چوپایے	وَمِنْهَا	اور ان میں سے بعض
يَرَوْا	دیکھا انھوں نے	فَهُمْ	پس وہ	يَاْكُلُوْنَ	کھاتے ہیں وہ
اَنَّا	کہ ہم نے	لَهَا	ان کے	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے
خَلَقْنَا	پیدا کئے	مٰلِكُوْنَ	مالک ہیں	فِيْهَا	ان میں
لَهُمْ	ان کے لئے	وَذَلَّلْنٰهَا (۱)	اور تابع کیا ہم نے ان کو	مَنَافِعُ	فوائد ہیں
مِّمَّا	ان میں سے جو	لَهُمْ	ان کے	وَمَشَارِبُ (۳)	اور پینے کی جگہیں ہیں
عَمِلَتْ	بنائی	فَمِنْهَا	پس ان میں سے بعض	اَفَلَا	کیا پس نہیں
اَيْدِيْنَآ	ہمارے ہاتھوں نے	رَكُوْبُهُمْ (۲)	ان کی سواری ہیں	يَشْكُرُوْنَ	شکر بجالاتے وہ

پالتو چوپایے پیدا کر کے اللہ نے انسانوں پر بڑا احسان کیا، پس وہ اس کا شکر بجالائیں

آیاتِ تنزیلیہ (قرآنِ کریم) کے بعد آیاتِ تکوینیہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے پالتو چوپایے پیدا کئے، پھر انسانوں کو ان کا مالک بنایا، تاکہ جہاں چاہیں بیچیں اور جس طرح چاہیں کام لیں، ان میں کتنے قوی ہیکل عظیم الجثہ جانور ہیں، جو انسان ضعیف البنیان کے سامنے عاجز ہیں، کسی پر وہ سواری کرتا ہے، کسی کو کاٹ کر کھاتا ہے، ان کی کھال، ہڈی، اون وغیرہ سے فائدہ اٹھاتا ہے، اور ان کے تھن: دودھ کے گھاٹ ہیں، کیا اس احسان کا شکر ادا کرنا واجب نہیں؟ اس کا شکریہ ہے کہ اسی محسن کی عبادت کی جائے، کسی اور کو عبادت میں شریک نہ کیا جائے۔

آیاتِ کریمہ: —— کیا لوگوں نے غور نہیں کیا! ہم نے ان کے لئے اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزوں سے پالتو چوپایے پیدا کئے، پس وہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے ان مواشی کو ان کے تابع کر دیا، پس بعض ان کی سواریاں ہیں، اور بعض کو وہ کھاتے ہیں، اور ان میں لوگوں کے لئے اور بھی فوائد ہیں، اور پینے کی جگہیں (تھن) ہیں، کیا پس وہ شکر بجا نہیں لاتے!

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾

(۱) ذَلَّلَه: قابو میں کرنا، زیر کرنا، تابع کرنا (۲) الرَّکوب: سواری، سواری کا جانور، جمع رُکُب (۳) مَشَارِب: مَشرب کی جمع: پانی پینے کی جگہ، گھاٹ۔

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ﴿۷۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

ع ۵

وَاتَّخَذُوْا	اور بنائے انھوں نے	نَعْلَمُ	جانتے ہیں	وَّنَسِيَ	اور بھول گیا وہ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	نیچے اللہ سے	مَا يُسِرُّوْنَ	جو چھپاتے ہیں وہ	خَلْقَهٗ	اپنی پیدائش
اٰلِهَةً	معبود	وَمَا يُعْلِنُوْنَ	اور جو ظاہر کرتے ہیں وہ	قَالَ	کہا اس نے
لَّعَلَّهُمْ	تا کہ وہ	اَوَلَمْ يَرَ	کیا اور نہیں دیکھا	مَنْ يُّحْيِ	کون زندہ کرے گا
يُنْصَرُوْنَ	مدد کیے جائیں	الْاِنْسَانُ	انسان نے	الْعِظَامَ	ہڈیوں کو
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ	نہیں طاقت رکھتے وہ	اَنَّا	کہ ہم نے	وَهِيَ	درانحالیکہ وہ
نَصْرَهُمْ	ان کی مدد کرنے کی	خَلَقْنٰهُ	پیدا کیا اس کو	رَمِيْمٌ	بوسیدہ ہونگی
وَهُمْ	اور وہ	مِنْ نُّطْفَةٍ	ایک بوند سے	قُلْ	کہو
لَهُمْ (۱)	ان کے لئے	فَاِذَا هُوَ	پس اچانک وہ	يُحْيِيْهَا	زندہ کرے گا ان کو
جُنْدٌ	لشکر ہے	خَصِيْمٌ	سخت جھگڑنے والا ہے	الَّذِيْٓ	جس نے
مُّحْضَرُوْنَ	حاضر کیا ہوا	مُّبِيْنٌ	کھلا	اَنْشَاَهَآ	پیدا کیا ان کو
فَلَا يَحْزُنْكَ	پس نہ غم گیں کرے آپ کو	وَضَرَبَ	اور ماری اس نے	اَوَّلَ مَرَّةٍ	پہلی مرتبہ
قَوْلُهُمْ	ان کی بات	لَنَا	ہمارے لئے	وَهُوَ	اور وہ
اِنَّا	بے شک ہم	مَثَلًا	ایک مثال	بِكُلِّ خَلْقٍ	ہر پیدائش کو

(۱) لهم: میں لام انتفاع مشرکین کے گمان کے اعتبار سے لایا گیا ہے (جلالین)

عَلِيْمٌ	خوب جاننے والا ہے	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	شَيْئًا	کسی چیز کو
الَّذِيْ	جس نے	وَالْاَرْضَ	اور زمین کو	اَنْ يَّقُوْلَ	کہ کہے وہ
جَعَلَ	بنایا	بِقٰدِرٍ	قدرت والا	لَهٗ	اس سے
لَكُمْ	تمہارے لئے	عَلٰٓي اَنْ	اس پر کہ	كُنْ	ہوجا
مِّنَ الشَّجَرِ	درخت سے	يَّخْلُقَ	پیدا کرے	فَيَكُوْنُ	پس وہ ہوجاتی ہے
الْاَخْضَرِ	ہرے	مِثْلَهُمْ (۱)	ان کو (دوبارہ)	فَسُبْحٰنَ	پس پاک ہے
نَارًا	آگ کو	بَلٰى	کیوں نہیں	الَّذِيْ	(وہ) جو
فَاِذَآ اَنْتُمْ	پس یکا یک تم	وَهُوَ	اور وہ	بِيَدِهٖ	اس کے ہاتھ میں ہے
مِّنْهُ	اس سے	الْخَلّٰقُ	بڑا پیدا کرنے والا	مَلَكُوْتُ	حکومت
تُوْقِدُوْنَ	سُلگاتے ہو	الْعَلِيْمُ	خوب جاننے والا ہے	كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کی
اَوَلَيْسَ	کیا اور نہیں ہے	اِنَّمَآ	صرف	وَّاِلَيْهِ	اور اسی کی طرف
الَّذِيْ	جس نے	اَمْرُهٗٓ	اس کا حکم	تُرْجَعُوْنَ	لوٹائے جاؤ گے تم
خَلَقَ	پیدا کیا	اِذَآ اَرَادَ	جب چاہے وہ	۞	۞

امید تھی پر بر نہ آئی!

اللہ کا احسان دیکھو! اللہ نے مواشی کی شکل میں انسان کی معیشت کا انتظام کیا، لوگوں نے اس کا شکریہ یہ ادا کیا کہ اللہ کو چھوڑ کر اور معبود ٹھہرائے، تاکہ آڑے وقت وہ ان کے کام آئیں، مگر جس دن ان کو مدد کی ضرورت ہوگی وہ لاؤ لشکر آئے گا، اور مشرکین امید باندھیں گے کہ آئے ہمارے حمایتی! حالانکہ وہ مدد کو نہیں آئے، گرفتار کر کے لائے گئے ہیں، اور وہ قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کریں گے، بلکہ ان کے خلاف ہوجائیں گے: ﴿وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا﴾ [مریم ۸۲] تکیہ تھا جن پتّوں پہ وہی ہوا دینے لگے۔ امید تھی پر بر نہ آئی! ارشاد فرماتے ہیں: —— اور انھوں نے اللہ سے وَرے معبود بنائے، تاکہ وہ مدد کئے جائیں —— وہ ان کی کچھ مدد نہیں کرسکتے، اور وہ ان کے لئے حاضر کیا ہوا لشکر ہے!

قادر مطلق کو عاجز مخلوق کی طرح سمجھ لیا!

عاص بن وائل قبرستان سے ایک بوسیدہ ہڈی لے کر نبی ﷺ کے پاس آیا، اور چٹکی سے مل کر بولا: اس کھوکھری

(۱) مثلھم: میں لفظ مثل زائد ہے، تحسین کلام کے لئے بڑھایا ہے، جیسے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ میں مثل زائد ہے۔

ہڈی کو دوبارہ کون زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو دلاسا دیتے ہیں کہ آپؐ اس کی بات سے دل گیر نہ ہوں، ہم سب اس کا کھلا چھپا جانتے ہیں ــــ کھلا: یہ کہ کھوکھری ہڈی لایا، اور اس کے ذریعہ اللہ کے لئے مثال ماری! اور چھپا: یہ کہ اس نے قادرِ مطلق کو عاجز مخلوق کی طرح سمجھ لیا ــــ آپؐ اس کو جواب دیں کہ تجھے اپنی پیدائش یاد نہیں، تجھے ایک ناچیز بوند سے اللہ نے پیدا کیا ہے، اب تیری یہ جرأت ہوگئی کہ اللہ کی قدرت میں جھگڑا کرتا ہے! آپؐ اس سے کہیں: جس نے پہلی مرتبہ ان ہڈیوں میں جان ڈالی ہے، وہی ان کو دوسری مرتبہ زندہ کرے گا، ان کے لئے یہ بات کچھ مشکل نہیں، وہ ہر بار پیدا کرنے کو خوب جانتے ہیں، اور ایک چیز سے اس کی ضد نکالنا اللہ تعالیٰ کا کرشمہ ہے، وہ ہرے درختوں کی لکڑیوں سے آگ نکالتے ہیں، جس سے لوگ چولہے جلاتے ہیں، علاوہ ازیں: بانس کے جنگل میں رگڑ کھانے سے آگ لگ جاتی ہے، پس ہرے درخت سے اس کی ضد آگ نکالنا ان کا کرشمہ ہے، پھر وہ مردے سے زندے کو کیوں نہیں نکال سکتے؟

آیاتِ پاک مع تفسیر: ــــ پس آپؐ کو ان کی بات دل گیر نہ کرے ــــ یہ تسلی دی، اور قول: مفرد ہے، مراد: ﴿مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ﴾ ہے ــــ بے شک ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ دل میں رکھتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں ــــ دل میں تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کو عاجز مخلوق کی طرح سمجھ رکھا ہے، اور ظاہر میں وہ باتیں چھانٹتے ہیں ــــ کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ ہم نے اس کو ایک بوند سے پیدا کیا ہے؟ ــــ بے قدر مادّہ اس کا مادّۂ تخلیق ہے، یہی جاندار کو غیر جاندار سے نکالنا ہے ــــ پس یکا یک وہ علانیہ سخت جھگڑا کرنے والا ہے! ــــ یعنی پھر وہ اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک ہوگیا، اور یہ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا ہے: پس یکا یک وہ برملا اللہ کی قدرت پر حرف گیری کرنے والوں کے چھکے چھڑانے لگا، یعنی جس طرف اس کی صلاحیت متوجہ ہوگئی نہایت کو جا پہنچی (چھکّا: تاش کا وہ پتہ جس پر چھ نقطے ہوں، چھکا چھڑانا یعنی چھکا کاٹنا، بچانا، مراد حواس باختہ کردینا) ــــ اور اس نے ہمارے لئے ایک مثال ماری، اور اپنی پیدائش کو بھول گیا ــــ جس کی طرف ابھی توجہ دلائی ہے کہ وہ ایک بے جان بوند سے پیدا کیا گیا ہے ــــ اس نے کہا: کون ہڈیوں کو زندہ کرسکتا ہے درانحالیکہ وہ بوسیدہ ہوگئیں! ــــ جواب: ــــ اُن کو وہ زندہ کرے گا جس نے اُن کو پہلی بار پیدا کیا ہے، اور وہ ہر بار پیدا کرنے کو خوب جاننے والے ہیں!

ایک چیز سے اس کی ضد نکالنے کی مثال: ــــ جس نے تمہارے لئے ہرے درخت سے آگ بنائی، پس یکا یک تم اس سے سُلگاتے ہو ــــ یعنی چولہے جلاتے ہو ــــ مَرْخ: ایک درخت ہے جس کی لکڑی کو بطور چق ماق استعمال کرتے تھے ــــ اور عَفَار: دوسرا درخت ہے، اس سے بھی چق ماق کا کام لیتے تھے ــــ چق ماق: ایک پتھر جس

سے آگ نکلتی ہے۔

فائدہ: اب کبریت: گندھک (سلفر Sulphur) دریافت ہوگئی ہے، یہ زرد رنگ کا ایک مادّہ ہے جو زمین سے نکلتا ہے، اس سے لوگ ماچس بناتے ہیں، پہلے مرخ اور عفار کی لکڑیاں یا چق ماق کے پتھر ٹکراتے تھے، شرارے جھڑتے تھے، اس سے روئی وغیرہ جلاتے تھے، پھر اس سے لاوا روشن کرتے تھے، جس سے لوگ چولہے جلاتے تھے۔

اللہ کی قدرتِ کاملہ کا بیان

آخر میں اللہ کی قدرت کاملہ کا بیان ہے، یہی توحید کی جان ہے، ارشاد فرماتے ہیں: —— کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا: اس پر قادر نہیں کہ وہ ان کو (دوبارہ) پیدا کرے؟ —— کیوں نہیں! —— ضرور قادر ہے! —— وہ بڑا پیدا کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے —— چھوٹی بڑی کوئی بھی چیز بنانا اس کے لئے مشکل نہیں —— اس کا معاملہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو صرف یہ ہے کہ اس سے کہتا ہے: ہوجا! پس وہ ہوجاتی ہے —— یعنی بس ارادہ کی دیر ہے، ارادہ کرتے ہی وہ چیز وجود میں آجاتی ہے —— پس (عجز سے) پاک ہے وہ ہستی جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے، اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے —— یعنی آج بھی کائنات کی زمام حکومت ان کے ہاتھ میں ہے، اور کل بھی انہی کے ہاتھ میں ہوگی۔

﴿الحمدللہ ۱۱؍ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ (عیدالاضحیٰ کے دوسرے دن) = ۲۶؍ ستمبر ۲۰۱۵ء کو یٰسٓ شریف کی تفسیر پوری ہوئی﴾

اٰيَاتُهَا ١٨٢ (٣٧) سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ (٥٦) رُكُوْعَاتُهَا ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۖ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾

وَالصّٰٓفّٰتِ (۱)	صف بنانے والوں کی قسم	رَبُّ	(وہ) پروردگار ہے	زَيَّنَّا	مزین کیا
صَفًّا (۲)	قطار بنا کر	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	السَّمَآءَ	آسمان کو
فَالزّٰجِرٰتِ (۳)	پس جھڑکنے والوں کی	وَالْاَرْضِ	اورزمین کا	الدُّنْيَا (۷)	ورلے (قریبی)
زَجْرًا (۴)	ڈانٹ کر	وَمَا بَيْنَهُمَا	اوران چیزوں کا جو	بِزِيْنَةِ	زینت کے ساتھ
فَالتّٰلِيٰتِ (۵)	پس تلاوت کرنے والوں کی		دونوں کے بیچ میں ہیں	الْكَوَاكِبِ (۸)	ستاروں کی
ذِكْرًا (۶)	قرآن کی	وَرَبُّ	اور (وہ) پروردگار ہے	وَحِفْظًا (۹)	اورحفاظت کی
اِنَّ اِلٰهَكُمْ	بے شک تمہارا معبود	الْمَشَارِقِ	مشرقوں کا	مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ	ہرشیطان سے
لَوَاحِدٌ	یقیناً ایک ہے	اِنَّا	بے شک ہم نے	مَّارِدٍ (۱۰)	سرکش

(۱)الصَّافَّات: الصَّافَّة کی جمع جو الصَّافُّ کی تانیث ہے، صَفَّ الْقومُ(ن)صَفًّا: لائن میں لگنا، صف بندی کرنا (۲)صَفًّا: مفعول مطلق (تاکید کے لئے) فعل کی طرح شبہ فعل بھی عمل کرتا ہے (۳)زَجَرَ(ن) زَجْرًا: ڈانٹنا، جھڑکنا (۴)زَجْرًا: مفعول مطلق، برائے تاکید (۵)التالیة کی جمع جو التالی کی تانیث ہے، تَلَا(ن) الكتابَ: پڑھنا (۶)ذکرًا: مفعول بہ، مراد قرآنِ کریم ہے، کیونکہ تلاوت آسمانی کتابوں کے ساتھ خاص ہے (۷)الدنیا: الأدنى کا مؤنث: قریب کی چیز (۸)الکواکب: زِيْنَةِ سے بدل ہے، اضافت نہیں ہے اور زِيْنَةِ پر تنوین ہے، اور تنوین والے حرف کو ملاتے ہیں تو ایک حرکت کو نون سے بدل دیتے ہیں، جیسے: ﴿أَحَدُ نِ اللّٰهُ﴾ (۹)حفظًا: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، جو زَيَّنَّا پر معطوف ہے، أی حفظناها حفظًا (۱۰) مارد: اسم فاعل، مَرَدَ(ن) الإنسانُ مُرُوْدًا: نافرمان ہونا، انتہائی سرکش ہونا۔

لَا يَسَّمَّعُوْنَ (۱)	نہیں کان لگا سکتے وہ	دُحُوْرًا (۲)	بھگانے کے لئے	خَطِفَ (۴)	اچک لیا
اِلَى الْمَلَاِ	سرداروں کی طرف	وَلَهُمْ	اوران کے لئے	الْخَطْفَةَ	اچکنا
الْاَعْلٰى	بالا	عَذَابٌ	سزا ہے	فَاَتْبَعَهٗ	پس پیچھا کیا اس کا
وَيُقْذَفُوْنَ	اور پھینک مارے جاتے ہیں	وَّاصِبٌ (۳)	دائمی	شِهَابٌ	انگارے نے
مِنْ كُلِّ جَانِبٍ	ہر طرف سے	اِلَّا مَنْ	مگر جس نے	ثَاقِبٌ (۵)	چمکتے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اس سورت میں بھی وہی تین مضامین ہیں جو گذشتہ سورت میں بیان ہوئے ہیں، پہلے توحید اور قدرتِ باری تعالیٰ کا بیان ہے، یہی دو باتیں گذشتہ سورت کے آخر میں تھیں، پھر بعث بعد الموت (آخرت) کا مضمون شروع ہوا ہے، پھر تیسرے رکوع سے رسالت کا مسئلہ ہے، اور اس کے ضمن میں انبیاء کے واقعات آئے ہیں۔ اور آخر میں چودہ باتیں ہیں، جن کا توحید اور رد اشراک سے تعلق ہے۔

توحید کا بیان

قرآنِ کریم میں جو کائناتی چیزوں کی قسمیں کھائی جاتی ہیں، ان کا جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقسم بہ (جن چیزوں کی قسمیں کھائی جاتی ہیں وہ) مقسم علیہ (جس دعویٰ کو ثابت کرنا مقصود ہے) کے لئے شواہد و دلائل ہوتے ہیں، چنانچہ یہاں اللہ کے نیک بندوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں، جو تمام نمازوں میں، خاص طور پر فجر کی نماز میں مسجد میں پہنچ کر صف بنا کر امام کے پیچھے نمازیں ادا کرتے ہیں، پھر گھر آ کر متعلقین کو جو سو رہے ہیں ڈانٹتے ہیں، پھر قرآنِ کریم کی تلاوت میں لگ جاتے ہیں، باپ کا یہ اسوہ سامنے لا کر متعلقین سے خطاب ہے کہ تمہارا معبود بھی تو وہی ایک اللہ ہے، پھر تمہارا عمل باپ کے عمل سے مختلف کیوں ہے؟ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ کیا تمہیں جنت میں نہیں جانا؟ ارشاد فرماتے ہیں: —— قسم ہے قطار میں لگ کر صف بنانے والوں کی! پھر ڈانٹ کر جھڑکنے والوں کی! پھر قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی! بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے! —— الصافات وغیرہ مؤنث الفاظ بہ تاویل جماعة لائے ہیں —— اور الذکر: جگہ جگہ قرآنِ کریم کے لئے آیا ہے، اور یہاں قرینہ لفظ تلاوت ہے، یہ لفظ آسمانی کتابیں پڑھنے کے لئے خاص ہے —— اور پہلی آیت میں صف

(۱) يَسَّمَّعُوْنَ: اصل میں يَتَسَمَّعُوْنَ تھا، مصدر تَسَمُّع (باب تفعل): کان لگا کر سننا (۲) دُحُوْرًا: يقذفون کا مفعول لہ ہے، دَحَرَهٗ (ف) دَحْرًا وَدُحُوْرًا: ہٹانا، دور کرنا، بھگانا (۳) وَصَبَ يَصِبُ (ض) الشيئُ: قائم رہنا، جما رہنا (۴) خَطِفَ (ض) الشيئَ: اچک لینا، جھپٹا مارنا (۵) ثَقَبَ (ن) الکوکبُ: چمکنا: ﴿النَّجْمُ الثَّاقِبُ﴾: چمکدار ستارہ۔

بندی کے اہتمام کی طرف اشارہ ہے، اور حدیثوں میں مثبت ومنفی پہلوؤں سے اس سلسلہ میں ہدایات آئی ہیں، متفق علیہ حدیث ہے کہ اپنی صفیں درست کرو، کیونکہ صفوں کی درستی نماز کے اہتمام میں داخل ہے (مشکات حدیث ۱۰۸۷) اور نماز کے اہتمام کا قرآنِ کریم میں بار بار حکم آیا ہے، اور صفیں اس وقت درست ہونگی جب قطار بالکل سیدھی ہو، اور کندھے سے کندھا ملا ہوا ہو —— اور دوسری آیت میں اشارہ ہے کہ گھر کے ذمہ دار کو ماتحتوں کے عمل پر نظر رکھنی چاہئے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے جو دس نصیحتیں کی تھیں، ان میں آخری دو یہ ہیں: **ولاتَرْفَعْ عنهم عصاك أدبا، وأَخِفْهُمْ في الله:** فیملی کی تربیت کے لئے اپنا عصا ان سے اٹھا مت رکھو، اور اللہ کے دین کے معاملہ میں ان کو ڈراتے رہو —— اور تیسری آیت میں اشارہ ہے کہ نمازوں کے بعد خاص طور پر فجر کی نماز کے بعد تلاوت کا معمول ہونا چاہئے۔

قدرتِ باری کا بیان

اللہ تعالیٰ آسمانوں کے، زمین کے، درمیانی چیزوں کے، مشرقوں اور مغربوں کے رب ہیں، ربّ: وہ ہستی ہے جو کسی چیز کو عدم سے وجود میں لائے، پھر اس کی بقاء کا سامان کرے، پھر بتدریج ترقی دے کر منتہائے کمال تک پہنچائے، یہ اللہ کی قدرتِ کاملہ کی دلیل ہے —— اور فضاء میں ان گنت تارے بنائے، جن کے دو مقصد ہیں:

۱- ستاروں سے آسمانِ دنیا کو مزین کیا، رات کے گھپ اندھیرے میں ستاروں کی جگمگاہٹ سے آسمان کتنا خوبصورت، مزین اور پُر رونق نظر آتا ہے، ان میں سے بعض ستارے زمین سے بھی بڑے ہیں، ان کو فضاء میں کون تھامے ہوئے ہے، قادرِ مطلق ہی ان کو سنبھالے ہوئے ہے۔

۲- ستاروں سے اللہ تعالیٰ حفاظت کا کام بھی لیتے ہیں، شیاطین جب فرشتوں کی باتیں سننے کے لئے آسمان کے قریب جاتے ہیں تو تارہ ٹوٹتا ہے، جو شیطان کا کام تمام کر دیتا ہے یا اس کو مخبوط الحواس بنا دیتا ہے، مگر یہ میزائل زمین پر نہیں گرتے، اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اس کو فضاء میں روک رکھتی ہے۔

آیاتِ پاک: —— وہ پروردگار ہیں آسمانوں کے، اور زمین کے، اور ان چیزوں کے جو دونوں کے درمیان میں ہیں —— یعنی ستارے وغیرہ —— اور وہ پروردگار ہیں سورج کی طلوع ہونے کی جگہوں کے —— اور سورج کی چھپنے کی جگہوں کے، **والمغارب** کو فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا ہے —— سورج ہر روز نئے نقطہ سے نکلتا ہے اور نئے نقطہ میں چھپتا ہے، مشارق ومغارب کا یہ اختلاف اللہ کی قدرت کاملہ کی دلیل ہے —— اور طلوع وغروب کے تمام نقطوں کو ایک مان لیں تو ایک مشرق ومغرب ہیں، اور سردی گرمی کے آخری پوئنٹ کو لے لیں تو دو مشرق اور دو مغرب ہیں، اور ہر پوئنٹ کو علاحدہ علاحدہ لیں تو تین سو ساٹھ مشرق اور اتنے ہی مغرب ہیں۔

تارے اوران کے مقاصد: —— بے شک ہم نے مزین کیا آسمانِ دنیا کو رونق یعنی ستاروں کے ذریعہ —— ستارے کہاں ہیں؟ فضاء میں لٹکے ہوئے ہیں یا آسمان میں گڑے ہوئے ہیں؟ اس میں قدیم وجدید حکماء کا اختلاف ہے، اور ہمیں فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں، ستارے بہر حال زمین کے لئے زینت وآرائش ہیں —— اور ہم نے خوب محفوظ کیا ہے ہر سرکش شیطان سے، وہ عالم بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے، اور وہ ہر طرف سے پھینک کر مارے جاتے ہیں بھگانے کے لئے —— یہ ان کی دنیا کی سزا ہے —— اور (آخرت میں) ان کے لئے دائمی عذاب ہے —— کیونکہ وہ کافر ہیں —— البتہ اگر کوئی شیطان کوئی خبر لے اڑے تو ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے —— بخاری شریف کی حدیث (نمبر ۴۷۰۱) میں ہے کہ جب فرشتوں کو کسی امر کی وحی کی جاتی ہے تو شیاطین آسمان کے قریب جا کر اس کو چرانے کی کوشش کرتے ہیں، پس تارہ ٹوٹتا ہے اور شیطان کو خاکستر کر دیتا ہے، اور کبھی وہ کوئی ادھوری بات نیچے والے شیطان کی طرف ڈال دیتا ہے جو کاہن تک پہنچ جاتی ہے، وہ اس میں ننانوے جھوٹ ملا کر پیشین گوئی کرتا ہے —— یہ ستاروں کا دوسرا مقصد ہے، ان کے ذریعہ آسمان کی خبروں کی شیاطین سے حفاظت کی جاتی ہے، رہی یہ بات کہ ستارے جو ٹوٹتے ہیں: ان کی حقیقت کیا ہے؟ اس میں بھی حکماء کے مختلف اقوال ہیں، اور قرآن وحدیث میں اس کی تفصیل نہیں آئی، اس لئے فیصلہ ناممکن ہے، پس نظر اصل مدّعا پر رہنی چاہئے کہ ستاروں کے ربّ بھی اللہ تعالیٰ ہیں، وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے ان کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

سوال: جب ستاروں کے ذریعہ آسمانی خبروں کی حفاظت کی گئی ہے تو کوئی بات کاہن تک کیسے پہنچ جاتی ہے؟ نظام ڈھیلا ہے!

جواب: نظام ڈھیلا نہیں: ﴿إِلَّا مَنْ خَطِفَ﴾ کا استثناء بھی تو ہے، یعنی کوئی شیطان بات لے اڑتا ہے، اور یہ جو فرمایا ہے کہ دہکتا شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے، اس کی وضاحت حدیث میں آئی ہے کہ کبھی شیطان خاکستر یا مخبوط الحواس ہو جانے سے پہلے بات نیچے والے شیطان کو بتا دیتا ہے، جو کاہن تک پہنچ جاتی ہے، اور اس میں بھی حکمت ومصلحت ہوتی ہے، جسے اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۚ إِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِينٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَإِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَإِذَا رَأَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَقَالُوْٓا إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ ءَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَإِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ أَوَاٰبَآؤُنَا

الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾

فَاسْتَفْتِهِمْ	پس آپ ان سے پوچھیں	يَسْتَسْخِرُوْنَ	(تو) ہنسی اڑاتے ہیں	دَاخِرُوْنَ(۴)	ذلیل ہوؤ گے
اَهُمْ اَشَدُّ	کیا وہ زیادہ سخت ہیں	وَقَالُوْٓا	اور کہا انھوں نے	فَاِنَّمَا هِيَ	پس وہ صرف
خَلْقًا(۱)	پیدائش کے اعتبار سے	اِنْ هٰذَآ	نہیں ہے یہ	زَجْرَةٌ	ڈانٹ ہے
اَمْ مَّنْ(۲)	یا جن کو	اِلَّا سِحْرٌ	مگر جادو	وَّاحِدَةٌ	ایک
خَلَقْنَا	ہم نے پیدا کیا	مُّبِيْنٌ	کھلا	فَاِذَا هُمْ	پس اچانک وہ
اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ	بیشک ہم نے ان کو پیدا کیا	ءَاِذَا	کیا جب	يَنْظُرُوْنَ	دیکھ رہے ہونگے
مِّنْ طِيْنٍ	مٹی سے	مِتْنَا	ہم مر جائیں گے	وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے
لَّازِبٍ(۳)	جڑی ہوئی (چپکی ہوئی)	وَكُنَّا تُرَابًا	اور مٹی ہو جائیں گے	يٰوَيْلَنَا	ہائے ہماری کم بختی!
بَلْ عَجِبْتَ	بلکہ آپ کو حیرت ہے	وَّعِظَامًا	اور ہڈیاں	هٰذَا يَوْمُ	یہ دن ہے
وَيَسْخَرُوْنَ	اور وہ ٹھٹھا کرتے ہیں	ءَاِنَّا	کیا بے شک ہم	الدِّيْنِ	بدلے کا
وَاِذَا ذُكِّرُوْا	اور جب نصیحت کیے	لَمَبْعُوْثُوْنَ	ضرور زندہ کئے جائیں گے	هٰذَا	یہ
	جاتے ہیں	اَوَاٰبَآؤُنَا	کیا اور ہمارے اسلاف	يَوْمُ الْفَصْلِ	فیصلہ کا دن ہے
لَا يَذْكُرُوْنَ	(تو نصیحت) قبول نہیں کرتے	الْاَوَّلُوْنَ	اگلے (بھی)	الَّذِيْ	جس کو
وَاِذَا رَاَوْا	اور جب دیکھتے ہیں وہ	قُلْ نَعَمْ	کہو: ہاں	كُنْتُمْ بِهٖ	تھے تم اس کو
اٰيَةً	کوئی نشانی	وَاَنْتُمْ	اور تم	تُكَذِّبُوْنَ	جھٹلاتے

بعث بعد الموت (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے) کا بیان

پس آپؐ ان (مشرکین) سے پوچھئے: کیا وہ زیادت سخت ہیں پیدائش میں یا وہ جن کو ہم نے پیدا کیا؟ ـــــ وہ: یعنی

(۱) أشد خلقا: اسم تفضیل ہے (۲) من: ذوی العقول (ملائکہ اور جنات) کو غلبہ دیتے ہوئے استعمال کیا ہے (۳) لازب کا ترجمہ حضرت ابن عباسؓ نے: مُلْتَصِق (ملی ہوئی، جڑی ہوئی، چپکی ہوئی) کیا ہے (روح) (۴) دَخَر (ف) دُخُوْرًا: حقیر وذلیل ہونا۔

آسمان، زمین، ستارے، فرشتے اور شیاطین وغیرہ مخلوقات جن کا ذکر اوپر آیا ــــ ظاہر ہے ایسی عظیم الشان مخلوقات کا بنانا زیادہ مشکل ہے، انسان ضعیف البنیان کے بنانے سے، پھر انسان کو دوبارہ بنانا تو اور بھی آسان ہے پہلی بار بنانے سے، پھر وہ بعث بعد الموت کے کیوں منکر ہیں؟

بے شک ہم نے اُن (کفار) کو مُجڑی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ــــ ہر انسان کی اصل پانی ملی ہوئی مٹی ہے، وہ اِس طرح کہ انسان نطفہ سے پیدا ہوتا ہے، نطفہ خون سے بنتا ہے، خون غذا سے پیدا ہوتا ہے، اور غذا خواہ کسی شکل میں ہو اس کی اصل نباتات ہیں، اور نباتات مٹی اور پانی سے پیدا ہوتے ہیں (معارف القرآن شفیعی) ــــ اور مُجڑی ہوئی کا مطلب یہ ہے کہ مٹی اپنی جگہ رہتی ہے، اس کا کوئی جزء لے کر انسان کو نہیں بنایا جاتا، بلکہ کرۂ ارض (مُجڑی ہوئی چپکی ہوئی مٹی) سے نباتات پیدا ہوتی ہیں، انسان ان کو کھاتا ہے تو بدن میں خون بنتا ہے، یہ مٹی کا جوہر (سُلالۃ) ہے، اس سے ہر انسان بنایا جاتا ہے، پھر قیامت کے دن اسی طرح انسان کو دوبارہ مٹی سے بنانا کیا مشکل ہے؟ کافروں کے گلے یہ بات کیوں نہیں اترتی!

ملحوظہ: اس آیت میں آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر نہیں، اس کا تذکرہ سورۃ الحجر (آیت ۲۸) میں ہے۔

بلکہ آپؐ کو حیرت ہوتی ہے ــــ کہ یہ عقلمند اتنی موٹی بات کیوں نہیں سمجھتے! ــــ اور وہ ٹھٹھا کرتے ہیں ــــ کہ یہ آدمی (نبی) کیسی بے سروپا باتیں کرتا ہے ــــ اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے تو وہ سمجھتے نہیں! ــــ اور جب وہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس کو ہنسی میں اڑادیتے ہیں ــــ اور کہتے ہیں: یہ تو کھلا جادو ہے! ــــ اسی طرح بات ختم کردیتے ہیں۔ مگر پھر وہی مرغ کی ایک ٹانگ ــــ بھلا جب ہم مرگئے، اور مٹی اور ہڈیاں ہوگئے، تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی! ــــ جن کو مرے ہوئے قرنہا قرن گذر گئے، اور شاید اب ان کی ہڈیاں بھی باقی نہ رہی ہوں، کیا وہ از سرِ نو زندہ کرکے کھڑے کردیئے جائیں گے؟ ــــ کہو! ہاں! اور تم ذلیل ہوؤ گے ــــ یعنی اپنے انکار کی اہانت آمیز سزا پاؤ گے ــــ قیامت بس ایک للکار ہے ــــ نفخۂ ثانیہ مراد ہے ــــ پس سب یکایک دیکھنے بھالنے لگیں گے ــــ سب کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے ــــ اور کہیں گے: ہائے ہماری کم بختی! یہ تو بدلہ کا دن معلوم ہوتا ہے! ــــ جس کی انبیاء خبر دیتے تھے اور ہم ہنسی اڑایا کرتے تھے ــــ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ــــ یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے ــــ اب اس کے احوال سے نمٹو!

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ

الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآىِٕقُوْنَ ﴿٣١﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿٣٢﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَىِٕذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٤﴾

اُحْشُرُوا	جمع کرو	لَا تَنَاصَرُوْنَ	ایک دوسرے کی مدد	بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا	بلکہ نہیں تھے تم
الَّذِيْنَ	ان کو جنھوں نے		نہیں کرتے	مُؤْمِنِيْنَ	ایمان لانے والے
ظَلَمُوْا	ظلم کیا	بَلْ هُمُ	بلکہ وہ	وَمَا كَانَ	اور نہیں تھا
وَاَزْوَاجَهُمْ (۱)	اور ان کے جوڑوں کو	الْيَوْمَ	آج	لَنَا عَلَيْكُمْ	ہمارے لئے تم پر
وَمَا كَانُوْا	اور ان کو جو تھے وہ	مُسْتَسْلِمُوْنَ (۳)	سرافگندہ ہیں	مِّنْ سُلْطٰنٍ	کچھ زور
يَعْبُدُوْنَ	پوجتے (ان کو)	وَاَقْبَلَ	اور متوجہ ہوا	بَلْ كُنْتُمْ	بلکہ تھے تم
مِنْ دُوْنِ	چھوڑ کر	بَعْضُهُمْ	ان کا ایک	قَوْمًا	لوگ
اللّٰهِ	اللہ کو	عَلٰى بَعْضٍ	دوسرے کی طرف	طٰغِيْنَ	حد سے تجاوز کرنے والے
فَاهْدُوْهُمْ (۲)	پس چلاؤ ان کو	يَّتَسَآءَلُوْنَ	ایک دوسرے سے	فَحَقَّ	پس ثابت ہوگئی
اِلٰى صِرَاطِ	راستہ کی طرف		پوچھ رہے ہیں	عَلَيْنَا	ہم پر
الْجَحِيْمِ	دوزخ کے	قَالُوْٓا	کہا انھوں نے	قَوْلُ	بات
وَقِفُوْهُمْ	اور ٹھہراؤ ان کو	اِنَّكُمْ كُنْتُمْ	بے شک تم تھے	رَبِّنَآ	ہمارے رب کی
اِنَّهُمْ	بے شک وہ	تَاْتُوْنَنَا	آتے ہمارے پاس	اِنَّا لَذَآىِٕقُوْنَ	بے شک ہم البتہ
مَّسْئُوْلُوْنَ	پوچھے ہوئے ہیں	عَنِ الْيَمِيْنِ (۴)	دائیں جانب سے		چکھنے والے ہیں
مَا لَكُمْ	تمھیں کیا ہوا	قَالُوْا	کہا انھوں نے	فَاَغْوَيْنٰكُمْ	پس گمراہ کیا ہم نے تم کو

(۱) أزواج: زوج کی جمع: جوڑا یعنی بیوی یا ہم مشرب (۲) اهْدُوا: هداية سے امر، جمع مذکر حاضر: راستہ دکھلاؤ، لے چلو، اصل معنی ہیں: لطف ونرمی سے راہ دکھانا، مگر یہاں تہکم ہے، جیسے ﴿فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ﴾ (۳) مُسْتَسْلِم: اسم فاعل، اسْتِسْلَام: مصدر: فرمان بردار ہونا (۴) یمین کے مجازی معنی قوت کے ہیں۔

اِنَّا كُنَّا	بے شک ہم تھے	يَوْمَئِذٍ	آج	اِنَّا كَذٰلِكَ	بے شک ہم اسی طرح
غٰوِيْنَ	گمراہ ہونے والے	فِي الْعَذَابِ	عذاب میں	نَفْعَلُ	کرتے ہیں
فَاِنَّهُمْ	پس بے شک وہ	مُشْتَرِكُوْنَ	شریک ہیں	بِالْمُجْرِمِيْنَ	گنہگاروں کے ساتھ

قیامت کا ایک منظر: نقار خانے میں سبھی ننگے!

حشر بپا ہے، فرشتوں کو حکم ملے گا، مشرکوں کو، ان کے ہم مشربوں کو اور ان کے معبودوں کو جمع کرو، سب چور ایک ساتھ، زناکار ایک ساتھ، سود خور ایک ساتھ، شرابی ایک ساتھ، اور ان کے بوگس معبودوں کو ان کے ساتھ اکٹھا کرو، پھر ان کو جہنم کی طرف ہانکو —— ٹولیاں بن گئیں، فرشتے ان کو ہانکنے والے ہیں کہ حکم پہنچے گا: ذرا ان کو ٹھہراؤ، ان سے پوچھ گچھ ہونی ہے۔ سوال: کیا بات ہے: آج تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے، تم تو کہتے تھے: ہمارا جتھا بہت بڑا ہے، ہم سب مل کر ایک دوسرے کی مدد کریں گے ﴿نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ﴾: ہم سب مل کر ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں [القمر ۴۴] اب کہاں گئی وہ اکڑفوں! کیا بات ہے: اب بدوں کان ہلائے جہنم کی طرف چلنے کے لئے تیار ہو گئے ہو؟ —— وہ سرافگندہ ہونگے، مارے شرم کے سر نہیں اٹھا پا رہے ہونگے، اور ان سے کوئی جواب بن نہیں پڑے گا —— پس ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوگا، ہر زمرہ میں چھوٹے بڑے ہونگے، چھوٹے بڑوں سے الجھیں گے، کہیں گے: ہم پر تمہاری آمد بڑی زور کی ہوتی تھی، ہم پر چڑھے آتے تھے بہکانے کو زور دکھلا کر، رات دن ہمارے پیچھے پڑے رہتے تھے، لکچر پلاتے تھے، ہمیں گمراہ کر کے چھوڑا!

بڑے جواب دیں گے: تم خود گمراہ ہوئے ہو، ہمارا تم پر کیا زور تھا کہ ہم تم کو زبردستی گمراہ کرتے، تم ہی سرکش اور شریر ہو، اب پروردگار کا فرمودہ پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے، اب ہم سب کو عذاب کا مزہ چکھنا ہے، رہی تمہاری یہ بات کہ ہم نے تم کو گمراہ کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم خود گمراہ تھے، پس ہم تم کو راہِ راست کہاں سے دکھاتے! —— اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: آج سب عذاب میں شریک ہیں، کیونکہ نقار خانے میں سبھی ننگے ہیں، سب ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں، کوئی چھوٹا کھلونا کوئی بڑا! اور ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں —— پھر فرشتے ان کو ہانک کر جہنم کی طرف لے جائیں گے۔

آیاتِ پاک: —— جمع کرو ظالموں کو —— مشرکوں کو —— اور ان کے جوڑوں کو —— ہم مشربوں کو —— اور ان معبودوں کو جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر پوجا کیا کرتے تھے، پس سب کو دوزخ کا راستہ دکھلاؤ —— فرشتے حکم کی تعمیل کریں گے، سب کی ٹولیاں بنا دیں گے، اور ہانکنے ہی والے ہونگے کہ حکم پہنچے گا: —— اور ان کو روکو، ان سے پوچھ گچھ ہونی ہے: کیا بات ہے تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے! —— وہ جواب کیا دیں؟ جواب ندارد! —— بلکہ وہ آج سرافگندہ ہیں! اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہونگے، باہم سوال جواب کریں گے، چھوٹے کہیں گے: ہم پر تمہاری آمد بڑی زور کی

ہوتی تھی! ـــــ بڑے جواب دیں گے: نہیں، بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے، اور ہمارا تم پر کچھ زور نہیں تھا، بلکہ تم خود حد سے تجاوز کرنے والے تھے ـــــ پس ہمارے پروردگار کی بات ہم پر پکی ہوگئی، ہم کو ضرور عذاب کا مزہ چکھنا ہے ـــــ پس ہم نے تم کو بہکایا اس لئے کہ ہم گمراہ تھے ـــــ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ پس آج وہ سب عذاب میں شریک ہونگے، ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں! ـــــ یعنی سب مجرم درجہ بہ درجہ عذاب سہیں گے۔

إِنَّهُمْ كَانُوٓا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوٓا ءَالِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍۭ ﴿٣٦﴾ بَلْ جَآءَ بِٱلْحَقِّ وَصَدَّقَ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿٣٧﴾ إِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا ٱلْعَذَابِ ٱلْأَلِيمِ ﴿٣٨﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا عِبَادَ ٱللَّهِ ٱلْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾

إِنَّهُمْ كَانُوٓا	بے شک وہ تھے	ءَالِهَتِنَا	ہمارے معبودوں کو	ٱلْعَذَابِ	عذاب
إِذَا قِيلَ	جب کہا گیا	لِشَاعِرٍ	ایک شاعر کے کہنے سے	ٱلْأَلِيمِ	دردناک
لَهُمْ	ان سے	مَّجْنُونٍ	(جو) دیوانہ (ہے)	وَمَا تُجْزَوْنَ	اور نہیں بدلہ دیئے
لَآ إِلَٰهَ	کوئی معبود نہیں	بَلْ جَآءَ	بلکہ لایا ہے وہ		جاؤ گے تم
إِلَّا ٱللَّهُ	سوائے اللہ کے	بِٱلْحَقِّ	سچا دین	إِلَّا مَا كُنتُمْ	مگر جو تھے تم
يَسْتَكْبِرُونَ	(تو) گھمنڈ کرتے ہیں وہ	وَصَدَّقَ	اور سچا مانتا ہے	تَعْمَلُونَ	کرتے
وَيَقُولُونَ	اور کہتے ہیں	ٱلْمُرْسَلِينَ	سب رسولوں کو	إِلَّا عِبَادَ	مگر بندے
أَئِنَّا	کیا بے شک ہم	إِنَّكُمْ	بے شک تم	ٱللَّهِ	اللہ کے
لَتَارِكُوٓا	البتہ چھوڑ دیں	لَذَآئِقُوا	یقیناً چکھنے والے ہو	ٱلْمُخْلَصِينَ	چنیدہ

مشرکین انکارِ توحید کی اور رسول کی شان میں گستاخی کی سزا پائیں گے

مشرکین کلمۂ توحید قبول نہیں کرتے، اس وجہ سے نہیں کہ وہ کوئی نامعقول بات ہے یا اس کی کوئی دلیل نہیں، بلکہ ان کا کبر وغرور آڑے آتا ہے، اگر نبی کی بات مان لیں تو ان کی چودھراہٹ جاتی ہے، اس لئے اس پر شاعر اور پاگل کی پھبتی کستے ہیں۔ شاعروں کی یاوہ گوئی (فضول باتیں کرنا) مشہور ہے، اس طرح انھوں نے کلمۂ حق کو بیہودہ بات قرار دیا، پاگل کی بڑ کا خالص سچائی سے کیا تعلق! یہ تو وہ کلمہ ہے جو سبھی رسول پیش کرتے آئے ہیں، کیا ایک لاکھ سے زیادہ انبیاء پاگل تھے! اُف ہے تمہاری عقلوں پر! مجنون اور دیوانہ کبھی ایسی سچی بات پیش کرسکتا ہے؟ وہ انکارِ توحید اور نبی کی شان میں

گستاخی کی سزا پائیں گے، البتہ اللہ کے چنیدہ بندے جنھوں نے یہ کلمہ قبول کرلیا ہے وہ آخرت کی سزا سے محفوظ رہیں گے، ان کو اس کلمہ کی جزائے خیر ملے گی، جس کا بیان آگے ہے۔

آیات پاک: —— وہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں! تو وہ گھمنڈ کرتے تھے، اور کہتے تھے: کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک پاگل شاعر کی وجہ سے چھوڑ دیں! —— نہیں، بلکہ وہ سچا دین لے کر آیا ہے، اور وہ تمام پیغمبروں کی تصدیق کرتا ہے —— بے شک تم سب کو دردناک عذاب کا مزہ چکھنا ہے! اور تم کو اسی کا بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے، مگر اللہ کے چنیدہ بندے —— مستثنیٰ ہیں!

أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴿٤١﴾ فَوَاكِهُ ۖ وَهُم مُّكْرَمُونَ ﴿٤٢﴾ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٤٣﴾ عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٤﴾ يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ﴿٤٥﴾ بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ﴿٤٦﴾ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنزَفُونَ ﴿٤٧﴾ وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ ﴿٤٨﴾ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ﴿٤٩﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٥٠﴾ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ﴿٥١﴾ يَقُولُ أَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ﴿٥٢﴾ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَدِينُونَ ﴿٥٣﴾ قَالَ هَلْ أَنتُم مُّطَّلِعُونَ ﴿٥٤﴾ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿٥٥﴾ قَالَ تَاللَّهِ إِن كِدتَّ لَتُرْدِينِ ﴿٥٦﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿٥٧﴾ أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ ﴿٥٨﴾ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿٥٩﴾ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦٠﴾ لِمِثْلِ هَٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ ﴿٦١﴾

أُولَٰئِكَ	یہ لوگ	فَوَاكِهُ[1]	میوے	النَّعِيمِ	نعمتوں کے
لَهُمْ	ان کے لئے	وَهُم	اور وہ	عَلَىٰ سُرُرٍ	تختوں پر
رِزْقٌ	روزی ہے	مُّكْرَمُونَ	معزز ہونگے	مُّتَقَابِلِينَ	آمنے سامنے
مَّعْلُومٌ	جانی ہوئی	فِي جَنَّاتِ	باغات میں	يُطَافُ[2]	گھمایا جائے گا

(۱) فواکہ: رزق سے بدل ہے۔ (۲) طاف بہ: گھمانا۔

عَلَيْهِمْ	ان پر	فَاَقْبَلَ	پس متوجہ ہوا	قَالَ	کہا اس نے
بِكَاْسٍ	(شراب کا) پیالہ	بَعْضُهُمْ	ان کا ایک	هَلْ اَنْتُمْ	کیا تم
مِّنْ مَّعِيْنٍ (۱)	بہتی نہر سے	عَلٰى بَعْضٍ	دوسرے کی طرف	مُّطَّلِعُوْنَ	جھانکنے والے ہو
بَيْضَآءَ	سفید رنگ	يَّتَسَآءَلُوْنَ	پوچھ رہے ہیں وہ	فَاطَّلَعَ	پس جھانکا اس نے
لَذَّةٍ	لذیذ	قَالَ	کہا	فَرَاٰهُ	پس دیکھا اس کو
لِّلشّٰرِبِيْنَ	پینے والوں کے لئے	قَآئِلٌ	ایک کہنے والے نے	فِيْ سَوَآءِ	درمیان
لَا فِيْهَا	نہ اس (شراب) میں	مِّنْهُمْ	ان میں سے	الْجَحِيْمِ	جہنم کے
غَوْلٌ (۲)	سرگرانی	اِنِّيْ	بے شک میں	قَالَ	کہا اس نے
وَّلَا هُمْ	اور نہ وہ	كَانَ لِيْ	تھا میرا	تَاللّٰهِ	اللہ کی قسم!
عَنْهَا	اس سے	قَرِيْنٌ	ایک ساتھی	اِنْ (۵)	بیشک (شان یہ ہے)
يُنْزَفُوْنَ (۳)	مدہوش ہونگے	يَّقُوْلُ	کہتا تھا	كِدْتَّ	قریب تھا تو
وَعِنْدَهُمْ	اور ان کے پاس	اَئِنَّكَ	کیا بے شک تو	لَتُرْدِيْنِ (۶)	ضرور گڑھے میں ڈالتا مجھے
قٰصِرٰتُ	روکنے والیاں	لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ	ماننے والوں میں سے ہے؟	وَلَوْلَا	اور اگر نہ ہوتا
الطَّرْفِ	نگاہ کو	ءَاِذَا مِتْنَا	کیا جب مر گئے ہم	نِعْمَةُ	فضل
عِيْنٌ	بڑی آنکھوں والیاں	وَكُنَّا تُرَابًا	اور ہوگئے ہم مٹی	رَبِّيْ	میرے رب کا
كَاَنَّهُنَّ	گویا وہ	وَّعِظَامًا	اور ہڈیاں	لَكُنْتُ	ضرور ہوتا میں
بَيْضٌ	انڈے ہیں	ءَاِنَّا	بے شک ہم	مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ	پکڑے ہوؤں میں سے
مَّكْنُوْنٌ	چھپا کر رکھے ہوئے	لَمَدِيْنُوْنَ (۴)	بدلہ دیئے ہوئے ہیں	اَفَمَا نَحْنُ (۷)	کیا پس نہیں ہم

(۱)مَعَنَ (ف) الماءُ: پانی کا بہنا، فهو مَعِيْن (۲)الغَوْل: شراب سے پیدا ہونے والا سرور یا نشہ غَالَه (ن) الخمر: شراب کا کسی کو مدہوش کردینا (۳)نُزِفَ عقلُه (مجہول) نشہ وغیرہ سے عقل زائل ہوجانا، ہوش نہ رہنا، نَزَفَ (ض) الشيءُ: (معروف) ختم ہوجانا۔ (۴)مَدِيْن: اسم مفعول: بدلہ دیئے ہوئے دَانَ يَدِيْن دَيْنًا: بدلہ دینا (۵)إن: مخففہ، ہ ضمیر شان اسم محذوف (۶)تُرْدِيْنِ: مضارع، واحد مذکر حاضر، ن وقایہ، ی ضمیر متکلم محذوف، نون کا کسرہ اس کی علامت، إِرْدَاء: ہلاک کرنا، گڑھے میں ڈالنا (۷)أفما: ہمزہ استفہام تقریری، فا عاطفہ (معطوف علیہ محذوف) ما: نافیہ، آگے إلا: اثبات کے لئے آرہا ہے، نفی اثبات سے حصر پیدا ہوا ہے۔

بِمَيِّتِيْنَ	مرنے والے	بِمُعَذَّبِيْنَ	عذاب دیئے ہوئے	الْعَظِيْمُ	بڑی
اِلَّا مَوْتَتَنَا	علاوہ ہماری موت کے	اِنَّ هٰذَا	بے شک یہ	لِمِثْلِ هٰذَا	اِس جیسے کے لئے
الْاُوْلٰى	پہلی	لَهُوَ	البتہ وہ	فَلْيَعْمَلِ	پس چاہئے کہ کام کریں
وَمَا نَحْنُ	اور نہیں ہم	الْفَوْزُ	کامیابی ہے	الْعٰمِلُوْنَ	کام کرنے والے

مخلصین کے لئے آخرت میں نعمتیں

مخلصین (اللہ کے چنیدہ بندوں) کے لئے آخرت میں ــــ بطور مثال ــــ چھ نعمتیں ہونگی:
۱- جنت میں ان کو روزی میوں کی صورت میں ملے گی ــــ ۲- جنت میں وہ معزز ہونگے، ان کا اعزاز کیا جائے گا ــــ ۳- جنت میں وہ مجلسیں جمائیں گے ــــ ۴- جنت میں شراب طہور کا دور چلے گا ــــ ۵- دل پسند بیویاں ان کے ہم کنار ہونگی ــــ ۶- وہ دولتِ ایماں پر انتہائی درجہ خوش ہونگے۔

پہلی نعمت: ــــ روزی بصورتِ میوہ ــــ اِن لوگوں کے لئے جانی ہوئی روزی یعنی میوے ہیں ــــ میوے: وہ چیزیں جو لذت حاصل کرنے کے لئے کھائی جاتی ہیں، جنت میں جو غذائیں دی جائیں گی وہ سب لذت حاصل کرنے کے لئے ہونگی، بھوک رفع کرنے کے لئے نہیں ہونگی، کیونکہ جنت میں بھوک نہیں لگے گی، البتہ کھانے پینے کی خواہش ہوگی، اس خواہش کے پورا ہونے سے لذت وسرور حاصل ہوگا (رازی بحوالہ معارف القرآن) ــــ اور جانی ہوئی: یعنی جس کی صفات قرآن میں دوسری جگہ آئی ہیں (بیان القرآن)

دوسری نعمت: ــــ جنت میں اعزاز ــــ اور وہ معزز ہونگے نعمتوں کے باغوں میں ــــ نعمتوں کے باغوں میں بسانا پہلا اعزاز ہے، پھر اہل جنت کو رزق پورے اعزاز واکرام کے ساتھ دیا جائے گا، بھیک کے لقمے کے طور پر نہیں، ایسے لقمہ میں کیا حلاوت! پھر سب سے بڑا اعزاز یہ ہوگا کہ مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو سلام پہنچے گا، فَيَا حَبَّذَا الكرامةُ! کیا خوب عزت ہے!

تیسری نعمت: ــــ جنت میں وہ محفلیں جمائیں گے ــــ تختوں پر آمنے سامنے (بیٹھے) ہونگے ــــ یہ اہلِ جنت کی مجلس کا نقشہ ہے، تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے: یعنی کسی کی طرف پشت نہیں ہوگی، اس کی عملی صورت کیا ہوگی؟ وہ جنت میں معلوم ہوگی۔

چوتھی نعمت: ــــ جنت میں شرابِ طہور کا دور چلے گا ــــ ان پر پھرایا جائے گا بہتی شراب کا جام ــــ یعنی جنت میں شراب طہور کی نہر ہوگی ــــ سفید رنگ، پینے والوں کے لئے لذیذ ــــ دنیا کی شراب کالی بدمزہ ہوتی ہے

—— نہ اس میں دردِ سر ہوگا، نہ اس سے ان کی عقل میں فتور آئے گا —— دنیا کی شراب میں یہ دونوں باتیں ہوتی ہیں، جنت کی شراب میں بس سرور ہوگا۔

پانچویں نعمت: —— دل پسند بیویاں ان کے ہم کنار ہونگی —— اوران کے پاس نیچی نگاہ والیاں، بڑی آنکھوں والیاں ہونگی، گویا وہ انڈے ہیں چھپے دھرے —— نیچی نگاہ والیاں: یعنی غیر مرد کو نہیں دیکھیں گی، یہ دنیا میں بھی عورت کی بڑی خوبی ہے، اور آنکھ کا بڑا ہونا عورت کے حسن کو بڑھاتا ہے، اور چھپا کر رکھے ہوئے انڈوں کے ساتھ نہایت صاف ستھرا ہونے میں تشبیہ ہے۔

چھٹی نعمت: —— جنتی دولتِ ایمان پر انتہائی درجہ خوش ہونگے —— پس ان کا ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوگا، وہ بات چیت کریں گے، ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: میرا ایک ملاقاتی تھا، وہ کہتا تھا: کیا تو (بعث بعد الموت کے) معتقدین میں سے ہے؟ کیا جب ہم مرجائیں گے، اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو ہم بدلہ دیئے جائیں گے؟! کہا اس نے (اپنے ساتھیوں سے) کیا تم جھانک کر اس کو دیکھنا چاہتے ہو؟ پس اس نے جھانکا تو اس کو وسطِ جہنم میں دیکھا، کہا اس نے: قسم بخدا! قریب تھا تو کہ مجھے تباہ کردیتا، اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا —— یعنی اس نے مجھے ایمان کی دولت سے نہ نوازا ہوتا —— تو میں بھی ماخوذ لوگوں میں سے ہوتا —— اور جہنم میں پڑا ہوتا —— پس (سن) ہمیں پہلی موت کے بعد اب کوئی موت نہیں آنی! اور ہم کو اب عذاب نہیں ہوگا —— یعنی جو مرنا تھا وہ مرلئے، اب آگے موت نہیں، اب ہماری جنت کی زندگی ابدی ہے، اب ہمیں عذاب کا کوئی اندیشہ نہیں!

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: —— بے شک یہی (جنت کی زندگی) بڑی کامیابی ہے، ایسی ہی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے!

أَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿٦٢﴾ إِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٣﴾ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ أَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَأَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٦٥﴾ فَإِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيْمِ ﴿٦٨﴾ إِنَّهُمْ أَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿٧١﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٧٢﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾ إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٧٤﴾ ع ۲

اَذٰلِكَ	کیا یہ	لَاٰكِلُوْنَ	البتہ کھانے والے ہیں	عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ	ان کے نشانات پر
خَيْرٌ	بہتر	مِنْهَا	اس سے	يُهْرَعُوْنَ	دوڑے جارہے ہیں
نُّزُلًا	مہمانی ہے	فَمَالِـُٔوْنَ	پس بھرنے والے ہیں	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
اَمْ شَجَرَةُ	یا درخت	مِنْهَا	اس سے	ضَلَّ	گمراہ ہوئے
الزَّقُّوْمِ(۱)	زقوم کا	الْبُطُوْنَ	پیٹوں کو	قَبْلَهُمْ	ان سے پہلے
اِنَّا جَعَلْنٰهَا	بیشک بنایا ہم نے اس کو	ثُمَّ اِنَّ	پھر بے شک	اَكْثَرُ	بہت لوگ
فِتْنَةً	آزمائش	لَهُمْ	ان کے لئے	الْاَوَّلِيْنَ	اگلے
لِّلظّٰلِمِيْنَ	ظالموں کے لئے	عَلَيْهَا	اس پر	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
اِنَّهَا	بے شک زقوم	لَشَوْبًا	البتہ ملونی ہے	اَرْسَلْنَا	بھیجا ہم نے
شَجَرَةٌ	ایک درخت ہے	مِّنْ حَمِيْمٍ	کھولتے پانی کی	فِيْهِمْ	ان میں
تَخْرُجُ	پیدا ہوتا ہے	ثُمَّ اِنَّ	پھر بے شک	مُّنْذِرِيْنَ	ڈرانے والوں کو
فِيْٓ اَصْلِ	جڑ میں	مَرْجِعَهُمْ	ان کے لوٹنے کی جگہ	فَانْظُرْ	پس دیکھ
الْجَحِيْمِ	جہنم کی	لَاِلَى الْجَحِيْمِ	البتہ دوزخ کی طرف ہے	كَيْفَ كَانَ	کیسا تھا
طَلْعُهَا(۲)	اس کی ٹہنی	اِنَّهُمْ	بے شک انھوں نے	عَاقِبَةُ	انجام
كَاَنَّهٗ	گویا وہ	اَلْفَوْا	پایا	الْمُنْذَرِيْنَ	ڈرائے ہوؤں کا
رُءُوْسُ	سر (پھن)	اٰبَآءَهُمْ	اپنے اسلاف کو	اِلَّا عِبَادَ	مستثنیٰ ہیں بندے
الشَّيٰطِيْنِ	سانپوں کے	ضَآلِّيْنَ	بہکا ہوا	اللّٰهِ	اللہ کے
فَاِنَّهُمْ	پس بے شک وہ	فَهُمْ	پس وہ	الْمُخْلَصِيْنَ	چنیدہ

جنت کے میووں اور جہنمیوں کی خوراک زقوم میں موزانہ کرو جنت کی مہمانی کی اہمیت سمجھ میں آئے گی

ابھی جنت کی نعمتوں کا ذکر چل رہا ہے، جنت کی چھ نعمتوں کا ذکر آیا، پہلی نعمت جنت کے میوے ہیں، اور چیزوں کو ان

(۱) زقوم: دوزخ کا ایک درخت، جس کے پتّے چھوٹے ہوتے ہیں اور وہ بدبودار اور کڑوا ہوتا ہے، اردو والے تھوہر ترجمہ کرتے ہیں۔(۲) طلع کا اردو میں ترجمہ نہیں ہوسکتا، کھجور اور گیگوار کی ٹہنیاں طلع ہیں، ان کو نہ پتّے کہہ سکتے ہیں، نہ شاخیں، نہ شگوفے، البتہ سورۃ قٓ (آیت ۱۰) میں طلع کا گچھے (خوشے) ترجمہ کیا گیا ہے۔

کی اضداد سے پہچانا جاتا ہے، میٹھے کو کڑوے سے، اور اس کے برعکس، رات کو دن سے، اور اس کے برخلاف، اور زندہ کو مردہ سے پہچانا جاسکتا ہے، پس اگر کوئی شخص جنت کے میووں کی اہمیت سمجھنا چاہے تو زقوم کے درخت سے موازنہ کرے، جنت کی مہمانی کی اہمیت سمجھ میں آجائے گی۔

زقوم کونسا درخت ہے؟ لغت میں اس کے ایک معنی کھجور اور مکھن کے بھی کئے ہیں، اور قرآنِ کریم میں اس کا تذکرہ تین جگہ آیا ہے، تینوں جگہ اس کو درخت کہا ہے، اور یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ دوزخ کی گہر میں پیدا ہوتا ہے، اور کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ درخت تہامہ میں بکثرت پایا جاتا ہے، پس کھجور اور مکھن کا احتمال تو ختم ہوگیا، اور ابوجہل وغیرہ جو کھجور اور مکھن سامنے رکھ کر لوگوں کو بلاتے تھے کہ آؤ زقوم کھائیں! وہ قرآن کا ٹھٹھا کرتے تھے۔

کتابوں میں زقوم کا ترجمہ تھوہر کیا ہے، مگر بیان القرآن میں ہے کہ تھوہر: زقوم کے قریب ہے یعنی بعینہ نہیں، اور منجد میں اس کا فوٹو نہیں اور گوگل میں اس کے متعدد فوٹو ہیں، پس شد خوابِ من پریشاں زکثرتِ تعبیر ہا! بہر حال: یہ بدبودار، نہایت کڑوا درخت ہے، یہ دوزخ کی گہر میں اُگتا ہے، اس کا مزاج ناری ہے، جیسے آگ کا کیڑا (سمندر) آگ میں زندہ رہتا ہے۔ اور ترمذی شریف میں حدیث (نمبر ۲۵۸۳) ہے اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو وہ دنیا والوں کی معاش تباہ کردے، پس کیا حال ہوگا اس کا جس کو کھانے کے لئے یہ دیا جائے گا!

آیاتِ پاک مع تفسیر: —— بتاؤ: یہ (جنت کی) مہمانی بہتر ہے یا زقوم کا درخت؟ —— یہاں مہمانی نہیں فرمایا، کیونکہ وہ تو کتے کو ڈالی ہوئی ہڈی ہے —— ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لئے آزمائش بنایا —— وہ قرآن میں زقوم کا ذکر سن کر اس کی ہنسی اڑاتے ہیں (دیکھیں بنی اسرائیل آیت ۶۰) —— وہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی گہر میں پیدا ہوتا ہے، اس کے گچھے جیسے سانپ کے پھن! —— شیاطین کا ترجمہ سانپ کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کہ شیطانوں کے سر کسی نے نہیں دیکھے، اور مشبہ بہ کا معلوم ہونا ضروری ہے، اور سانپوں کے پھن معلوم ہیں، اور عربی میں سانپوں کے لئے شیاطین کا محاورہ مستعمل ہے —— پس وہ لوگ (جہنمی) اس سے کھائیں گے، اور اس سے پیٹ بھریں گے —— پھر جب پیاس لگے گی تو —— ان کو کھولتا ہوا پانی (پیپ ملا کر) دیا جائے گا —— جس سے ان کی آنتیں کٹ کر باہر آجائیں گی [محمد ۱۵] —— پھر ان کے لوٹنے کی جگہ دوزخ کی طرف ہے —— معلوم ہوا: کھانا پینا جہنم سے باہر ہوگا، پھر ان کو آگ میں پہنچادیا جائے گا، جیسے قیدیوں کو جیل کے کمروں سے باہر نکالتے ہیں، مگر وہ جیل سے باہر نہیں نکلتے، اسی طرح یہ لوگ جہنم سے نہیں نکلیں گے۔

اور ان کی سزا کی وجہ: —— انھوں نے اپنے بڑوں کو گمراہی کی حالت میں پایا، پس وہ ان کے نقشِ قدم پر تیزی سے چل پڑے —— یعنی وہ گذشتہ کافروں کی اندھی تقلید کررہے ہیں، جس راہ پر ان کو دیکھا ہے اسی پر دوڑے جارہے

ہیں، نہ کنواں دیکھتے ہیں نہ کھائی! —— اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ان سے پہلے اگلوں میں اکثر گمراہ ہوچکے ہیں —— اور یہ ان گمراہوں کی راہ اپنائے ہوئے ہیں —— اور البتہ تحقیق ہم نے ان میں ڈرانے والے بھیجے —— یعنی ہر زمانہ میں انجام سے آگاہ کرنے والے اور آخرت کا ڈرسنانے والے پیغامبر آتے رہے ہیں —— پس دیکھ لے! ڈرائے ہوؤں کا انجام کیا ہوا! —— یعنی جنھوں نے نبیوں کی باتیں نہ سنیں نہ مانیں ان کا انجام دیکھ لے، اور اس سے عبرت پکڑ! —— مگر اللہ کے چنیدہ بندے —— مستثنیٰ ہیں، ان کا برا انجام نہیں ہوگا، وہ عذاب سے بچالئے جائیں گے، ان چنیدہ بندوں کا ذکر آگے آرہا ہے۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	وَجَعَلْنَا	اور بنایا ہم نے	فِي الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں میں
نَادٰىنَا نُوْحٌ	پکارا ہم کو نوحؑ نے	ذُرِّيَّتَهٗ	اس کی اولاد کو	اِنَّا كَذٰلِكَ	بے شک ہم اس طرح
فَلَنِعْمَ	پس کیا خوب	هُمُ(۲)	ہی	نَجْزِي	بدلہ دیتے ہیں
الْمُجِيْبُوْنَ(۱)	جواب دینے والے	الْبٰقِيْنَ	باقی رہنے والا	الْمُحْسِنِيْنَ	نیکوکاروں کو
	ہیں (ہم)	وَتَرَكْنَا	اور چھوڑی ہم نے	اِنَّهٗ	بے شک وہ
وَنَجَّيْنٰهُ	اور بچالیا ہم نے اس کو	عَلَيْهِ	اس پر	مِنْ عِبَادِنَا	ہمارے بندوں میں سے
وَاَهْلَهٗ	اور اس کے گھر والوں کو	فِي الْاٰخِرِيْنَ	پچھلوں میں	الْمُؤْمِنِيْنَ	ایماندار
مِنَ الْكَرْبِ	بے چینی سے	سَلٰمٌ	سلامتی	ثُمَّ اَغْرَقْنَا(۳)	پھر ڈبایا ہم نے
الْعَظِيْمِ	بڑی	عَلٰى نُوْحٍ	نوح پر	الْاٰخَرِيْنَ	دوسروں کو

رسالت کا بیان

انسانوں کے دوسرے جدامجد اور پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ

اب مخلص بندوں کا تفصیل سے تذکرہ کرتے ہیں، یہ بندے مُنْذِرِین (ڈرانے والے) ہیں، مُنْذَرِین (ڈرائے ہوؤں)

(۱) مخصوص بالمدح نحن محذوف ہے (۲) ھم: ضمیر فصل ہے، جس سے حصر پیدا ہوا ہے (۳) ثم: تراخی ذکری کے لئے ہے۔

کا تفصیل سے تذکرہ نہیں کیا، یہ تمام بندے اللہ کے رسول ہیں، اور اس سلسلہ کی آخری کڑی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔
اس طرح رسالت کا مسئلہ ثابت ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں، ان سے پہلے انبیاء مبعوث ہوتے تھے، رسول: اصالۃً کافروں کی طرف مبعوث کیا جاتا ہے اور نبی مؤمنین کی طرف، جیسے موسیٰ علیہ السلام فرعون کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، ساتھ ہی بنی اسرائیل کو سنبھالنے کی ذمہ داری بھی سونپی گئی تھی، اور انبیائے بنی اسرائیل مؤمنین کی طرف مبعوث کئے گئے تھے۔

نوح علیہ السلام انسانوں کے دوسرے جد امجد ہیں، اب سب انسان ان کی اولاد ہیں، یہاں یہ بات صراحۃً بیان کی گئی ہے۔ طوفانِ نوح کے بعد دیگر مؤمنین کی نسلیں منقطع ہوگئیں، آپ ہی کے تین بیٹوں کی نسلیں چلیں اور ساری زمین آباد ہوگئی۔ آپ نے ہزار کم پچاس سال تک قوم پر محنت کی، مگر لوگ ٹس سے مس نہ ہوئے، صرف اسّی مرد وزن ایمان لائے، جب لوگوں کی ہدایت سے مایوسی ہوگئی تو آپ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: پروردگار! میں ہار گیا! آپ میری مدد کریں (قمر:۱۰) اور عرض کیا: پروردگار! کافروں میں سے کسی کو زمین پر باقی نہ رہنے دیں! (نوح:۲۶) اللہ تعالیٰ نے ان کی پکار سن لی، اور ان کی مدد کی، عذاب آیا اور سب ہلاک ہوگئے، صرف کشتی والے بچ رہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم کو نوحؑ نے پکارا، سو ہم خوب فریاد سننے والے ہیں! اور ہم نے ان کو اور ان کے لوگوں کو بھاری بے چینی سے نجات دی —— رات دن کی کفار کی ایذاء رسانیوں سے نجات ملی —— اور ہم نے انہی کی اولاد کو باقی رہنے والا بنایا —— یہ عظیم احسان فرمایا —— اور ہم نے پچھلوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا کہ سلامتی ہو نوح پر جہانوں میں! —— یہ دوسرا احسان فرمایا، رہتی دنیا تک ان کا ذکر خیر ہوتا رہے گا، سب ان پر سلام بھیجیں گے —— ہم اسی طرح نیکوکاروں کو صلہ دیا کرتے ہیں، بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے —— مؤمنین دنیا میں بھی سرخ رو ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی کامیاب! —— پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو غرق کردیا —— یہ واقعہ پہلے پیش آیا ہے، تذکرہ اس کا بعد میں کیا ہے، یہ تراخی ذکری ہے۔

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ

يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾

وَاِنَّ	اور بے شک	فَمَا ظَنُّكُمْ	پس تمہارا کیا خیال ہے	لَا تَنْطِقُوْنَ	بولتے نہیں تم؟
مِنْ شِيْعَتِهٖ (۱)	اس کی راہ اپنانے	بِرَبِّ	پروردگار کے بارے میں	فَرَاغَ	پس پل پڑا
	والوں میں سے	الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے	عَلَيْهِمْ	ان پر
لَاِبْرٰهِيْمَ	البتہ ابراہیم ہیں	فَنَظَرَ	پس اس نے دیکھا	ضَرْبًا	مارتے ہوئے
اِذْ جَآءَ	جب وہ آئے	نَظْرَةً (۳)	ایک نظر	بِالْيَمِيْنِ	دائیں ہاتھ سے
رَبَّهٗ	اپنے رب کے پاس	فِي النُّجُوْمِ	ستاروں میں	فَاَقْبَلُوْٓا	پس متوجہ ہوئے وہ
بِقَلْبٍ	دل لے کر	فَقَالَ	پس کہا اس نے	اِلَيْهِ	اس کی طرف
سَلِيْمٍ	محفوظ	اِنِّيْ سَقِيْمٌ	بے شک میں بیمار ہوں	يَزِفُّوْنَ (۵)	تیزی سے چلتے ہوئے
اِذْ قَالَ	جب کہا اس نے	فَتَوَلَّوْا	پس مڑے وہ	قَالَ	کہا اس نے
لِاَبِيْهِ	اپنے باپ سے	عَنْهُ	اس سے	اَتَعْبُدُوْنَ	کیا پوجتے ہو تم
وَقَوْمِهٖ	اور اپنی برادری سے	مُدْبِرِيْنَ	پیٹھ پھیرتے ہوئے	مَا	جس کو
مَاذَا	کس چیز کو	فَرَاغَ (۴)	پس چپکے سے گیا	تَنْحِتُوْنَ	تراشتے ہو تم
تَعْبُدُوْنَ	پوجتے ہو تم؟	اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ	ان کے معبودوں کے پاس	وَاللّٰهُ	اور اللہ نے
اَئِفْكًا (۲)	کیا گھڑے ہوئے	فَقَالَ	پس کہا اس نے	خَلَقَكُمْ	پیدا کیا تم کو
اٰلِهَةً	معبود	اَلَا	کیا نہیں	وَمَا (۶)	اور اس کو جو
دُوْنَ اللّٰهِ	اللہ سے ورے	تَاْكُلُوْنَ	کھاتے تم؟	تَعْمَلُوْنَ	کرتے ہو تم
تُرِيْدُوْنَ	چاہتے ہو تم؟	مَا لَكُمْ	تمہیں کیا ہوا	قَالُوْا	کہا انھوں نے

(۱) **من شيعته**: إن کی خبر مقدم ہے، اور لابراهيم: اسم مؤخر، اور اسم پر لام زائدہ آیا ہے، کیونکہ وہ خبر کی جگہ میں ہے، **الشيعة**: پیروکار، ہم نوا، جمع شِيع اور أشياع (۲) **أفكا**: ہمزہ استفہام، **إفكا**: تريدون کا مفعول بہ مقدم، **آلهة**: إفكا سے بدل، **من دون الله**: آلهة کی صفت (۳) **نظرة**: مفعول مطلق، بیان نوعیت کے لئے یعنی اچٹتی نظر ڈالی (۴) **رَاغ (ن) إلى كذا**: کسی چیز کی طرف چپکے سے مائل ہونا، **راغ عليه**: چپکے سے پل پڑنا۔ (۵) **يزفون**: يسرعون (روح) (۶) **ما**: مصدریہ ہے۔

ابْنُوْا لَهٗ	بناؤاس کے لئے	فِي الْجَحِيْمِ	آگ کے ڈھیر میں	كَيْدًا	چال چلنا
بُنْيَانًا	کوئی عمارت	فَاَرَادُوْا	پس چاہا انھوں نے	فَجَعَلْنٰهُمُ	پس کردیا ہم نے ان کو
فَاَلْقُوْهُ	پس ڈالواس کو	بِهٖ	اس کے ساتھ	الْاَسْفَلِيْنَ	نیچا

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا تذکرہ

توحید کی دعوت اور قوم کی عداوت

یہ مضمون سورۃ الانبیاء (آیات ۵۱-۷۰) میں بھی آیا ہے۔ارشاد فرماتے ہیں: —— اور بے شبہ نوحؑ کی پیروی کرنے والوں میں سے بالیقین ابراہیمؑ ہیں —— تمام انبیاء عقائد واصولِ دین میں متحد ہوتے ہیں، بایں اعتبار ابراہیم علیہ السلام کونوح علیہ السلام کا پیروکار کہا ہے —— (یاد کرو) جب وہ اپنے پروردگار کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے —— ہر بندے سے یہی مطلوب ہے کہ وہ صاف دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہو، عقائد: خرافات سے، اعمال: شرک وریاء سے، اخلاق: رذائل سے اور دماغ: دنیا کے خرخشوں سے خالی ہو، تبھی بندہ پکا مؤمن ہوتا ہے، اور اسی لئے یہ بات یاد دلائی ہے —— (یاد کرو) جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی برادری سے کہا: تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ کیا اللہ سے وَرے جھوٹے معبودوں کو چاہتے ہو؟ پس رب العالمین کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ —— یہ بھی مؤمن کی ذمہ داری ہے کہ اپنی ذات کے بعد اپنے قریبی رشتہ داروں کی اور اپنی برادری کی خبر لے، اگر ان کے عقائد —— خاص طور پر —— فاسد ہوں توان کی اصلاح کرے، اسی لئے یہ بات بھی یاد دلائی ہے —— پس اس نے ستاروں پر ایک نظر ڈالی، پس کہا: میں بیمار ہوں! —— قوم کسی تقریب میں جارہی تھی، وہاں شرک ہوگا، لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام سے بھی چلنے کے لئے کہا، انھوں نے صاف انکار کرنے کے بجائے کنّی کاٹی، قوم میں نجوم کا زور تھا، آپ نے ان کو دکھانے کے لئے ستاروں پر ایک نظر ڈالی، اور فرمایا: میری طبیعت ٹھیک نہیں! بیماری: مزاج کے اعتدال سے ہٹ جانے کا نام ہے، اور ابھی تو حضرت کا مزاج شریف ٹھیک ہے! پس یہ توریہ ہے، یعنی بات اس طرح کہنا کہ مخاطب حقیقت نہ سمجھ سکے، جیسے سفر ہجرت میں کسی نے نبی ﷺ سے پوچھا: مِمَّنِ الرجلُ: آپ کون ہیں؟ آپؐ نے جواب دیا: من الماء: پانی کا ہوں! سائل کے پلّے کچھ نہیں پڑا، اور وہ چل دیا، اسی طرح قوم نے سمجھا کہ ابراہیم نے نجوم کے ذریعہ معلوم کرلیا ہے کہ وہ عنقریب بیمار پڑنے والے ہیں، حالانکہ حضرت کی مراد یہ تھی کہ طبیعت ناساز ہے یعنی تمہارے ساتھ آنے کو جی نہیں چاہتا۔

باطل میں موافقت انبیاء کا طریقِ اصلاح نہیں، ہاں توریہ کرکے کنّی کاٹ سکتے ہیں

پس وہ لوگ ان سے پیٹھ پھیر کر مُڑے، پس وہ ان کی مورتیوں کے پاس جا گھسے ـــــ لوگ بتوں کے سامنے حلوا رکھ کر گئے تھے تاکہ واپس آکر تبرکاً اس کو کھائیں ـــــ پس اس نے (مورتیوں سے) کہا: کیا تم کھاتے نہیں! ـــــ یعنی تمہاری صورت تو انسانوں جیسی ہے، پس تم انسانوں والا کام کیوں نہیں کرتے؟ جواب ندارد! پس اس نے کہا: ـــــ تمہیں کیا ہوا کہ بولتے نہیں! ـــــ اب بھی گونگے! ـــــ پس وہ ان پر پل پڑا قوت سے مارتے ہوئے ـــــ چھوٹوں کی مرمت کرڈالی، اور بڑے کے کندھے پر کلہاڑا رکھ دیا ـــــ پس وہ لوگ اس کے پاس تیزی سے آئے ـــــ یعنی واپسی میں جب مندر میں گئے، اور صورتِ حال دیکھی تو ابراہیم علیہ السلام کی طرف دوڑ پڑے کہ لاؤ اس کو اسی نے یہ حرکت کی ہے ـــــ ابراہیم نے کہا: کیا تم پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو، حالانکہ اللہ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ہے ـــــ یعنی تم اور تمہاری یہ تراشیدہ مورتیاں اللہ کی مخلوق ہیں، پھر مخلوق: مخلوق کی پوجا کرے: یہ عجیب حماقت ہے، عبادت خالق کی کرنی چاہئے۔

ان لوگوں نے کہا: ابراہیم کے لئے آتش خانہ تیار کرو، پھر اس کو دہکتی آگ میں جھونک دو ـــــ وہ لوگ اپنا پلان روبعمل لائے، مگر قدرتِ الٰہی نے آگ کو باغ بنادیا، اور قوم نے منہ کی کھائی، فرماتے ہیں: ـــــ اس طرح انھوں نے اس کے ساتھ چال چلنی چاہی، پس ہم نے ان کو نیچا دکھادیا!

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ يٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ۚ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِی الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ۖ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓی اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع

وَقَالَ	اور کہا اس نے	ذَاهِبٌ	جانے والا ہوں	سَيَهْدِيْنِ	عنقریب راہ دکھائیگا مجھے
اِنِّیْ	بے شک میں	اِلٰی رَبِّیْ	میرے رب کی طرف	رَبِّ	اے میرے رب!

هَبْ لِيْ	بخش مجھے	يٰاَبَتِ	اے میرے ابا!	اِنَّ هٰذَا	بے شک یہ
مِنَ الصّٰلِحِيْنَ	نیکوں میں سے	افْعَلْ	کیجئے آپ	لَهُوَ	البتہ وہ
فَبَشَّرْنٰهُ	پس خوش خبری دی ہم	مَا	جو	الْبَلٰٓؤُا(۵)	آزمائش ہے
	نے اس کو	تُؤْمَرُ	حکم دیئے گئے آپ	الْمُبِيْنُ	کھلی
بِغُلٰمٍ	لڑکے کی	سَتَجِدُنِيْٓ	عنقریب پائیں گے آپ مجھے	وَفَدَيْنٰهُ	اور بدلہ دیا ہم نے اس کا
حَلِيْمٍ	بردبار (تحمل والا)	اِنْ شَآءَ	اگر چاہا	بِذِبْحٍ(۶)	ایک ذبح کے جانور سے
فَلَمَّا	پس جب	اللّٰهُ	اللہ نے	عَظِيْمٍ	موٹا تازہ
بَلَغَ	پہنچا وہ	مِنَ الصّٰبِرِيْنَ	صبر کرنے والوں میں سے	وَتَرَكْنَا	اور چھوڑا ہم نے
مَعَهُ	اس کے ساتھ	فَلَمَّآ	پس جب	عَلَيْهِ	اس پر
السَّعْيَ(۱)	کوشش کرنے کو	اَسْلَمَا	حکم مان لیا دونوں نے	فِي الْاٰخِرِيْنَ	پچھلوں میں
قَالَ	کہا اس نے	وَتَلَّهٗ(۲)	اور پچھاڑا اس کو	سَلٰمٌ	سلامتی
يٰبُنَيَّ	اے میرے پیارے بیٹے!	لِلْجَبِيْنِ(۳)	رخسار کے بل	عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ	ابراہیم پر
اِنِّيْٓ اَرٰى	بیشک میں دیکھتا ہوں	وَنَادَيْنٰهُ	اور پکارا ہم نے اس کو	كَذٰلِكَ	اسی طرح
فِي الْمَنَامِ	خواب میں	اَنْ(۴)	کہ	نَجْزِي	بدلہ دیتے ہیں ہم
اَنِّيْٓ	کہ میں	يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ	اے ابراہیم	الْمُحْسِنِيْنَ	نیکوکاروں کو
اَذْبَحُكَ	ذبح کر رہا ہوں تجھے	قَدْ صَدَّقْتَ	تحقیق سچ کر دکھایا تو نے	اِنَّهٗ	بے شک وہ
فَانْظُرْ	پس دیکھ تو	الرُّءْيَا	خواب	مِنْ عِبَادِنَا	ہمارے بندوں میں سے ہے
مَاذَا	کیا	اِنَّا كَذٰلِكَ	بے شک ہم اسی طرح	الْمُؤْمِنِيْنَ	ایماندار
تَرٰى	رائے ہے تیری	نَجْزِي	بدلہ دیتے ہیں	وَبَشَّرْنٰهُ	اور خوش خبری دی ہم
قَالَ	کہا اس نے	الْمُحْسِنِيْنَ	نیکوکاروں کو		نے اس کو

(۱)السَّعی: مصدر سَعٰی فلانٌ (ف): کوشش کرنا، دوڑنا بھی اس کے معنی ہیں (۲) تَلَّ (ن) فلانًا: پچھاڑنا، گرانا، رخسار کے بل لٹانا (۳) جبین: پیشانی، سر کا اگلا حصہ، یہاں مراد کنپٹی ہے، وہ پیشانی کے مجاور ہے (۴) أن: تفسیریہ، نداء کی تفسیر ہے (۵) البلاء: آزمائش، مصیبت بَلاَہ (ن) بَلَاءً: آزمانا (۶) الذِّبح: ذبح کیا جانے والا جانور، قربانی کا جانور۔

بِاِسْحٰقَ	اسحاق کی	وَبٰرَكْنَا	اور برکت فرمائی ہم نے	مُحْسِنٌ	نیکوکار ہیں
نَبِيًّا[1]	(درانحالیکہ وہ) نبی	عَلَيْهِ	اس (اسماعیل) پر	وَّظَالِمٌ	اور حق مارنے والے ہیں
مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ	(اور) نیک لوگوں	وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ	اور اسحاق پر	لِّنَفْسِهٖ	اپنا
	میں سے ہونگے	وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا[2]	اور ان دونوں کی نسل میں	مُبِيْنٌ	صاف طور پر

التجاء کے بعد بیٹا ملا، اس کی بھی قربانی کرنے کا حکم ملا!

جب قوم کی طرف سے مایوسی ہوئی، اور باپ نے بھی سختی شروع کردی، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت فرمائی، پہلے مصر پہنچے، وہاں کا ماحول موافق نہیں آیا، بادشاہ نے آپ کی اہلیہ پر دست درازی کرنی چاہی، تو آپ وہاں سے چل کر ملک شام میں بیت المقدس میں آکر فروکش ہوگئے، اللہ تعالیٰ نے بہترین جگہ کا آپ کو راستہ دکھلایا —— اور اس نے (باپ سے اور قوم سے) کہا: میں اپنے پروردگار کی طرف چلا جاتا ہوں، وہ مجھے (اچھی جگہ کی) راہ دکھائے گا —— کنبہ اور وطن چھوڑنا آسان نہیں، پس غربت (بے وطنی) میں دعا مانگی —— اے میرے ربّ! مجھے نیک فرزند عطا فرما! —— جو دل بستگی کا ذریعہ بنے —— پس ہم نے اس کو ایک بردبار لڑکے کی خوش خبری سنائی —— مصر کے بادشاہ نے جب حضرت سارۃ رضی اللہ عنہا پر دست درازی کی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی تھی، بادشاہ نے حضرت سارۃؓ کی کرامت دیکھی تو اس نے معتقد ہوکر اپنی بیٹی خدمت کے لئے ساتھ کردی، ان کا نام حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا تھا، حضرت سارۃؓ نے وہ لڑکی اپنے شوہر کو بیاہ دی، اب وہ خادمہ تو حضرت سارۃؓ کی رہیں، مگر بیوی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بن گئیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے بطن سے پلوٹھا (پہلا) لڑکا عنایت فرمایا، اس کا نام اسماعیل رکھا گیا، یہ نام دو لفظوں سے مرکب ہے، سمع اور ایل، سمع کے معنی سننے کے ہیں اور ایل کے معنی اللہ کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا سن لی اور لڑکا عنایت فرمایا، اب جب حضرت ہاجرہؓ کا مرتبہ بڑھ گیا تو مخدومہ اور خادمہ میں ان بن رہنے لگی، پُرخاش یک طرفہ تھی، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ماں بیٹے کو مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کے پاس لے جاکر بسادیا، اس وقت وہ جگہ ویران تھی، پھر آباد ہوئی، اور بیت اللہ کی تعمیر نو ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام شام سے وقفہ وقفہ سے آتے رہتے تھے، اور اپنے اہل وعیال کی خبر لیتے تھے، جب اسماعیل علیہ السلام سات آٹھ سال کے ہوئے تو ابراہیم علیہ السلام نے شام میں خواب دیکھا کہ وہ صاحبزادے کی قربانی کررہے ہیں، نبی کا خواب وحی ہوتا ہے، مگر کبھی اس کی تعبیر ہوتی ہے، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے سو اونٹ قربان کرکے غریبوں کو کھلائے، مگر پھر بھی یہی خواب دیکھا، پھر قربانیاں کیں، جب تیسری مرتبہ یہی

(۱) نبیا اور من الصالحین: إسحاق سے حال ہیں۔ (۲) ذریتھما: ضمیر تثنیہ کا مرجع اسماعیل واسحاق علیہما السلام ہیں۔

خواب دیکھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ بیٹے کی قربانی ہی مقصود ہے، اس وقت آپ کے صاحبزادے صرف اسماعیل علیہ السلام تھے، ابھی اسحاق علیہ السلام کی بشارت بھی نہیں ملی تھی، اور اسماعیل علیہ السلام شام سے دور تھے، چنانچہ آپ سفر کر کے مکہ مکرمہ پہنچے، اور بیٹے کو خواب سنایا، اور اس کی تعمیل کے بارے میں ان سے مشورہ لیا، ارشاد فرماتے ہیں:

—— پس جب وہ ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا تو ابراہیمؑ نے کہا: میرے پیارے بیٹے! میں بالیقین خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں، پس سوچ لے تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے جواب دیا: ابا جان! جس کام کا آپ کو حکم دیا گیا ہے وہ آپ کریں، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

پس جب دونوں سرافگندہ ہو گئے، اور ابراہیمؑ نے اس کو کروٹ پر لٹا دیا —— یہ ترجمہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے کیا ہے، الٹا لٹانے میں ذبح ممکن نہیں، ذبح کی رگیں سامنے ہوتی ہیں —— اور ہم نے اس کو (بواسطہ ملائکہ) پکارا: اے ابراہیم! تو نے خواب سچا کر دکھایا، ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں، بالیقین یہ بڑا امتحان ہے —— یعنی بس بس رہنے دے، ہاتھ روک لے، مقصود بیٹے کا ذبح کرانا نہیں ہے، تیرا امتحان منظور ہے، تو اس میں کامیاب ہوا، ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں: یعنی تکلیف مالا یطاق نہیں دیا کرتے، جب اس کا مرحلہ آجاتا ہے تو ہم حکم واپس لے لیتے ہیں —— اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کا عوض دیدیا —— یعنی حکم دیا کہ ایک فربہ تیار دنبہ اسماعیل علیہ السلام کی جگہ قربان کیا جائے، یہی رسم قربانی ابراہیم علیہ السلام کی یادگار رہے، جو آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی —— اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس کے حق میں یہ بات رہنے دی کہ ابراہیمؑ پر سلامتی ہو، ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں —— یعنی ان کا ذکر خیر باقی رکھتے ہیں —— بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں سے ہے!

اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق کی خوش خبری سنائی جو نبی نیک لوگوں میں سے ہونگے —— معلوم ہوا وہ پہلی خوش خبری اسماعیل علیہ السلام کی تھی، اور ذبح کا قصہ انہی کا تھا —— اور ہم نے دونوں پر (اسماعیل واسحاق علیہما السلام پر) برکتیں نازل فرمائیں —— یعنی دونوں کی نسلیں خوب پھلیں —— اور دونوں کی نسل میں نیکوکار اور اپنے حق میں کھلا نقصان کرنے والے ہیں —— یعنی دونوں کی نسل میں مؤمن وکافر اور نیکوکار وبدکار ہیں

اصول کا نیک ہونا ذریات کے کام نہیں آسکتا جبکہ وہ خود ایمان سے محروم ہوں (بیان القرآن)

ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں

روایات میں اختلاف ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں یا حضرت اسحاق علیہ السلام؟ اور حضرت تھانوی

رحمہ اللہ نے بیان القرآن میں لکھا ہے کہ روایات دونوں طرف متکلم فیہ ہیں اھ پس روایات سے فیصلہ نہیں ہوسکتا، اور قرآنِ کریم سے واضح طور پر ثابت ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، دلائل درج ذیل ہیں:

۱- زیرِ تفسیر آیات میں: ﴿هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾: کی دعا کے بعد لڑکے کی خوش خبری دی گئی ہے، پھر اس کے ذبح کا قصہ ہے، پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت ہے، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ جس صاحبزادے کی بشارت دی گئی ہے وہ اسحاق علیہ السلام نہیں ہیں، پس وہ ذبیح بھی نہیں۔

۲- سورۂ ہود (آیت ۷۱) میں ہے: ﴿فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ، وَمِنْ وَّرَآءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوْبَ﴾: ہم نے سارہؓ کو بشارت دی اسحاق کے پیدا ہونے کی، اور اسحاق کے پیچھے یعقوبؑ کے پیدا ہونے کی، پس جب حضرت اسحاق علیہ السلام کے صاحبِ اولاد ہونے کی بشارت ہوچکی تھی تو ذبح کے حکم سے خود معلوم ہوجاتا کہ وہ ذبح نہ ہونگے، پھر امتحان عظیم کیسے ہوگا؟

۳- یہاں جب اسماعیل علیہ السلام کی بشارت دی ہے تو لڑکے کی صفت حلیم آئی ہے، اور سورۃ الذاریات (آیت ۲۸) میں اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی ہے تو لڑکے کی صفت علیم آئی ہے، اور بردباری بچپن سے ہوتی ہے، اور بڑا عالم بڑی عمر میں بنتا ہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ اسحاق علیہ السلام لڑکپن میں ذبح نہیں ہونگے، وہ باقی رہیں گے، تا آنکہ بڑے عالم ہونگے۔

مگر بائبل میں جہاں ذبح کا ذکر ہے حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام لکھ دیا ہے، وہاں سے اسرائیلی روایات چلیں اور تفسیروں میں در آئیں، پس مسئلہ نظری ہوگیا، حالانکہ بدیہی تھا کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

تنبیہ: عید الاضحیٰ کے موقعہ پر واعظین ذبح اسماعیل کو تقریر کا موضوع بناتے ہیں، اور ناکافی علم ہونے کی وجہ سے عجیب عجیب گل کھلاتے ہیں، اور اناپ شناپ باتیں بیان کرتے ہیں، ان سے ہوشیار رہنا چاہئے، کتابوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے یا واعظین جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ سب صحیح نہیں۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ

وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	وَتَرَكْنَا	اور چھوڑا ہم نے	اَتَدْعُوْنَ	کیا پکارتے ہو تم
مَنَنَّا	احسان کیا ہم نے	عَلَيْهِمَا	دونوں پر	بَعْلًا	بعل (بت) کو
عَلٰى مُوْسٰى	موسیٰ پر	فِي الْاٰخِرِيْنَ	پچھلوں میں	وَتَذَرُوْنَ	اور چھوڑتے ہو تم
وَهٰرُوْنَ	اور ہارون پر	سَلٰمٌ	سلامتی	اَحْسَنَ	بہترین کو
وَنَجَّيْنٰهُمَا	اور نجات دی ہم نے دونوں کو	عَلٰى مُوْسٰى	موسیٰ پر	الْخٰلِقِيْنَ	پیدا کرنے والوں میں سے
وَقَوْمَهُمَا	اور دونوں کی قوم کو	وَهٰرُوْنَ	اور ہارون پر	اللّٰهَ (۲)	اللہ تعالیٰ
مِنَ الْكَرْبِ	بے چینی سے	اِنَّا كَذٰلِكَ	بے شک ہم اسی طرح	رَبَّكُمْ	تمہارے رب
الْعَظِيْمِ	بڑی	نَجْزِي	بدلہ دیتے ہیں	وَرَبَّ	اور رب
وَنَصَرْنٰهُمْ	اور مدد کی ہم نے ان کی	الْمُحْسِنِيْنَ	نیکوکاروں کو	اٰبَآئِكُمُ	تمہارے باپ داوں کے
فَكَانُوْا هُمُ (۱)	پس تھے وہی	اِنَّهُمَا	بے شک دونوں	الْاَوَّلِيْنَ	اگلے
الْغٰلِبِيْنَ	غالب ہونے والے	مِنْ عِبَادِنَا	ہمارے بندوں میں سے ہیں	فَكَذَّبُوْهُ	پس جھٹلایا انھوں نے اس کو
وَاٰتَيْنٰهُمَا	اور دی ہم نے دونوں کو	الْمُؤْمِنِيْنَ	ایماندار	فَاِنَّهُمْ	پس بے شک وہ
الْكِتٰبَ	کتاب	وَاِنَّ اِلْيَاسَ	اور بے شک الیاس	لَمُحْضَرُوْنَ	یقیناً پکڑے ہوئے
الْمُسْتَبِيْنَ	واضح	لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ	البتہ رسولوں میں سے ہیں		لائے گئے ہیں
وَهَدَيْنٰهُمَا	اور دکھائی ہم نے دونوں کو	اِذْ قَالَ	جب کہا انھوں نے	اِلَّا عِبَادَ	مگر بندے
الصِّرَاطَ	راہ	لِقَوْمِهٖٓ	اپنی قوم سے	اللّٰهِ	اللہ کے
الْمُسْتَقِيْمَ	سیدھی	اَلَا تَتَّقُوْنَ	کیا ڈرتے نہیں تم	الْمُخْلَصِيْنَ	چنیدہ

(۱) ھم: کان کے اسم وخبر کے درمیان ضمیر فصل ہے (۲) اللہ (منصوب) أحسن الخالقين سے بدل ہے، اور عطف بیان بھی ہوسکتا ہے۔

وَتَرَكْنَا	اور چھوڑا ہم نے	عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ	ال یاسین پر	اِنَّهٗ	بے شک وہ
عَلَيْهِ	اس پر	اِنَّا كَذٰلِكَ	بے شک ہم اسی طرح	مِنْ عِبَادِنَا	ہمارے بندوں میں
فِي الْاٰخِرِيْنَ	پچھلوں میں	نَجْزِي	بدلہ دیتے ہیں		سے ہیں
سَلٰمٌ	سلامتی ہو	الْمُحْسِنِيْنَ	نیکوکاروں کو	الْمُؤْمِنِيْنَ	ایماندار

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا تذکرہ

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام جلیل القدر اسرائیلی پیغمبر ہیں، اور معروف ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا —— دونوں کو نبوت اور دیگر کمالات سے سرفراز کیا —— اور ہم نے دونوں کو اور ان کی قوم (بنی اسرائیل) کو بڑی بے چینی سے نجات دی —— فرعون نے ان کو غلام بنا رکھا تھا، ان کو غلامی سے نجات دی —— اور ہم نے ان کی مدد کی، سو وہی غالب ہونے والے تھے —— فرعون غرق ہوگیا، اور بنی اسرائیل زمین کے وارث بنے —— اور ہم نے دونوں کو واضح کتاب دی —— مراد تورات شریف ہے، موسیٰ علیہ السلام کو اصالۃً اور ہارون علیہ السلام کو تبعاً دی —— اور ہم نے دونوں کو سیدھا راستہ دکھایا —— یعنی تورات شریف کے ذریعہ —— اور ہم نے دونوں پر پچھلوں میں باقی رکھا: سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر! —— یعنی سب ان کا ذکر خیر کرتے ہیں اور ان پر سلام بھیجتے ہیں —— اسی طرح ہم نیکوکاروں کو بدلہ دیا کرتے ہیں —— ہمیشہ نیکی کا بدلہ نیک نامی رہی ہے —— بے شک دونوں ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے! —— اس لئے ان کو یہ صلہ ملا۔

حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت الیاس علیہ السلام بھی اسرائیلی نبی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے، اور ہارون علیہ السلام کی اولاد میں ہیں، اہل کتاب ان کو ایلیاہ کہتے ہیں، اور لوگ کہتے ہیں کہ آپ الیسع علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے، سورۃ الانعام میں صرف ان کا نام آیا ہے، یہاں تھوڑی تفصیل ہے، وہ شام کے شہر بعلبک کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، وہ لوگ بعل نامی بت کے پرستار تھے، حضرت الیاسؑ نے ان کو ہر چند سمجھایا، مگر وہ نہ مانے، بالآخر عذاب آخرت میں گرفتار ہوگئے، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور بے شک الیاس منجملۂ رسولوں کے تھے، (یاد کرو) جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں! کیا تم بعل کو پوجتے ہو، اور بہترین بنانے والے کو چھوڑتے ہو! یعنی اللہ کو جو تمہارا رب ہے اور تمہارے گذشتہ باپ دادوں کا —— لوگ تحلیل وترکیب پر قدرت رکھتے ہیں، اور وہ بھی عارضی، اور اللہ تعالیٰ ابداع وایجاد پر قدرت رکھتے ہیں، اور وہ قدرت ذاتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ بہترین بنانے والے ہیں —— پس انھوں نے ان کی

تکذیب کی، پس بے شک وہ (عذاب آخرت میں) پکڑ کر لائے ہوئے ہیں، مگر اللہ کے چنیدہ بندے ــــ جنت نشین ہونگے ــــ اور ہم نے اس کے لئے پچھلوں میں باقی رکھا: سلامتی ہو الیاسین پر، ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں، بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے ہیں ــــ روح المعانی میں ہے کہ الیاس ہی کو الیاسین بھی کہتے ہیں۔

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَاۗءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾

وَاِنَّ لُوْطًا	اور بے شک لوطؑ	الْاٰخَرِيْنَ	دوسروں کو	لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ	البتہ رسولوں میں سے ہیں
لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ	البتہ رسولوں میں سے ہیں	وَاِنَّكُمْ	اور بے شک تم	اِذْ اَبَقَ	جب بھاگے وہ
اِذْ نَجَّيْنٰهُ	جب نجات دی ہم نے اسکو	لَتَمُرُّوْنَ	یقیناً گذرتے ہو	اِلَى الْفُلْكِ	کشتی کی طرف
وَاَهْلَهٗۤ	اور اس کے گھر والوں کو	عَلَيْهِمْ	ان پر	الْمَشْحُوْنِ	بھری ہوئی
اَجْمَعِيْنَ	سبھی کو	مُّصْبِحِيْنَ (۳)	صبح کے وقت	فَسَاهَمَ (۵)	پس اس نے قرعہ اندازی میں مقابلہ کیا
اِلَّا عَجُوْزًا	مگر بڑھیا کو	وَبِالَّيْلِ (۴)	اور رات میں		
فِي الْغٰبِرِيْنَ (۱)	باقی رہنے والوں میں ہے	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ	کیا پس سمجھتے نہیں تم	فَكَانَ	پس تھے وہ
ثُمَّ دَمَّرْنَا (۲)	پھر ہلاک کیا ہم نے	وَاِنَّ يُوْنُسَ	اور بے شک یونسؑ	مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ (۶)	ہارنے والوں میں سے

(۱) غابر: باقی، غَبَرَ (ن) غُبوراً: باقی رہنا (۲) دَمَّر الشيئَ: ہلاک و برباد کرنا دَمَرَ (ن) دَمَاراً: ہلاک ہونا (۳) مصبحین: حال ہے أَصْبَحَ (تامہ) صبح میں داخل ہونا (۴) بالیل: بھی حال ہے (۵) سَاهَمَہ مساهمة: قرعہ اندازی میں مقابلہ کرنا، سَهْم: حصہ (۶) مُدْحَض (اسم مفعول) إدحاض: مصدر: قرعہ اندازی میں ہار جانے والا، اصلی معنی: پھسلایا ہوا، دَحَضَت رجلُه: پاؤں پھسل گیا۔

فَالْتَقَمَهُ	پس نگل لیا اس کو	فِيْ بَطْنِهٖۤ	اس کے پیٹ میں	مِّنْ يَّقْطِيْنٍ (۳)	بیل دار
الْحُوْتُ	مچھلی نے	اِلٰى يَوْمِ	دن تک	وَ اَرْسَلْنٰهُ	اور بھیجا ہم نے ان کو
وَهُوَ	درانحالیکہ وہ	يُبْعَثُوْنَ	اٹھائے جانے کے	اِلٰى مِائَةِ	طرف سو
مُلِيْمٌ (۱)	ملامت کرنے والے ہیں	فَنَبَذْنٰهُ	پس ڈال دیا ہم نے اس کو	اَلْفٍ	ہزار کے
	(افسوس کرنے والے)	بِالْعَرَآءِ (۲)	کھلی جگہ میں	اَوْ يَزِيْدُوْنَ	یا بڑھتے ہیں وہ
فَلَوْلَآ	پس اگر نہ ہوتی	وَهُوَ	درانحالیکہ وہ	فَاٰمَنُوْا	پس ایمان لائے وہ
اَنَّهٗ كَانَ	یہ بات کہ تھے وہ	سَقِيْمٌ	بیمار تھے	فَمَتَّعْنٰهُمْ	پس فائدہ اٹھانے دیا
مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ	پاکی بیان کرنے والوں	وَ اَنْۢبَتْنَا	اور اگایا ہم نے		ہم نے ان کو
	میں سے	عَلَيْهِ	ان پر	اِلٰى حِيْنٍ	ایک وقت تک
لَلَبِثَ	(تو) ضرور ٹھہرتے وہ	شَجَرَةً	درخت	❁	❁

حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ

لوط علیہ السلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں، سدّوم اور اس کے مضافات کی بستیاں ان کی دعوت کا مقام تھیں، اب وہاں بحر مردہ ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور بے شک لوطؑ پیغمبروں میں سے ہیں (یاد کرو) جب ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو سبھی کو نجات دی، مگر بڑھیا کو جو باقی رہ جانے والوں میں سے تھی — بظاہر وہ مؤمنہ تھی، مگر در پردہ کافرہ — پھر ہم نے سب کو ہلاک کر دیا، اور بے شک تم (اے مکہ والو) بالیقین ان پر گذرتے ہو صبح کے وقت اور رات میں — جزیرۃ العرب گرم پہاڑی ملک ہے، وہاں دن میں سفر دشوار ہے، قافلے عصر کے وقت چلتے تھے، جب موسم ٹھنڈا ہو جاتا تھا، اور رات گئے پڑاؤ ڈالتے تھے، پھر آرام کر کے رات کے آخری پہر روانہ ہوتے تھے، اور صبح نو بجے پڑاؤ ڈالتے تھے، اس لئے مکہ والے لوط علیہ السلام کی بستیوں سے (بحر مردہ سے) کبھی رات میں گذرتے تھے اور کبھی صبح کے وقت، اور تباہ شدہ قوم کے نشانات دیکھتے تھے — کیا پس تم سمجھتے نہیں — کہ رسولوں کی بات نہ ماننے کا انجام کیا ہوتا ہے!

حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت یونس علیہ السلام بھی اسرائیلی پیغمبر ہیں، آپ کو نینوی والوں کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا گیا تھا، یہ شہر

(۱) مُلِيْم: إلَامة سے اسم فاعل: ملامت کرنے والا یعنی افسوس کرنے والا (۲) العراء: کھلی جگہ جہاں کوئی آڑ نہ ہو، مراد سمندر کا کنارہ۔ (۳) يقطين: بغیر تنے کا پودا، جیسے ککڑی، کدو یا تربوز کی بیل، زیادہ تر کدو کے لئے مستعمل ہے۔

دریائے فرات کے کنارے پر ہے، آپ نے ان پر کئی سال محنت کی، مگر نتیجہ صفر رہا، دن بہ دن تکذیب کا زور بڑھتا رہا، آخر آپ نے بہ حکم الٰہی عذاب کی اطلاع دی، پھر آپ سے چوک یہ ہوئی کہ آپ ہجرت کی اجازت کا انتظار کئے بغیر بستی سے چل دیئے، یہ خیال کر کے کہ جب عذاب آنا ہے تو میرا یہاں کیا کام! ارشاد پاک ہے: ــــ اور بے شک یونسؑ پیغمبروں میں سے ہیں ــــ پس ان کی کوتاہی کو گناہ نہ سمجھا جائے، انبیاء گناہ سے معصوم ہوتے ہیں ــــ (یاد کرو) جب وہ بھاگے بھری ہوئی کشتی کی طرف ــــ بھاگے: یعنی اللہ کی اجازت کے بغیر چل دیئے، اس لئے بھاری لفظ استعمال کیا ہے ــــ فرات پر پہنچے تو ایک کشتی مسافروں سے لدی کھڑی تھی، چلنے ہی والی تھی، جب کشتی چلی تو منجدھار میں پہنچ کر ڈگمگانے لگی، کہتے ہیں: لوگوں کا عقیدہ تھا کہ اگر کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام ہو تو کشتی ڈوب جاتی ہے، کشتی والوں نے مسافروں سے دریافت کیا کہ کوئی بھاگا ہوا غلام ہے؟ کوئی نہیں تھا، یونس علیہ السلام سمجھ گئے، فرمایا: میں وہ غلام ہوں جو آقا سے بھاگا ہوں! لوگ یونس علیہ السلام کو جانتے تھے، انھوں نے یہ بات باور نہ کی، آپ نے فرمایا: مجھے دریا میں ڈال دو تو بچ جاؤ گے، مگر کشتی والے تیار نہ ہوئے تو قرعہ اندازی کی ٹھہری، تین بار قرعہ ڈالا گیا، ہر بار یونس علیہ السلام کا نام نکلا، کشتی والوں نے مجبوراً آپ کو دریا کے حوالے کیا اور آگے بڑھ گئے، ارشاد فرماتے ہیں: پس وہ قرعہ اندازی میں شریک ہوئے، پس وہ ہارنے والوں میں سے تھے ــــ اُدھر اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی مچھلی کو الہام کیا، اس نے آپ کو سالم نگل لیا، فرماتے ہیں: ــــ پس ان کو مچھلی نے نگل لیا، درانحالیکہ وہ ملامت کرنے والے تھے ــــ یعنی خود کو ملامت کر رہے تھے اور افسوس کر رہے تھے، کیونکہ آپ کو احساس ہو گیا تھا کہ بے اجازت بستی چھوڑ کر چل دیئے ہیں، یہ قصور کیا ہے، مچھلی کے پیٹ میں پہنچ کر بھی آپ کو ہوش تھا، آپ نے دعا شروع کی: الٰہی! میں قصوروار ہوں، الٰہی! آپ ہی معبود ہیں، آپ کے سوا کس سے التجا کروں! ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ دعا قبول ہوئی اور مچھلی کو الہام ہوا اس نے ساحل پر جا کر قئ کر دی، ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: مچھلی کے پیٹ کی گرمی سے آپ کے بدن کی کھال اتر گئی تھی، اور جسم ایسا ہو گیا تھا جیسا پرندہ کے نئے نکلے ہوئے بچہ کا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فوراً ایک بیل دار درخت اگایا، جس نے آپ کو ڈھانک لیا اور آپ مکھی مچھر کی تکلیف سے محفوظ ہو گئے، فرماتے ہیں: ــــ پس اگر نہ ہوتی یہ بات کہ وہ تسبیح کرنے والوں میں سے تھے تو قیامت تک اس کے پیٹ میں رہتے ــــ یعنی تسبیح کی برکت سے نجات پائی ــــ پس ہم نے ان کو ایک میدان میں ڈال دیا، درانحالیکہ وہ بیمار تھے، اور ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت اگایا ــــ کھانے پینے کا بھی کوئی انتظام کیا ہوگا، جس کا تذکرہ نہیں کیا، پھر جب آپ صحت مند ہوئے تو قوم کی طرف واپس جانے کا حکم ملا ــــ اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا کچھ زیادہ کی طرف بھیجا، پس وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک دنیا سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا ــــ اور

اہل کتاب کی روایت ہے کہ ایک عرصہ کے بعد اہل نینوی نے پھر کفر وشرک شروع کردیا تو ناحوم نبی مبعوث کئے گئے، انھوں نے ہر چند سمجھایا مگر لوگوں نے نہیں مانا، تو سنہ ۶۱۲ قبل مسیح میں نینوی تباہ وبرباد ہوگیا۔ (قصص القرآن ۲:۲۰۳)

سوال: اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہیں، ان کو اظہار شک کی کیا ضرورت ہے جو یہ فرمایا کہ وہ ایک لاکھ یا اس سے زیادہ آدمی؟ یعنی قطعی تعداد کیوں بیان نہیں کی؟

جواب: یہ أو شک کے لئے نہیں ہے، بلکہ یہ بمعنی ''بھی'' ہے یعنی یونس علیہ السلام ایک بڑی امت کی طرف بھیجے گئے تھے، جن کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔

نوٹ: یونس علیہ السلام کا تذکرہ سورۃ یونس (آیت ۹۸) اور سورۃ الانبیاء (آیات ۸۷و۸۸) میں گذرا ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

فَاسْتَفْتِهِمْ	پس آپ ان سے پوچھیں	الْبَنُوْنَ	بیٹے؟	وَّهُمْ	اور وہ
اَلِرَبِّكَ	کیا تیرے رب کے لئے	اَمْ خَلَقْنَا	یا پیدا کیا ہم نے	شٰهِدُوْنَ(۱)	دیکھنے والے تھے
الْبَنَاتُ	بیٹیاں	الْمَلٰٓئِكَةَ	فرشتوں کو	اَلَآ اِنَّهُمْ	سنو! بے شک وہ
وَلَهُمُ	اور ان کے لئے	اِنَاثًا	عورتیں	مِّنْ اِفْكِهِمْ	اپنے گھڑے ہوئے جھوٹ سے

(۱) شَهِدَ الشيئَ: دیکھنا: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾

لَيَقُوْلُوْنَ	کہتے ہیں:	بَيْنَهٗ	اللہ کے درمیان	مَآ اَنْتُمْ	نہیں ہو تم
وَلَدَ اللّٰهُ	جنا اللہ نے	وَبَيْنَ	اور درمیان	عَلَيْهِ	اللہ سے
وَاِنَّهُمْ	اور بے شک وہ	الْجِنَّةِ	جنات کے	بِفٰتِنِيْنَ(۲)	بہکانے والے (پھیرنے والے)
لَكٰذِبُوْنَ	یقیناً جھوٹے ہیں	نَسَبًا	ناتا	اِلَّا مَنْ	مگر جو
اَصْطَفَى(۱)	کیا چن لیا اس نے	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	هُوَ	وہ
الْبَنَاتِ	بیٹیوں کو	عَلِمَتِ	جانا	صَالِ	داخل ہونے والا ہے
عَلَى الْبَنِيْنَ	بیٹوں پر	الْجِنَّةُ	جنات نے	الْجَحِيْمِ	دوزخ میں
مَا لَكُمْ	تمہیں کیا ہوا	اِنَّهُمْ	بے شک وہ	وَمَا مِنَّآ	اور نہیں ہے ہم میں سے (کوئی)
كَيْفَ	کیسا	لَمُحْضَرُوْنَ	یقیناً حاضر کئے ہوئے ہیں	اِلَّا لَهٗ	مگر اس کے لئے
تَحْكُمُوْنَ	فیصلہ کرتے ہو	سُبْحٰنَ	پاک ہیں	مَقَامٌ	رتبہ ہے
اَفَلَا	کیا پس نہیں	اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ	مَّعْلُوْمٌ	جانا ہوا
تَذَكَّرُوْنَ	دھیان کرتے تم	عَمَّا	ان سے جو	وَّاِنَّا	اور بے شک ہم
اَمْ لَكُمْ	یا تمہارے لئے	يَصِفُوْنَ	وہ بیان کرتے ہیں	لَنَحْنُ	البتہ ہم
سُلْطٰنٌ	سند ہے	اِلَّا	مگر	الصَّآفُّوْنَ	صف باندھنے والے ہیں
مُّبِيْنٌ	واضح	عِبَادَ	بندے	وَاِنَّا	اور بے شک ہم
فَاْتُوْا	پس لاؤ	اللّٰهِ	اللہ کے	لَنَحْنُ	البتہ ہم
بِكِتٰبِكُمْ	اپنی کتاب	الْمُخْلَصِيْنَ	چنیدہ	الْمُسَبِّحُوْنَ	پاکی بیان کرنے والے ہیں
اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	فَاِنَّكُمْ	پس بے شک تم	وَاِنْ	اور بیشک (شان یہ ہے)
صٰدِقِيْنَ	سچے	وَمَا	اور جن کو	كَانُوْا	(کہ) تھے وہ
وَجَعَلُوْا	اور بنایا انھوں نے	تَعْبُدُوْنَ	تم پوجتے ہو	لَيَقُوْلُوْنَ	البتہ کہتے تھے:

(۱) أصطفى: میں ہمزہ استفہام ہے، اور ہمزہ وصل محذوف ہے (۲) فاتن: اسم فاعل: بہکانے والا، فَتَنَ (ض) فلانا: مذہب یا رائے سے ہٹانے کے لئے دباؤ ڈالنا...... علیه کی ضمیر اللہ کی طرف لوٹتی ہے، اور علیه: فاتنین سے متعلق ہے، یہ استعلاء کے معنی کو متضمن ہے، اس لئے علی صلہ آیا ہے۔

پس انکار کیا انھوں نے	فَكَفَرُوْا	البتہ ہوتے ہم	لَكُنَّا	اگر ہوتا	لَوْ اَنَّ
اس (نصیحت نامہ) کا	بِهٖ	بندے	عِبَادَ	ہمارے پاس	عِنْدَنَا
پس عنقریب	فَسَوْفَ	اللہ کے	اللّٰهِ	نصیحت نامہ	ذِكْرًا
وہ جان لیں گے	يَعْلَمُوْنَ	چنیدہ	الْمُخْلَصِيْنَ	اگلوں سے (منقول)	مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ

ابطالِ شرک

سورت توحید کے بیان سے شروع ہوئی ہے، اور ابطالِ شرک توحید ہی کا مضمون ہے، اب یہ مضمون آخر سورت تک چلے گا ـــــ مشرکین عرب ملائکہ کی پرستش کرتے تھے، انہیں کی مورتیں بنا رکھی تھیں، ہندؤں کی دیویاں بھی فرشتوں کا پیکر ہیں، وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مانتے تھے، اور ان کی مائیں بڑے جنات کی لڑکیوں کو کہتے تھے، اس طرح ظالموں نے اللہ تعالیٰ کا جنات سے سسرالی رشتہ قائم کیا تھا، اور فرشتوں سے ناتا جوڑا تھا، اب مختلف طرح سے اس کی تردید کرتے ہیں۔

۱- اللہ کے لئے لڑکیاں ماننا عربوں کے عرف کے خلاف ہے

عرب: اپنے لئے لڑکیوں کو پسند نہیں کرتے تھے، وہ ان کو اپنے لئے ننگ و عار سمجھتے تھے، مگر اللہ کے لئے یہ صنف تجویز کرتے تھے، یہ بات ان کے عرف کے خلاف تھی، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ پس آپ ان لوگوں سے پوچھیں: کیا تیرے پروردگار کے لئے بیٹیاں اور ان کے لئے بیٹے! ـــــ یعنی جس کمزور اور گھٹیا صنف کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے اس کو اللہ کے لئے تجویز کرتے ہو!

۲- ملائکہ مؤنث ہیں اس کی کیا دلیل ہے؟

کائنات میں بے شمار چیزیں نہ مذکر ہیں نہ مؤنث، آسمان، زمین، پہاڑ، دریا، بادل اور درخت وغیرہ نہ نر ہیں نہ مادہ، اسی طرح فرشتے بھی ایک نورانی مخلوق ہیں، وہ نہ مذکر ہیں نہ مؤنث، عرب ان کو اللہ کی لڑکیاں مانتے تھے، مگر اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں تھی۔ ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ یا ہم نے فرشتوں کو عورتیں پیدا کیا ہے درانحالیکہ وہ دیکھ رہے تھے؟ ـــــ یعنی جس وقت ہم نے فرشتوں کو پیدا کیا: کیا تم کھڑے دیکھ رہے تھے کہ انہیں عورت بنایا گیا ہے؟

۳- اللہ کے لئے اولاد ماننا خود تراشیدہ عقیدہ ہے

عیب کرنے کو بھی ہنر چاہئے، غلط عقیدہ بنانا تھا تو بالکل بے تکا تو نہیں بنانا چاہئے تھا، مشرکین نے اللہ کو صاحبِ اولاد مانا: یہ بے تکی بات نہیں تو کیا ہے؟ ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ سنو! بے شک وہ اپنی سخن تراشی سے کہتے ہیں کہ اللہ صاحبِ اولاد

ہے، اور بے شک وہ بالکل جھوٹے ہیں! ــــ یعنی یہ مہمل اور بے تکی بات کہاں سے نکالی؟ عقل وفہم سے اس کا کیا تعلق ہے؟

۴- اللہ کے لئے لڑکیاں ماننا دلیل عقل کے بھی خلاف ہے

اللہ کو اولاد بنانی ہوتی تو صنف اعلی (لڑکوں) کو اختیار کرتے، لڑکیاں پسند کرنا تو دلیل عقل کے بھی خلاف ہے، خزف (ٹھیکری) کو ہیرے پر ترجیح دینا کونسی عقل کی بات ہے! ارشاد فرماتے ہیں: ــــ کیا اللہ نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیوں کو زیادہ پسند کیا؟ تمہیں کیا ہوا؟ کیسا فیصلہ کرتے ہو! کیا تم دھیان نہیں کرتے! ــــ یعنی تم خود بیٹوں کو ترجیح دیتے ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیٹیوں کو کیسے پسند کیا، سوچو! تم کیسا عقیدہ رکھتے ہو!

۵- اللہ کے لئے اولاد ہونے کی کوئی نقلی دلیل بھی نہیں

اگر مشرکوں کے پاس کوئی نقلی سند اپنے عقیدہ کی ہو تو پیش کریں، فرماتے ہیں: ــــ اگر تمہارے پاس کوئی واضح سند ہو تو پیش کرو اپنی (آسمانی) کتاب لاؤ، اگر تم (اپنے عقیدہ میں) سچے ہو ــــ عربوں کے پاس آسمانی کتاب کہاں تھی جس کو پیش کرتے۔

۶- جنات سے سسرالی رشتہ ہے تو جنات عذاب سے کیوں ڈرتے ہیں؟

احمقوں نے جنات کے ساتھ اللہ کا دامادی کا رشتہ قائم کیا ہے، مگر تمہیں موقع ملے تو جنات سے پوچھ آؤ کہ وہ خود اپنی نسبت کیا سمجھتے ہیں، ان کو معلوم ہے کہ دوسرے مجرموں کی طرح وہ بھی اللہ کے رُوبہ رُو پکڑے ہوئے آئیں گے، کیا داماد کا سسرال کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا ہے؟ ارشاد فرماتے ہیں: ــــ اور ان لوگوں نے اللہ میں اور جنات میں رشتہ داری قائم کی، حالانکہ جنات بالیقین جانتے ہیں کہ وہ (عذاب میں) حاضر کئے ہوئے ہیں۔

۷- اللہ کے بارے میں صحیح عقائد وہی ہیں جو انبیاء نے بیان کئے ہیں

اللہ کے بارے میں صحیح عقائد وحی سے معلوم ہوسکتے ہیں، ذاتِ پاک کے بارے میں عقلی گھوڑے نہیں دوڑائے جاسکتے، اور وحی انبیاء پر آتی ہے، پس وہ حضرات جو باتیں بتلاتے ہیں وہی صحیح ہیں، تم جو عقل سے تانے بانے بُنتے ہو وہ سب مکڑی کے جالے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: ــــ اللہ تعالیٰ پاک ہیں ان باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں، مگر اللہ کے چنیدہ بندے ــــ جو بیان کرتے ہیں وہی درست ہے۔

۸- کوئی کسی کو گمراہ نہیں کرسکتا، مگر جس کی قسمت ہیٹی ہے وہی بہکتا ہے

مشرکین اپنی خود ساختہ باتوں سے کسی کو گمراہ نہیں کرسکتے، مگر ہاں قسمت کا پھیر لے ڈوبتا ہے، جس کی قسمت الٹی ہو

وہی بہکتا ہے۔فرماتے ہیں:—— پس بے شک تم اور تمہارے سارے معبود اللہ تعالیٰ سے کسی کو پھیر نہیں سکتے، مگر اسی کو جو جہنم رسید ہونے والا ہے!

۹-فرشتے ہمہ وقت صف بستہ اور تسبیح خواں ہیں، پھر وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟

ہر فرشتہ کی ایک حد مقرر ہے، اور اس کا درجہ اور رتبہ طے ہے، وہ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا، نہ وہ اپنی حیثیت سے زیادہ کام کر سکتا ہے، ان میں سے ہر کوئی صف بستہ تسبیح وتحمید میں لگا ہوا ہے، ان سے تم کیا امید رکھتے ہو کہ وہ تم کو عذاب سے بچالیں گے؟ فرشتوں کی زبان سے فرماتے ہیں:—— اور نہیں ہے ہم میں سے کوئی مگر اس کا ایک معین درجہ ہے، اور بے شک ہم البتہ صف بنانے والے ہیں، اور بے شک ہم البتہ پاکی بیان کرنے والے ہیں —— ملائکہ صف بنا کر عبادت کرتے ہیں، مسلم شریف میں حدیث ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **ألا تَصُفُّوْن كما تَصُفُّ الملائكةُ عند ربها:** کیا آپ لوگ صف نہیں بناتے جس طرح ملائکہ اپنے رب کے پاس صف بناتے ہیں! لوگوں نے پوچھا: فرشتے اللہ کے پاس کس طرح صف بناتے ہیں؟ فرمایا: ''اگلی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور مل مل کر کھڑے ہوتے ہیں'' (مشکات ح۱۰۹۱)

۱۰-مشرکین کے پاس جوازِ شرک کی نقلی دلیل نہیں: اس کی دلیل

ابھی مشرکین سے کہا تھا کہ اگر تمہارے پاس جوازِ شرک کی کوئی سند (نقلی دلیل) ہو تو اپنی کتاب پیش کرو، وہ کہاں سے پیش کرتے، ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہیں تھی، وہ انبیاء کے نام تو یہود ونصاریٰ سے سنتے تھے، مگر ان کے علوم سے واقف نہیں تھے، اور کہا کرتے تھے: اگر ہم کو پہلے لوگوں کے علوم حاصل ہوتے یا ہمارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہوتی تو ہم اس پر خوب عمل کرتے، اور عبادت کر کے اللہ کے مخصوص بندے بن جاتے، معلوم ہوا کہ ان کے پاس جوازِ شرک کی کوئی نقلی دلیل نہیں، ارشاد فرماتے ہیں:—— اور بے شک وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت نامہ ہوتا، پہلے لوگوں سے منقول، تو ہم اللہ کے چنیدہ بندے ہوتے!

۱۱-جب نصیحت نامہ (قرآن) آیا تو اس کا انکار کر دیا

ان کی تمنا بر آئی، خاتم النّبیین ﷺ مبعوث ہوئے، ان پر نصیحت نامہ نازل ہوا، مگر انھوں نے انکار کر دیا، پس اس انکار وانحراف کا جو انجام ہونے والا ہے اس کو وہ عنقریب دیکھ لیں گے، ارشاد فرماتے ہیں:—— پس انھوں نے اس (نصیحت نامہ) کا انکار کر دیا، سو عنقریب وہ (اس کا انجام) جان لیں گے! (ابھی باتیں باقی ہیں)

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَإِنَّ جُنْدَنَا

لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّ اَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّ اَبْصِرْ فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۲﴾

ع ۵ ۴۴ ۹

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	وَّ اَبْصِرْهُمْ	اور دیکھیں ان کو	وَّ اَبْصِرْ	اور دیکھیں
سَبَقَتْ	آگے بڑھ چکی	فَسَوْفَ	پس عنقریب	فَسَوْفَ	پس عنقریب
كَلِمَتُنَا	ہماری بات	یُبْصِرُوْنَ	وہ دیکھ لیں گے	یُبْصِرُوْنَ	دیکھ لیں گے وہ
لِعِبَادِنَا	ہمارے بندوں کے لئے	اَفَبِعَذَابِنَا	کیا پس ہمارے عذاب	سُبْحٰنَ	پاک ہے
الْمُرْسَلِیْنَ	بھیجے ہوئے		کے بارے میں	رَبِّكَ	آپ کا پروردگار
اِنَّهُمْ	بے شک وہ	یَسْتَعْجِلُوْنَ	جلدی مچاتے ہیں وہ	رَبِّ الْعِزَّةِ	مالک عزت کا
لَهُمُ	البتہ وہ	فَاِذَا نَزَلَ	پس جب اترے گا وہ	عَمَّا	ان باتوں سے جو
الْمَنْصُوْرُوْنَ	مدد کئے ہوئے ہیں	بِسَاحَتِهِمْ	ان کے میدان میں	یَصِفُوْنَ	بیان کرتے ہیں وہ
وَاِنَّ جُنْدَنَا	اور بے شک ہمارا لشکر	فَسَآءَ	تو بری ہوگی	وَ سَلٰمٌ	اور سلامتی
لَهُمُ	البتہ وہ	صَبَاحُ	صبح	عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ	رسولوں پر
الْغٰلِبُوْنَ	غالب ہونے والا ہے	الْمُنْذَرِیْنَ	ڈرائے ہوؤں کی	وَالْحَمْدُ	اور تمام تعریفیں
فَتَوَلَّ	پس روگردانی کریں آپ	وَتَوَلَّ	اور روگردانی کریں آپ	لِلّٰهِ	اللہ کے لئے ہیں
عَنْهُمْ	ان سے	عَنْهُمْ	ان سے	رَبِّ	جو پروردگار ہیں
حَتّٰى حِیْنٍ	ایک وقت تک	حَتّٰى حِیْنٍ	ایک وقت تک	الْعٰلَمِیْنَ	جہانوں کے

۱۲- رسول کی نصرت اور مؤمنین کا غلبہ طے شدہ امر ہے، مگر تھوڑا وقت درکار ہے

رسول اور دلیلِ رسول (قرآن) کا جن لوگوں نے انکار کیا، ان سے کہا گیا تھا کہ تم انکار و تکذیب کا انجام جلد دیکھ لوگے، اب فرماتے ہیں: —— اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ پہلے سے مقرر ہو چکی ہے ہماری بات ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لئے: بیشک وہی مدد کئے ہوئے ہیں، اور بے شک ہمارا لشکر (مؤمنین) ہی غالب ہوگا، پس آپ ان سے رخ پھیر لیں

تھوڑے دنوں تک، اور آپ ان کو دیکھیں —— کہ وہ کیا حرکت کرتے ہیں؟ —— پس وہ (نصرت وغلبہ) جلد ہی دیکھ لیں گے! —— ہجرت پر آٹھ سال گذرے کہ اللہ کی مدد آئی، مکہ مکرمہ فتح ہوا اور مسلمانوں کا ہاتھ اونچا ہوا۔

۱۳- جس عذاب کا تقاضا کر رہے ہو وہ آیا ہی چاہتا ہے

مشرکین تقاضا کرتے تھے کہ ہمیں ہمارا انجام دکھلا دو، ان سے کہا جا رہا ہے: —— کیا پس وہ ہمارے عذاب کا تقاضا کر رہے ہیں؟ پس جب وہ ان کے آنگن میں اترے گا تو ڈرائے ہوؤں کی صبح بری ہوگی، اور آپ چہرہ پھیر لیجئے ان سے تھوڑے وقت تک، اور دیکھئے —— یعنی انتظار کیجئے —— پس جلد وہ دیکھ لیں گے —— منکرین کو دو عذاب پہنچتے ہیں: دنیوی اور اخروی، دونوں جلد پہنچیں گے۔ اول: صبح کے وقت ان کے آنگن میں اترے گا، فتح مکہ کے دن نبی ﷺ صبح کے وقت شہر میں داخل ہوئے تو سب لوگ چہ می کنم؟ (کیا کروں؟) میں پڑ گئے، اور دوم: کے لئے ذرا انتظار کرنا پڑے گا، اس سے موت کے بعد سابقہ پڑے گا —— پہلی آیت میں دنیوی عذاب کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں آخرت کے عذاب کی طرف اشارہ ہے۔

۱۴- توحید ہی توحید!

۱- آپ کا پروردگار پاک ہے، جو عزت کا مالک ہے، ان باتوں سے جو وہ (مشرکین) بیان کرتے ہیں —— یہ ردّ اشراک کا مضمون ہے، اور اس کو مقدم اس لئے کیا ہے کہ دفع مضرت جلبِ منفعت سے مقدم ہے۔

۲- اور پیغمبروں پر سلام ہے! —— اس کا بھی رد اشراک سے تعلق ہے، رسولوں کے لئے منزلِ سلام ہے، ان کے لئے دنیاؤ آخرت میں سلامتی ہے، الوہیت (خدائی) میں ان کا کوئی حصہ نہیں، تا بہ ملائکہ چہ رسد!

۳- اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کے پالنہار ہیں —— یہ توحید کا بیان ہے، مقامِ حمد صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، کیونکہ سب تعریفیں انہی کے لئے ہیں، اور معبود ہونا سب سے بڑا کمال ہے، جو ان کے ساتھ خاص ہے —— اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ سارے جہانوں کے پالنہار ہیں، پس انسانوں کے پروردگار بھی وہی ہیں، جس کا شکر انسانوں پر واجب ہے، اور شکر یہی ہے کہ انہی کو معبود مانا جائے اور انہی کی عبادت کی جائے —— پس الحمد للہ میں توحید الوہیت کا بیان ہے، اور رب العالمین میں توحید ربوبیت کا، اور ثانی: اول کے لئے دلیل ہے۔

فالحمدللہ! لا إلٰہ إلا اللہ، وحدہ لاشریك له، له الملك وله الحمد وهو علی کل شیئ قدیر.

(۱۶/ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ = یکم اکتوبر ۲۰۱۵ء کو اس سورت کی تفسیر پوری ہوئی)

آیاتہا ۸۸ (۳۸) سُورَۃُ صٓ مَکِّیَّۃٌ (۳۸) رکوعاتہا ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ۝۱ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝۲ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝۳ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۴ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝۵ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓي اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۝۶ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝۷ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝۸ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝۹ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۝۱۰ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝۱۱ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝۱۲ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْــــَٔيْكَةِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الْاَحْزَابُ ۝۱۳ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝۱۴ ع

صٓ	صاد	فِيْ عِزَّةٍ (۱)	بڑائی کے غرور میں	فَنَادَوْا	پس پکارا انھوں نے
وَالْقُرْاٰنِ	قسم ہے قرآن	وَّشِقَاقٍ	اور اختلاف میں ہیں	وَّلَاتَ (۲)	اور نہیں تھا
ذِي الذِّكْرِ	نصیحت والے کی	كَمْ اَهْلَكْنَا	کتنے ہی ہلاک کیے ہم نے	حِيْنَ	وقت
بَلِ الَّذِيْنَ	بلکہ جنھوں نے	مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے	مَنَاصٍ (۳)	خلاصی کا
كَفَرُوْا	انکار کیا	مِّنْ قَرْنٍ	قرن (صدی)	وَعَجِبُوْٓا	اور تعجب کیا انھوں نے

(۱) عِزَّۃ: عَزَّ یَعِزُّ کا مصدر ہے: وہ حالت جو مغلوب ہونے سے بچائے، اور بطور استعارہ اس کا استعمال حمیتِ بے جا اور مذموم خودداری کے لئے ہوتا ہے، یہاں یہی معنی مراد ہیں (۲) لات: لا پر تاء زیادہ کی تو نفی اوقات کے ساتھ خاص ہو گیا (زمخشری) (۳) المَنَاص: پناہ گاہ، جائے فرار، نَاصَ (ن) نَوْصًا: بھاگنا: (مصدر میمی یا ظرف)

عربی	ترجمہ	عربی	ترجمہ	عربی	ترجمہ
اَنْ جَآءَهُمْ	اس وجہ سے کہ آیا	عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ	اپنے معبودوں پر	خَزَآئِنُ	خزانے ہیں
	ان کے پاس	اِنَّ هٰذَا	بے شک یہ	رَحْمَةِ	رحمت کے
مُّنْذِرٌ	ایک ڈرانے والا	لَشَیْءٌ	البتہ چیز ہے	رَبِّكَ	تیرے رب کی
مِّنْهُمْ	ان میں سے	يُّرَادُ (۲)	مراد لی ہوئی (مطلب کی)	الْعَزِيْزِ	زبردست
وَقَالَ	اور کہا	مَا سَمِعْنَا	نہیں سنی ہم نے	الْوَهَّابِ	فیاض (بڑا بخشنے والا)
الْكٰفِرُوْنَ	منکروں نے	بِهٰذَا	یہ بات	اَمْ لَهُمْ	یا ان کے لئے
هٰذَا	یہ	فِی الْمِلَّةِ	دین میں	مُّلْكُ	حکومت ہے
سٰحِرٌ	جادوگر ہے	الْاٰخِرَةِ	پچھلے	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کی
كَذَّابٌ	بڑا جھوٹا	اِنْ هٰذَآ	نہیں ہے یہ	وَالْاَرْضِ	اور زمین کی
اَجَعَلَ	کیا بنایا اس نے	اِلَّا اخْتِلَاقٌ	مگر من گھڑت	وَمَا بَيْنَهُمَا	اور ان چیزوں کی جو
الْاٰلِهَةَ	سب معبودوں کو	ءَاُنْزِلَ	کیا اتاری گئی		ان کے درمیان ہیں
اِلٰهًا	معبود	عَلَيْهِ	اس (محمدؐ) پر	فَلْيَرْتَقُوْا	پس چاہیئے کہ چڑھیں
وَّاحِدًا	ایک	الذِّكْرُ	نصیحت (قرآن)	فِی الْاَسْبَابِ (۳)	ذرائع میں
اِنَّ هٰذَا	بے شک یہ	مِنْۢ بَيْنِنَا	ہمارے درمیان سے	جُنْدٌ مَّا (۴)	ایک لشکر ہے
لَشَیْءٌ	یقیناً ایک چیز ہے	بَلْ هُمْ	بلکہ وہ	هُنَالِكَ	وہاں
عُجَابٌ (۱)	تعجب خیز	فِیْ شَكٍّ	بڑے شک میں ہیں	مَهْزُوْمٌ	شکست کھایا ہوا
وَانْطَلَقَ	اور چل دیئے	مِّنْ ذِكْرِیْ	میری نصیحت سے	مِّنَ الْاَحْزَابِ	جتھوں میں سے
الْمَلَاُ	سردار	بَلْ لَّمَّا	بلکہ اب تک نہیں	كَذَّبَتْ	جھٹلایا
مِنْهُمْ	ان میں سے	يَذُوْقُوْا	چکھا انھوں نے	قَبْلَهُمْ	ان سے پہلے
اَنِ امْشُوْا	(یہ کہتے ہوئے) کہ چلو	عَذَابِ	عذاب	قَوْمُ نُوْحٍ	قوم نوح نے
وَاصْبِرُوْا	اور قائم رہو	اَمْ عِنْدَهُمْ	کیا ان کے پاس	وَّعَادٌ	اور عاد نے

(۱) عجاب: عَجَب سے مبالغہ کا صیغہ: ایسی چیز جو باور نہ ہو (۲) جملہ یُراد (فعل مجہول) شیئ کی صفت ہے یعنی کوئی مطلب کی بات ہے (۳) سبب: کسی چیز تک پہنچنے کا ذریعہ، خواہ رسّی ہو یا سیڑھی۔ (۴) ما: زائدہ، جیسے أکلت شیئا ما.

وَفِرْعَوْنُ	اور فرعون	لُوْطٍ	لوط نے	اِنْ كُلٌّ	نہیں ہیں سب
ذُو الْاَوْتَادِ[1]	میخوں والے/کھونٹوں	وَّاَصْحٰبُ	اور ایکہ والوں نے	اِلَّا كَذَّبَ	مگر جھٹلایا انھوں نے
	والے نے	لْـَٔيْكَةِ		الرُّسُلَ	رسولوں کو
وَثَمُوْدُ	اور ثمود نے	اُولٰٓئِكَ	یہی	فَحَقَّ	پس ثابت ہوگیا
وَقَوْمُ	اور قوم	الْاَحْزَابُ	جتھے ہیں	عِقَابِ	میرا عذاب

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

یہ سورت مکی ہے، اس کا نمبر شمار بھی ۳۸ ہے اور نزول کا نمبر بھی ۳۸ ہے۔ یعنی یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے، یہ سخت کش مکش کا دور تھا، نبی ﷺ کی مخالفت زوروں پر تھی، اسی زمانہ میں رؤسائے مکہ نبی ﷺ کے سرپرست چچا ابو طالب کے پاس حاضر ہوئے، اور شکایت کی کہ آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو کنڈم کرتا ہے، اس کو سمجھاؤ، وہ اس سے باز آئے، ابو طالب نے آپؐ کو بلایا اور کہا: یہ مکہ کے رؤساء ہیں، تمہاری شکایت لے کر آئے ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تم بتوں کی برائی نہ کرو، اور جو چاہو یہ ماننے کے لئے تیار ہیں۔ نبی ﷺ نے جواب دیا: چچا جان! میں ایک بات چاہتا ہوں، اگر یہ حضرات اس کو مان لیں تو سارا عرب ان کا تابع ہوجائے، اور عجم باج گذار! سرداروں نے کہا: بتاؤ، وہ کیا ہے؟ ہم ایک نہیں دس باتیں ماننے کے لئے تیار ہیں، آپؐ نے فرمایا: لا إلٰه إلا الله: ایک اللہ کو معبود مان لو، باقی معبودوں سے دست بردار ہوجاؤ، یہ سن کر رؤسائے مکہ یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ لو جی: بس ایک خدا! بھلا وہ اکیلا کائنات کو کیسے سنبھال سکتا ہے؟ یہ عجیب بات ہے، کیسے باور کرلیں! —— ان حالات میں یہ سورت نازل ہوئی ہے، اور اس کا موضوع رسالت ہے، پوری سورت اسی کے گرد گھومتی ہے، گذشتہ سورت توحید کے بیان پر ختم ہوئی ہے، اور توحید کے بعد رسالت ہی کا نمبر ہے، یہ اس سورت کی گذشتہ سورت سے مناسبت ہوئی۔

حروفِ ہجا کی معنویت

یہ سورت حروفِ ہجا میں صاد سے شروع ہوئی ہے، یہ چودھواں حرف ہے، اتنی بات سب جانتے ہیں، مگر یہاں مراد کیا ہے؟ یہ بات اللہ پاک جانتے ہیں —— اور جگہ جگہ جو حروفِ مقطعات (حروفِ ہجا) آئے ہیں، ان کی ایک حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ تنبیہ ہیں کہ ہر بات کی حقیقت نہیں جانی جاسکتی، جیسے ذاتِ باری، صفاتِ باری، ملائکہ، جنت وجہنم اور ان کی نعمتوں اور نقمتوں کی پوری حقیقت نہیں جانی سکتی، ایک حد تک ہی ان کو جانا جاسکتا ہے، اسی طرح ہم جانتے ہیں

(۱) وَتَد: کھونٹی یا میخ۔

کہ عربی میں حروفِ ہجا اٹھائیس ہیں، اوران سے معنی دار کلمات بنتے ہیں، یہ معنی حروفِ ہجا سے آتے ہیں، محققین کے نزدیک حروفِ مفردہ کے بھی معانی ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے الفوز الکبیر کی پانچویں فصل میں اورالخیر الکثیر میں حروفِ مقطعات کے معانی بیان کئے ہیں، مگر پلّے کچھ نہیں پڑتا، جیسے شاہ صاحب نے حجۃ اللہ میں روح کی حقیقت بیان کی ہے، مگر جان کر بھی نہیں جانا جاتا! ـــــ اور یہ بات مسلّم ہے کہ عربی میں حروفِ ہجاء کے معانی ہیں، جیسے واو، باء اور فاء کے معانی ہیں، اسی طرح سبھی حروفِ ہجا کے معانی ہیں، مگر لوگ ان کے ادراک سے قاصر ہیں، پس حروفِ مقطعات لاکر یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ قرآن پڑھتے ہوئے ہر بات کی پوری حقیقت جاننے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے، جو چیز جس حد تک جانی جاسکتی ہے اس کو اسی حد تک جاننا چاہئے:

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ❁ کہ جاہا سِپر باید انداختن

(ہر جگہ سواری نہیں دوڑائی جاسکتی ❁ بہت سی جگہوں میں ڈھال ڈالنی پڑتی ہے)

مقسم بہ اور مقسم علیہ

سورت کے شروع میں نصیحت بھرے قرآنِ کریم کی قسم کھائی ہے، یہ مقسم بہ ہے، اور مقسم علیہ محذوف ہے، اور وہ ہے: إنك لرسول الله حقا: آپؐ بے شک اللہ کے سچے رسول ہیں، اور حذف کا قرینہ اگلی آیت ہے یعنی آپؐ کے برحق رسول ہونے کی دلیل قرآنِ کریم ہے، جو لوگوں کی خیر خواہی سے بھرا ہوا ہے، ایسا کلام کوئی انسان پیش نہیں کرسکتا، یہ اللہ کا کلام ہے، جو آپؐ پر نازل ہوا ہے، پس آپؐ برحق رسول ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ صاد! نصیحت سے پُر قرآن کی قسم! ـــــ کہ آپؐ برحق رسول ہیں!

سوال: مکہ کے سردار نبی ﷺ کی رسالت تسلیم نہیں کرتے تھے، پس کیا دلیلِ رسالت میں کچھ کمزوری تھی؟

جواب: ـــــ (نہیں) بلکہ جن لوگوں نے انکار کیا وہ بڑائی کے غرور اور مخالفت میں ہیں ـــــ یعنی قرآن کی تعلیم میں کچھ قصور نہیں، انکار وانحراف کا سبب یہ ہے کہ سردار شیخی، غرور اور نخوت کا شکار ہیں، اور معاندانہ جذبات میں گھرے ہوئے ہیں، ان کا خیال ہے کہ اگر ہم نے رسول کی بات مان لی تو ہماری چودھراہٹ گئی، ہمیں کون پوچھے گا؟ اس خیال سے وہ مخالفت پر تُلے ہوئے ہیں۔

مگر اس مخالفت کا بھی وہی انجام ہوگا جو پہلے بہت سی جماعتوں کا ہو چکا ہے: ـــــ اُن سے پہلے ہم کتنی ہی امتوں کو ہلاک کرچکے ہیں، پس انھوں نے (ہمیں) پکارا ـــــ یعنی مدد طلب کی ـــــ ہر مشرک آڑے وقت میں مدد کے لئے اللہ ہی کو پکارتا ہے، دریا ہو یا خشکی، جنگل ہو یا بستی جب آدمی کسی آفت میں گھرتا ہے تو صرف اللہ ہی کو مدد کے لئے پکارتا

ہے، ان اقوام نے بھی جب عذاب دیکھا تو اللہ کو پکارا ـــــ اور خلاصی کا وقت نہیں رہا تھا ـــــ اللہ تعالیٰ نزع سے پہلے توبہ قبول کرتے ہیں، اسی طرح جب عذاب سرپے آجائے تو ٹلتا نہیں، کیونکہ ایمان بالغیب مطلوب ہے، اب مشاہدہ والا ایمان ہوگا، اس کا کیا اعتبار۔

فرشتہ رسول کیوں نہیں آیا؟ انسان رسول کیوں آیا ہے!

اوران لوگوں کو اس پر تعجب ہے کہ ان کے پاس ان میں سے ایک ڈرانے والا آیا! ـــــ یعنی اللہ کے یہاں کرّ وبیوں (مقرب فرشتوں) کی کمی نہیں، اللہ تعالیٰ کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے، ہمیں جیسا انسان رسول بن کر کیوں آیا؟ ـــــ اس کا جواب سورۃ بنی اسرائیل (آیت ۹۴) میں ہے کہ اگر یہ زمین آدمیوں کے بجائے فرشتوں کی بستی ہوتی تو بیشک موزون تھا کہ ہم فرشتہ کو رسول بنا کر اتارتے، مگر جب یہاں فرشتوں کی بود و باش نہیں، بلکہ یہ زمین انسانوں کا مستقر ہے تو کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجنے کا آخر فائدہ کیا ہوگا؟ لوگ فرشتے سے استفادہ کیسے کریں گے؟ اور فرشتہ لوگوں کی دینی ضروریات کیسے پوری کرے گا؟ یہ کام تو انسان ہی کے ذریعہ انجام پاسکتا ہے اس لئے انسانوں کے لئے انسان ہی کا رسول ہونا نہ صرف یہ کہ موزوں ہے بلکہ ضروری ہے۔

سب خداؤں کا ایک خدا! عجیب بات!

اور منکروں نے کہا: یہ جادوگر مہا جھوٹا ہے! کیا اس نے سب معبودوں کو ایک معبود کر دیا؟ بے شک یہ تعجب خیز بات ہے ـــــ یعنی اتنے بڑے جہاں کا انتظام ایک خدا کیسے کرسکتا ہے؟ پس لا إلٰه إلا الله کا نعرہ مہا جھوٹ ہے، رسول اسے جادو کے زور سے لوگوں سے منواتا ہے ـــــ اس کا جواب سورۃ الحج کی (آیت ۷۴) میں ہے: ﴿مَا قَدَرُوْا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ، إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ﴾: ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا مرتبہ جیسا پہچاننا چاہئے تھا نہیں پہچانا، یعنی ان کا تصور اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ ہے کہ وہ بھی ہمارے معبودوں کی طرح عاجز ہیں، ان کو بھی کار جہاں انجام دینے کے لئے مددگاروں کی ضرورت ہے، تنہا وہ سب کام انجام نہیں دے سکتے، وہ سن لیں: اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والے غالب ہیں، کائنات کا کوئی ذرہ ان کی قدرت سے باہر نہیں، اگر مشرکین اللہ کی اس شانِ رفیع کو پہچانتے تو وہ ہرگز یہ مہمل بات نہ کہتے۔

دعوئے رسالت کے پیچھے کوئی چھپی غرض ہے

اور ان کے سردار یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ چلو (اٹھو) اور اپنے معبودوں پر جمے رہو (ان کو مت چھوڑو) بے شک یہ تو کوئی مطلب کی بات ہے! ـــــ اس آیت کا شانِ نزول وہ واقعہ ہے جو سورت کی تمہید میں بیان کیا ہے، سرداروں نے

کہا: یہ صاحب تو لا إلٰه إلا الله کہلوا کر چھوڑیں گے، اور ہمارے معبودوں کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے، ضرور اس میں ان کی کوئی غرض ہے، وہ یہی ہے کہ اپنا کلمہ پڑھوا کر ہم سب کو اپنا محکوم و مطیع بنالیں، وہ حکومت و ریاست حاصل کرنا چاہتے ہیں، پس لازم ہے کہ اس مقصد میں ان کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے، اپنے معبودوں کی عبادت وحمایت پر جمے رہو، کہیں ان کے جادو سے کسی کا قدم ڈگمگا نہ جائے!

جواب: رسول کی دعوت کے پیچھے غرض ضرور ہے، وہ بے مقصد محنت نہیں کر رہے، مگر غرض وہ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو، بلکہ غرض وہ ہے جو قرآنِ کریم میں جگہ جگہ بیان کی گئی ہے، سورۃ السجدہ (آیت ۳) میں ہے: ﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيْرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾: تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ لوگ راہ پر آجائیں، اور اللہ تک پہنچیں اور جنت حاصل کریں، بس یہی غرض ہے۔

توحید کی بات ہم نے اپنے آخری دھرم میں نہیں سنی

ہم نے یہ (توحید کی) بات آخری مذہب میں نہیں سنی، یہ تو من گھڑت بات ہی ہے! —— ہر مذہب والے اپنے مذہب کو آخری مذہب کہتے ہیں، یہود، نصاری، ہندو، بدھسٹ، پارسی: سب اپنے مذہب کو آخری مذہب مانتے ہیں، یہی بات مشرکین عرب نے کہی ہے کہ ہمارے مذہب میں جو آخری مذہب ہے توحید کی بات نہیں، اور یہ رسول ہمارے دھرم کا ہے، پھر وہ توحید کی بات کہاں سے لایا؟

جواب: شرک کوئی مذہب نہیں، وہ خود ساختہ دھرم ہے، اور اہل کتاب (یہود و نصاری) کے یہاں توحید کا عقیدہ ہے، اگرچہ وہ بگڑ گیا ہے، تمام انبیاء نے توحید کی دعوت دی ہے، سورۃ الانبیاء کی (آیت ۲۵) ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾: اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا، اس کی طرف ہم نے یہ وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری عبادت کرو، یعنی توحید تمام انبیاء ورسل کا اجماعی عقیدہ ہے، کسی پیغمبر نے کبھی ایک حرف اس کے خلاف نہیں کہا، اور یہ آخری رسول ہیں، پس یہ بھی تو وہی بات کہیں گے، اس کے خلاف شرک کی بات کیسے کہیں گے؟ پس ان کی بات گھڑی ہوئی بات نہیں، بلکہ وہی دائمی برحق عقیدہ ہے۔

کیا یہی صاحب رسول بنانے کے لئے رہ گئے تھے؟ کیا اللہ کو کوئی بڑا رئیس مالدار نہیں ملا جس کو رسول بناتے؟

اس سوال کے جواب میں چار باتیں فرمائی ہیں:

اول: وہ لوگ یہ بات اس لئے کہتے ہیں کہ ان کو قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے میں شک ہے، اگر وہ قرآن کو اللہ کا کلام سمجھ کر پڑھتے یا سنتے تو وہ یہ بات نہ کہتے، قرآن میں جگہ جگہ اس کا جواب ہے، مثلاً سورۃ الانعام (آیت ۱۲۴) میں ہے: ﴿اللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾: اس موقع کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں جہاں وہ اپنا پیغام بھیجتے ہیں، کام کی ذمہ داری اسی کو سونپی جاتی ہے جس میں استعداد ہوتی ہے، اور کس میں رسالت کا فریضہ انجام دینے کی قابلیت ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، مشرکین کیا جانیں!

دوم: وہ لوگ یہ بات اس لئے کہتے ہیں کہ ابھی تک انھوں نے تکذیب رسول کی سزا نہیں چکھی، اس کی تفصیل اگلے دو عنوانوں کے تحت ہے۔

سوم: کیا زبردست فیاض اللہ کی رحمت کے خزانے لوگوں کے ہاتھ میں ہیں کہ وہ جس کو چاہیں نبوت سے سرفراز کریں؟

چہارم: کیا وہ کائنات کے مالک ہیں کہ ان سے پوچھے بغیر کسی کو نبی نہ بنایا جاسکے؟

ظاہر ہے یہ آخری دونوں باتیں متحقق نہیں، پس اللہ تعالیٰ جو کائنات کے مالک ومختار ہیں، اپنی کائنات میں جو چاہیں تصرف کرسکتے ہیں، جس کو چاہیں رسالت سے نوازیں، تم دخل در معقولات کرنے والے کون ہوتے ہو؟

آیاتِ پاک: —— کیا ہمارے درمیان سے اسی پر نصیحت اتاری گئی ہے؟ —— یعنی یہی صاحب منصبِ نبوت کے لئے رہ گئے تھے؟ کیا کوئی بڑا رئیس مالدار نبی بنانے کے لئے نہیں ملا؟ —— (۱) بلکہ وہ میری نصیحت (قرآن) کے تعلق سے شک میں ہیں —— (۲) بلکہ انھوں نے اب تک عذاب نہیں چکھا —— (۳) یا ان کے پاس تیرے زبردست فیاض پروردگار کی رحمت کے خزانے ہیں؟ —— (۴) یا ان کے لئے آسمانوں، زمین اور دونوں کے درمیان کی چیزوں کی حکومت ہے؟

رسولوں کی تکذیب کی پاداش میں بڑی بڑی قومیں تباہ ہوچکی ہیں، مکہ والوں کی ان کے سامنے کیا حیثیت ہے؟

یہ دوسری بات کی تفصیل ہے، ارشاد فرماتے ہیں: —— پس چاہئے کہ وہ اپنے ذرائع سے (آسمان میں) چڑھیں، وہاں ایک لشکر ہے جتھوں میں سے شکست کھایا ہوا —— انبیاء کا مقابلہ کرکے ہارا ہوا —— اِن (مکہ والوں) سے پہلے جھٹلایا قوم نوح نے، عاد نے، میخوں والوں/کھونٹے گاڑنے والے فرعون نے، ثمود نے، قوم لوط نے اور ایکہ والوں نے، یہی جتھے ہیں، ان سب نے رسولوں کی تکذیب کی، پس میرا عذاب ثابت ہوگیا!

تفسیر: اپنے ذرائع سے: یعنی تمام اسباب ووسائل کو کام میں لاکر، رسیاں تان کر آسمان میں چڑھیں...... وہاں: یعنی آسمان میں یعنی عالم برزخ میں...... ایک لشکر ہے: جو رسولوں سے برسرِ پیکار رہا تھا...... میخوں والے: فرعون لوگوں کو چومیخا کر کے مارتا تھا اس لئے اس کا یہ نام پڑ گیا تھا...... کھونٹے گاڑنے والا: یعنی بہت زور وقوت والا، لاؤ لشکر والا، جس نے دنیا میں اپنی سلطنت کے کھونٹے گاڑ دیئے تھے، فرعونوں کی مصر میں کئی پشتوں تک حکومت رہی ہے، منجد میں ان کا چارٹ ہے۔

وَمَا يَنْظُرُ هٰۤؤُلَاۤءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾

وَمَا	اور نہیں	عَجِّلْ	جلدی دے	دَاوٗدَ	داؤد کو
يَنْظُرُ	راہ دیکھتے	لَّنَا	ہمیں	ذَا الْاَيْدِ (۳)	طاقت والا
هٰۤؤُلَاۤءِ	یہ لوگ	قِطَّنَا (۲)	ہمارا حصہ	اِنَّهٗۤ	بے شک وہ
اِلَّا	مگر	قَبْلَ	پہلے	اَوَّابٌ	بہت رجوع ہونے والا ہے
صَيْحَةً	چنگھاڑ کی	يَوْمِ الْحِسَابِ	حساب کے دن کے	اِنَّا	بے شک ہم نے
وَّاحِدَةً	ایک	اِصْبِرْ	صبر کر	سَخَّرْنَا	کام میں لگایا
مَّا لَهَا	نہیں اس (چنگھاڑ) کیلئے	عَلٰى مَا	اس پر جو	الْجِبَالَ	پہاڑوں کو
مِنْ فَوَاقٍ (۱)	تھوڑی بھی دیر	يَقُوْلُوْنَ	کہتے ہیں وہ	مَعَهٗ (۴)	اس کے ساتھ
وَ قَالُوْا	اور کہا انھوں نے	وَاذْكُرْ	اور یاد کر	يُسَبِّحْنَ	تسبیح پڑھتے ہیں
رَبَّنَا	اے ہمارے ربّ!	عَبْدَنَا	ہمارے بندے	بِالْعَشِيِّ	شام میں

(۱) فَواق: اونٹنی کو دو دفعہ دوہنے کے درمیان کا وقفہ، بہت تھوڑی دیر (۲) قطّ: حصہ، جمع قِطَط (۳) أیْد: قوت، آد یَئِید کا مصدر: قوی ہونا اور تحفۃ القاری (۷:۳۳۳) میں جو لکھا ہے کہ أَیْد: یَدٌ کی جمع ہے: ہاتھ، اصل میں أیدی تھا، تنوین کے باعث یاء گر گئی —— یہ تسامح ہے، یہاں تنوین نہیں، الأید: معرف باللام ہے۔ (۴) معه: یسبحن سے متعلق ہے۔

وَالْاِشْرَاقِ(۱)	اور دن چڑھے	مَحْشُوْرَةً(۳)	جمع کئے ہوئے	لَهٗٓ(۴)	اللہ کے لئے
وَالطَّيْرَ(۲)	اور پرندوں کو	كُلٌّ	سب	اَوَّابٌ	بہت رجوع ہونے والے ہیں

مشرکینِ مکہ کو تکذیبِ رسول کی سزا قیامت کے دن ملے گی، اور قیامت کے آنے میں دیر ہی کیا ہے؟

یہ بھی مشرکین نے عذاب کا مزہ نہیں چکھا کی تفصیل ہے، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور یہ لوگ بس ایک زور کی چیخ کے منتظر ہیں، اس میں تھوڑی دیر بھی نہیں —— یعنی یہ لوگ صور کی آواز کے منتظر ہیں، ان کو ان کی تکذیب کی سزا اسی وقت ملے گی، اور صور پھونکے جانے میں دیر ہی کیا ہے، اونٹنی کو دو دفعہ دوہنے کے درمیان کے وقفہ کے برابر بھی دیر نہیں! مگر وہ جلدی مچاتے ہیں، ابھی عذاب چاہتے ہیں —— اور انھوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہمارا حصہ روزِ حساب سے پہلے دیدے! —— مگر یہ بات حکمت کے خلاف ہے، اس لئے ابھی عذاب نہیں آرہا۔

رسول اللہ ﷺ کو ہدایت کہ مکذبین کی باتیں سہیں، اور گذشتہ رسولوں کو یاد کریں

(حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ، وہ اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے بندے تھے، اور اسکی ایک مثال)

سورۃ ہود (آیت ۱۲۰) میں ہے کہ رسولوں کے واقعات میں دعوت کا کام کرنے والوں کے لئے دل جمعی کا سامان ہے، ان کے واقعات سے داعی کے دل کو تقویت ملتی ہے، سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے کہ اُن کو دعوت کی راہ میں کیا کیا مشکلات پیش آئیں، مگر انھوں نے صبر وتحمل سے کام لیا، جی نہیں چھوڑا، چنانچہ نبی ﷺ کو ہدایت دیتے ہیں: —— آپؐ ان لوگوں (تکذیب کرنے والوں) کی باتوں پر صبر کریں، اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو قوت والے تھے، بے شک وہ اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے تھے —— حضرت داؤد علیہ السلام عبادت میں بڑی قوت وہمت کا ثبوت دیتے تھے، نماز کا یہ معمول تھا کہ آدھی رات سوتے تھے، پھر ایک تہائی رات عبادت کرتے تھے، پھر رات کے آخری حصہ میں سوجاتے تھے، اور نفل روزوں کا یہ معمول تھا کہ ایک دن روزہ رکھتے تھے، اور ایک دن افطار کرتے تھے، اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو جم کر لڑتے تھے، پیٹھ نہیں پھیرتے تھے، قوت والے کا یہی مطلب ہے، جسمانی یا حکومت کی طاقت مراد نہیں، اسی لئے اس کے بعد ﴿اِنَّهٗ اَوَّابٌ﴾ ہے یعنی وہ اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے —— عبادت کے اس طریقہ کو نبی ﷺ نے پسند کیا ہے، اس میں مشقت زیادہ ہے، رات بھر جگنے سے آنکھیں دھنس جاتی ہیں، اور مسلسل

(۱) إشراق: سورج کا چمکنا یعنی دن چڑھے (۲) الطیر: کالجبال پر عطف ہے (۳) محشورۃ: الطیر کا حال ہے (۴) لہ: کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے، اس کے لئے مرجع مذکور ہونا ضروری نہیں۔

روزے رکھنے سے آدمی عادی ہوجاتا ہے، دوسرے: اس طریقہ سے عبادت کرنے والا اپنے نفس، اہل وعیال اور متعلقین کے حقوق پوری طرح ادا کرسکتا ہے۔

بہت رجوع ہونے کی ایک مثال: —— بے شک ہم نے پہاڑوں کو مسخر کیا، وہ ان کے ساتھ شام میں اور دن چڑھے تسبیح کرتے تھے، اور پرندوں کو بھی جو جمع ہوجاتے تھے، سب اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے تھے! —— صبح وشام کا پابندی سے ورد بڑا اولوالعزمی کا کام ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ معمول تھا، اور آپ ورد ایسے نشاط اور تازگی کے ساتھ کرتے تھے کہ پہاڑ بھی وجد میں آجاتے تھے، اور تسبیح میں ہم نوائی کرتے تھے، اور پرندے بھی جمع ہوجاتے تھے اور وہ بھی ذکر کرتے تھے۔ یہ داؤد علیہ السلام پر اللہ کا خاص انعام تھا، سورۃ الانبیاء اور سورۃ سبا میں اس نعمت کا ذکر آیا ہے۔

عَشِیّ کے معنی ہیں: ظہر کے بعد سے اگلے دن صبح تک کا وقت، اور إشراق کے معنی ہیں: صبح کا وہ وقت جب دھوپ زمین پر پھیل جاتی ہے، اسی وقت چاشت کی نماز محسنین (نیکوکاروں) کے لئے مشروع کی گئی ہے، احادیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے —— اور بہت رجوع کرنے کی دوسری مثال اگلی آیات میں ہے۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ	اور مضبوط کیا ہم نے ان کا ملک	وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ	اور دی ہم نے ان کو دانشمندی	وَفَصْلَ الْخِطَابِ (۱)	اور فیصلہ کن تقریر

(۱) **فصل الخطاب** (مرکب اضافی) دراصل مرکب توصیفی ہے **خطاب فصل**: ایسی واضح تقریر جو معاملہ کا دوٹوک فیصلہ کردے، اور اس کی مثال وہ تقریر ہے جو آگے اہل معاملہ کے جھگڑے میں آپ نے کی ہے۔

وَهَلْ	اور کیا	بَيْنَنَا	ہمارے درمیان	فِي الْخِطَابِ	بات چیت میں
اَتٰىكَ	پہنچی تجھے	بِالْحَقِّ	برحق	قَالَ	کہا داؤدؑ نے
نَبَؤُا	خبر	وَلَا تُشْطِطْ (۳)	اور زیادہ سخت فیصلہ نہ کریں	لَقَدْ	بخدا واقعہ یہ ہے
الْخَصْمِ (۱)	اہل معاملہ کی؟	وَاهْدِنَآ	اور راہ نمائی کریں ہماری	ظَلَمَكَ	ظلم کیا اس نے تجھ پر
اِذْ	جب	اِلٰى سَوَآءِ	طرف سیدھے	بِسُؤَالِ	مانگ کر
تَسَوَّرُوا (۲)	چڑھے وہ	الصِّرَاطِ	راستہ کے	نَعْجَتِكَ	تیری دنبی کو
الْمِحْرَابَ	عبادت کے کمرے پر	اِنَّ هٰذَآ	بے شک یہ	اِلٰى نِعَاجِهٖ	اپنی دنبیوں میں ملانے کیلئے
اِذْ دَخَلُوْا	جب داخل ہوئے وہ	اَخِيْ	میرا بھائی ہے	وَاِنَّ	اور بے شک
عَلٰى دَاوٗدَ	داؤد پر	لَهٗ	اس کے لئے	كَثِيْرًا	بہت سے
فَفَزِعَ	تو گھبرا گیا	تِسْعٌ	نو	مِّنَ الْخُلَطَآءِ	شریکوں میں سے
مِنْهُمْ	ان کی وجہ سے	وَّتِسْعُوْنَ	اور نوے	لَيَبْغِيْ	یقیناً زیادتی کرتے ہیں
قَالُوْا	کہا انھوں نے	نَعْجَةً	دنبیاں ہیں	بَعْضُهُمْ	ان کے بعض
لَا تَخَفْ	نہ ڈریں آپ	وَّلِيَ	اور میرے لئے	عَلٰى بَعْضٍ	بعض پر
خَصْمٰنِ	(ہم) دو دعوے دار ہیں	نَعْجَةٌ	دنبی ہے	اِلَّا الَّذِيْنَ	مگر جو
بَغٰى	زیادتی کی	وَّاحِدَةٌ	ایک	اٰمَنُوْا	ایمان لائے
بَعْضُنَا	ہمارے ایک نے	فَقَالَ	پس کہا اس نے	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے
عَلٰى بَعْضٍ	دوسرے پر	اَكْفِلْنِيْهَا (۴)	ذمہ دار بنا مجھے اس کا	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام
فَاحْكُمْ	پس فیصلہ کریں آپ	وَعَزَّنِيْ (۵)	اور دباؤ ڈالا اس نے مجھ پر	وَقَلِيْلٌ مَّا (۶)	اور بہت ہی تھوڑے ہیں

(۱) **الخصم**: دعوی کرنے والے دو فریق (۲) **تَسَوَّر الحائطَ** وغیرہ: چڑھنا۔ (۳) **لا تُشْطِطْ**: فعل نہی، إشطاط: ظلم کرنا، حد سے بڑھنا، سخت فیصلہ کرنا، شَطَّ (ن) **شَطَطًا فی الأمر**: حد سے تجاوز کرنا (۴) **أَكْفِلْنِيْهَا**: امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، ن وقایہ، ی ضمیر واحد متکلم، ھا: ضمیر واحد مؤنث غائب: مفعول بہ إکفال: کفیل بنانا، ذمہ دار بنانا، مجرد کفل (ن) **کفلا الصغیر**: بچہ کی پرورش کرنا، اس کے اخراجات کا ذمہ دار بننا: ﴿وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا﴾: زکریا علیہ السلام مریم رضی اللہ عنہا کے سرپرست بنے، اپنے ساتھ ملا لیا، اپنی پرورش میں لے لیا (۵) **عَزَّنی**: اس نے مجھ پر دباؤ ڈالا، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، ن وقایہ، ی ضمیر واحد متکلم، عِزّ سے جس کے معنی ہیں: زبردستی کرنا، دباؤ ڈالنا، اسی سے عزیز (غالب) ہے۔ (۶) **قلیل ما**: ما زائدہ قلت کی تاکید کے لئے۔

هُمْ	وہ	رَبَّهٗ	اپنے پروردگار سے	ذٰلِكَ	وہ (کوتاہی)
وَظَنَّ	اور گمان کیا	وَخَرَّ	اور گر پڑا	وَاِنَّ لَهٗ	اور بیشک اس کے لئے
دَاوٗدُ	داوٗد نے	رَاكِعًا	جھکتا ہوا	عِنْدَنَا	ہمارے پاس
اَنَّمَا(۱)	کہ	وَّاَنَابَ	اور متوجہ ہوا	لَزُلْفٰى(۲)	یقیناً خاص درجہ ہے
فَتَنّٰهُ	آزمایا ہم نے اس کو	فَغَفَرْنَا	پس معاف کردی ہم نے	وَحُسْنَ	اور اچھا
فَاسْتَغْفَرَ	پس معافی مانگی اس نے	لَهٗ	اس کے لئے	مَاٰبٍ	ٹھکانہ

حضرت داوٗد علیہ السلام اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے بندے تھے: دوسری مثال

حضرت داوٗد علیہ السلام بڑی کرّ وفر والی حکومت کے فرمانبردار تھے، ایسے بادشاہ کو نفل عبادت کی کہاں فرصت؟ مگر حضرت داوٗد علیہ السلام اللہ کی طرف رجوع کرنے والے بندے تھے، وہ اپنے صبح وشام کے اوراد کے پابند تھے، اور اس طرح مگن ہوکر ذکر کرتے تھے کہ کائنات وجد میں آجاتی تھی، پہاڑ ہم نوائی کرتے تھے، پرندے جمع ہوجاتے تھے، اور داوٗد علیہ السلام کے ساتھ حمد کے گیت گاتے تھے۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ آپ نے گھر میں عبادت کا ایک معمول بنایا تھا، ہر وقت گھر کا کوئی فرد عبادت میں مشغول رہتا، سب باری باری عبادت کرتے، اور آپ بھی اپنی باری میں عبادت کرتے، بلکہ رات کی مشکل باری خود اپنے لئے لے رکھی تھی، غرض کسی لمحہ ان کے گھر میں عبادت موقوف نہیں ہوتی تھی، اور ایک بڑے بادشاہ کے لئے یہ کام کتنا مشکل ہے اس کا ہر کوئی اندازہ کرسکتا ہے، مگر چونکہ آپ اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے تھے اس لئے آپ نے یہ نظام بنا رکھا تھا۔

اور بڑے بادشاہ ادب آشنا بھی نہیں ہوتے، ادب کے لئے بہت کچھ پڑھنا پڑتا ہے، بادشاہوں کو اس کی کہاں فرصت! تاریخ میں چند ہی بادشاہ فصیح وبلیغ گذرے ہیں، جن کا ادب میں بڑا مقام تھا، جیسے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور حضرت اورنگ زیب عالم گیرؒ۔ یہ حضرات بڑے باکمال ادب آشنا تھے، حضرت داوٗد علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ کمال عنایت فرمایا تھا، وہ حکمت آشنا تھے اور فیصلہ کن تقریر فرماتے تھے، ان کی یہ علمی مشغولیت بھی عبادت کے لئے مانع نہیں بنتی تھی، کیونکہ آپ اللہ کی طرف بہت رجوع ہونے والے بندے (أوَّاب) تھے۔

اس سلسلہ میں ایک ابتلاء بھی پیش آیا

ایک مرتبہ احباب کی مجلس میں یہ تذکرہ چھڑا کہ کون کیا عبادت کرتا ہے؟ سب نے اپنے اپنے معمولات بیان کئے،

(۱) أنما: أنَّ: تفسیریہ، ما: کافہ (۲) زُلفی: مرتبہ، درجہ۔

اس مجلس میں حضرت داؤد علیہ السلام نے فخر یہ اپنا یہ معمول بیان کیا کہ میرے گھر میں ہر وقت کوئی نہ کوئی عبادت میں مشغول رہتا ہے، کوئی لحہ عبادت سے خالی نہیں گذرتا، یہ بڑا بول اللہ کو پسند نہیں آیا، جیسے موسیٰ علیہ السلام نے أنا أعلم کہا تھا تو پڑھنے کے لئے بھیج دیا تھا، داؤد علیہ السلام پر بھی وحی آئی کہ تمہارا یہ نظام ہماری توفیق سے ہے، ورنہ تمہارا نظام باقی نہیں رہ سکتا!

داؤد علیہ السلام کو جواب دینا چاہئے تھا کہ بے شک میرے پروردگار! یہ سب کچھ آپ کی توفیق سے ہے! مگر انھوں نے عرض کیا: الٰہی! جب میرا یہ نظام بگڑ جائے تو مجھے اطلاع ہوجائے! حضرت کے ذہن میں ہوگا کہ جو نظام خراب کرے گا اس کی خبر لے لوں گا! —— پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ جب آپ رات میں عبادت میں مشغول تھے، اور دوسرے سب لوگ خراٹے لے رہے تھے، اچانک دو فرشتے عبادت کے کمرے میں دیوار پھاند کر آئے، ان کو دروازے کی ضرورت نہیں تھی، حضرت داؤد علیہ السلام ان کے اس طرح آنے سے گھبرا گئے کہ کہیں چور ڈاکو یا قاتل تو نہیں ہیں! آنے والوں نے تسلی دی کہ ہم ایک نزاع لے کر آئے ہیں۔ آپ ہمارے قضیہ کا فیصلہ کریں، ہم دو بھائی ہیں، بھاگی داری میں کام کرتے تھے، اب شرکت ختم کررہے ہیں، اثاثہ بانٹا تو ننانوے دنبیاں بھائی کے حصہ میں گئیں اور ایک دنبی میرے حصہ میں آئی، بھائی کہتا ہے: تو ایک دنبی کیا کرے گا، کہاں چراتا پھرے گا؟ وہ بھی مجھے دیدے، تا کہ میرا سیکڑہ پورا ہوجائے، اور وہ زبردستی کرتا ہے آپ بتائیں! اس کا تقاضا بجا ہے یا بے جا؟ —— داؤد علیہ السلام نے فرمایا: اس کا مطالبہ بالکل بے جا ہے، یہ ایک طرح کا تجھ پر ظلم ہے، مگر دیگِ شراکت بجوش می آید: بھاگی داری کی ہانڈی ابلتی ہے، بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل جاتی ہے، زبردست زیردست کا مال دبالیتا ہے، صرف صالح ایماندار اس سے مستثنیٰ ہیں —— یہ فیصلہ سن کر وہ یکدم غائب ہوگئے، تب حضرت کو احساس ہوا کہ یہ تو میرا ہی عبادت کا وقت تھا، میں نے ہی نظام میں خلل ڈالا، چنانچہ آپ سجدہ ریز ہوگئے، اپنی کوتاہی کی معافی مانگی، اللہ کی بارگاہ محرومی کی بارگاہ نہیں، توبہ قبول ہوئی، اوران کا مقام ومرتبہ فزوں ہوگیا، اوران کی حسن انجامی میں اضافہ ہوگیا۔

آیاتِ پاک مع تفسیر: —— اور ہم نے ان کی سلطنت کو بڑی قوت دی —— یعنی وہ کرّ وفر والی حکومت کے مالک تھے —— اور ہم نے ان کو دانشمندی اور فیصلہ کُن تقریر عطا فرمائی —— یعنی بڑے مدبر ودانا تھے، ہر فیصلہ خوبی سے کرتے تھے اور بولتے تو نہایت فیصلہ کن تقریر کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو حکومت کے ساتھ یہ علمی کمال بھی عطا فرمایا تھا —— ان کو ایک ابتلاء پیش آیا، فرماتے ہیں: —— اور کیا تجھے اہل معاملہ کا قصہ پہنچا ہے؟ —— سوال تشویق کے لئے ہے، تا کہ قصہ غور سے سنیں —— (یاد کرو) جب وہ (فرشتے) عبادت خانہ پر چڑھے —— دروازہ بند تھا، اس لئے وہ عبادت خانہ کی

دیوار پر چڑھے ــــ (یاد کرو) جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرایا ــــ یہ فطری خوف تھا، جو نبوت کے منافی نہیں، جیسے موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی پہلی مرتبہ سانپ بنی تو وہ گھبرا گئے، یہ بھی فطری خوف تھا، اور إذ دخلوا اور تسوروا میں تکرار نہیں، بلکہ دو باتیں بیان کرنی ہیں: ایک: دیوار پھاندنا۔ دوسری: داؤد علیہ السلام کا گھبرانا، ایسی صورت میں قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ وہ تمہید مکرر لاتا ہے، یہاں الفاظ بدل کر تمہید لوٹائی ہے ــــ ان لوگوں نے کہا: آپ نہ ڈریں، ہم دو اہل معاملہ ہیں ــــ یعنی ہم چور ڈاکو نہیں، نہ بری نیت سے آئے ہیں، بلکہ ایک معاملہ لے کر آئے ہیں ــــ ایک نے دوسرے پر کچھ زیادتی کی ہے، پس آپ ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کریں، اور تجاوز نہ کریں، اور ہمیں سیدھی راہ دکھائیں ــــ بے شک یہ میرا بھائی ہے، اس کی ننانوے دنبیاں ہیں اور میری ایک دنبی ہے، پس وہ کہتا ہے: وہ بھی مجھے دیدے، اور گفتگو میں مجھے دباتا ہے ــــ داؤدؑ نے کہا: بخدا! بالیقین وہ ظلم کرتا ہے اپنی دنبیوں میں تیری دنبی ملانے کی درخواست کر کے ــــ اور اکثر شرکاء ضرور ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں، مگر جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے، اور ایسے لوگ بہت ہی تھوڑے ہیں! ــــ اور داؤدؑ نے گمان کیا کہ ہم نے اس کو آزمایا ــــ یعنی یہ فرضی مقدمہ آیا تھا ــــ پس اس نے اپنے رب سے معافی مانگی، اور وہ جھک پڑا، اور رجوع ہوا ــــ پس ہم نے اس کی وہ بات (کوتاہی) معاف کردی، اور بے شک اس کے لئے ہمارے پاس خاص رتبہ اور نیک انجامی ہے!

فائدہ: یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ نے کی ہے و کفی به قُدوۃً! مستدرک حاکم (۴۳۳:۲) میں سند صحیح سے روایت ہے:

''ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں از راہِ فخر عرض کیا: بارالٰہا! دن اور رات میں ایک ساعت بھی ایسی نہیں گذرتی کہ داؤد یا آلِ داؤد میں سے کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے بھی تیری تسبیح و تہلیل میں مشغول نہ رہتا ہو ــــ اللہ تعالیٰ کو اپنے مقرب پیغمبر داؤد علیہ السلام کا یہ فخریہ انداز پسند نہ آیا، وحی آئی، داؤد! یہ جو کچھ بھی ہے صرف ہماری اعانت اور ہمارے فضل و کرم کی وجہ سے ہے، ورنہ تجھ میں اور تیری اولاد میں یہ قدرت کہاں کہ وہ اس نظم پر قائم رہ سکیں! اور اب جبکہ تم نے یہ دعوی کیا ہے تو میں تم کو آزمائش میں ڈالوں گا، حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: خدایا! جب ایسا ہو تو پہلے سے مجھ کو اطلاع دیدی جائے ــــ لیکن آزمائش کے معاملہ میں حضرت داؤد کی استدعا قبول نہیں ہوئی، اور حضرت داؤد کو اس طرح فتنہ میں ڈال دیا گیا، جو قرآنِ عزیز میں مذکور ہے'' (ترجمہ از قصص القرآن ۲: ۸۸)

چند ضروری باتیں:

۱- ان آیات میں اور سورۃ آلِ عمران (آیت ۳۷) میں محراب کے معنی ہیں: عبادت کا کمرہ، اب جو مساجد میں محرابیں بنائی جاتی ہیں وہ مراد نہیں، عہد نبوی میں یہ محرابیں نہیں تھیں، یہ ایک صف کی جگہ بچانے کے لئے بنائی جاتی ہیں،

اورتاکہ امام درمیان صف میں کھڑا ہو۔

۲-خوف اور خشیت میں فرق ہے، موذی اشیاء کا ڈر خوف ہے، اور کسی بڑے کی عظمت کی وجہ سے ڈر خشیت ہے، ڈر غیر اللہ کا بھی ہوسکتا ہے، اور خشیت اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہونی چاہئے: ﴿لَا یَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰہ﴾

۳-سجدۂ تلاوت أناب پر کرنا چاہئے یا مآب پر؟ دونوں صحیح ہیں، مگر میری ناقص رائے میں أناب پر کرنا چاہئے، کیونکہ فغفرنا تو سجدہ کا نتیجہ ہے۔

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِکَ ظَنُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ کَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِہٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

ع ۱۲

یٰدَاوٗدُ	اے داؤد	بِالْحَقِّ	حق (دین) کے ذریعہ	یَضِلُّوْنَ (۴)	ہٹ جاتے ہیں
اِنَّا	بے شک ہم نے	وَلَا تَتَّبِعِ	اور مت پیروی کر	عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ	اللہ کے راستہ سے
جَعَلْنٰکَ	بنایا آپ کو	الْھَوٰی	خواہش کی	لَھُمْ	ان کے لئے
خَلِیْفَۃً (۱)	نائب	فَیُضِلَّکَ (۳)	پس گمراہ کردے تجھ کو	عَذَابٌ	سزا ہے
فِی الْاَرْضِ	زمین میں	عَنْ سَبِیْلِ	راستہ سے	شَدِیْدٌ	سخت
فَاحْکُمْ (۲)	پس فیصلہ کر	اللّٰہِ	اللہ کے	بِمَا نَسُوْا (۵)	بھولنے کی وجہ سے
بَیْنَ النَّاسِ	لوگوں کے درمیان	اِنَّ الَّذِیْنَ	بے شک جو لوگ	یَوْمَ الْحِسَابِ	حساب کے دن کو

(۱) خلیفة: جانشیں، قائم مقام، خَلَفَ (ن) فلانًا: کسی کے پیچھے ہونا، فعیل بمعنی مفعول ہے: پیچھے کیا ہوا یعنی نائب، تاء وصفی ہے، جیسے علامة میں، یہاں خلیفہ کے معنی وہی ہیں جو ﴿إِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْأَرْضِ خَلِیْفَةً﴾ میں ہیں (۲) حکم (ن) بالأمر: کسی بات کا فیصلہ کرنا (۳) أَضَلَّ إضلالا (باب افعال) گمراہ کرنا (۴) ضَلَّ (ض) ضلالاً: گمراہ ہونا، حق سے ہٹ جانا۔
(۵) بما نسوا: ما مصدریہ، باء سببیہ، یومَ الحساب: نسوا کا مفعول بہ۔

وَمَا خَلَقْنَا	اور نہیں بنایا ہم نے	لِلَّذِيْنَ	ان کے لئے جنھوں نے	الْمُتَّقِيْنَ	پرہیزگاروں کو
السَّمَآءَ	آسمان کو	كَفَرُوْا	انکار کیا	كَالْفُجَّارِ	مانند بدکاروں کے
وَالْاَرْضَ	اور زمین کو	مِنَ النَّارِ	دوزخ سے	كِتٰبٌ	(یہ) کتاب ہے
وَمَا بَيْنَهُمَا	اور دونوں کے درمیان	اَمْ نَجْعَلُ	کیا بنائیں گے ہم	اَنْزَلْنٰهُ	اتارا ہم نے اس کو
	کی چیزوں کو	الَّذِيْنَ	ان کو جو	اِلَيْكَ	آپ کی طرف
بَاطِلًا	نکما (بے مقصد)	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	مُبٰرَكٌ (۱)	بابرکت
ذٰلِكَ	یہ	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	لِّيَدَّبَّرُوْٓا	تاکہ سوچیں وہ
ظَنُّ	خیال ہے	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام	اٰيٰتِهٖ	اس کی آیات کو
الَّذِيْنَ	ان کا جنھوں نے	كَالْمُفْسِدِيْنَ	مانند خرابی ڈالنے والوں کے	وَلِيَتَذَكَّرَ	اور تاکہ نصیحت پذیر
كَفَرُوْا	انکار کیا	فِي الْاَرْضِ	زمین میں		ہوں
فَوَيْلٌ	پس کم بختی ہے	اَمْ نَجْعَلُ	یا بنائیں گے ہم	اُولُوا الْاَلْبَابِ	عقلمند

سربراہ کی ذمہ داری ہے قانونِ الٰہی کے مطابق معاملات کا تصفیہ کرے

ہر انسان زمین میں اللہ کا خلیفہ (نائب) ہے، اس لئے کہ اس کے جدامجد کو اسی مقصد سے پیدا کیا ہے، اور اولاد باپ کا راز ہوتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ایک آئین دیا ہے جس کا وہ پابند ہے، اپنی ذات پر اور اپنے متعلقین پر اس دستور کو نافذ کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ جیسے کسی بڑے کارخانہ میں بوس (مالک) کسی کو منیجر بنا کر بٹھا دے، اور اس کو ایک دستور بنا کر دیدے اور حکم دے کہ اس کے مطابق کارخانہ چلاؤ، پس منیجر کی ذمہ داری ہے کہ خود بھی اس دستور پر عمل کرے، اور دوسرے ملازمین پر بھی اس کو نافذ کرے، اسی طرح کائنات کے مالک نے انسان کو زمین میں منیجر (خلیفہ) بنایا ہے، اور اس کو ایک قانون دیا ہے، اب اس کی ذمہ داری ہے کہ خود بھی اس پر عمل کرے اور دوسروں کو بھی اس کا پابند بنائے، اور تمام معاملات کا تصفیہ اس آئین کے مطابق کرے، من مانی کرے نہ قانون وضعی کی پیروی کرے کہ وہ بھی خواہش کی پیروی ہے، بلکہ اللہ کے نازل کئے ہوئے دستور کی پیروی کرے، اسی میں اس کی کامیابی مضمر ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں اپنا نائب بنایا ہے —— آپ اتفاق سے مملکت کے سربراہ بھی تھے —— پس آپ لوگوں کے درمیان دین حق کے مطابق فیلہ کریں، اور خواہش کی پیروی نہ کریں، پس وہ (خواہش) اللہ کے راستہ سے آپ

(۱) مبارك: کتاب کی صفت ہے۔

کو بھٹکا دے، بے شک جو لوگ اللہ کے راستہ سے ہٹ جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے، روز حساب کو بھولنے کی وجہ سے۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی قدس سرہٗ نے فوائد میں لکھا ہے: یعنی خدا نے تم کو زمین میں اپنا نائب بنایا، لہٰذا اسی کے حکم پر چلو، اور معاملات کے فیصلے عدل وانصاف کے ساتھ شریعتِ الٰہی کے موافق کرتے رہو، کبھی کسی معاملہ میں خواہشِ نفس کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ آنے پائے، کیونکہ یہ چیز آدمی کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دینے والی ہے، اور جب انسان اللہ کی راہ سے بہکا تو پھر ٹھکانا کہاں؟ —— اور عموماً خواہشات نفسانی کی پیروی اسی لئے ہوتی ہے کہ آدمی کو حساب کا دن یاد نہیں رہتا، اگر یہ بات مستحضر رہے کہ ایک روز اللہ کے سامنے جانا ہے، اور ذرّہ ذرّہ عمل کا حساب دینا ہے تو آدمی کبھی اللہ کی مرضی پر اپنی خواہش کو مقدم نہ رکھے (انتہیٰ)

دنیا کا کارخانہ بے مقصد پیدا نہیں کیا

بوس (مالک) کارخانہ بے مقصد کھڑا نہیں کرتا، کسی مقصد سے قائم کرتا ہے، پس منیجر کی ذمہ داری ہے کہ اس مقصد کو بروئے کار لائے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی بے مقصد نہیں بنائی کہ کھاپی کر ختم ہو جائے، یہ خیال تو ان لوگوں کا ہے جو اللہ کے نازل کئے ہوئے دین کو نہیں مانتے، ایسے منکروں کے لئے دوزخ کی آگ تیار ہے —— بلکہ یہ دنیا ایمان لانے والوں اور نیک کام کرنے والوں کو چھانٹنے کے لئے بنائی ہے، تاکہ آخرت میں ان کو ان کے عمل کا اچھا بدلہ دیا جائے، اس دنیا میں تو اچھے برے سب برابر ہیں پس کیا وہ ہمیشہ یکساں رہیں گے؟ ہرگز نہیں! ایک دن آئے گا کہ نیک کردار اچھے انجام سے ہم کنار ہونگے، اور برے لوگ کیفر کردار کو پہنچیں گے —— اور اچھے لوگ وہ ہیں جو قانونِ الٰہی کے مطابق زندگی گذارتے ہیں، اور اسی کے موافق معاملات کا تصفیہ کرتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور ہم نے آسمان، زمین اور دونوں کے درمیان کی چیزوں کو —— ان میں انسان بھی آ گیا —— بے مقصد پیدا نہیں کیا، یہ خیال ان لوگوں کا ہے، جنھوں نے دین قبول نہیں کیا، پس منکرین کے لئے دوزخ کی سخت وعید ہے، کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں؟ —— معاملات کے تصفیہ میں خواہشات کی پیروی کرنا یا لوگوں کے بنائے ہوئے قوانین کی پیروی کرنا زمین کو فساد سے بھر دیتا ہے —— یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے؟ —— ہرگز نہیں! نیک وبد کا انجام ایک نہیں ہوسکتا۔

جس آئین کی پیروی کرنی ہے وہ قرآنِ کریم ہے

اللہ تعالیٰ نے بابرکت کتاب نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کے مطابق زندگی گذاریں، اور اپنے معاملات کا تصفیہ کریں،

اور اگر کوئی حکم قرآن میں صراحۃً نہ ملے تو قرآن کی آیات میں غور کریں اور حکم مستنبط کریں، رہا اپنی زندگی کو بنانے کا معاملہ تو اس مقصد کے لئے قرآن کو آسان کیا ہے، پس لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس سے نصیحت پذیر ہوں، ارشاد فرماتے ہیں:——

یہ بابرکت کتاب ہے، جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے، تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں، اور تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں۔

ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے، پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے! (سورۃ القمر)

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ؀ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ؀ فَقَالَ اِنِّىْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ؀ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ؀

وَوَهَبْنَا	اور بخشا ہم نے	اِذْ عُرِضَ	جب پیش کئے گئے	اَحْبَبْتُ	پسند کی
لِدَاوٗدَ	داؤد کو	عَلَيْهِ	ان کے سامنے	حُبَّ الْخَيْرِ (۳)	خوبی کی محبت
سُلَيْمٰنَ	سلیمان	بِالْعَشِيِّ	شام کے وقت	عَنْ ذِكْرِ (۴)	یاد کی وجہ سے
نِعْمَ	بہت خوب	الصّٰفِنٰتُ (۱)	عمدہ گھوڑے	رَبِّيْ	میرے رب کی
الْعَبْدُ	بندہ ہے (وہ)	الْجِيَادُ (۲)	تیز رو	حَتّٰى (۵)	یہاں تک کہ
اِنَّهٗٓ	بے شک وہ	فَقَالَ	پس کہا اس نے	تَوَارَتْ (۶)	او جھل ہوگئے وہ (گھوڑے)
اَوَّابٌ	بہت رجوع کرنے والا ہے	اِنِّىْٓ	بے شک میں نے	بِالْحِجَابِ	اوٹ میں

(۱) الصافنات: الصافنة کی جمع: وہ گھوڑا جو تین پاؤں پر کھڑا ہو، اور چوتھے پاؤں کو موڑ کر اس پر ٹیک لگائے، ایسا گھوڑا فربہ اور توانا ہوتا ہے (۲) الجیَاد: الجوَاد کی جمع: تیز رو، جو اپنی دوڑ پوری کرے (۳) الخیر سے مجازاً الخیل مراد ہے۔ (۴) اس عن نے لوگوں کو بہت پریشان کیا ہے، ان کے ذہنوں میں اس کے معنی مجاوزت ہی کے ہیں، پس تقدیر عبارت ہوگی: مُعْرِضًا عن ذکر ربی، جبکہ عن تعلیل کے لئے بھی آتا ہے، اب تقدیر عبارت ہوگی: لأجل ذکر ربی (۵) حتی: عُرِض کی غایت ہے (۶) توارت کی ضمیر الصافنات کی طرف لوٹتی ہے، الشمس کی طرف لوٹانے کی ضرورت نہیں، اور ردوھا کی ضمیر بھی اسی کی طرف لوٹتی ہے، پس اگر پہلی ضمیر شمس کی طرف لوٹائیں گے تو انتشار ضمائر لازم آئے گا، جو قبیح ہے۔

رُدُّوْهَا	دوبارہ لاؤ ان کو	فَطَفِقَ (۱)	پس لگا وہ	بِالسُّوْقِ (۲)	پنڈلیوں پر
عَلَيَّ	میرے پاس	مَسْحًا	ہاتھ پھیرنے	وَالْاَعْنَاقِ	اور گردنوں پر

حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے

حضرت داؤد علیہ السلام کی خاص صفت أوّاب ذکر کی تھی، أوّاب کے معنی ہیں: اللہ سے لو لگانے والا، دنیوی معاملات میں بھی اللہ تعالیٰ کو پیش نظر رکھنے والا۔ یہ صفت صاحبزادے سلیمان علیہ السلام میں بھی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بھی تعریف کی کہ وہ بہت اچھے بندے تھے، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور ہم نے داؤد کو سلیمان بخشا، وہ بہت اچھا بندہ ہے، بے شک وہ اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والا ہے!

دنیا کی کسی چیز سے محبت دین کی وجہ ہو تو وہ بھی اللہ کا ذکر ہے

حدیث میں ہے: **الدنيا ملعونة، ملعون ما فيها إلا ذكر الله وما والاه:** دنیا پھٹکاری ہوئی ہے، پھٹکاری ہوئی ہیں وہ چیزیں جو دنیا میں ہیں، مگر اللہ کی یاد اور جو چیزیں اس سے تعلق رکھتی ہیں وہ مستثنیٰ ہیں (ترمذی حدیث ۲۳۱۵) اب سلیمان علیہ السلام کی اوابیت کے دو واقعے ذکر کرتے ہیں:

پہلا واقعہ: سلیمان علیہ السلام کو گھوڑوں سے محبت تھی، اصیل گھوڑے بڑی مقدار میں پال رکھے تھے، خود ان کا معائنہ فرماتے تھے، ایک مرتبہ معائنہ کرتے ہوئے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا لینا ہے! اور گھوڑوں سے محبت اس لئے ہے کہ یہ آلۂ جہاد ہیں، اور اس نیت سے ان کی محبت اللہ ہی کا ذکر ہے، پھر جن گھوڑوں کا معائنہ کر چکے تھے ان کا اہتمام کے ساتھ دوبارہ معائنہ کیا، ارشاد فرماتے ہیں:

سلیمان علیہ السلام کی اوابیت کا واقعہ یاد کریں: —— جب ان کے سامنے شام کے وقت پیش کئے گئے عمدہ اور تیز رو گھوڑے، پس اس نے کہا: بے شک مجھے گھوڑوں سے محبت اللہ کی یاد کی وجہ سے ہے! —— گھوڑے پیش کئے گئے —— یہاں تک کہ وہ اوجھل ہو گئے —— یعنی قطار کا پہلا گھوڑا نظر نہیں آرہا تھا، حکم دیا: —— ان کو میرے پاس دوبارہ لاؤ، پس اس نے ہاتھ پھیرنا شروع کیا پنڈلیوں پر اور گردنوں پر —— یعنی پیار و محبت سے دوبارہ معائنہ کیا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ

(۱) طَفِقَ: افعال مقاربہ میں سے ہے، اس کا اسم ضمیر ہے جو سلیمان علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے، اور مسحا: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، پھر جملہ طفق کی خبر ہے أي شرع يمسح مسحا (روح) (۲) السوق: الساق کی جمع: پنڈلی۔

مُلْكًا لَّا يَنۢبَغِىْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾

ع ۴ / ۱۲

لفظ	معنی	لفظ	معنی	لفظ	معنی
وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	مِّنْۢ بَعْدِىْ	میرے بعد	وَّاٰخَرِيْنَ	اور دوسرے
فَتَنَّا	آزمایا ہم نے	اِنَّكَ اَنْتَ	بے شک آپ ہی	مُقَرَّنِيْنَ (۵)	جکڑے ہوئے
سُلَيْمٰنَ	سلیمان کو	الْوَهَّابُ	بخشنے والے ہیں	فِى الْاَصْفَادِ (۶)	بیڑیوں میں
وَاَلْقَيْنَا	اور ڈالا ہم نے	فَسَخَّرْنَا	پس تابع کردیا ہم نے	هٰذَا	یہ
عَلٰى كُرْسِيِّهٖ (۱)	اس کی کرسی پر	لَهٗ	ان کے	عَطَآؤُنَا	ہماری بخشش ہے
جَسَدًا	ایک دھڑ (بے روح جسم)	الرِّيْحَ	ہوا کو	فَامْنُنْ (۷)	پس احسان کر
ثُمَّ اَنَابَ	پھر وہ رجوع ہوا	تَجْرِىْ	چلتی تھی	اَوْ اَمْسِكْ	یا روک رکھ
قَالَ رَبِّ	کہا: اے ربّ!	بِاَمْرِهٖ	ان کے حکم سے	بِغَيْرِ حِسَابٍ	بے حساب
اغْفِرْ لِىْ	معاف فرما مجھے	رُخَآءً (۳)	نرم نرم	وَاِنَّ لَهٗ	اور بیشک اس کے لئے
وَهَبْ	اور بخش	حَيْثُ اَصَابَ (۴)	جہاں چاہتے تھے وہ	عِنْدَنَا	ہمارے پاس
لِىْ مُلْكًا	مجھے حکومت	وَالشَّيٰطِيْنَ	اور شیاطین کو	لَزُلْفٰى	البتہ رتبہ ہے
لَّا يَنۢبَغِىْ (۲)	جو نہ مناسب ہو	كُلَّ بَنَّآءٍ	ہر عمارت بنانے والا	وَحُسْنَ	اور اچھا
لِاَحَدٍ	کسی کے لئے	وَّغَوَّاصٍ	اور غوطہ خور	مَاٰبٍ	ٹھکانا

دوسرا واقعہ بھی جہاد کی تیاری سے متعلق ہے مگر اس میں ابتلا پیش آیا

حضرت سلیمان علیہ السلام کسی قوم کے ساتھ جہاد کرنا چاہتے تھے، درباریوں کو اس کی ترغیب دی مگر انھوں نے سرد مہری دکھائی، آپ ناراض ہوئے اور قسم کھائی کہ میں آج رات سب ازواج سے مقاربت کروں گا، اللہ تعالیٰ مجھے سب سے

(۱) کرسی اور تخت (عرش) ایک ہیں (۲) لاینبغی: جملہ مُلکا کی صفت ہے (۳) الرُّخاء: نرم اور ہلکی ہوا، خوش گوار ہوا رَخا العَیش (ن) رَخاء: زندگی کا آسودہ اور خوش گوار ہونا، رُخاء: اسم ہے (۴) أَصاب: پہنچا وہ، از إصابة: پہنچنا۔ (۵) مُقرَّن (اسم مفعول) تقْرِین مصدر: جکڑے ہوئے، کس کر باندھے ہوئے۔ (۶) أصفاد: صَفد اور صَفَاد کی جمع: بیڑی، زنجیر (۷) اُمْنُن: امر، واحد مذکر حاضر: احسان کر، خرچ کر، بابہ نصر۔

لڑکے عطا فرمائیں گے، پھر میں اور میرے لڑکے جہاد کریں گے، تم انڈے دو! —— وزیر نے یاد دلایا: ان شاء اللہ کہہ لیں، مگر ناراضگی شدید تھی، اس لئے یاد دلانے کے باوجود ان شاء اللہ نہیں کہا (یہ بخاری شریف کی حدیث ہے)

پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ آپ نے سب ازواج سے مقاربت فرمائی، مگر کسی بیوی کے حمل نہیں رہا، صرف ایک پُر امید ہوئی، مگر مردہ بچہ پیدا ہوا، دائی نے تخت پر اس کو پیش کیا، آپ کو تنبہ ہوا، فوراً قصور کی معافی مانگی اور دعا کی: الٰہی! میرے جتن کچھ کام نہ آئے، اب آپ ہی اپنی عنایت سے مجھے بے مثال حکومت عنایت فرمائیں! دعا قبول ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے دو انعامات سے نوازا:

ایک: ہوا کو آپ کے تابع کر دیا، آپ جہاں چاہتے ہوا نرم نرم چل کر وہاں لے جاتی۔

دوم: جنات کو آپ کے تابع کیا، آپ ان سے بڑی بڑی عمارتیں بنواتے، اور غوطہ خوروں سے سمندر میں سے موتی مونگے نکلواتے۔ اور جو جنات سرکشی کرتے ان کو پابندِ سلاسل کر دیتے۔

یہ نعمتیں انابت (اللہ کی طرف رجوع) کے نتیجہ میں ملیں، اور اختیار دیدیا کہ خواہ دوسروں کو دو (ان پر احسان کرو) یا رکھے رہو ہم کوئی حساب نہیں لیں گے، علاوہ ازیں: خاص منزلت بھی حاصل ہوئی، اور نیک انجامی بھی حصہ میں آئی۔

آیاتِ پاک مع تفسیر: —— اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے سلیمان کا امتحان لیا —— یعنی جاننا چاہا کہ وہ اپنے قصور کی معافی مانگتا ہے یا نہیں؟ —— اور ہم نے اس کی کرسی پر ایک دھڑ (بے روح جسم) ڈالا —— دایہ کے فعل کو اپنی طرف منسوب کیا —— اور یہی ابتلاء تھا جو خود اعتمادی کا نتیجہ تھا، بندہ اپنے بل بوتے پر کچھ نہیں کر سکتا، اللہ ہی کی مدد سے سب کچھ ہوتا ہے —— پھر اس نے اللہ کی طرف رجوع کیا، کہا: اے میرے ربّ! میرا قصور معاف فرما، اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد —— یعنی آئندہ —— کسی کے لئے مناسب نہ ہو، بے شک آپ ہی بخشنے والے ہیں، پس: —— (۱) ہم نے اس کے تابع کر دیا ہوا کو، وہ نرم نرم چلتی تھی ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے —— (۲) اور سرکش (کافر) جنات کو (تابع کر دیا) ہر عمارت بنانے والے کو اور ہر غوطہ خور کو، اور کچھ دوسرے زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں —— یہ ہمارا عطیہ ہے، پس احسان کر —— یعنی دوسروں کو دے —— یا رکھ چھوڑ، کچھ دارو گیر نہیں —— حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے لکھا ہے: یہ اور مہربانی کی کہ اتنی دنیا دی، اور مختار کر دیا حساب معاف کر کے، لیکن وہ کھاتے تھے اپنے ہاتھ کی محنت سے ٹوکرے بنا کر —— اور بے شک ان کے لئے ہمارے پاس خاص قُرب اور نیک انجامی ہے! —— بہشت بریں میں ان کی منزل ہے۔

فائدہ: ان دونوں نعمتوں کی (ہوا اور جنات کی تسخیر کی) تفصیلات سورۂ سبا میں گذری ہیں، یہاں تو پیش نظر یہ بات رکھنی ہے کہ یہ نعمتیں انابت واوّابیت کے نتیجہ میں ملی ہیں، بظاہر جو دنیوی معاملات ہیں، جیسے گھوڑوں کی محبت اور ازواج

سے مقاربت کا معاملہ: ان میں بھی اللہ کی خوشنودی پیش نظر ہونی چاہئے، وہ کام دین کے لئے ہوں تو وہی انابت واوابیت ہیں۔ اور آگے حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ ہے، وہ انتہائی بیماری اور تکلیف میں بھی حرف شکایت زبان پر نہیں لائے تھے، اور ازالۂ مرض کے لئے دعا کی تھی تو وہ بھی لطیف پیرایہ میں، وہ بھی اوّاب تھے، ان انبیاء کے تذکرہ سے مقصود نبی ﷺ کی ڈھارس بندھانا ہے یعنی ﴿اصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ﴾: آپ مکذبین کی کڑوی باتیں برداشت کریں، اور اللہ سے لو لگائے رہیں، وہ سب کچھ ٹھیک کردے گا، وہ آپ کو نعمتوں سے نوازے گا، تفسیر کے قارئین کے لئے بھی ان واقعات میں سبق ہے، اگر وہ کسی طرح کی پریشانی میں مبتلا ہیں، یا انھوں نے دنیا کا جھمیلا پال رکھا ہے تو اللہ سے لو لگائیں بیڑا پار ہوجائے گا۔

نہ مرد ست آنکہ دنیا دوست دارد ❁ وگر دارد برائے دوست دارد

(وہ کیسا آدمی ہے جو دنیا سے محبت کرتا ہے؟ ❁ اور اگر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہے)

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ۝۴۱ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ۝۴۲ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ۝۴۳ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۭ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝۴۴ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ۝۴۵ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۝۴۶ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۝۴۷ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝۴۸

وَاذْكُرْ	اور یاد کر	اَنِّيْ	کہ میں	اُرْكُضْ	ٹھوکر مار
عَبْدَنَآ	ہمارے بندے	مَسَّنِيَ	چھویا مجھے	بِرِجْلِكَ	اپنے پاؤں سے
اَيُّوْبَ	ایوب کو	الشَّيْطٰنُ	شیطان نے	هٰذَا	یہ
اِذْ نَادٰى	جب پکارا اس نے	بِنُصْبٍ (۱)	دکھ کے ساتھ	مُغْتَسَلٌ (۲)	چشمہ (نہانے کی جگہ) ہے
رَبَّهٗٓ	اپنے رب کو	وَّعَذَابٍ	اور تکلیف (کے ساتھ)	بَارِدٌ	ٹھنڈا

(۱) نُصب: دکھ، مضرت، تکلیف، اسم ہے (۲) مغتسل: اسم ظرف: چشمہ، نہانے کی جگہ۔

وَّشَرَابٌ	اور پینا ہے	وَلَا تَحْنَثْ	اور قسم مت توڑ	اِنَّآ	بے شک ہم نے
وَوَهَبْنَا	اور بخشے ہم نے	اِنَّا	بے شک ہم نے	اَخْلَصْنٰهُمْ	چن لیا ان کو
لَهٗٓ	اس کو	وَجَدْنٰهُ	پایا اس کو	بِخَالِصَةٍ (٣)	ایک پسندیدہ بات کی وجہ سے
اَهْلَهٗ	اس کے گھر والے	صَابِرًا	صبر کرنے والا	ذِكْرَى (٤)	(وہ) یاد ہے
وَمِثْلَهُمْ	اور ان کے مانند اور	نِعْمَ	بہت خوب	الدَّارِ	اس گھر (آخرت) کی
مَّعَهُمْ	ان کے ساتھ	الْعَبْدُ	بندہ ہے (وہ)	وَاِنَّهُمْ	اور بے شک وہ
رَحْمَةً (١)	مہربانی	اِنَّهٗٓ	بے شک وہ	عِنْدَنَا	ہمارے نزدیک
مِّنَّا	ہماری طرف سے	اَوَّابٌ	بہت رجوع کرنے والا ہے	لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ (٥)	یقیناً چنے ہوؤں سے
وَذِكْرٰى	اور نصیحت	وَاذْكُرْ	اور یاد کر	الْاَخْيَارِ (٦)	نیک لوگوں سے ہیں
لِاُولِي الْاَلْبَابِ	عقل والوں کے لئے	عِبٰدَنَآ	ہمارے بندوں	وَاذْكُرْ	اور یاد کر
وَخُذْ	اور لے تو	اِبْرٰهِيْمَ	ابراہیم	اِسْمٰعِيْلَ	اسماعیل
بِيَدِكَ	اپنے ہاتھ میں	وَاِسْحٰقَ	اور اسحاق	وَالْيَسَعَ	اور الیسع
ضِغْثًا (٢)	سینکوں کا مٹھا	وَيَعْقُوْبَ	اور یعقوب کو	وَذَا الْكِفْلِ	اور ذوالکفل کو
فَاضْرِبْ	پس مار	اُولِي الْاَيْدِيْ	ہاتھوں والے	وَكُلٌّ	اور سب
بِّهٖ	اس سے	وَالْاَبْصَارِ	اور آنکھوں والے	مِّنَ الْاَخْيَارِ	نیکوں میں سے ہیں

حضرت ایوب علیہ السلام بھی اوّاب (اللہ کی طرف رجوع کرنے والے) تھے

حضرت ایوب علیہ السلام کا قرآن میں چار جگہ ذکر آیا ہے، نساء وانعام میں صرف نام آیا ہے، اور انبیاء وصٓ میں قدرے تفصیل ہے، آپ کا زمانہ کونسا ہے؟ اس میں اختلاف ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے آپ کا تذکرہ حضرت یوسف وموسیٰ علیہما السلام کے درمیان میں کیا ہے، اس میں ان کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے، آپ دولت وثروت اور کثرتِ اہل وعیال کے لحاظ سے بہت خوش بخت اور فیروز مند تھے، مگر یکا یک امتحان وآزمائش میں مبتلا ہو گئے، اور مال ومتاع، اور اہل

(١) رحمةً: وهبنا کا مفعول لہٗ ہے (٢) ضغث: تیلیوں کا مٹھا، جھاڑو (٣) بخالصة: باء سببیہ، خالصة: اسم فاعل منوّن (٤) ذکری: هی محذوف کی خبر، یا خالصة کا عطف بیان۔ (٥) المصطفی: اسم مفعول: چنا ہوا المصطفین: حالتِ جری میں ہے، اصطفاء مصدر باب افتعال (٦) الأخیار: خَیْر کی جمع: صفتِ مشبہ: نیک لوگ۔

وعیال اور جسم وجان سب مصیبت میں گرفتار ہوگئے، مال ومتاع برباد ہوا، اہل وعیال ہلاک ہوئے اور جسم وجان کو سخت روگ لگ گیا، مگر آپ نے شکوہ نہیں کیا، صبر وشکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی، اور جو مال سامان برباد ہوگیا تھا اور جو اہل وعیال ہلاک ہوئے تھے، ان کا عوض مل گیا، بلکہ دوگنا مل گیا، اور صحت وتندرستی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک چشمہ جاری کیا، جس میں غسل کرکے آپ چنگے ہوگئے۔

آیاتِ پاک: —— اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کریں، جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے شیطان نے دکھ اور تکلیف پہنچائی ہے —— شریعت کی زبان میں شر (بری چیز) کی نسبت شیطان یا نفس کی طرف کی جاتی ہے، جیسے شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے یعنی بلا عذر بائیں ہاتھ سے کھانا مکروہ ہے، اور نماز میں جماہی شیطان سے ہے یعنی بری ہے، اور خیر کی نسبت اللہ کی طرف کی جاتی ہے، ادب کا یہی تقاضا ہے، چنانچہ ﴿بِیَدِكَ الْخَیْرُ﴾ کے بعد والشر چھوڑ دیا، ورنہ حقیقت میں سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، حضرت ایوب علیہ السلام نے بھی وہی ادب ملحوظ رکھا ہے، اور بیماری اور آزار کو شیطان کی طرف منسوب کیا ہے —— (حکم دیا:) اپنا پاؤں (زمین پر) مارو —— پاؤں مارنا تھا کہ قدرت نے وہاں سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ نکال دیا، فرمایا: —— یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا —— اس میں نہاتے رہو اور اس کا پانی پیتے رہو، چنگے ہوجاؤ گے۔

اسباب اختیار کرنے ضروری ہیں:

دنیا دار الاسباب ہے، یہاں سبب اختیار کرنا ضروری ہے، اگرچہ سبب ضعیف ہو، جیسے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ کھجور کا تنا ہلاؤ، تازہ پکی کھجوریں گریں گی، حالانکہ زچہ بیچاری کیا ہلائے گی! اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی ماری تب سمندر پھٹا اور پھر ملا، اسی طرح نبی ﷺ کے معجزات میں بھی تھوڑا کھانا پانی لایا جاتا تھا تب اس میں برکت ہوتی تھی، اسی طرح جبرئیل علیہ السلام نے پَر مارا تب زمین کے سوت ٹوٹ کر زمزم نکلا، اسی طرح یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے کہا: شہر کے الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا تاکہ لوگوں کی نظروں میں نہ آجاؤ، اسی طرح ایوب علیہ السلام بھی بیماری کی وجہ سے ناتواں تھے، مگر حکم ملا کہ زمین پر پیر مارو، تب چشمہ نکلا، ورنہ اللہ تعالیٰ بغیر پیر مارے بھی چشمہ نکالنے پر قادر تھے۔

پھر یہ جاننا چاہئے کہ اسباب اختیار کرنے پر مسببات کا ترتب ضروری نہیں، کیونکہ اسباب خودکار نہیں، بلکہ ان کا سرا مسبب الاسباب کے ہاتھ میں ہے، اسی لئے آگ نے ابراہیم علیہ السلام کو نہیں جلایا، اور مستسقی (جلندھر کی بیماری والے) کی پیاس نہیں بجھتی اور معاش کا ایک ہی سبب چند آدمی اختیار کرتے ہیں، مگر روزی برابر نہیں ملتی، پس اسباب پر تکیہ نہیں کرنا چاہئے۔

اور زمین سے عام طور پر نارمل پانی نکلتا ہے، مگر کہیں بہت گرم اور کہیں بہت ٹھنڈا بھی نکلتا ہے، فیجی میں میں نے ایک

چشمہ دیکھا، اس میں سے اتنا گرم پانی نکلتا ہے کہ ہاتھ نہیں ڈالا جاسکتا، اور اس میں انڈا رکھا جائے تو دومنٹ میں پک جاتا ہے، پس سلیمان علیہ السلام کے لئے زمین سے پگھلا ہوا تانبا نکلتا تھا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ اور ری یونین میں بھی ایک اونچے پہاڑ کی چوٹی پر گرم پانی کا چشمہ ہے، جس میں لوگ نہاتے ہیں، اسی طرح ٹھنڈے پانی کا چشمہ بھی نکلتا ہے، جو بعض بیماریوں کا علاج ہے، ایوب علیہ السلام کے لئے ایسا ہی ٹھنڈے پانی کا چشمہ پھوٹا تھا، جس میں نہا کر اور اس کا پانی پی کر آپ تندرست ہوگئے۔

اور بخشے ہم نے ان کو ان کے گھر والے، اور ان کے ساتھ اور ان کے بقدر، اپنی رحمت سے اور عقلمندوں کی یاد کے لئے —— یعنی عقلمند لوگ اس واقعہ سے سمجھیں کہ جو بندہ مصائب میں مبتلا ہو کر صبر کرتا ہے، اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے: اللہ تعالیٰ اس کی کفالت واعانت فرماتے ہیں (فوائد)

تین سوال جن کے جواب مجھے نہیں معلوم:

سوال (۱): بیماری سے پہلے ایوب علیہ السلام کا کیا کاروبار تھا، جو اتنا مال سامان اور اہل وعیال جمع ہوگئے تھے؟

جواب: مجھے معلوم نہیں!

سوال (۲): پھر سب کچھ کس طرح برباد ہوگیا؟ جواب: مجھے معلوم نہیں!

سوال (۳): پھر صحت کے بعد دوگنا کس طرح مل گیا؟ جواب: مجھے معلوم نہیں!

البتہ بخاری شریف کی حدیث میں ایک واقعہ ہے۔ ایک مرتبہ ایوب علیہ السلام تنہائی میں برہنہ نہا رہے تھے کہ بارش شروع ہوگئی، اور اس میں سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں، آپ نے ان کو جمع کرنا شروع کیا، ندا آئی: ایوب! کیا ہم نے آپ کو بے نیاز نہیں کیا؟ ایوب علیہ السلام نے جواب دیا: بے شک! مگر ہر چہ از دوست می رسد نکواست! آپ کی برکت سے میں بے پرواہ کیسے ہوسکتا ہوں! —— اسی طرح ایک غریب کاروبار شروع کرتا ہے، اور دیکھتے دیکھتے کروڑ پتی بن جاتا ہے، یہ تو قدرت کا کھیل ہے! اسی طرح ایوب علیہ السلام کے لئے بھی ایسے اسباب جمع ہوئے ہونگے کہ پہلے سب کچھ برباد ہوگیا، پھر سب کچھ مل گیا، بلکہ ڈبل مل گیا۔

اور علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں کسی جگہ ایک اصول لکھا ہے کہ واقعہ کی جتنی تفصیلات قرآن میں ہیں، اتنی ہی جانی جاسکتی ہیں، اور جو بات مجمل ہے اس کو ہم نہیں جان سکتے، یہ قیمتی بات ہے، اس کو قارئین ہمیشہ ذہن میں رکھیں —— اور بائبل میں صحیفۂ ایوب میں بیماری کی جو تفصیلات ہیں ان کی حیثیت بکواس سے زیادہ نہیں، وہی اسرائیلی روایات تفاسیر میں در آئی ہیں، فکن منها علی حذر: ان سے بچو!

انعام درانعام: —— اور اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا لو، اور اس سے مارو، اور قسم مت توڑو —— یہ اہلیہ محترمہ پر انعام فرمایا —— بیمار کا مزاج چڑچڑا ہوجاتا ہے، حضرت ایوب علیہ السلام نے حالتِ مرض میں کسی بات پر خفا ہوکر قسم کھائی تھی کہ تندرست ہوگیا تو اپنی بیوی کو سو لکڑیاں ماروں گا، جبکہ وہی بیوی بیماری میں ہم دم تھی، اور چنداں قصوروار بھی نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے اس خاتون پر مہربانی فرمائی، ایوب علیہ السلام کو قسم پوری کرنے کا ایک حیلہ بتلایا، تاکہ نہ سانپ بچے نہ لاٹھی ٹوٹے، فرمایا: ایک جھاڑو لو، جس میں سو تیلیاں ہوں، اور اس کو یکبارگی مارو قسم پوری ہوجائے گی —— یہ حیلہ اس خاتون کے ساتھ خاص تھا، یہ ان کو ان کے صبر کا صلہ دیا۔

ایک حیلہ جو حدیث میں آیا ہے:

قبیلہ خزرج میں ایک نیم انسان (ناقص الخلقت) تھا، اور سخت بیمار تھا، قبیلہ کی کوئی باندی اس کے پاس آئی، اس کو دیکھ کر وہ چست ہوگیا، اور فعل بد کرلیا، فارغ ہوتے ہی بے چین ہوگیا، لوگوں سے کہا: میرے لئے سزا لاؤ، قبیلہ کے سردار حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ماجرا ذکر کیا، آپؐ نے فرمایا: ''اس کو میرے پاس لاؤ'' زانی قاضی کے پاس اقرار کرے جبھی حد جاری ہوتی ہے، حضرت سعدؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ہم اس کو چارپائی میں ڈال کر لائیں گے تو بھی اس کی ہڈی پسلی ٹوٹ جائے گی، اور معلوم نہیں میری واپسی تک وہ زندہ بھی ہے یا نہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ایک عَثْکال (کھجور کا بے دانوں کا خوشہ) لو، جس میں سو شِمْرَاخ (سوتیلیاں) ہوں، اور اس کو یکبارگی ماردو، اور کہہ دو: تجھ پر حد جاری ہوگئی، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہ اللہ کی رحمت سے پُر امید ہوکر مرا۔

حیلوں کی شرعی حیثیت:

حیلے قانون کی لچک ہوتے ہیں، وہ خود قانون نہیں ہوتے، قانون میں لچک ہونی ضروری ہے، ورنہ لوگ مجبوری میں قانون توڑنے پر مجبور ہونگے، پس ان کا استعمال ناگزیر حالات میں جائز ہے، اسکیم بنا کر چلانے کے لئے حیلے نہیں ہوتے پس اسقاطِ زکات کا حیلہ اور سود سے بچنے کے لئے فارم بیچنے کا حیلہ جائز نہیں۔

باقی آیت: —— بے شک ہم نے ان کو صابر پایا —— یعنی امتحان میں کھرے اترے —— وہ بہت اچھا بندہ ہے! بے شک وہ بہت رجوع ہونے والا ہے! —— یہ اللہ کی طرف سے سارٹی فکٹ (خوشنودی کا پروانہ) ملا۔

چھ اور جلیل القدر انبیاء کا مختصر تذکرہ

اور یاد کریں ہمارے بندوں: ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کو، جو ہاتھوں والے —— یعنی قوتِ عملیہ کے مالک —— اور آنکھوں والے —— یعنی بصیرت کے مالک —— تھے، ہم نے ان کو ایک خاص بات کی وجہ سے منتخب کرلیا، اور وہ (خاص

بات) آخرت کی یاد ہے — انبیاء کا امتیاز یہ ہے کہ ان کے برابر اللہ کو اور آخرت کو یاد رکھنے والا کوئی نہیں ہوتا، اسی خصوصیت کی وجہ سے اللہ کے ہاں ان کو سب سے ممتاز مرتبہ حاصل ہے (فوائد) — اور بے شک وہ ہمارے نزدیک منتخب اچھے لوگوں میں ہیں — اور یاد کریں اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو، اور سبھی اچھے لوگوں میں سے ہیں — حضرت الیسع علیہ السلام اسرائیلی پیغمبر ہیں، وہ حضرت الیاس علیہ السلام کے نائب اور خلیفہ تھے — اور حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا قرآنِ کریم میں دوجگہ صرف نام آیا ہے، اور حدیثوں میں کچھ نہیں، اس لئے ان کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے۔

هٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٤٩﴾ جَنَّاتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ ﴿٥٠﴾ مُتَّكِئِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ﴿٥١﴾ وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ﴿٥٢﴾ هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٥٣﴾ إِنَّ هَٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِن نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾

هٰذَا (۱)	یہ	الْأَبْوَابُ	دروازے	الطَّرْفِ	آنکھوں کی
ذِكْرٌ	ایک تذکرہ ہوا	مُتَّكِئِينَ (۵)	تکیہ لگانے والے ہیں	أَتْرَابٌ (۷)	ہم عمر
وَإِنَّ	اور بے شک	فِيهَا	ان میں	هٰذَا مَا	یہ جو
لِلْمُتَّقِينَ	پرہیزگاروں کے لئے	يَدْعُونَ (۶)	منگوائیں گے	تُوعَدُونَ	وعدہ کئے جاتے ہو تم
لَحُسْنَ (۲)	البتہ اچھا	فِيهَا	ان میں	لِيَوْمِ	دن کے لئے
مَآبٍ	ٹھکانا ہے	بِفَاكِهَةٍ	میوے	الْحِسَابِ	حساب کے
جَنَّاتِ (۳)	باغات	كَثِيرَةٍ	بہت	إِنَّ هٰذَا	بے شک یہ
عَدْنٍ	ہمیشہ رہنے کے	وَشَرَابٍ	اور مشروب	لَرِزْقُنَا	البتہ ہماری روزی ہے
مُّفَتَّحَةً (۴)	کھلے ہوئے ہیں	وَعِندَهُمْ	اور ان کے پاس ہیں	مَا لَهُ	نہیں ہے اس کے لئے
لَّهُمُ	ان کے لئے	قَاصِرَاتُ	روکنے والیاں	مِن نَّفَادٍ	ختم ہونا

انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے بعد عام متقین کا ذکر

انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ نبی ﷺ کی تسلی کے لئے تھا، اور آپؐ کے ساتھ مؤمنین بھی تھے جو کفار کے ظلم وستم کا تختۂ

(۱) هذا ذکر: مبتدا خبر ہیں (۲) لحسن: إن کا اسم مؤخر ہے، اور لام زائد ہے (۳) جنات: حسن سے بدل یا عطف بیان ہے (۴) مفتحة: جنات کا حال ہے (۵) متکئین: دوسرا حال ہے (۶) دعا به: منگوانا (۷) أتراب: تِرْب کی جمع: ہم عمر۔

مشق بنے ہوئے تھے، اس لئے ان کی تسلی کے لئے اب پرہیزگاروں کا انجام بیان کرتے ہیں، فرماتے ہیں: —— یہ ایک تذکرہ (پورا) ہوا —— ھذا: أما بعد کی طرح دو چیزوں میں فصل کرنے کے لئے آتا ہے، پھر اگر دو چیزیں بالکل مختلف ہوں تو أما بعد یا صرف بعدُ لاتے ہیں، اور اگر دو چیزیں فی الجملہ (تھوڑی) مختلف ہوں تو صرف ھذا لاتے ہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے، یہاں انبیاء کا حال اور متقین کا حال قدرے مختلف ہے، اس لئے ھذا لائے ہیں —— اور بے شک پرہیزگاروں کے لئے اچھا ٹھکانا ہے یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات —— جناتِ: منصوب ہے اور حسنَ سے بدل ہے —— جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوئے ہونگے —— مہمانوں کے لئے میزبان کے گھر کے دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں، اور جیل خانہ کے دروازے بند ہوتے ہیں —— وہ اُن (باغات) میں ٹیک لگائے ہوئے ہونگے —— اور خوش گپیاں کررہے ہوں گے —— اور وہ ان میں بہت میوے اور مشروبات منگوائیں گے —— وہاں کھانا بھی خوش طبعی کے طور پر کھایا جائے گا —— اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں ہم عمر ازواج ہیں —— جن سے دل بہلائیں گے، میاں بیوی ہم عمر ہوں تو اس کا لطف اور ہے —— یہ نعمتیں وہ ہیں جن کا تم سے حساب کے دن کے لئے وعدہ کیا گیا ہے —— یعنی مؤمنین کو قیامت کے دن یہ نعمتیں ملیں گی —— بے شک یہ ہمارا رزق ہے جس کے لئے کبھی ختم نہیں ہونا! —— جنت ابدی ہے، اور اس کی نعمتیں بھی ابدی ہیں۔

هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْیَذُوْقُوْهُ حَمِیْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾

هٰذَا (۱)	یہ (ہوچکا)	جَهَنَّمَ	(یعنی) دوزخ	فَلْیَذُوْقُوْهُ (۳)	پس چاہئے کہ چکھیں
وَاِنَّ (۲)	اور بے شک	یَصْلَوْنَهَا	داخل ہونگے وہ اس میں		وہ اس (عذاب) کو
لِلطّٰغِیْنَ	سرکشوں کے لئے	فَبِئْسَ	پس برا ہے	حَمِیْمٌ (۴)	(وہ) کھولتا پانی
لَشَرَّ	البتہ برا ہے	الْمِهَادُ	بچھونا	وَّغَسَّاقٌ	اور جہنمیوں کی پیپ
مَاٰبٍ	ٹھکانا	هٰذَا (۱)	یہ (ہوچکا)		(ہے)

(۱) ھذا: دونوں جگہ فصل کے لئے ہے (۲) اس کی ترکیب حسبِ سابق ہے (۳) فلیذوقوہ: کی ضمیر مفعول کا مرجع عذاب ہے جو بئس المھاد سے مفہوم ہوتا ہے اور فاء برائے استیناف ہے۔ (۴) حمیم سے پہلے ھو مبتدا محذوف ہے، جو ضمیر مفعول بہ سے مفہوم ہوتا ہے۔

وَّاٰخَرُ (۱)	اور (چکھنے کی) دوسری چیزیں	مِنْ شَكْلِهٖٓ (۲)	اس (مذکورہ یعنی حمیم وغساق) کی ہم شکل ہیں	اَزْوَاجٌ (۳)	طرح طرح کی

پرہیزگاروں کے بعد مشرکوں کا تذکرہ

مکہ کے مشرک مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھاتے تھے، اس لئے اب ان کی سزا بیان کرتے ہیں، اور قرآن کا اسلوب بھی یہی ہے کہ وہ مؤمنین اور کفار میں سے ایک کے بعد دوسرے کا تذکرہ ضرور کرتا ہے، اس لئے اب کافروں کی سزا بیان کرتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ سرکشوں کے لئے جہنم بذاتِ خود ایک سزا ہے، جہنم بھڑکتی آگ کا نام ہے، پھر اس میں طرح طرح کی اور بھی سزائیں ہیں، مثلاً: ان کو پینے کے لئے کھولتا پانی دیا جائے گا، اور اس میں بھی جہنمیوں کے زخموں کی پیپ ملی ہوئی ہوگی، اس طرح کے اور بھی عذابوں سے سابقہ پڑے گا، مثلاً: جہنم میں داخلہ کے وقت بڑوں اور چھوٹوں میں ردّ وکدّ کا ہونا، جس کا ذکر اگلی آیات میں ہے۔ یہ بھی ایک مستقل عذاب ہے، کیونکہ جن سے امید تھی وہی دھوکہ دے گئے! ارشاد فرماتے ہیں: —— یہ (بات تو ہوچکی) —— یہ هذا فصل کے لئے ہے یعنی متقیوں کا ذکر آپ نے پڑھ لیا، اب کافروں کا حال سنو! دونوں کی جزاء مختلف ہے، اس لئے هذا سے فصل کیا —— اور بے شک سرکشوں کے لئے برا ٹھکانا ہے، یعنی دوزخ، وہ اس میں داخل ہونگے، پس بہت برا ہے بچھونا (وہ دوزخ) —— یعنی جہنم کانٹوں بھرا بستر ہے، کیسے اس پر چین کی نیند آئے گی؟ —— یہ (بات بھی ہوچکی) —— یہ هذا بھی فصل کے لئے ہے، سرکشوں کی ایک سزا تو خود جہنم ہے، دوسری سزائیں اس کے اندر اور ہیں، اور یہ دونوں مختلف ہیں، اس لئے فصل کے لئے هذا لائے —— پس چاہئے کہ چکھیں وہ اس (دوسری طرح کے عذاب) کو (وہ عذاب) کھولتا پانی اور پیپ ہے، اور اس کے علاوہ بھی طرح طرح کی اس کے ہم شکل سزائیں ہیں! —— ان میں سے دو سزاؤں کا ذکر اگلی آیات میں ہے۔

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ۭ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۝ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ۝ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ۝ اَتَّخَذْنٰهُمْ

(۱) وآخر کا موصوف مَذُوق (عذاب) محذوف ہے (۲) من شکله کی ضمیر مذکور یا کل واحد کی طرف لوٹتی ہے، مراد حمیم وغساق ہیں (۳) أزواج: زوج کی جمع: قسم قسم، طرح طرح، اس کی دو مثالیں اگلی آیات میں ہیں۔

سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ ع ۱۳

هٰذَا	یہ	قَدَّمْتُمُوْهُ	آگے کیا ہے اس کو	مَا لَنَا	کیا بات ہے
فَوْجٌ	ایک بھیڑ ہے	لَنَا	ہمارے لئے	لَا نَرٰی	نہیں دیکھتے ہم
مُّقْتَحِمٌ	زبردستی گھسنے والی	فَبِئْسَ	پس برا ہے	رِجَالًا	کچھ مردوں کو
مَّعَكُمْ	تمہارے ساتھ	الْقَرَارُ	ٹھہرنا	كُنَّا نَعُدُّهُمْ	شمار کیا کرتے تھے ہم ان کو
لَا مَرْحَبًا	نہ خوش آمدید ہو	قَالُوْا	کہا انھوں نے	مِّنَ الْاَشْرَارِ	بروں میں سے
بِهِمْ	ان کے لئے	رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	اَتَّخَذْنٰهُمْ	کیا بنایا ہم نے ان کا
اِنَّهُمْ	بے شک وہ	مَنْ قَدَّمَ	جس نے آگے کیا	سِخْرِيًّا	ٹھٹھا
صَالُوْا	داخل ہونے والے ہیں	لَنَا	ہمارے لئے	اَمْ زَاغَتْ	یا کج ہوگئیں
النَّارِ	آگ میں	هٰذَا	اس کو	عَنْهُمُ	ان سے
قَالُوْا	کہا انھوں نے	فَزِدْهُ	پس بڑھا اس کا	الْاَبْصَارُ	نظریں
بَلْ اَنْتُمْ	بلکہ تم	عَذَابًا	عذاب	اِنَّ ذٰلِكَ	بے شک یہ
لَا مَرْحَبًا	نہ خوش آمدید ہو	ضِعْفًا	دونا	لَحَقٌّ	البتہ بالکل سچ بات ہے
بِكُمْ	تمہارے لئے	فِي النَّارِ	دوزخ میں	تَخَاصُمُ	یعنی جھگڑا کرنا
اَنْتُمْ	تم نے	وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے	اَهْلِ النَّارِ	دوزخیوں کا

جہنم میں عذاب کی دوصورتیں: تخاصم (ردّوکدّ) اور تحسرّ (افسوس کرنا)

دوزخ میں آگ کے علاوہ اور بھی سزائیں ہیں، اب مثال کے طور پر دوسزاؤں کا ذکر کرتے ہیں:

پہلی سزا: —— دوزخ میں چھوٹوں بڑوں میں ردوکدّ —— فرشتے پہلے سرداروں (متبوعین) کو دوزخ میں لے جائیں گے، پھر ان کے اتباع (چیلوں) کو ہانک کر لے جائیں گے، سردار جب چیلوں کو آتا ہوا دیکھیں گے تو کہیں گے: لو یہ بھیڑ بھی تمہارے ساتھ دوزخ میں داخل ہونے کے لئے آگئی! پھر جب وہ قریب آئیں گے تو کہیں گے: تم پر خدا کی مار! تم بھی جہنم کا ایندھن بننے کے لئے آگئے! چیلے جواب دیں گے: تم پر خدا کی مار! تم ہی تو یہ مصیبت ہمارے سامنے لائے ہو، تمہارے ہی اغواء سے آج ہمیں یہ برادن دیکھنا پڑا ہے، اب یہ ہماری ٹھہرنے کی جگہ ہے اور بری جگہ ہے، اب

ہم سب کو یہاں مرکھپنا ہے! پھرلعن طعن کے بعد اتباع دعا کریں گے: پروردگار! جولوگ یہ بلاء ہمارے سامنے لائے ہیں ان کو دوزخ میں دونا عذاب دے! تا کہ ہمارا کلیجہ ٹھنڈا ہو —— یہ گرو اور چیلوں کا تخاصم (بحث وتکرار) دوزخ کا ایک مستقل عذاب ہے۔فرماتے ہیں: —— یہ ایک جماعت ہے، جو دوزخ میں تمہارے ساتھ زبردستی گھسنے کے لئے آگئی ہے، ان کے لئے خوش آمدید نہیں! بے شک وہ آگ میں داخل ہونے والے ہیں (اتباع نے) کہا: بلکہ تمہارے لئے خوش آمدید نہیں، تم ہی اس (دوزخ) کو ہمارے سامنے لائے ہو، پس (دوزخ) بری ٹھہرنے کی جگہ ہے، کہا انھوں نے: اے ہمارے ربّ! جو اس کو ہمارے آگے لایا ہے اس کو دوزخ میں دونا عذاب دے!

دوسرا عذاب: —— تحسّر: دوزخ میں پہنچ کر کافروں کی نگاہیں ان مسلمانوں کو تلاش کریں گی جن کا وہ دنیا میں الّو بنایا کرتے تھے، مگر وہ کہیں نظر نہیں آئیں گے کیونکہ وہ جنت میں ہیں، کافر حیران ہو کر کہیں گے: کیا بات ہے ہمیں وہ لوگ نظر نہیں آرہے جن کو ہم برا سمجھتے تھے: کیا دنیا میں غلطی سے ہم نے ان کی ہنسی اڑائی تھی یا وہ دوزخ میں ہیں، اور ہماری نظر چوک رہی ہے؟ بعد میں تحقیق سے پتہ چلے گا کہ وہ جنت میں ہیں، اس وقت ان کو جو حسرت ہوگی اس کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟ یہ تحسر بھی جہنم میں ایک طرح کی سزا ہے —— یہاں اگر کوئی سوچے کہ اُس خوفناک گھڑی میں اور افراتفری کے عالم میں بحث ومباحثہ کی کس کو فرصت ہوگی؟ تو فرماتے ہیں: یادرکھو! ایسا ہوکر رہے گا، یہ بالکل یقینی بات ہے، جس میں ادنی شک کی گنجائش نہیں۔ارشاد فرماتے ہیں: —— اور کہا انھوں نے: کیا بات ہے، ہم ان مردوں کو نہیں دیکھتے جن کو ہم بروں میں سے شمار کیا کرتے تھے —— یعنی ان کو برخود غلط سمجھتے تھے —— کیا ہم نے ان کی ہنسی اڑائی تھی یا ان کو دیکھنے سے ہماری نظریں چکرا رہی ہیں؟ —— بے شک یہ بالکل سچی بات ہے یعنی دوزخیوں کا آپس میں ردّوکد کرنا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿٦٧﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿٦٨﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٦٩﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٠﴾

قُلْ	کہو	مُنْذِرٌ	ڈرانے والا ہوں	اِلَّا	سوائے
اِنَّمَآ(۱)	سوائے اس کے نہیں	وَّمَا	اور نہیں	اللهُ	اللہ کے
اَنَا	میں	مِنْ اِلٰهٍ	کوئی معبود	الْوَاحِدُ	ایک

(۱) اِنَّ: حرفِ مشبہ بالفعل، ما: کافہ، کلمہ حصر ہے۔

الْقَهَّارُ	سب پر غالب	عَظِيْمٌ	بڑی	اِذْ	جب
رَبُّ	پروردگار	اَنْتُمْ	تم	يَخْتَصِمُوْنَ (۴)	وہ ڈسکس کررہے تھے
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کا	عَنْهُ	اس سے	اِنْ	نہیں
وَالْاَرْضِ	اورزمین کا	مُعْرِضُوْنَ	روگردانی کرنے والے ہو	يُوْحٰى	وحی کی گئی
وَمَا بَيْنَهُمَا	اوردرمیانی چیزوں کا	مَا	نہیں	اِلَيَّ	میری طرف
الْعَزِيْزُ	زبردست	كَانَ	تھی	اِلَّا	مگر
الْغَفَّارُ	بڑابخشنے والا	لِيَ	مجھے	اَنَّمَآ	سوائے اس کے نہیں
قُلْ	کہو	مِنْ عِلْمٍ	کچھ خبر	اَنَا	میں
هُوَ (۱)	وہ	بِالْمَلَاِ (۲)	ایوانِ	نَذِيْرٌ	ڈرانے والا ہوں
نَبَؤٌا	خبر ہے	الْاَعْلٰى (۳)	بالا کی	مُّبِيْنٌ	کھول کر

ملأاعلی میں بحث وتمحیص ہوکرمعاملات طے ہوتے ہیں، پھر وہ متعلقہ کارکنوں کوسونپے جاتے ہیں

اوپر جہنمیوں میں بحث وتکرار کا ذکر تھا، یہ مستقبل کا واقعہ ہے، جب کفار قیامت کو جہنم میں پہنچیں گے تب یہ ردوقدح ہوگی، اب عالم بالا میں بحث وتکرار کے دو واقعے ذکر فرماتے ہیں، پہلا واقعہ: زمانۂ حال کا ہے، اور دوسرا: زمانۂ ماضی کا۔ حال کا معاملہ یہ ہے کہ تمام اہم امور عالم بالا میں ملأاعلی میں زیر بحث آتے ہیں، وہاں بحث وتمحیص کے بعد جو بات طے ہوتی ہے وہ نیچے متعلقہ کارکنوں کوتعمیل کے لئے سپرد کی جاتی ہے۔ اور ماضی کا واقعہ: آدم علیہ السلام کی تخلیق کا واقعہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ملأاعلیٰ کے سامنے پہلے اس کو ڈکلیر کیا، انھوں نے اس کو بےضرورت بتایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو مصلحت میرے پیش نظر ہے اس کو تم نہیں جانتے، پھر شیطان نے سجدہ سے انکار کیا، اور اس نے اپنی بکواس کی، یہ ردوکد عالم بالا میں ماضی میں ہوچکی ہے۔

---

(۱) ھو کا مرجع توحید ہے (۲) الملأ: سردار، مراد مقرب فرشتے ہیں (۳) الأعلی: بالا، اور ملأاعلی کے مقابل ملأسافل ہے، یعنی ایوانِ زیریں، آسمانی فرشتے ملأاعلی اور زمینی فرشتے ملأسافل ہیں، یا آسمانی فرشتوں ہی کی دو قسمیں ہیں، مقربینِ بارگاہ ملأاعلی ہیں اور عام آسمانی فرشتے ملأسافل ہیں (۴) اختصام کا ترجمہ کرتے ہیں: جھگڑنا، یہ ترجمہ صحیح ہے، مگر اس سے ذہن مار پٹائی کی طرف یا کم از کم گالی گلوچ کی طرف جاتا ہے، جبکہ اس کا مفہوم: ردّ وقدح، اور بحث وتکرار ہے، ملأاعلی کا اختصام اسی معنی میں ہے، اس لئے میں نے ڈِس کس (بحث وتکرار) انگریزی لفظ استعمال کیا ہے، یہ لفظ اب لوگوں میں رائج ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو فیصلے زمین میں نازل ہوتے ہیں وہ پہلے ملأ اعلیٰ کے پاس پہنچتے ہیں، وہاں بحث وتکرار ہوکر اس کی تفصیلات طے ہوتی ہیں، پھر وہ کام متعلقہ کارکنوں کو سپرد کیا جاتا ہے، سورۃ الدخان (آیت ۴) میں ہے کہ ایک بابرکت رات میں ہر حکمت بھرا معاملہ اللہ کے حکم سے طے ہوتا ہے، یہ حکمت بھرا معاملہ شب قدر میں ملأ اعلیٰ کے اجتماع میں طے ہوتا ہے۔

اسی طرح جب سلسلۂ نبوت جاری تھا تو مختلف زمانوں میں جو شریعتیں نازل ہوئی ہیں، وہ بھی پہلے ملأ اعلیٰ میں آکر ٹھہرتی ہیں، پھر وہاں سے انبیاء پر نازل ہوتی ہیں، جیسے بجلی گھر سے بجلی آکر پہلے پاور ہاؤس میں جمع ہوتی ہے، پھر وہاں سے سپلائی ہوتی ہے (رحمۃ اللہ الواسعہ ۱:۲۰۹)

اسی سنت کے مطابق جب خاتم النّبیین ﷺ کا دور آیا تو پہلے ملأ اعلیٰ میں طے پایا کہ کیا احکام کس ترتیب سے نازل کرنے ہیں؟ روایات میں ہے کہ پورا قرآن یکبارگی شب قدر میں سمائے دنیا پر اتارا گیا، پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا ۲۳ سال میں زمین پر اتارا گیا، اسی اجتماع میں طے کیا گیا کہ توحید کی دعوت سب سے پہلے دی جائے، کیونکہ وہ اصل الاصول ہے، پھر نبی ﷺ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا اور سب سے اہم یہی دعوت اتاری گئی، مشرکین نے اس سے روگردانی کی، پس نبی ﷺ کی زبان مبارک سے کہا گیا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ ملأ اعلیٰ میں بحث ہوکر کیا طے پایا ہے، مجھے تو وحی سے اطلاع ملی ہے کہ سب سے اہم توحید ہے اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں اسے خوب کھول کر بیان کروں۔

آیاتِ پاک: —— کہو: میں تو بس ڈرانے والا ہوں، اور کوئی معبود نہیں مگر یگانہ غالب اللہ تعالیٰ، جو پروردگار ہیں آسمانوں کے، زمین کے اور درمیانی چیزوں کے، جو زبردست بڑے بخشنے والے ہیں، کہو: وہ (توحید) بڑی (اہم) خبر ہے، جس سے تم روگردانی کررہے ہو، مجھے ایوانِ بالا کے بارے میں کچھ خبر نہیں تھی جب وہ ڈِس کس کررہے تھے، میری طرف صرف اس بات کی وحی جاتی ہے کہ میں صاف ڈرانے والا ہوں —— جو حکم ملتا ہے وہی پہنچاتا ہوں۔

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّى خَٰلِقٌۢ بَشَرًا مِّن طِينٍ ﴿٧١﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُۥ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِى فَقَعُوا۟ لَهُۥ سَٰجِدِينَ ﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٧٣﴾ إِلَّآ إِبْلِيسَ ٱسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٧٤﴾ قَالَ يَٰٓإِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَىَّ ۖ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ ٱلْعَالِينَ ﴿٧٥﴾ قَالَ أَنَا۠ خَيْرٌ مِّنْهُ ۖ خَلَقْتَنِى مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُۥ مِن طِينٍ ﴿٧٦﴾ قَالَ فَٱخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿٧٧﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِىٓ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلدِّينِ ﴿٧٨﴾ قَالَ رَبِّ

فَأَنْظِرْنِيٓ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿٧٩﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿٨٠﴾ إِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿٨١﴾
قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿٨٢﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٨٣﴾ قَالَ فَالْحَقُّ
وَالْحَقَّ أَقُوْلُ ﴿٨٤﴾ لَأَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَآ أَسْئَلُكُمْ
عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿٨٦﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهٗ
بَعْدَ حِيْنٍ ﴿٨٨﴾

إِذْ قَالَ	جب کہا	الْمَلٰٓئِكَةُ	فرشتوں نے	مِنَ الْعَالِيْنَ	بڑے درجہ والوں میں سے
رَبُّكَ	تیرے رب نے	كُلُّهُمْ	ساروں نے	قَالَ	کہا اس نے
لِلْمَلٰٓئِكَةِ	فرشتوں سے	أَجْمَعُوْنَ (۳)	سب نے	أَنَا خَيْرٌ	میں بہتر ہوں
إِنِّيْ	بے شک میں	إِلَّآ إِبْلِيْسَ	مگر ابلیس نے	مِّنْهُ	اس سے
خَالِقٌ	پیدا کرنے والا ہوں	اِسْتَكْبَرَ	گھمنڈ کیا اس نے	خَلَقْتَنِيْ	پیدا کیا آپ نے مجھے
بَشَرًا	انسان کو	وَكَانَ	اور ہوگیا وہ	مِنْ نَّارٍ	آگ سے
مِّنْ طِيْنٍ	مٹی سے	مِنَ الْكٰفِرِيْنَ	کافروں میں سے	وَّخَلَقْتَهٗ	اور پیدا کیا آپ نے اس کو
فَإِذَا	پس جب	قَالَ	فرمایا	مِنْ طِيْنٍ	مٹی سے
سَوَّيْتُهٗ	ٹھیک بنالوں اس کو	يٰٓإِبْلِيْسُ	اے ابلیس	قَالَ	فرمایا
وَنَفَخْتُ	اور پھونکوں میں	مَا مَنَعَكَ	کس چیز نے روکا تجھ کو	فَاخْرُجْ	پس نکل جا تو
فِيْهِ	اس میں	أَنْ تَسْجُدَ	سجدہ کرنے سے	مِنْهَا	اس (آسمان) سے
مِنْ رُّوْحِيْ (۱)	میری روح سے	لِمَا خَلَقْتُ	جس کو پیدا کیا میں نے	فَإِنَّكَ	پس بے شک تو
فَقَعُوْا لَهٗ (۲)	پس گر پڑو اس کے لئے	بِيَدَيَّ	میرے دونوں ہاتھوں سے	رَجِيْمٌ	مردود ہے
سٰجِدِيْنَ	سجدہ کرتے ہوئے	أَسْتَكْبَرْتَ (۴)	کیا گھمنڈ کیا تو نے	وَّإِنَّ عَلَيْكَ	اور بے شک تجھ پر
فَسَجَدَ	پس سجدہ کیا	أَمْ كُنْتَ	یا ہے تو	لَعْنَتِيْٓ	میری پھٹکار ہے

(۱) روحی میں اضافت تشریف (ویلیو بڑھانے) کے لئے ہے (۲) قَعُوْا: وقوع سے امر، اصل میں اِوْقَعُوْا تھا (۳) کلھم: الملائکۃ کی تاکید، اور أجمعون: تاکید کی تاکید۔ (۴) أَسْتکبرت: ہمزہ استفہام، اور ہمزہ وصلی محذوف ہے۔

إِلٰى يَوْمِ	دن تک	فَبِعِزَّتِكَ	پس آپ کی عزت کی قسم!	مِنْهُمُ	ان میں سے
الدِّيْنِ	جزاء کے	لَأُغْوِيَنَّهُمْ	ضرور گمراہ کروں گا	أَجْمَعِيْنَ	سبھی کو
قَالَ	کہا اس نے		میں ان کو	قُلْ	کہا اس نے
رَبِّ	اے رب!	أَجْمَعِيْنَ	سبھی کو	مَآ أَسْـَٔلُكُمْ	نہیں مانگتا میں تم سے
فَأَنْظِرْنِيْٓ	پس ڈھیل دے مجھے	إِلَّا عِبَادَكَ	مگر آپ کے بندے	عَلَيْهِ	اس پر
إِلٰى يَوْمِ	دن تک	مِنْهُمُ	ان میں سے	مِنْ أَجْرٍ	کوئی بدلہ
يُبْعَثُوْنَ	اٹھائے جائیں وہ	الْمُخْلَصِيْنَ	چنیدہ	وَمَآ أَنَا	اور نہیں ہوں میں
قَالَ	فرمایا	قَالَ	فرمایا	مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ	بناوٹ کرنے والوں
فَإِنَّكَ	پس بے شک تو	فَالْحَقُّ(۱)	پس پکی بات		میں سے
مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ	ڈھیل دیئے ہوؤں	وَالْحَقَّ(۲)	اور پکی بات ہی	إِنْ هُوَ	نہیں ہے وہ
	میں سے ہے	أَقُوْلُ	کہتا ہوں میں	إِلَّا ذِكْرٌ	مگر نصیحت
إِلٰى يَوْمِ	دن تک	لَأَمْلَئَنَّ	ضرور بھروں گا میں	لِّلْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے لئے
الْوَقْتِ	وقت	جَهَنَّمَ مِنْكَ	دوزخ کو تجھ سے	وَلَتَعْلَمُنَّ	اور ضرور جان لوگے تم
الْمَعْلُوْمِ	معلوم کے	وَمِمَّنْ	اور ان سے جو	نَبَأَهٗ	اس کی خبر
قَالَ	کہا اس نے	تَبِعَكَ	تیری پیروی کریں	بَعْدَ حِيْنٍ	ایک وقت کے بعد

تخلیقِ آدمؑ کے وقت فرشتوں کی ردوکد اور شیطان کی بک بک جھک جھک

سوال: فرشتوں کی ردوکد کا تو ذکر نہیں؟ جواب: اشارہ ہے، صراحت سورۃ البقرۃ (آیت ۳۰) میں ہے، اور یہاں صراحت اس لئے نہیں کی کہ ملائکہ نے سرِ تسلیم خم کرلیا تھا، اور ابلیس نے نہیں کیا تھا اس لئے اس کا تفصیل سے تذکرہ کیا۔

ارشاد فرماتے ہیں: —— (یاد کرو) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: بے شک میں مٹی سے ایک انسان کو بنانے والا ہوں —— اس میں فرشتوں کی تکرار کی طرف اشارہ ہے —— پس جب میں اس کو ٹھیک بنالوں، اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا —— یہ سجدہ رام ہونے کا رمز تھا —— پس سارے کے

(۱) الحقُّ: مبتدا اور لأملئن خبر، اس سے پہلے قولی محذوف (۲) الحقَّ: أقول کا مفعول بہ، تقدیم سے حصر پیدا ہوا، اور والحقّ أقول: جملہ معترضہ ہے، قول اور مقولہ کے درمیان۔

سارے فرشتوں نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے نہیں کیا —— ابلیس جنات میں سے تھا (الکہف ۵۰) اور سجدہ کا حکم ساری زمینی مخلوق کو تھا، کیونکہ آدم علیہ السلام کو زمین میں نائب بنایا جار ہا تھا، پس کارخانہ کے سارے ملازمین سرینڈر کریں گے تبھی منیجر کارخانہ چلا سکے گا؟ اور فرشتوں کا ذکر اشرف المخلوق ہونے کی وجہ سے کیا ہے۔ اور ابلیس کے علاوہ باقی جنات نے سجدہ کیا تھا —— وہ غرور میں آ گیا، اور کافروں میں سے ہو گیا!

فرمایا: اے ابلیس! کس چیز نے تجھ کو روکا سجدہ کرنے سے اس کو جس کو میں نے دونوں ہاتھوں سے بنایا —— یہ اضافت بھی تشریف کے لئے ہے، اور اللہ تعالیٰ کی نعوت وصفات میں سلف کا مسلک ہی اقوی واحوط ہے (فوائد) —— کیا غرور میں آ گیا تو یا تو بڑے درجہ والوں میں سے ہے؟ —— اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں، مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا ہے، اور اس کو مٹی سے پیدا کیا —— یعنی میں عالی مرتبہ ہوں، مگر اس کی دلیل غلط تھی، سب انسان مٹی سے پیدا ہوتے ہیں، پھر ان میں تفاوتِ درجات ہے، معلوم ہوا کہ مادّہ تخلیق باعثِ فضیلت نہیں —— فرمایا: پس تو اُس (آسمان) سے نکل جا، کیونکہ تو مردود ہو گیا، اور بے شک تجھ پر میری لعنت ہے قیامت کے دن تک —— کہا اس نے: اے میرے ربّ! پس مجھ کو مہلت دے قیامت کے دن تک —— فرمایا: پس بے شک تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے معلوم وقت کے دن تک —— پہلی مرتبہ صور پھونکے جانے تک —— کہا اس نے: پس آپ کی عزت کی قسم! میں ضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا، مگر ان میں سے آپ کے چیندہ بندے —— مستثنیٰ ہیں، وہ میرے پھندے میں نہیں آئیں گے۔

فرمایا: پس سچی بات —— اور سچی بات ہی میں کہتا ہوں —— ضرور بھروں گا میں دوزخ کو تجھ سے اور ان میں سے جو تیری پیروی کریں سبھی سے! (قصہ پورا ہوا)

سورت کی آخری آیات: یاد ہوگا: سورت کا موضوع مسئلہ رسالت ہے، پس اسی پر سورت ختم کرتے ہیں —— کہہ: نہیں مانگتا میں تم سے اُس (تبلیغ) پر کچھ معاوضہ، اور نہیں ہوں میں بناوٹ کرنے والوں میں سے —— یعنی خواہ مخواہ اپنی طرف سے بات بنا کر نہیں کہتا —— اور نہیں ہے وہ (قرآن) مگر نصیحت جہانوں کے لئے! اور ضرور تمہیں معلوم ہو جائے گی اس کی خبر ایک وقت کے بعد —— یعنی قرآن نے اسلام کی سربلندی کی جو بات کہی ہے اس کے واقعہ بننے کے لئے تھوڑا انتظار کرو۔

(الحمد للہ! سورۂ ص کی تفسیر پوری ہوئی ۲۱/ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ = ۶/ اکتوبر ۲۰۱۵ء)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ① اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّيۡنَ ؕ ② اَلَا لِلّٰهِ الدِّيۡنُ الۡخَالِصُ ؕ وَالَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ ۘ مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ فِىۡ مَا هُمۡ فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③ لَوۡ اَرَادَ اللّٰهُ اَنۡ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصۡطَفٰى مِمَّا يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ④

تَنۡزِيۡلُ	بتدریج اتارنا	لَهٗ	اس کے لئے	اِلَى اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ سے
الۡكِتٰبِ	قرآن کا	الدِّيۡنَ	دین (عبادت) کو	زُلۡفٰى	مرتبہ (درجہ) میں
مِنَ اللّٰهِ	اللہ کی طرف سے ہے	اَلَا	سنو	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
الۡعَزِيۡزِ	زبردست	لِلّٰهِ	اللہ کے لئے ہے	يَحۡكُمُ	فیصلہ کریں گے
الۡحَكِيۡمِ	حکمت والے	الدِّيۡنُ	دین	بَيۡنَهُمۡ	ان کے درمیان
اِنَّاۤ	بے شک ہم نے	الۡخَالِصُ	خالص	فِىۡ مَا	اس میں جو
اَنۡزَلۡنَاۤ	اتاری	وَالَّذِيۡنَ	اور جنھوں نے	هُمۡ فِيۡهِ	وہ اس میں
اِلَيۡكَ	آپ کی طرف	اتَّخَذُوۡا	بنائے	يَخۡتَلِفُوۡنَ	اختلاف کرتے ہیں
الۡكِتٰبَ	یہ کتاب	مِنۡ دُوۡنِهٖۤ	اس سے ورے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
بِالۡحَقِّ	(دینِ) حق کے ساتھ	اَوۡلِيَآءَ	کارساز (حمایتی)	لَا يَهۡدِىۡ	راہ نہیں دیتے
فَاعۡبُدِ	پس عبادت کر	مَا نَعۡبُدُهُمۡ	نہیں عبادت کرتے ہم انکی	مَنۡ هُوَ	اس کو جو وہ
اللّٰهَ	اللہ کی	اِلَّا	مگر	كٰذِبٌ	جھوٹا ہے
مُخۡلِصًا	خالص کرکے	لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ	تاکہ نزدیک کریں وہ ہمیں	كَفَّارٌ	بڑا ناشکرا

لَوْ اَرَادَ	اگر چاہتے	لَّاصْطَفٰی	(تو) ضرور چھنتے	سُبْحٰنَهٗ	وہ (اولاد سے) پاک ہیں
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	مِمَّا	ان میں سے جن کو	هُوَاللّٰهُ	وہ (معبود) اللہ ہیں
اَنْ يَّتَّخِذَ	کہ بنائیں	يَخْلُقُ	پیدا کرتے ہیں وہ	الْوَاحِدُ	یگانہ
وَلَدًا	اولاد	مَا يَشَآءُ	جس کو چاہتے ہیں	الْقَهَّارُ	بڑے زوروالے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

ربط: اس سورت کا موضوع توحید اور اس سے تعلق رکھنے والی بات یعنی قرآنِ کریم ہے، گذشتہ سورت کا موضوع رسالت تھا، اور وہ دلیلِ رسالت (قرآن) کے ذکر پر ختم ہوئی تھی، یہ سورت اسی کے بیان سے شروع ہو رہی ہے۔

اس سورت کے نزول کا نمبر ۵۹ ہے، یہ مکی سورت ہے اور حوامیم سے پہلے والی سورت ہے، آگے سات سورتیں آرہی ہیں جو حٰمٓ سے شروع ہوئی ہیں، پھر ان کے بعد سورۃ محمدؐ آئے گی، یہ حوامیم اور آگے پیچھے کی ایک ایک سورت حفظ وفہم کے اعتبار سے اور مضامین کے تنوع کے اعتبار سے اہم ہیں، ان کو بار بار پڑھنے کی تاکید آئی ہے اور مضامین بھی بغور پڑھنے چاہئیں۔

ارشاد فرماتے ہیں: —— یہ کتاب (قرآن) زبردست حکمت والے اللہ کی طرف سے تھوڑی تھوڑی اتاری جارہی ہے —— الکتاب میں الف لام عہدی ہے، مراد قرآنِ کریم ہے...... تنزیل (بابِ تفعیل) کے معنی میں تدریج ہے۔

مقصدِ تنزیل: دین کی تعلیم ہے —— بے شک ہم نے اس کتاب کو آپؐ پر دینِ حق پر مشتمل نازل کیا ہے —— بالحق کی باء مصاحبت (ملابست) کے لئے ہے، اور الحق کا موصوف محذوف ہے، اور صفت: موصوف کے قائم مقام ہے، اور وہ موصوف الدین ہے أی مُتَلَبِّسًا/ مُصَاحِبًا بالدین الحق، اس کا ترجمہ 'مشتمل' کیا ہے یعنی قرآن بھیجنے کا مقصد لوگوں کو دینِ حق کی تعلیم دینا ہے، یہ کتاب دینِ حق (اسلام) کی تعلیمات پر مشتمل ہے۔

دینِ اسلام کی بنیادی تعلیم: توحید ہے —— پس آپ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لئے دین (عبادت) کو خالص کر کے —— مُخْلِصًا: اُعْبُدْ کے فاعل سے حال ہے...... اور لفظ الدین: لفظ عبادت سے عام ہے، مفسرین خاص معنی مراد لیتے ہیں، مگر اس کی ضرورت نہیں، مکمل دین پیور (Pure) ہونا چاہئے، اس میں کوئی آمیزش نہیں ہونی چاہئے، پس عبادت بھی پیور اللہ کی ہونی چاہئے۔

نخالص دین (عبادت) مقبول نہیں: —— سنو! اللہ کے لئے خالص دین ہے —— یعنی نخالص دین (عبادت) اللہ قبول نہیں کرتے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: أنا أَغْنَی الشُّرکاءِ: میں بھاگی داروں میں سب سے زیادہ بے نیاز ہوں، یعنی میری جو عبادت بھاگی داری میں کی گئی ہے، میرے علاوہ کو اس میں شریک کیا ہے: مجھے اس کی ضرورت

نہیں، نہ میرے پاس اس کا صلہ ہے۔ لے جاؤ اس کو اس شریک کے پاس، اور لے لو اس سے بدلہ! —— پس دین میں اخلاص ضروری ہے، عقائد: اہل السنہ والجماعۃ کے عقائد سے ہٹے ہوئے نہ ہوں، عبادات میں دکھلانا سنانا شامل نہ ہو، اور معاملات میں کوئی دنیوی غرض نہ ہو، صرف اللہ کی خوشنودی اور دین پر عمل کرنا پیش نظر ہو تو ہی دین خالص ہے، اور وہی اللہ کے یہاں مقبول ہے۔

مشرکوں کی دو غلط فہمیاں

مشرک جن مورتیوں کی پرستش کرتے ہیں وہ دو طرح کی ہیں: نیک بندوں کے پیکر اور فرشتوں کی صورتیں، اول کی عبادت ان کے خیال میں اس لئے ضروری ہے کہ وہ وسیلۂ قُرب ہیں، اور ثانی کی اس لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں، اور باپ کی طرح اولاد کی عبادت بھی ضروری ہے —— مشرکوں کے یہ دونوں خیال غلط ہیں۔

پہلا خیال: اس لئے غلط ہے کہ وہ جھوٹ ہے، اللہ کی نزدیکی حاصل کرنے کے لئے وسائط کی ضرورت نہیں، ایمان اور عمل صالح سے اللہ کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے —— پھر اس میں معبود حقیقی کی بڑی ناشکری بھی ہے، پیدا کیا اللہ نے، پالا پوسا اس نے، اور سر نیاز جھکا دیا کسی اور کی چوکھٹ پر، یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— اور جن لوگوں نے اللہ سے وَرے کارساز (حمایتی) بنائے —— أولیاء: ولی کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: دوست، اور اللہ کے دوست انبیاء اور صلحاء ہیں، اس لفظ میں مشرکین کے پہلی قسم کے معبودوں کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ اگلی آیت میں لفظ ولد سے دوسری قسم کے معبودوں کی طرف اشارہ ہے —— (وہ کہتے ہیں:) ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے نزدیک کردیں —— ان کا یہ قول غلط ہے: —— بے شک اللہ تعالیٰ ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کریں گے جس میں وہ (پیغمبر سے) اختلاف کرتے ہیں —— پیغمبر کہتے ہیں: اولیاء کی پرستش جائز نہیں، مشرکین کہتے ہیں: ضروری ہے، اس اختلاف میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماتے ہیں، سنو! —— بے شک اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتے اس کو جو جھوٹا بڑا ناشکرا ہے! —— کاذب میں ایک ردّ ہے اور کفار میں دوسرا، علاوہ ازیں آیت میں یہ بات بھی ہے کہ جس نے دل میں ٹھان لی ہو کہ کبھی سچی بات نہیں ماننی، جھوٹ ہی پر ہمیشہ اڑا رہنا ہے، حقیقی منعم کو چھوڑ کر جھوٹے محسنوں کی نیاز بھرنی ہے: اللہ کی عادت یہ ہے کہ ایسوں کو اللہ تعالیٰ کامیابی کی راہ نہیں دیتے۔

دوسرا خیال: کہ فرشتوں کی عبادت ضروری ہے، وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں، پس باپ کی طرح اولاد کی پرستش بھی ضروری ہے: یہ خیال چار وجوہ سے غلط ہے:

پہلی وجہ: اگر اللہ تعالیٰ اولاد اپنائیں گے تو اپنی مخلوق (پیدا کی ہوئی چیزوں) میں سے کسی کو اولاد بنائیں گے، جبکہ

اولاد دوسرا دیتا ہے، پھر اللہ ہی کی مخلوق اللہ کی اولاد کیسے ہوسکتی ہے؟ —— اس وجہ کا بیان مِمَّا یَخْلُقُ میں ہے۔

دوسری وجہ: اللہ کی مخلوقات میں بڑی بڑی چیزیں ہیں: عرش، آسمان، زمین، سورج، چاند، تارے اور پہاڑ عظیم مخلوقات ہیں، پس اگر اللہ کو اولاد بنانی ہوتی تو کسی بڑی مخلوق کو بناتے، یہ کیا بات ہے کہ لڑکیوں کو اپنایا جو ضعیف مخلوق ہے، جس کو تم بھی پسند نہیں کرتے، یہ تو نہایت نامعقول بات ہے —— اس وجہ کا بیان مما یشاء میں ہے۔

تیسری وجہ: اولاد باپ کی ہم جنس ہوتی ہے، ناجنس اولاد بڑا عیب ہے، اور اللہ عیوب سے پاک ہیں، پس اگر اللہ کی اولاد ہوگی تو وہ بھی قدیم اور معبود ہوگی، پس توحید گاؤ خورد ہوجائے گی، جبکہ تمام مذاہب بڑا خدا ایک ہی کو مانتے ہیں، مشرکین بھی اللہ کو بڑا مانتے ہیں، مورتیوں کو من دونہ: اللہ سے وَرے یعنی چھوٹے خدا مانتے ہیں، اور اللہ کی اولاد تو اللہ کے برابر ہوگی، ورنہ وہ ہم جنس نہ ہوگی —— اس وجہ کا بیان الواحد میں ہے یعنی معبود صرف اللہ ہیں جو یگانہ ہیں، ان کے ساتھ نہ کوئی قدیم ہے نہ معبود!

چوتھی وجہ: اولاد کی ضرورت ضعیف کو ہوتی ہے، تاکہ بوڑھاپے میں ہاتھ بٹائے اور سہارا بنے، اور اللہ تعالیٰ تو بڑے زور والے ہیں۔ ان کو نہ کسی کی مدد کی ضرورت ہے نہ سہارے کی، پھر ان کو اولاد کی کیا حاجت ہے —— اس وجہ کا بیان القہار میں ہے۔

آیتِ پاک: اگر اللہ چاہتے کہ اولاد بنائیں تو وہ مخلوق سے جس کو چاہتے منتخب فرماتے، وہ (اولاد سے) پاک ہیں وہ (معبود) اللہ یگانہ زبردست ہیں۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ یُكَوِّرُ الَّیْلَ عَلَى النَّهَارِ وَ یُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّیْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ؕ یَخْلُقُكُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝

خَلَقَ	پیدا کیا	وَ الْاَرْضَ	اور زمین کو	یُكَوِّرُ	لپیٹتا ہے (داخل کرتا ہے)
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کو	بِالْحَقِّ (۱)	خاص مقصد سے	الَّیْلَ	رات کو

(۱) الحق کے اصل معنی ہیں: الأمر الثابت: واقعی بات، جو اعتبارِ معتبر کے تابع نہ ہو، پھر اس کے مختلف مظاہر ہیں، یہاں تخلیقِ ارض وسماء کا خاص مقصد مراد ہے، اور وہ ہے انسان کی مصلحت: کائنات انسان کی غرض سے بنائی گئی ہے۔

عَلَى النَّهَارِ	دن پر	الْغَفَّارُ	بڑا بخشنے والا ہے	اُمَّهٰتِكُمْ	تمہاری ماؤں کے
وَيُكَوِّرُ	اور لپیٹتا ہے	خَلَقَكُمْ	پیدا کیا تم کو	خَلْقًا	پیدا کرنا
النَّهَارَ	دن کو	مِّنْ نَّفْسٍ(۱)	نفس سے	مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ	پیدا کرنے کے بعد
عَلَى الَّيْلِ	رات پر	وَّاحِدَةٍ	ایک	فِيْ ظُلُمٰتٍ	تاریکیوں میں
وَسَخَّرَ	اور کام میں لگایا	ثُمَّ جَعَلَ	پھر بنایا	ثَلٰثٍ	تین
الشَّمْسَ	سورج کو	مِنْهَا	اس سے	ذٰلِكُمُ	وہ
وَالْقَمَرَ	اور چاند کو	زَوْجَهَا	اس کا جوڑا	اللّٰهُ	اللہ
كُلٌّ	ہر ایک	وَاَنْزَلَ(۲)	اور اتارا	رَبُّكُمْ	تمہارا پروردگار ہے
يَّجْرِيْ	چلتا ہے	لَكُمْ	تمہارے لئے	لَهُ	اس کے لئے
لِاَجَلٍ	مدت کے لئے	مِّنَ الْاَنْعَامِ	پالتو چوپایوں سے	الْمُلْكُ	حکومت ہے
مُّسَمًّى	مقرر	ثَمٰنِيَةَ	آٹھ	لَآ اِلٰهَ	کوئی معبود نہیں
اَلَا	سنو	اَزْوَاجٍ	قسموں کو	اِلَّا هُوَ	مگر وہ
هُوَ	وہ	يَخْلُقُكُمْ	پیدا کرتا ہے تم کو	فَاَنّٰى	پس کہاں
الْعَزِيْزُ	زبردست	فِيْ بُطُوْنِ	پیٹوں میں	تُصْرَفُوْنَ	پھرائے جارہے ہو تم؟

توحید (ایک معبود ہونے) کی دلیل

اوپر کی دو آیتوں میں ردّ اشراک تھا، یعنی اللہ کا کوئی شریک نہیں، نہ انبیاء نہ اولیاء نہ ملائکہ، اب دو آیتوں میں توحید کا بیان ہے، اگر لوگ انفس وآفاق میں غور کریں تو وہ یہ حقیقت پاسکتے ہیں کہ:

ا- اللہ نے آسمان وزمین کا کارخانہ خاص مقصد سے پیدا کیا ہے، اور وہ مقصد انسان کی مصلحت ہے، انسان کو پیدا کرنا مقصود تھا اس لئے پہلے سے یہ گھر بسایا ہے، تاکہ انسان اس میں آباد ہو [البقرۃ آیت ۲۹]

۲- پھر اللہ نے وقت کو دو حصوں میں تقسیم کرکے شب وروز بنائے، جن کو بارہ گھنٹوں میں بدلتے ہیں، اگر رات ہی

(۱) نفس سے انسان کا نفسِ ناطقہ مراد ہے، یہی انسان کی نوع ہے، جس کو نر ومادہ میں تقسیم کیا ہے، یہی حال تمام انواع کا ہے، جیسے انعام (پالتو چوپایوں) کی انواع اربعہ کو نر ومادہ میں تقسیم کیا تو ثمانیۃ ازواج بن گئیں۔ (۲) أنزل بمعنی خلق ہے، جیسے: ﴿وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ﴾: ہم نے لوہے کو پیدا کیا [الحدید ۲۵] لوہا زمین میں پیدا ہوتا ہے۔

رات رہتی تو ہر چیز ٹھٹھر جاتی، اور دن ہی دن رہتا تو ہر چیز جھلس جاتی، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے رات دن کا نظام بنایا تاکہ انسان دنیا میں آرام سے رہ سکے۔

۳- چاند سورج کے گردشِ لیل ونہار کے علاوہ اور بھی مقاصد ہیں، انہی سے غذائیں پکتی ہیں، پھلوں میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے، سمندر سے بھاپ اٹھتی ہے، جو بادل بن کر برستی ہے، چاند سورج کا یہ نظام اتنا مضبوط بنایا ہے کہ لحہ بھر کا فرق نہیں پڑتا، یہ نظام اللہ تعالیٰ جب تک چاہیں گے چلتا رہے گا۔

۴- پھر جب وقت آیا تو اللہ نے انسان کو پیدا کیا، انسان بھی دیگر انواع کی طرح ایک نوع ہے، اس کا نفس: نفسِ ناطقہ کہلاتا ہے، اس کو دو حصوں میں تقسیم کر کے مرد وزن بنائے، اور دونوں سے نسل چلائی، جس سے زمین آباد ہوگئی۔

۵- پھر انسان کے گذارے کے لئے قریبی سبب پالتو جانور بنائے، اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری کو جنم دیا، یہ جانور نوعیں ہیں، پھر ان کی صنفیں بنائیں تو آٹھ قسمیں ہوگئیں، چونکہ نر اور مادہ کے مستقل فوائد ہیں اس لئے ان کو الگ الگ شمار کیا، یہ انسان کے گذارے کا قریبی سبب ہیں، ان کے دودھ، گوشت اور اون وغیرہ سے انسان کی زندگی کا گہرا تعلق ہے۔

۶- اب خود انسان کی تخلیق پر غور کریں، مرد وزن کے مادّے بچہ دانی میں پہنچتے ہیں، وہاں تین اندھیریوں میں مختلف احوال سے گذار کر اللہ تعالیٰ اشرف المخلوقات انسان بناتے ہیں۔

یہی اللہ انسانوں کے پروردگار ہیں، اور انھوں نے کائنات کا اختیار کسی کو سپرد نہیں کیا، بلکہ خود کائنات کے مالک ہیں، ملک وسلطنت انہی کی ہے، پھر ان کے علاوہ کون معبود ہوسکتا ہے؟ وہی ایک اللہ معبود ہیں، عبادت انہی کے لئے سزاوار ہے، پھر گرومہنت لوگوں کو کدھر پھیر رہے ہیں؟

آیات پاک مع تفسیر: —— اللہ نے آسمانوں اور زمین کو خاص مقصد سے پیدا کیا ہے —— یعنی انسان کی مصلحت سے پیدا کیا ہے —— وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے، اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے —— سورج غروب ہوتا ہے تو مشرق کی طرف سے رات پھیلتی چلی آتی ہے اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں رات چھا جاتی ہے، اسی طرح دن کی روشنی تاریکی کی چادر کو پھاڑ کر رکھ دیتی ہے، یعنی اللہ نے شب وروز کا نظام بنایا، وہ ان کو بدلتے رہتے ہیں —— اور کام میں لگایا سورج اور چاند کو، ہر ایک وقتِ مقرر تک چلتا رہے گا —— یعنی یہ گردشِ لیل ونہار ایک دن ختم ہوجائے گی —— سنتا ہے! وہ زبردست بڑا بخشنے والا ہے —— یعنی اللہ نے اپنی زبردست قدرت سے یہ نظام قائم کیا ہے اور تھام رکھا ہے، اور لوگوں کی شرارتوں سے اس کو درہم برہم نہیں کرتا، کیونکہ وہ بڑا درگذر کرنے والا ہے۔

اس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا —— حیوانات کی ہر نوع کا نفس جدا ہے، اور چونکہ انسان کی ماہیت حیوان ناطق

ہے،اس لئے اس کے نفس کونفسِ ناطقہ کہتے ہیں، جیسے گدھے کا نفس: نفسِ ناہقہ اور گھوڑے کا نفس: نفسِ صاہلہ کہلاتا ہے، اور یہ سب نفوس: نفس الامر میں متحقق ہیں، اسی میں سے افراد ابھرتے مٹتے ہیں، جیسے پانی میں سے بلبلے اٹھتے ہیں، پھر ٹوٹ کر اسی میں مل جاتے ہیں، مگر یہ بات کہنی مقصود نہیں، مقصود اگلی بات ہے: —— پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا —— یعنی عورت بھی مرد کی ہم جنس ہے، پھر دونوں سے نسلِ انسانی چلائی —— تمام انسان بشمولِ آدم وحواء علیہما السلام ایک نفس ناطقہ سے پیدا کئے گئے ہیں، رہے ابدان تو قرآن میں صراحت ہے کہ آدم علیہ السلام کا پتلا مٹی سے بنایا تھا، اور دادی کا بدن کس طرح بنایا تھا؟ اس کی قرآن میں صراحت نہیں، البتہ حضرت محمد باقر رحمہ اللہ (جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں) فرماتے ہیں: خُلِقَتْ حواءُ من بَقِيَّةِ طِيْنَةِ آدم: جس مٹی سے آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا تھا، اس کی باقی مٹی سے دادی کا پتلا بنایا[1] —— اور قرآن کا مقصد تخلیقِ نساء کا بیان نہیں، بلکہ یہ بیان کرنا ہے کہ مرد وزن سے انسان کی نسل پھیلی ہے۔

اور پیدا کیں تمہارے لئے پالتو چوپایوں کی آٹھ قسمیں (نر و مادہ) —— جو انسان کی معاش کا سبب قریب ہیں —— وہ پیدا کرتے ہیں تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت میں، تین تاریکیوں میں —— ایک پیٹ کی تاریکی، دوسری بچہ دانی کی، تیسری اس جھلّی کی جس کے اندر بچہ ہوتا ہے، جس کو عربی میں مَشِيْمَة اور اردو میں نال کہتے ہیں، وہ ایک آنت کے ذریعہ بچہ کی ناف سے جڑی ہوتی ہے، پیدائش پر اس کو کاٹ کر جدا کر دیتے تھے، پھر وقفہ کے بعد وہ گر جاتی ہے، اور اس کو دفن کر دیتے ہیں —— بچہ دانی میں نطفہ سات مراحل سے گذرتا ہے، جس کا تذکرہ سورۃ المؤمنون کے پہلے رکوع میں ہے۔

یہی اللہ تمہارے پروردگار ہیں —— ربّ: اس ہستی کو کہتے ہیں: جو کسی چیز کو عدم سے وجود میں لائے، پھر اس کی بقاء کا سامان کرے، پھر بتدریج اس کو بڑھا کر منتہائے کمال تک پہنچائے، یہ تینوں کام اللہ تعالیٰ کرتے ہیں —— اسی کی سلطنت ہے —— اور کوئی کائنات کا مالک نہیں، پس —— ان کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں پھیرے جا رہے ہو! —— نذر و نیاز لے کر کہاں جا رہے ہو، خالق وہ ہے مالک وہ ہو، پروردگار وہ ہے، پھر معبود ان کے سوا کوئی اور کیسے ہوسکتا ہے؟

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۫ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا

(۱) روح المعانی سورۃ نساء کی پہلی آیت پر حاشیہ میں یہ قول ہے، اور بخاری شریف کی حدیث خُلِقْنَ من ضِلَعٍ ہر عورت سے متعلق ہے، دادی کے ساتھ خاص نہیں، اور اس میں نسوانی فطرت کی کجی کی تمثیل (پیرایۂ بیان) ہے، بس یہی ایک حدیث صحیح ہے، باقی روایات اسرائیلی ہیں، بائبل میں جو مضمون ہے وہ روایات کے راستے تفسیروں میں آیا ہے ۱۲

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ
دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ
قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ اِنَّكَ
مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝۸ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ
وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا
يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۹ ع قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ
اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ
اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۰

اِنْ تَكْفُرُوْا	اگر انکار کرو تم	وَازِرَةٌ	کوئی اٹھانے والا	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ	سینوں کی باتوں کو
فَاِنَّ اللّٰهَ	پس بے شک اللہ تعالیٰ	وِّزْرَ	بوجھ	وَاِذَا مَسَّ	اور جب چھوتی ہے
غَنِيٌّ عَنْكُمْ	بے نیاز ہیں تم سے	اُخْرٰى (۲)	دوسرے کا	الْاِنْسَانَ	انسان کو
وَلَا يَرْضٰى	اور نہیں پسند کرتے وہ	ثُمَّ	پھر	ضُرٌّ	کوئی تکلیف
لِعِبَادِهِ	اپنے بندوں کے لئے	اِلٰى رَبِّكُمْ	تمہارے رب کی طرف	دَعَا	(تو) پکارتا ہے وہ
الْكُفْرَ	انکار کرنے کو	مَّرْجِعُكُمْ (۳)	تمہارا لوٹنا ہے	رَبَّهٗ	اپنے رب کو
وَاِنْ تَشْكُرُوْا	اور اگر شکر بجالاؤ تم	فَيُنَبِّئُكُمْ	پس وہ آگاہ کریں گے تم کو	مُنِيْبًا	متوجہ ہوکر
يَرْضَهُ (۱)	(تو) پسند کرتے ہیں	بِمَا	ان کاموں سے جو	اِلَيْهِ	اس کی طرف
	وہ اس کو	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ	تم کیا کرتے تھے	ثُمَّ اِذَا	پھر جب
لَكُمْ	تمہارے لئے	اِنَّهٗ	بے شک وہ	خَوَّلَهٗ (۴)	عطا فرماتا ہے اس کو
وَلَا تَزِرُ	اور نہیں اٹھائے گا	عَلِيْمٌ	خوب جاننے والے ہیں	نِعْمَةً	نعمت

(۱) يَرْضَ: اصل میں یرضی تھا، جوابِ شرط ہونے کی وجہ سے ی گرگئی ہے (۲) أخرى: أي نفس أخرى (۳) مرجع: مصدر ہے۔ (۴) خوّله الشيئ: کسی کو از راہ کرم کوئی چیز دینا۔

مِّنْهُ	اپنی طرف سے	هُوَ	وہ	اُولُوا الْاَلْبَابِ	عقل والے
نَسِيَ	(تو) بھول جاتا ہے وہ	قَانِتٌ	اطاعت کرنے والا ہے	قُلْ	کہہ
مَا[۱]	اس کو جس کو	اٰنَآءَ	گھڑیوں میں	يٰعِبَادِ	اے میرے بندو
كَانَ يَدْعُوْٓا	پکارا کرتا تھا وہ	الَّيْلِ	رات کی	الَّذِيْنَ	جو
اِلَيْهِ	اس کو	سَاجِدًا	سجدہ کرنے والا	اٰمَنُوا	ایمان لائے
مِنْ قَبْلُ	پہلے	وَّقَآئِمًا	اور کھڑا ہونے والا	اتَّقُوْا	ڈرو
وَجَعَلَ	اور بناتا ہے	يَّحْذَرُ	ڈرتا ہے	رَبَّكُمْ	اپنے رب سے
لِلّٰهِ	اللہ کے لئے	الْاٰخِرَةَ	آخرت سے	لِلَّذِيْنَ	(ان کیلئے) جنھوں نے
اَنْدَادًا	ہم سر	وَيَرْجُوْا	اور امیدوار ہے	اَحْسَنُوْا	نیکی کی
لِّيُضِلَّ	تاکہ گمراہ کرے	رَحْمَةَ	مہربانی کا	فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا	اس دنیا میں
عَنْ سَبِيْلِهٖ	اللہ کے راستہ سے	رَبِّهٖ	اپنے رب کی	حَسَنَةٌ	بھلائی ہے
قُلْ	کہو	قُلْ هَلْ	پوچھ کیا	وَاَرْضُ	اور زمین
تَمَتَّعْ	فائدہ اٹھا	يَسْتَوِي	یکساں ہیں	اللّٰهِ	اللہ کی
بِكُفْرِكَ	اپنے کفر سے	الَّذِيْنَ	جو	وَاسِعَةٌ	کشادہ ہے
قَلِيْلًا	تھوڑا	يَعْلَمُوْنَ	جانتے ہیں	اِنَّمَا	اس کے سوا نہیں کہ
اِنَّكَ	بے شک تو	وَالَّذِيْنَ	اور جو	يُوَفَّى	پورا پورا دیئے جائیں گے
مِنْ اَصْحٰبِ	والوں سے	لَا يَعْلَمُوْنَ	نہیں جانتے	الصّٰبِرُوْنَ	صبر کرنے والے
النَّارِ	آگ کے ہے	اِنَّمَا	اس کے سوا نہیں کہ	اَجْرَهُمْ	ان کا صلہ
اَمَّنْ	کیا جو شخص	يَتَذَكَّرُ	نصیحت پذیر ہوتے ہیں	بِغَيْرِ حِسَابٍ	بے گنے

ہر چیز کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں مگر پسند مختلف ہے

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک: ہر بات اللہ کی مشیت، ارادے اور خلق (پیدا کرنے) سے وجود میں آتی ہے، ان کے نزدیک اللہ کے علاوہ کوئی خالق نہیں، اور معتزلہ کے نزدیک نیک کام اللہ پیدا کرتے ہیں اور برائیاں انسان خود پیدا کرتا

(۱) مَا سے اللہ تعالیٰ مراد ہیں، ما بمعنی من آتا ہے، اور ضرّ بھی مراد ہو سکتا ہے۔

ہے،اور مجوسیوں کے نزدیک نیکیوں کا خالق یزداں ہے اور برائیوں کا خالق اہرمن (شیطان)

پھر اہل السنہ والجماعۃ کے نزدیک جو باتیں بندوں کے لئے مفید ہیں وہ اللہ کو پسند ہیں، اور جو بری ہیں وہ ناپسند ہیں، جیسے ایمان پسند ہے اور کفر ناپسند ہے، اور پسندیدہ کاموں پر وہ ثواب دیتے ہیں اور ناپسندیدہ کاموں پر سزا، کیونکہ ان کو پیدا اگرچہ اللہ تعالیٰ کرتے ہیں مگر بندوں کا کسب (اختیار کرنے) کا دخل ہوتا ہے، اس لئے کسب ثواب وعقاب کا حقدار بناتا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے:

۱- برائی کا پیدا کرنا برا نہیں، اس کا کسب (اختیار کرنا) برا ہے، جیسے زہر سنکھیا کا پیدا کرنا برا نہیں، وہ تو بہت سی دواؤں میں استعمال کیا جاتا ہے، البتہ اس کا کھانا چونکہ جان لیوا ہے اس لئے برا ہے، اور کھانے والا خودکشی کا مرتکب سمجھا جاتا ہے — خلق اور کسب میں یہ فرق اچھی طرح ذہن نشیں کر لینا چاہئے۔

۲- اللہ نے انسان کو جزوی اختیار دیا ہے، کلّی اختیار نہیں دیا، کلّی اختیار اللہ کا ہے، اگر غیر اللہ کو کلّی اختیار حاصل ہو جائے تو وہ اللہ ہو جائے، قادر مطلق (کامل) صرف اللہ تعالیٰ ہیں، البتہ بندوں کو ایک حد تک اختیار دیا ہے کہ وہ جو چاہیں کسب کریں، اور جزاؤسزا کے لئے کلّی اختیار ضروری نہیں، جزوی اختیار بھی کافی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا: بندہ مختار ہے یا مجبور؟ آپ نے فرمایا: مختار بھی ہے اور مجبور بھی! اس نے پوچھا: یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ، وہ کھڑا ہو گیا، فرمایا: ایک پیر اٹھا لو، اس نے اٹھا لیا، فرمایا: دوسرا بھی اٹھا لو، اس نے کہا: اسے کیسے اٹھاؤں گر پڑوں گا! آپ نے فرمایا: بس اتنا تمہارا اختیار تھا، اب تم مجبور ہو گئے۔

۳- اسلامی عقیدہ ہے: والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ: بھلی بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، یعنی اللہ کی ازلی پلاننگ میں بندوں کے لئے مفید اور مضر باتیں طے کر دی گئی ہیں، عقائد ہوں یا اعمال: نافع کیا ہیں اور ضارّ کیا؟ سب باتیں طے کر دی گئی ہیں، مثلاً ایمان اور نکاح بندوں کے لئے مفید ہیں، اور کفر اور زنا مضر، پھر بندوں کو حکم ہے کہ وہ تقدیر الٰہی کی پابندی کریں، مفید باتیں اختیار کریں اور مضر باتوں سے بچیں، بصورت اول وہ ثواب کے حقدار ہونگے اور بصورت ثانی سزا پائیں گے، اللہ کا اس میں نہ کچھ نفع ہے نہ نقصان، سب کچھ انسان کی بھلائی کے لئے اور اس کو مضرت سے بچانے کے لئے ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں آیت کریمہ پڑھیں: — اگر تم کفر کرو گے — یعنی صرف اللہ کو معبود نہیں مانو گے — تو یقیناً اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہیں — یعنی تمہارے کفر سے اللہ کا کچھ نقصان نہ ہوگا — اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتے — کیونکہ اس میں ان کا نقصان ہے — اور اگر تم شکر گذار بنو گے تو وہ اس کو تمہارے لئے

پسند کرتے ہیں ـــــ کیونکہ اس میں تمہارا نفع ہے ـــــ اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ـــــ یعنی پہلی صورت میں عظیم گناہ ہوگا، جس کو قیامت کے دن خود ڈھونا پڑے گا ـــــ پھر تمہیں اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے، پس وہ تمہیں آگاہ کریں گے ان کاموں سے جو تم کیا کرتے تھے، بے شک وہ دلوں کی باتوں کو بھی خوب جانتے ہیں ـــــ یعنی دوسری صورت میں تم ثواب کے حقدار بنوگے، مگر وہ ثواب کل قیامت کے دن ملے گا، جب تم بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوؤگے ـــــ رہی یہ بات کہ تمہارا ایمان کھرا ہے یا کھوٹا؟ اس کو سینوں کے بھید جاننے والا جانتا ہے!

عیش کا نشہ اللہ سے غافل کرتا ہے

انسان کی حالت عجیب ہے، مصیبت پڑے تو اللہ کو یاد کرتا ہے، کیونکہ سمجھتا ہے کہ اور کوئی مصیبت ہٹانے والا نہیں، پھر جہاں اللہ کی مہربانی سے اطمینان نصیب ہوا پہلی حالت بھول جاتا ہے جس کے لئے اس نے اللہ کو پکارا تھا، عیش و تنعم کے نشہ میں ایسا مست و غافل ہو جاتا ہے کہ گویا کبھی اللہ سے واسطہ ہی نہیں پڑا! اللہ کی نعمتیں دوسروں کی چوکھٹ پر لے جاتا ہے اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو اللہ کے ساتھ کرنا چاہئے تھا، اور صرف اتنا ہی نہیں دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی دعوت دیتا ہے، خود تو ڈوبا ہے دوسروں کو بھی لے ڈوبتا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے پروردگار کو پکارتا ہے، اس کی طرف رجوع ہو کر ـــــ یعنی پورے اخلاص سے ـــــ پھر جب اس کو اللہ اپنی طرف سے نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ بھول جاتا ہے اس کو جس کی طرف اس سے پہلے پکارا تھا، اور ٹھہراتا ہے اللہ کے لئے ہم سر، تاکہ گمراہ کرے وہ اللہ کی راہ سے ـــــ کہو: اپنے کفر کی بہار چند دن لوٹ لے! بالیقین تو دوزخیوں میں سے ہے! ـــــ یعنی اللہ نے جب تک مہلت دی ہے مزے اڑالے، بالآخر تجھے دوزخ میں جانا ہے، جہاں سے کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔

مصیبت میں اللہ کو یاد کرنے والے اور ہر وقت اللہ کی اطاعت کرنے والے برابر نہیں

ایک بندہ وہ ہے جس کا ذکر اوپر آیا، جو مصیبت کے وقت اللہ کو پکارتا ہے، اور جہاں مصیبت ٹلی اللہ کو بھول جاتا ہے، دوسرا بندہ وہ ہے جو رات کا آرام چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگتا ہے، کبھی حالتِ قیام میں ہے کبھی سجدہ میں پڑا ہے، آخرت کا خوف اس کے دل کو بے چین کئے ہوئے ہے، اور ساتھ ہی اللہ کی رحمت ڈھارس بھی بندھا رہی ہے: یہ سعید بندہ اور وہ بدبخت انسان آخرت میں برابر نہیں ہو سکتے، اگر ایسا ہو جائے تو عالم و جاہل اور سمجھدار اور بے وقوف میں کچھ فرق نہیں رہے گا، مگر اس کو سمجھتے وہی ہیں جن کو اللہ نے عقل دی ہے، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ کیا جو عبادت کر رہا ہے رات کی گھڑیوں میں، سجدہ میں ہے یا قیام میں ہے، آخرت سے ڈرتا ہے، اور اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار ہے: پوچھو: کیا برابر ہیں جو

جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے؟ نصیحت بس عقل والے ہی قبول کرتے ہیں!

پہلے بد بخت کا انجام اوپر بیان کر دیا ہے کہ وہ بالیقین دوزخ والوں میں سے ہے، اب دوسرے نیک بخت کا انجام سن لیں: —— بتادو! اے میرے وہ بندو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرتے رہو —— یعنی اس کے احکام کی خلاف ورزی مت کرو —— جنھوں نے نیک کام کئے ان کے لئے اس دنیا میں خوبی ہے —— یہ مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو مژدہ سنایا کہ دن پھرنے والے ہیں، اسی دنیا میں تم خوبیوں سے ہم کنار ہوؤ گے —— اور اللہ کی زمین کشادہ ہے —— یعنی مکہ میں تم دین پر عمل نہیں کر سکتے تو کسی اور جگہ چلے جاؤ، اللہ کی زمین کشادہ ہے، کہیں اور سر چھپانے کی جگہ مل جائے گی، اور وہاں تم اللہ کے احکام پر آزادی سے عمل کر سکو گے —— ہاں ترکِ وطن میں مصائب کا سامنا ہوگا، مگر سن لو: —— اور ضرور صبر شعار لوگوں کو ان کا صلہ بے شمار (بے گنے) دیا جائے گا! —— جس کے مقابلہ میں دنیا کی سختیاں ہیچ ہونگی۔

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿١١﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٢﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿١٤﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۭ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿١٥﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿١٦﴾

قُلْ	کہہ	اللّٰهَ	اللہ کی	وَاُمِرْتُ	اور حکم دیا گیا ہوں
اِنِّيْٓ	بے شک میں	مُخْلِصًا	خالص کر کے	لِاَنْ اَكُوْنَ	کہ ہوؤں میں
اُمِرْتُ	حکم دیا گیا ہوں	لَهُ	اس کے لئے	اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ(۲)	پہلا حکم بردار
اَنْ اَعْبُدَ	کہ بندگی کروں	الدِّيْنَ(۱)	ملت (شریعت) کو	قُلْ اِنِّيْٓ	کہہ: بے شک میں

(۱) دین: دان یَدِیْن (بدلہ دینا) کا مصدر ہے، اور اس کے متعدد معانی ہیں، مثلاً: جزاء، اطاعت، شریعت اور عبادت وغیرہ، اور یہاں دین بمعنی ملت ہے ﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الإِسْلَامُ﴾ پس شریعت کی پوری پابندی دین ہے، جو توحید کے لئے ضروری ہے۔ (۲) أول المسلمین: محاورہ ہے یعنی اعلیٰ درجہ کا فرمان بردار۔

اَخَافُ	ڈرتا ہوں	مِّنْ دُوْنِهٖ	اس سے وَرے	لَهُمْ	ان کے لئے
اِنْ عَصَيْتُ	اگر نافرمانی کروں	قُلْ	کہہ	مِّنْ فَوْقِهِمْ	ان کے اوپر سے
رَبِّيْ	میرے رب کی	اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ	بے شک گھاٹے میں	ظُلَلٌ[1]	سائبان ہیں
عَذَابَ	عذاب سے		رہنے والے	مِّنَ النَّارِ	آگ کے
يَوْمٍ عَظِيْمٍ	بڑے دن کے	الَّذِيْنَ	(وہ ہیں) جو	وَّمِنْ تَحْتِهِمْ	اوران کے نیچے سے
قُلِ اللّٰهَ	کہہ: اللہ ہی کی	خَسِرُوْٓا	ہار بیٹھے	ظُلَلٌ[1]	سائبان ہیں
اَعْبُدُ	عبادت کرتا ہوں میں	اَنْفُسَهُمْ	اپنی جانوں کو	ذٰلِكَ	یہ (عذاب)
مُخْلِصًا	خالص کر کے	وَاَهْلِيْهِمْ	اوراپنے گھروالوں کو	يُخَوِّفُ	ڈراتے ہیں
لَّهٗ	اس کے لئے	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	قیامت کے دن	اللّٰهُ بِهٖ	اللہ اس سے
دِيْنِيْ	میرے دین کو	اَلَا ذٰلِكَ	سنو! وہ	عِبَادَهٗ	اپنے بندوں کو
فَاعْبُدُوْا	پس عبادت کرو تم	هُوَ الْخُسْرَانُ	ہی گھاٹا ہے	يٰعِبَادِ	اے میرے بندو!
مَا شِئْتُمْ	جس کی چاہو	الْمُبِيْنُ	کھلا	فَاتَّقُوْنِ	پس مجھ سے ڈرو!

توحید کے لئے پوری شریعت پر عمل ضروری ہے

مفسرین کرام نے دین کا ترجمہ عبادت کیا ہے، یہ ترجمہ صحیح ہے، عبادت کا وسیع مفہوم ہے، عبادت: اللہ کی اطاعت وفرمان برداری کا نام ہے یعنی اللہ تعالیٰ خالق، مالک اور واجب الاطاعت ہیں، اوران کے ہر حکم کی تعمیل ضروری ہے: یہی اللہ کی عبادت ہے، مگر لوگوں نے عبادت کو نماز روزے کے ساتھ خاص کرلیا ہے، اوران کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ دل لگا کر نماز روزہ کرنا عبادت ہے اور یہی توحید ہے، عقائد، اخلاق، معاملات اور معاشرت خواہ کچھ بھی ہو توحید متأثر نہیں ہوتی، حالانکہ توحید کے لئے پوری شریعت کی پابندی ضروری ہے۔

علماء نے دین وشریعت کو پانچ اقسام میں گھیرا ہے: عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق۔ پانچوں ابواب میں اللہ تعالیٰ نے احکام دیئے ہیں، جن کا نام اسلام ہے، ان آیات میں یہ بیان ہے کہ اعلیٰ درجہ کا مسلمان (فرمان بردار) وہ ہے جو مکمل شریعت پر عمل کرتا ہے، اور وہی پکا موحد ہے، اگر عقائد اہل السنہ والجماعۃ کے عقائد سے ہٹے ہوئے ہوں، معاملات شریعت کے خلاف ہوں، معاشرت اور اخلاق برے ہوں تو خواہ کتنی ہی لو لگا کر نماز روزہ کرے وہ اعلیٰ درجہ کا

(۱) ظُلَل: ظُلَّة کی جمع: سائبان، بادل۔

موحد نہیں ہوسکتا۔

آیاتِ پاک: ـــ آپ کہیں: مجھے حکم ہوا ہے ـــ یہی حکم ہر مسلمان کے لئے ہے ـــ کہ میں اللہ کی عبادت کروں ـــ مورتیوں کی عبادت نہ کروں ـــ اس کے لئے دین (شریعت) کو خالص کرکے ـــ یعنی ساری شریعت پر اللہ کے حکم کے مطابق عمل کروں ـــ اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں پہلا مسلمان بنوں! ـــ پہلا: یعنی اعلیٰ درجہ کا...... مسلمان: یعنی فرمان بردار، شریعت کے تمام احکام پر عمل کرنے والا، توحید کے لئے یہ بات ضروری ہے ـــ کیوں ضروری ہے؟ ـــ بتادو: بے شک میں ڈرتا ہوں ـــ اگر میں میرے رب کا حکم نہ مانوں ـــ عذاب سے بڑے دن کے ـــ یعنی ایک اللہ کی عبادت کے ساتھ ساری شریعت پر عمل اس لئے ضروری ہے کہ کل قیامت کے دن بڑے عذاب (دوزخ) سے بچا رہے، کیونکہ عصاتِ مؤمنین کو جہنم میں جانا پڑسکتا ہے، مگر جو اعلیٰ درجہ کا مسلمان ہوگا وہ جہنم سے بچا رہے گا، اور یہی بڑی کامیابی ہے: ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾: جو دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ بالتحقیق کامیاب ہوگیا [آلِ عمران ۱۸۵]

اور اعلیٰ درجہ کے مسلمان کے بالمقابل کافر مشرک ہے، اس کا قیامت کے دن کیا حال ہوگا؟ ـــ کہہ دو: میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں ان کے لئے اپنے دین کو خالص کرکے ـــ یعنی مکمل شریعت پر عمل پیرا ہوں، یہی اعلیٰ درجہ کا مسلمان ہے ـــ پس تم اللہ کو چھوڑ کر جس کی چاہو عبادت کرو ـــ یہی کافر مشرک ہے، اس کا انجام سنو ـــ کہہ دو: بے شک گھاٹے میں رہنے والے وہ لوگ ہیں جنھوں نے کھودیا اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن، سنتا ہے! وہ صریح خسارہ ہے، ان کے لئے ان کے اوپر سے آگ کے سائبان ہیں اور ان کے نیچے سے ـــ اسی عذاب سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں، اے میرے بندو! پس مجھی سے ڈرو! ـــ یعنی میرے احکام کی خلاف ورزی مت کرو، تاکہ دردناک عذاب سے بچے رہو ـــ اور عصاتِ مؤمنین کا ذکر نہیں کیا، یہ قرآنِ کریم کا اسلوب ہے۔

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۭ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ڛ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾

وَ الَّذِيْنَ	اور جولوگ	فَيَتَّبِعُوْنَ	پس پیروی کرتے ہیں وہ	لٰكِنِ الَّذِيْنَ	البتہ جو
اجْتَنَبُوا	بچے رہے	اَحْسَنَهٗ	اس کی اچھی باتوں کی	اتَّقَوْا	ڈرتے رہے
الطَّاغُوْتَ (۱)	سرکش طاقت سے	اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ	یہی ہیں وہ جو	رَبَّهُمْ	اپنے رب سے
اَنْ يَّعْبُدُوْهَا (۲)	اس بات سے کہ عبادت	هَدٰىهُمُ اللّٰهُ	راہ دی ان کو اللہ نے	لَهُمْ غُرَفٌ	ان کیلئے بالاخانے ہیں (۵)
	کریں وہ اس کی	وَاُولٰٓئِكَ هُمْ	اور یہی ہیں وہ	مِّنْ فَوْقِهَا	ان کے اوپر
وَاَنَابُوْٓا	اور متوجہ ہوئے وہ	اُولُوا الْاَلْبَابِ	عقل والے	غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ	چنے ہوئے بالاخانے ہیں
اِلَى اللّٰهِ	اللہ کی طرف	اَفَمَنْ	کیا پس جو شخص	تَجْرِيْ	بہتی ہیں
لَهُمُ الْبُشْرٰى	ان کے لئے اچھی خبر ہے	حَقَّ عَلَيْهِ	ثابت ہوگئی اس پر	مِنْ تَحْتِهَا	ان کے نیچے سے
فَبَشِّرْ	پس اچھی خبر سنادے	كَلِمَةُ الْعَذَابِ (۴)	عذاب کی بات	الْاَنْهٰرُ	نہریں
عِبَادِ (۳)	میرے بندوں کو	اَفَاَنْتَ	کیا پس تو	وَعْدَ اللّٰهِ	اللہ کا وعدہ ہے
الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ	جو بغور سنتے ہیں	تُنْقِذُ	چھڑائے گا	لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ	نہیں خلاف کرتے اللہ
الْقَوْلَ	بات	مَنْ فِي النَّارِ	اس کو جو دوزخ میں ہے	الْمِيْعَادَ	وعدہ کے

توحید وانابت کا راستہ اختیار کرنے والوں کے لئے خوش خبری

ان آیات میں ہر کلمہ گو کے لئے خوش خبری نہیں، بلکہ انابت کی شرط کے ساتھ بشارت ہے، انابت کے معنی ہیں: اللہ کی طرف رجوع کرنا، اور اللہ کی طرف متوجہ رہنے کا مطلب ہے: مکمل دین پر عمل کرنا، ایسے کھرے مسلمانوں کے لئے خوش خبری ہے کہ جنت میں ان کو رہنے کے لئے بالاخانے ملیں گے، جن کے اوپر چوبارے ہونگے، اور یہ بالاخانے ابھی سے تیار ہیں، قیامت کے دن نہیں بنائے جائیں گے، ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جس سے ان کا لطف دوبالا ہوگیا ہے، مگر یہ بالاخانے ان لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ ورسول کی باتیں بغور سنتے ہیں، پھر ان اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں، یہی

(۱) الطاغوت: جمع الطواغیت: انتہائی سرکش طاقتیں: شیطان، مورتیاں، گروگھنٹال اور نفس، طَغَی (ف) طغیاناً: حد سے بڑھنا۔ (۲) أن یعبدوھا: الطاغوت سے بدل اشتمال، اور أن مصدریہ، اس سے پہلے مِنْ محذوف ہے۔ (۳) عبادِ کے آخر سے ی محذوف ہے، دال کا کسرہ اس کی علامت ہے (۴) جوابِ استفہام محذوف ہے، أی: فأنتَ مُخلِصُه، اور دلیل آگے کی آیت ہے۔ (۵) بالاخانہ: مکان کے اوپر کا کمرہ، چوبارا یعنی اوپر کا وہ کمرہ جس کے چار دروازے ہوں یا چاروں طرف کھڑکیاں ہوں۔

لوگ ہدایت یاب اور عقل مند ہیں، رہے گمراہ تو وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے، ان کو کوئی وہاں سے نکال نہیں سکے گا، ان کے حق میں اللہ کا فرمودہ ثابت ہو گیا کہ ان سے جہنم بھری جائے گی۔

آیاتِ پاک مع تفسیر: ـــــ اور جو لوگ سرکش طاقت کی پرستش (بات ماننے) سے بچے رہے ـــــ سرکش: اللہ کی اطاعت سے سر کھینچ لینے والا، جُوے کے نیچے سے سر نکال لینے والا ابلیس، سب سے بڑا طاغوت شیطان ہے، اس نے اللہ کے حکم سے سرتابی کی، پھر مورتیاں اور ان کی عبادت کی دعوت دینے والے مہنت (سادھوؤں کے سردار) ہیں، اور آخر میں آدمی کا اپنا نفس سرکش طاقت ہے، جو ان کی پرستش نہیں کرتے یعنی ان کی بات نہیں مانتے ـــــ اور اللہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں ـــــ یعنی پوری شریعت پر عمل کرتے ہیں ـــــ ان کے لئے اچھی خبر ہے، پس آپ اچھی خبر سنائیں میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر (اللہ کی) بات سنتے ہیں، پھر اُن اچھی اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں ـــــ اللہ ورسول کی ساری باتیں اچھی ہیں، پس أحسن (اسم تفضیل) حَسَن کے معنی میں ہے (بیان القرآن) اور اس میں دلیل کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کی باتوں پر عمل کیوں ضروری ہے؟ اس لئے ضروری ہے کہ وہ اچھی باتیں ہیں، ان پر عمل نہیں کریں گے تو اور کن باتوں پر عمل کریں گے؟ ـــــ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے راہ دکھائی، اور یہی عقل والے ہیں ـــــ ان کے لئے بالاجمال خوش خبری یہی ہے، اور بالتفصیل آگے آرہی ہے، درمیان میں مقابل کا حال بیان کرتے ہیں ـــــ کیا پس جن پر عذاب کی بات متحقق ہوگئی ـــــ عذاب کی بات: یعنی ﴿لَأَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ﴾ ـــــ کیا پس آپ اس کو عذاب سے چھڑا سکتے ہیں؟ ـــــ نہیں چھڑا سکتے! ان کو ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے ـــــ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے (جنت میں رہنے کے لئے) بالاخانے ہیں، جن کے اوپر بھی بالاخانے ہیں، جو بنے بنائے تیار ہیں، ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، یہ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتے!

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٢١﴾

ع ۲ / ۱۲ / ۱۹

أَلَمْ تَرَ	کیا دیکھا نہیں	أَنْزَلَ	اتارا	مَاءً	پانی
أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ نے	مِنَ السَّمَاءِ	آسمان سے	فَسَلَكَهُ	پس چلایا اس کو

ینابیع (۱)	چشموں میں	مختلفا	طرح طرح کی ہیں	ثم یجعله	پھر کرتا ہے اس کو
فی الارض	زمین کے	الوانه (۲)	اس کی قسمیں	حطاما (۴)	چورا
ثم یخرج	پھر نکالتے ہیں وہ	ثم یهیج (۳)	پھر سوکھنے لگتی ہے	ان فی ذلک	بے شک اس میں
به	اس کے ذریعہ	فتریه	پس دیکھتا ہے تو اس کو	لذکری	البتہ نصیحت ہے
زرعا	کھیتی	مصفرا	زرد	لاولی الالباب	عقلمندوں کے لئے

جنت میں رواں دواں نہروں کی نظیر

قرآنِ کریم میں جگہ جگہ یہ بات آئی ہے کہ جنت میں نہریں جاری ہیں، اب اس کی نظیر پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ بارش برساتے ہیں، پانی زمین میں اتر جاتا ہے، پھر وہ زیرِ زمیں بہتا ہے، ہر جگہ سوت جاری ہیں، لوگ جہاں سے چاہتے ہیں کنویں کھود کر یا ٹیوب ویل لگا کر پانی نکال لیتے ہیں، اور پہاڑوں وغیرہ میں سے سوت چشمے بن کر پھوٹتے ہیں، اور بہہ کر دریا اور ندیاں بن جاتے ہیں، جو ہر جگہ پہنچتی ہیں، ان سے قسمہا قسم کی کھیتیاں پیدا ہوتی ہیں، اسی طرح جنت میں نہریں رواں دواں ہیں ـــــ بس فرق اتنا ہے کہ کھیتی ایک وقت کے بعد جب پکنے پر آتی ہے تو زرد پڑ جاتی ہے، پھر کٹ کر کھلیاں میں آجاتی ہے، وہاں چورہ چورہ کردی جاتی ہے، پھر بھوس دوزخ میں ڈال دیا جاتا ہے اور دانہ بالاخانوں میں پہنچادیا جاتا ہے، یہ جنت سدا بہار ہے، اس پر کبھی زوال نہیں آئے گا۔

آیتِ کریمہ: ـــــ کیا تونے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتے ہیں، پھر اس کو زمین کے سوتوں میں داخل کرتے ہیں، پھر اس کے ذریعہ کھیتیاں پیدا کرتے ہیں، جن کی مختلف قسمیں ہیں، پھر کھیتی خشک ہونے لگتی ہے، پس تو اس کو زرد دیکھتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کو چورا چورا کردیتے ہیں ـــــ گھاس کھیتی نہ کاٹیں تو وہ خود بخود ٹوٹ کر چورہ چورہ ہوجاتی ہے ـــــ بے شک اس میں عقلمندوں کے لئے بڑی نصیحت ہے ـــــ وہ سمجھ جاتے ہیں کہ دنیا کی یہ کھیتی بھی ایک دن کٹ جائے گی، ہمیشہ رہنے والی زندگی آخرت کی ہے، چنانچہ وہ اس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں۔

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢٢﴾ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ

(۱) ینابیع: يَنْبُوْع کی جمع: چشمہ، وہ سوت جن میں سے پانی پھوٹ کر نکلتا ہے (۲) لون: نوع، قسم، أَتَى بألوانٍ من الطعام: اس نے مختلف قسم کے کھانے پیش کئے (۳) هَاجَ الزرع (ض) هَيْجًا: سوکھنے لگنا، کھیتی کا پکنے کے قریب ہونا (۴) حُطام (اسم): کسی چیز کا چورا، ریزہ۔

كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

اَفَمَنْ	کیا پس جو شخص	فِيْ ضَلٰلٍ	گمراہی میں ہیں	ثُمَّ تَلِيْنُ	پھر نرم پڑتی ہیں
شَرَحَ اللّٰهُ	کھول دیا اللہ نے	مُّبِيْنٍ	کھلی	جُلُوْدُهُمْ	ان کی کھالیں
صَدْرَهٗ	اس کا سینہ	اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ نے	وَقُلُوْبُهُمْ	اور ان کے دل
لِلْاِسْلَامِ	اسلام کے لئے	نَزَّلَ	اتاری	اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ	اللہ کے ذکر کے لئے
فَهُوَ	پس وہ	اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ	بہترین بات	ذٰلِكَ	یہ
عَلٰى نُوْرٍ	روشنی پر ہے	كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا (۳)	کتاب ملتی جلتی	هُدَى اللّٰهِ	اللہ کی ہدایت ہے
مِّنْ رَّبِّهٖ (۱)	اس کے رب کی طرف سے	مَّثَانِيَ	بار بار دہرائی جانے والی	يَهْدِيْ بِهٖ	راہ دکھاتے ہیں اس کے ذریعہ
فَوَيْلٌ	سو خرابی ہے	تَقْشَعِرُّ (۴)	لرز جاتی ہیں	مَنْ يَّشَآءُ	جس کو چاہتے ہیں
لِّلْقٰسِيَةِ (۲)	سخت دل والوں	مِنْهُ	اس سے	وَمَنْ يُّضْلِلِ	اور جس کو گمراہ کریں
قُلُوْبُهُمْ	کے لئے	جُلُوْدُ	کھالیں	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ	اللہ کے ذکر سے	الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ	ان کی جو ڈرتے ہیں	فَمَا لَهٗ	پس نہیں ہے اس کے لئے
اُولٰٓئِكَ	یہی لوگ	رَبَّهُمْ	اپنے رب سے	مِنْ هَادٍ	کوئی راہ سجھانے والا

قرآنِ کریم ہدایت کا سرچشمہ ہے، مگر ہدایت اس وقت ملتی ہے جب اس کی باتوں پر شرح صدر ہو

جس طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے فائدے کے لئے بارش برساتے ہیں، اس کا پانی زمین میں اتر جاتا ہے، اور چشموں کی

(۱) من ربہ کے بعد ہمزہ کا معادل محذوف ہے، جس کا قرینہ آگے کی آیت ہے أی: كَمَنْ قَسٰى قلبُه وحَرِجَ صدرُه؟ (۲) قاسیة: اسم فاعل، قلوبُهم: اس کا فاعل۔ (۳) متشابها اور مثانی: کتابا کی صفتیں ہیں۔ مُتَشَابِہ: اسم فاعل، واحد مذکر، تَشَابَہَ الشیئان: یکساں اور ہم شکل ہونا، فرق نہ رہنا، قرآن متشابہ بایں معنی ہے کہ فصاحت وبلاغت، تناسب آیات والفاظ، صحت وپختگی اور صداقت ونفع رسانی میں پورا قرآن یکساں ہے...... مثانی: مَثْنٰی کی جمع، جس کے معنی ہیں: دو دو، اور قرآن کے مثانی ہونے کا مطلب ہے: اس کی بار بار تلاوت کی جاتی ہے، اور اس کے مضامین بار بار دہرائے گئے ہیں (۴) اِقْشَعَرَّ جِلْدُہ: کپکپی طاری ہونا، لرزہ آنا، رونگٹے کھڑے ہونا۔

شکل میں نکلتا ہے، جس سے اللہ کی مخلوق فائدہ اٹھاتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی دینی ضرورت کے لئے اپنا عمدہ کلام (قرآنِ کریم) نازل فرمایا ہے، جب وہ دلوں میں اترتا ہے تو رنگ لاتا ہے، قلوب ہدایت سے منور ہوجاتے ہیں، کیونکہ قرآن ہدایت کا سر چشمہ ہے، مگر قرآن سے ہدایت اس وقت ملتی ہے جب اس کی باتوں پر شرح صدر ہوجائے، جو لوگ سخت دل ہیں، جن کا سینہ قرآن کی باتوں سے تنگ ہوجاتا ہے، اسلام کی حقانیت ان کے گلے نہیں اترتی ان کے لئے محرومی ہے، ان کو قرآن سے بھی گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

آیاتِ پاک مع تفسیر: — بتادو: پس جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا — اسلام کے لئے شرح صدر کے مختلف اسباب ہوسکتے ہیں، مختلف واقعات سے بھی لوگوں کو اسلام کی حقانیت سمجھ میں آجاتی ہے، نسیم ہدایت کے جھونکے: نامی کتاب کا مطالعہ کریں، اس میں اسلام قبول کرنے والوں کے واقعات ہیں، ان کو مختلف اسباب سے ہدایت ملی ہے، پس ضروری نہیں کہ قرآنِ کریم کے مطالعہ ہی سے شرح صدر ہو، اس لئے یہ آیت مقدم آئی ہے، اگر بعد میں آتی تو تخصیص ہوجاتی، اگلی آیت میں قرآن کا سرچشمۂ ہدایت ہونا بیان کیا جائے گا — پس اس کو اس کے پروردگار کا نور ہدایت حاصل ہوگیا — کیا یہ شخص سخت دل والے کے برابر ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں! — سو بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر (قرآن) سے متاثر نہیں ہوتے، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں! — اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے عمدہ کلام نازل فرمایا ہے — دنیا کی کوئی بات اللہ کی باتوں سے بہتر نہیں — جو باہم ملتی جلتی بار بار دُہرائی جانے والی کتاب ہے — باہم ملتی جلتی: یعنی بات ایک ہوتی ہے مگر آہنگ (سُر، نغمہ) مختلف ہوتا ہے، مکی سورتیں پچاسی ہیں، سب میں توحید، رسالت اور آخرت زیر بحث ہیں، مگر ہر سورت کا انداز بیان مختلف ہے، پس اگر ایک جگہ پوری بات نہ ہو تو دوسری جگہ اس کی وضاحت آجائے گی — سورۃ طٰہٰ (آیت ۱۱۴) میں قرآن کا مطالعہ کرنے والے کے لئے ایک ہدایت ہے کہ وہ قرآن کے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرے، پہلے اطمینان سے پورے قرآن کا مطالعہ کرلے، اس لئے کہ قرآن متشابہ ہے، پس ممکن ہے کوئی مضمون ایک جگہ سمجھ میں نہ آئے تو جب وہ مضمون دوسری جگہ آئے گا تو بات واضح ہوجائے گی — اور بار بار دُہرانے کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ مطالعہ کرنے پر اکتفا نہ کی جائے، قرآنِ کریم کا بار بار مطالعہ کیا جائے تو دماغ کے دریچے کھلیں گے، کسی مضمون کو بار بار پڑھنے سے بھی بات سمجھ میں آتی ہے، مجھے اس کا خوب تجربہ ہے، بعض آیتیں ماقبل سے بے ربط معلوم ہوتی ہیں، میں ان کو بار بار پڑھتا ہوں تو ربط سمجھ میں آجاتا ہے، میں ربط باہر سے داخل نہیں کرتا، آیات سے ابھارتا ہوں۔

علاوہ ازیں: قرآن مثانی ہے یعنی بار بار پڑھنے کی کتاب ہے، بکثرت پڑھنے سے بھی وہ پرانی نہیں ہوتی، یعنی

طبیعت نہیں اکتاتی، ہر بار نیا لطف آتا ہے، ہاتھ کنگن کو آرسی کیا! جو بات ظاہر ہو اس کو بیان کرنے کی ضرورت کیا؟ بایں معنی چھوٹی سورتیں، سات لمبی سورتیں اور خاص طور پر سورۂ فاتحہ مثانی ہیں، ان کو بار بار پڑھنا چاہئے، تفصیل سورۃ الحجر (آیت ۸۷) میں ہے۔

جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں —— یہ قرآنِ کریم کے مطالعہ کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے کہ آخری درجہ کے خوف وخشیت کے ساتھ مطالعہ کیا جائے، تبھی کما حقہ فائدہ ہوگا۔ تقشعر: جملہ فعلیہ خبریہ ہے، جس میں بظاہر کسی بات کی اطلاع دی جاتی ہے، مگر اس میں انشاء مضمر (پوشیدہ) ہوتی ہے یعنی دیکھنے میں وہ اطلاع ہوتی ہے مگر اس کے پیٹ میں حکم ہوتا ہے، جیسے: **لا إيمان لمن لا أمانة له:** جس میں امانت داری نہیں وہ بے ایمان ہے۔ یہ ایک خبر ہے، مگر اس میں یہ حکم ہے کہ امانت داری برتو، بے ایمان مت بنو، خیانت مت کرو، اسی طرح یہ آیت بھی خبر ہے، مگر اس میں حکم ہے کہ قرآن کا مطالعہ آخری درجہ کی خشیت کے ساتھ کرو۔

پھر ان کے بدن اور ان کے دل اللہ کے ذکر (قرآن) کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں —— یہ مذکورہ طریقہ سے قرآن کا مطالعہ کرنے کا ثمرہ اور نتیجہ ہے، اگر تعظیم کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو قلب ونظر قرآن کی طرف متوجہ ہوجائیں گے، اور مطلوبہ فائدہ حاصل ہوگا، وہ فائدہ یہ ہے —— یہ (قرآن) اللہ کی ہدایت ہے، جس کو چاہتے ہیں اس کے ذریعہ ہدایت دیتے ہیں —— اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کریں اس کے لئے کوئی راہ سجھانے والا نہیں —— یعنی جس کو سوئے استعداد سے قرآن سے ہدایت نہ ملے اس کو کسی دوسری جگہ سے ہدایت کہاں میسر آسکتی ہے؟

أَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٢٤﴾ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٥﴾ فَأَذَاقَهُمُ اللَّهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٢٨﴾

أَفَمَنْ يَتَّقِي	کیا پس جو شخص بچتا ہے	بِوَجْهِهِ	اپنے چہرے کے ذریعہ	يَوْمَ الْقِيَامَةِ	قیامت کے دن
		سُوءَ الْعَذَابِ	برے عذاب سے	وَقِيلَ	اور کہا گیا

لِلظّٰلِمِيْنَ	ظالموں سے	فَاَذَاقَهُمُ	پس چکھائی ان کو	ضَرَبْنَا	ماری (بیان کی) ہم نے
ذُوْقُوْا	چکھو	اللّٰهُ	اللہ نے	لِلنَّاسِ	لوگوں کے نفع کے لئے
مَا كُنْتُمْ	جو تھے تم	الْخِزْيَ	رسوائی	فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ	اس قرآن میں
تَكْسِبُوْنَ	کیا کرتے؟	فِي الْحَيٰوةِ	زندگی میں	مِنْ كُلِّ مَثَلٍ	ہر طرح کی مثالیں
كَذَّبَ	جھٹلایا	الدُّنْيَا	دنیا کی	لَعَلَّهُمْ	تا کہ وہ
الَّذِيْنَ	ان لوگوں نے جو	وَلَعَذَابُ	اور یقیناً عذاب	يَتَذَكَّرُوْنَ	نصیحت پذیر ہوں
مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے	الْاٰخِرَةِ	آخرت کا	قُرْاٰنًا(۱)	(اتاری) پڑھنے کی کتاب
فَاَتٰهُمُ	پس پہنچا ان کو	اَكْبَرُ	بڑا ہے	عَرَبِيًّا	عربی زبان میں
الْعَذَابُ	عذاب	لَوْ كَانُوْا	کاش ہوتے وہ	غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ	جس میں ذرا کجی نہیں
مِنْ حَيْثُ	جہاں سے	يَعْلَمُوْنَ	جانتے	لَعَلَّهُمْ	تا کہ وہ
لَا يَشْعُرُوْنَ	خیال نہیں کرتے تھے وہ	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	يَتَّقُوْنَ	(شرک وکفر سے) بچیں

جن لوگوں کو قرآنِ کریم سے ہدایت نہ ملے ان کی سزا

جن لوگوں کے دل پتھر ہیں، خیر کی بات کے لئے ان میں کوئی راہ نہیں، ان کو قرآن سے بھی ہدایت نصیب نہیں ہوتی، آخرت میں ان کی سزا یہ ہے: —— بتادو: جو شخص اپنے چہرے سے قیامت کے دن برے عذاب کا سامنا کرے گا، اور ظالموں سے کہا جائے گا: چکھو ان کاموں کا مزہ جو تم کیا کرتے تھے —— کیا وہ شخص قرآن پر ایمان لانے والے کی طرح ہوسکتا ہے جسے آخرت میں کوئی گزند نہیں پہنچے گا؟ —— ہرگز نہیں! —— پس قرآن پر ایمان لاؤ تا کہ آخرت کی تکلیف سے بچو —— جہنم میں کافروں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے، عذاب کے تھپیڑے سیدھے منہ پر لگیں گے، ہاتھوں سے ان کو روک نہیں سکیں گے۔

یہ سزا تو آخرت میں ملے گی، اور دنیا میں؟ —— اُن لوگوں نے (بھی) جھٹلایا جو اِن (مکہ والوں) سے پہلے ہوئے، پس ان کو (دنیا میں) عذاب پہنچا ایسی جگہ سے جس کا انہیں خیال بھی نہیں تھا، سو اللہ نے ان کو دنیا کی زندگی میں رسوائی چکھائی، اور آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے، کاش وہ جانتے! —— پس کیا موجودہ مکذبین مطمئن ہیں کہ ان کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کیا جائے گا؟ سمجھ ہوتی تو کچھ فکر کرتے!

(۱) قرآنا: فعل محذوف أَنْزَلَ کا مفعول بہ ہے اور عربیا اور غیر ذی عوج اس کے احوال ہیں۔

سوال: ان لوگوں کو قرآن سے ہدایت کیوں نہیں ملی؟ کہیں قرآن میں کوئی کمی تو نہیں!

جواب: قرآن میں کوئی کمی نہیں، وہ تو صاف عربی زبان کی کتاب ہے، جو پہلے مخاطبین کی مادری زبان تھی، اور وہ بات واضح مثالوں اور دلیلوں سے سمجھا تا ہے اور اس میں کوئی قابل اعتراض بات بھی نہیں، سیدھی سچی صاف باتیں ہیں، مگر ہائے رے حرماں نصیبی! قسمت پر جھاڑو پھر جائے تو کوئی کیا کرے! لوگ دھیان نہ دیں تو اس کا کیا علاج! فرماتے ہیں: ـــــ اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے لوگوں کے فائدہ کے لئے اس قرآن میں ہر طرح کے عمدہ مضامین بیان کئے ہیں تا کہ لوگ نصیحت پذیر ہوں، عربی زبان میں پڑھنے کی کتاب (اتاری ہے) جس میں ذرا کجی نہیں، تا کہ لوگ (شرک و معاصی سے) بچیں۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

ع ۱۷ ۳

ضَرَبَ اللّٰهُ	ماری اللہ نے	هَلْ يَسْتَوِيٰنِ	کیا برابر ہیں دونوں	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	قیامت کے دن
مَثَلًا	ایک مثال	مَثَلًا	حالت میں	عِنْدَ رَبِّكُمْ	تمہارے رب کے پاس
رَّجُلًا (۱)	ایک شخص	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ	سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں	تَخْتَصِمُوْنَ (۴)	مقدمے پیش کرو گے
فِيْهِ شُرَكَآءُ	اس میں شریک ہیں	بَلْ اَكْثَرُهُمْ	بلکہ ان کے اکثر	فَمَنْ اَظْلَمُ	پس کون بڑا ظالم ہے
مُتَشٰكِسُوْنَ (۲)	جھگڑالو	لَا يَعْلَمُوْنَ	جانتے نہیں	مِمَّنْ	اس سے جس نے
وَرَجُلًا	اور دوسرا شخص	اِنَّكَ مَيِّتٌ	بیشک آپ مرنے والے ہیں	كَذَبَ	جھوٹ بولا
سَلَمًا (۳)	سالم ہے	وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ	اور بیشک وہ مرنے والے ہیں	عَلَى اللّٰهِ	اللہ پر
لِّرَجُلٍ	ایک آدمی کے لئے	ثُمَّ اِنَّكُمْ	پھر بے شک تم	وَكَذَّبَ	اور جھٹلایا

(۱) رجلا: مثلا سے بدل ہے (۲) متشاکس: اسم فاعل، شکِس (ک) شَکَاسَة: بد خلق ہونا، جس کا لازمی نتیجہ جھگڑا ہے (۳) سَلَمًا: باب سمع کا مصدر ہے: پورے طور پر دوسرے کا ہو جانا (۴) اختصام: فریقین کا قاضی کے پاس مقدمہ لے جانا، خَصَمَیْنِ: مقدمہ کے فریقین، خصومة: کورٹ میں پیش ہونے والا معاملہ۔

بِالصِّدْقِ	سچی بات کو	اَلَيْسَ	کیا نہیں ہے	مَثْوًى(۱)	ٹھکانا
اِذْ جَآءَهٗ	جب پہنچی وہ اس کو	فِيْ جَهَنَّمَ	دوزخ میں	لِّلْكٰفِرِيْنَ	کافروں کا؟

واضح اور مختصر مثال سے موحد و مشرک کا فرق

فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے فائدے کے لئے قرآن میں مثالیں بیان کی ہیں، تاکہ لوگ سمجھیں، اب اس کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں: دو غلام ہیں: ایک: مشترک ہے، اور ہر آقا ضدی ہے۔ چاہتا ہے کہ غلام اسی کا ہوکر رہے، دوسرے آقاؤں سے کوئی سروکار نہ رکھے، ظاہر ہے غلام سخت پریشان اور پراگندہ ہوگا، ہر آقا کو خوش رکھنے کی کش مکش میں گرفتار ہوگا، اور شاید سب کو خوش نہ رکھ سکے، اور دوسرا غلام ایک ہی آقا کا ہے، اور وہ بھی شریف آدمی ہے، غلام ذہنی سکون سے اس کی خدمت میں لگا رہے گا۔ یہ دونوں غلام برابر نہیں ہوسکتے، پہلا غلام مشرک کی مثال ہے اور دوسرا موحد کی، مشرک کا دل ہمیشہ بٹا رہتا ہے، وہ ہر خدا کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور شاید وہ اس میں کامیاب نہ ہو، اور موحد صرف اللہ کی بندگی کرتا ہے، اور کچھ تقصیر ہوجاتی ہے تو اللہ درگذر کرتا ہے ـــــ الحمدللہ! فرق خوب واضح ہوگیا، مگر سمجھے کون؟ عقل بازار میں نہیں بکتی! ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ اللہ تعالیٰ (مشرک اور موحد کی) ایک مثال بیان فرماتے ہیں: ایک غلام ہے، جس میں کئی جھگڑالو ساجھی ہیں، اور دوسرا غلام ایک ہی کا ہے ـــــ کیا دونوں کی حالت یکساں ہوسکتی ہے؟ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں!

سارے جھگڑے قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں پیش ہونگے

مشرک اور موحد کا مثال سے جو فرق بیان کیا ہے وہ اگر کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو وہ جان لے کہ سارے جھگڑے کل قیامت کو اللہ کی کورٹ میں پیش ہوکر دوبارہ فیصل ہونگے، تب اس بے عقل کی سمجھ میں بات آئے گی، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ بے شک آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے، پھر تم قیامت کے دن اپنے مقدمات اپنے رب کے حضور میں پیش کروگے ـــــ قیامت کا دن ایک تفسیر کے مطابق پچاس ہزار سال کا ہے (المعارج ۴) اس لمبے دن میں تمام قضایا جو دنیا میں فیصل ہوچکے ہیں یا نہیں ہوئے، اور انصاف کے ساتھ فیصل ہوئے ہیں یا ناانصافی کے ساتھ: سب اللہ کی کورٹ میں پیش ہونگے، اور ان کے آخری فیصلے ہونگے، یہاں تک کہ سینگ دار بکری نے بے سینگ بکری کو سینگ مارا ہے تو اس کا بھی بدلہ دلایا جائے گا (مسند احمد ۲: ۳۰۱) اس وقت یہ معاملہ بھی پیش ہوگا کہ شرک و توحید میں صحیح کیا ہے؟ اور مشرک و موحد

(۱) مثوی: ظرف مکان: ٹھکانا جمع مَثَاوِی۔

میں سے حق پر کون تھا؟ اس کے بعد عملی فیصلہ ہوگا، موحد جنت میں بھیجا جائے گا، اور مشرک مع اس کے معبود کے جہنم میں ڈالا جائے گا۔

حیات النبی ﷺ کا مسئلہ

اس آیت میں صراحت ہے کہ نبی ﷺ کو بھی موت آنی ہے، اسی طرح سورۃ آلِ عمران (آیت ۱۴۴) میں بھی صراحت ہے: ﴿أَفَائِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ﴾: پس یہ بات تو قطعی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی طرح نبی ﷺ کو بھی موت آئی ـــــ اور حیاتِ انبیاء کا عقیدہ بھی دلالت النص سے ثابت ہے، اور دلالت النص: عبارت النص کی طرح قطعی ہوتی ہے، دلالت النص: دلالت اَولی کا نام ہے، جیسے ماں باپ کو اُف کہنے کی ممانعت سے ضرب وشتم کی حرمت دلالتِ اَولی سے ثابت ہے، جب 'ہوں' کہنا حرام ہے تو مارنا اور گالی دینا بدرجۂ اَولی حرام ہے، اسی طرح سورۃ البقرۃ کی (آیت ۱۵۴) جو شہداء کے بارے میں ہے کہ وہ زندہ ہیں، ان کو مردہ مت کہو: اس سے دلالت النص سے بدرجۂ اولی موت کے بعد انبیاءِ کرام علیہم السلام کی حیات بھی ثابت ہے اور قطعی ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے، اس لئے قطعی در قطعی ہوگئی، جو اس کا منکر ہے وہ اہل السنہ والجماعۃ سے خارج ہے۔

رہی یہ بات کہ اُس حیات کی نوعیت کیا ہے؟ شہداء کی حیات کے بارے میں تو اتفاق ہے کہ وہ برزخی ہے، جس کو ہم محسوس نہیں کر سکتے، اسی لئے شہداء کو دفن کیا جاتا ہے، اور انبیاء کی حیات کی نوعیت میں اختلاف ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ وہ بھی برزخی ہے، اور موت طبعی اور حیات برزخی میں منافات نہیں، کفایت المفتی کے دو فتووں میں اس کی صراحت ہے۔ اور دوسری رائے یہ ہے کہ وہ بعینہٖ دنیوی حیات ہے، یہ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کی رائے ہے، مگر لطائف قاسمیہ میں ہے کہ یہ عقائد ضروریہ میں سے نہیں ہے، تفصیل تحفۃ القاری (۷:۱۹۸) میں ہے۔

منکر قرآن کا ٹھکانا دوزخ ہے

جو لوگ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی سچی باتوں (قرآن) کو سمجھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے، منہ اٹھا کر انکار کر دیتے ہیں، وہ لوگ بڑے ظالم ہیں، اپنے پیروں پر کلہاڑی مار رہے ہیں، وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ

پس اس شخص سے بڑا ناانصاف کون ہے جو اللہ پر جھوٹ بولے ـــــ یعنی اللہ کا شریک ٹھہرائے، اولاد تجویز کرے اور ایسی باتیں اس کی طرف منسوب کرے جو اس کے شایانِ شان نہیں ـــــ اور سچی بات (قرآن) کو جھٹلائے جب وہ اس کو پہنچی؟ ـــــ یعنی اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں! وہی اپنے پیروں پر تیشہ زنی کر رہا ہے ـــــ کیا (قیامت کے دن)

منکروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے ـــــ بے شک ہے!

تنبیہ: جمہور نے آیت کی یہی تفسیر کی ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اگر نبی ﷺ نے بالفرض اللہ کے نام پر جھوٹ بولا ہے، قرآن اللہ کا کلام نہیں، خود آپؐ نے بنایا ہے اور اللہ کا نام لیتے ہیں، تو آپؐ سے بڑا ظالم کوئی نہیں، اور اگر وہ سچے ہیں جیسا کہ حقیقت میں سچے ہیں اور تم نے قرآن کو جھٹلایا ہے تو تم سے بڑا ظالم کوئی نہیں، اس صورت میں دونوں جملوں کا مصداق الگ ہوگا۔

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَہُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّہِمْ ؕ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۳۴﴾ لِیُکَفِّرَ اللّٰہُ عَنْہُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَیَجْزِیَہُمْ اَجْرَہُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ؕ وَیُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ہَادٍ ﴿۳۶﴾ وَمَنْ یَّہْدِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِعَزِیْزٍ ذِی انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾

وَالَّذِیْ	اور جو شخص	عِنْدَ رَبِّہِمْ	ان کے رب کے پاس	وَیَجْزِیَہُمْ	اور بدلہ دیں وہ ان کو
جَآءَ	لایا	ذٰلِکَ	یہ (جو چاہیں گے وہ)	اَجْرَہُمْ	ان کا ثواب
بِالصِّدْقِ	سچی بات	جَزٰٓؤُا	بدلہ ہے	بِاَحْسَنِ	بہتر
وَصَدَّقَ	اور تصدیق کی	الْمُحْسِنِیْنَ	نیکوکاروں کا	الَّذِیْ	اس سے جو
بِہٖٓ	اس کی	لِیُکَفِّرَ	تاکہ مٹائیں	کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ	کیا کرتے تھے وہ
اُولٰٓئِکَ	وہ	اللّٰہُ	اللہ تعالیٰ	اَلَیْسَ اللّٰہُ	کیا نہیں ہیں اللہ
ہُمُ	ہی	عَنْہُمْ	ان سے	بِکَافٍ	کافی
الْمُتَّقُوْنَ	(جہنم سے) بچنے والے ہیں	اَسْوَاَ (۱)	بدتر	عَبْدَہٗ	اپنے بندوں کے لئے
لَہُمْ	ان کے لئے ہے	الَّذِیْ	اس کا جو	وَیُخَوِّفُوْنَکَ	اور ڈراتے ہیں وہ آپ کو
مَّا یَشَآءُوْنَ	جو چاہیں گے وہ	عَمِلُوْا	کیا انھوں نے	بِالَّذِیْنَ	ان سے جو

(۱) أسوأ: اسم تفضیل، مابعد کی طرف مضاف ہے، اسی طرح أحسن، اور اردو میں بدتر اور بہتر بھی اسم تفضیل ہے۔

مِنْ دُوْنِهٖ	اللہ سے کم درجہ کے ہیں	مِنْ هَادٍ	کوئی راہ دکھانے والا	مِنْ مُّضِلٍّ	کوئی گمراہ کرنے والا
وَمَنْ يُّضْلِلِ	اور جس کو گمراہ کریں	وَمَنْ يَّهْدِ	اور جس کو راہ دکھائیں	اَلَيْسَ اللّٰهُ	کیا نہیں ہیں اللہ
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	بِعَزِيْزٍ	زبردست
فَمَا لَهٗ	پس نہیں اس کے لئے	فَمَا لَهٗ	پس نہیں اس کے لئے	ذِي انْتِقَامٍ	بدلہ لینے والے

قرآن کی تصدیق کرنے والوں کا ٹھکانا جنت ہے

جو لوگ سچی بات (قرآنِ کریم) لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں، اور خود بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں ان کا ٹھکانا جنت ہے — دوسری تفسیر: جو سچی بات لایا یعنی نبی ﷺ، اور جنھوں نے اس کی تصدیق کی یعنی مؤمنین: ان کو جنت میں تین باتیں حاصل ہونگی: (۱) وہ جنت میں جو نعمت چاہیں گے ملے گی، کوئی ٹوٹا نہیں ہوگا (۲) ان کی تمام برائیوں پر قلم عفو پھیر دیا جائے گا (۳) اور ان کو ان کے ہر نیک عمل کا صلہ ملے گا۔

اور اگر کوئی مشرک کہے: ٹھیک ہے جنت میں ان کے وارے نیارے ہونگے، مگر دنیا میں تو مورتیاں ان کا ستیاناس کردیں گی! پس وہ سن لیں! اللہ اپنے بندوں کے لئے کافی ہیں، مورتیاں ان کا بال بیکا نہیں کرسکتیں۔

اور اصل بات یہ ہے کہ جس کو اللہ راہ سے بھٹکا دیں اس کو کوئی راہ پر نہیں ڈال سکتا، اور جس کو اللہ راہ پر لے آئیں اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا، پس اللہ سے ہدایت طلب کرو، وہ زبردست ہیں مؤمنین کو صلہ دیں گے اور انتقام لینے والے بھی ہیں، منکرین کو سزا دیں گے۔

آیاتِ پاک: — اور جو سچی بات لایا اور اس کی تصدیق کی وہی لوگ (جہنم سے) بچنے والے ہیں، ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس ہے جو کچھ وہ چاہیں گے، یہ نیکوکاروں کا بدلہ ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے مٹا دیں ان کاموں میں سے زیادہ برے کاموں کو جو انھوں نے کئے، اور ان کو ان کا بدلہ دیں ان بہترین کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے۔

دھمکی کا جواب: — کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں! — بے شک کافی ہیں! — اور وہ لوگ آپ کو ڈراتے ہیں ان معبودوں سے جو اللہ سے کم رتبہ ہیں — وہ ان کی گیدڑ بھبکیاں ہیں، ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

اصل بات: — اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کریں اس کے لئے کوئی راہ نما نہیں، اور جس کو اللہ تعالیٰ راہ پر لے آئیں اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ تعالیٰ زبردست انتقام لینے والے نہیں؟ — بے شک ہیں!

سوال: اَسْوَأُ (بدتر) اور أَحْسَن (بہتر) اسم تفضیل کیوں لائے ہیں؟ ان کا مطلب تو یہ نکلتا ہے کہ ان کے چھوٹے گناہ معاف نہیں ہونگے، اور ان کو معمولی نیکیوں کا صلہ نہیں ملے گا!

جواب: أسوأ بمعنی سُوْءٌ اور أحسن بمعنی حَسَنٌ ہیں، جیسے ابھی (آیت ۲۳) میں: ﴿أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ﴾: بمعنی حَسَنُ الحدیث ہے —— اور ان سب جگہوں میں اسم تفضیل استعمال کرکے اشارہ کیا ہے کہ بڑے کی معمولی برائی بھی سنگین ہوتی ہے، جیسے کوئی پیر طریقت یا شیخ الحدیث بیڑی پیئے تو کتنا برا سمجھا جائے گا! اسی طرح ان کی معمولی نیکی بھی بڑی نیکی ہے، جیسے یہ حضرات کسی کو ایک روپیہ دیں، تو وہ تبرک ہزار روپیوں سے بہتر سمجھا جائے گا، اسی طرح قرآنِ کریم کی اچھی بات بھی بہترین بات ہے۔

وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝

وَلَىِٕنْ	اور بخدا! اگر	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ سے ورے	هَلْ هُنَّ	کیا وہ
سَاَلْتَهُمْ	پوچھیں آپ ان سے	اِنْ اَرَادَنِيَ	اگر چاہیں مجھے	مُمْسِكٰتُ	روکنے والے ہیں
مَّنْ خَلَقَ	کس نے پیدا کئے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	رَحْمَتِهٖ	اس کی رحمت کو
السَّمٰوٰتِ	آسمان	بِضُرٍّ	کوئی تکلیف پہنچانا	قُلْ	جواب دو
وَالْاَرْضَ	اور زمین	هَلْ	کیا	حَسْبِيَ	مجھے کافی ہیں
لَيَقُوْلُنَّ	ضرور جواب دیں گے وہ	هُنَّ	وہ	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
اللّٰهُ	اللہ نے	كٰشِفٰتُ	کھولنے والے ہیں	عَلَيْهِ	ان پر
قُلْ	پوچھو	ضُرِّهٖٓ	اس کی تکلیف کو	يَتَوَكَّلُ	بھروسہ کرتے ہیں
اَفَرَءَيْتُمْ	بتاؤ	اَوْ اَرَادَنِيْ	یا چاہیں مجھے	الْمُتَوَكِّلُوْنَ	بھروسہ کرنے والے
مَّا تَدْعُوْنَ	جن کو پکارتے ہو تم	بِرَحْمَةٍ	کوئی مہربانی پہنچانا	قُلْ يٰقَوْمِ	کہو اے میری قوم

اعْمَلُوْا	کام کرو تم	يُخْزِيْهِ	جو اس کو رسوا کردے گا	فَمَنِ اهْتَدٰى	پس جو راہ پائے گا
عَلٰى مَكَانَتِكُمْ	اپنی جگہ	وَيَحِلُّ عَلَيْهِ	اور اترے گا اس پر	فَلِنَفْسِهٖ	تو اس کے نفع کیلئے ہے
اِنِّىْ عَامِلٌ	بے شک میں کام کرنے	عَذَابٌ مُّقِيْمٌ	سدا رہنے والا عذاب	وَمَنْ ضَلَّ	اور جو بے راہ ہوگا
	والا ہوں	اِنَّآ اَنْزَلْنَا	بے شک ہم نے اتاری	فَاِنَّمَا يَضِلُّ	تو بس بے راہ ہوگا
فَسَوْفَ	پس عنقریب	عَلَيْكَ	آپ پر	عَلَيْهَا	اپنے ہی نقصان کیلئے
تَعْلَمُوْنَ	جان لوگے تم	الْكِتٰبَ	کتاب	وَمَآ اَنْتَ	اور نہیں ہیں آپ
مَنْ يَّاْتِيْهِ	اس کو جسے پہنچے گا	لِلنَّاسِ	لوگوں کے فائدہ کیلئے	عَلَيْهِمْ	ان کے
عَذَابٌ	وہ عذاب	بِالْحَقِّ (۱)	حق کو لئے ہوئے	بِوَكِيْلٍ	ذمہ دار

اپنے معبودوں سے کیا ڈراتے ہو، ہمارا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے

ابھی ضمناً یہ بات آئی تھی کہ مشرکینِ مکہ نبی ﷺ کو اور مؤمنین کو اپنی مورتیوں سے ڈراتے تھے، کہتے تھے: ہمارے خداؤں کو کنڈم مت کرو، ان کی خدائی کا انکار مت کرو، ورنہ وہ تمہارا ناس ماردیں گے: ﴿وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾: وہ آپ کو اُن معبودوں سے ڈراتے ہیں جو اللہ سے نیچے کے درجہ میں ہیں، ان کو ضمناً جواب دیا تھا: کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں! بے شک کافی ہیں، پھر ڈرنے کی کیا بات ہے؟ اب اس بات کو پھر لیتے ہیں، پہلے مشرکین سے ایک سوال کرتے ہیں، جس کا وہ جواب ضرور دیں گے، پھر دوسرا سوال کیا ہے، جس کے جواب میں ان کی زبانیں لڑکھڑائیں گی، پس تم جواب دینا۔

پہلا سوال: —— اور بخدا! اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور جواب دیں گے: اللہ نے! —— کیونکہ مشرکین جواہر (امورِ عظام) کا خالق اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے ہیں، اس لئے وہ فوراً جواب دیں گے۔

دوسرا سوال: —— آپ پوچھیں: پس بتلاؤ: اللہ تعالیٰ سے نیچے جن معبودوں کو تم پوجتے ہو: اگر اللہ تعالیٰ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہیں تو کیا وہ معبود اللہ کی تکلیف کو دور کرسکتے ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی کرنا چاہیں تو وہ معبود اللہ کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟ —— اِس کا جواب وہ نہیں دیں گے، ان کے منہ میں تھوک خشک ہوجائے گا، پس تم جواب دو —— کہو: اللہ میرے لئے کافی ہیں —— یعنی تمہارے معبود نہ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی تکلیف ہٹا سکتے ہیں، نہ وہ اللہ کی رحمت کو روک سکتے ہیں، سارا اختیار اللہ کا ہے، پس ہمیں تمہارے معبودوں سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہمارے

(۱) بالحق: محذوف سے متعلق ہوکر الکتاب کا حال ہے أی مُتَلَبِّسًا بالحق: دینِ حق کی تعلیمات کو لئے ہوئے۔

لئے اللہ تعالیٰ کافی ہیں ـــــ اسی پر بھروسہ کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں ـــــ پس ہمارا بھی اسی پر بھروسہ ہے، ہم تمہارے معبودوں سے ہرگز نہیں ڈرتے! کرلیں وہ جو چاہیں، وہ ہمارا بال بیکا نہیں کرسکتے۔

حاصل: ایک طرف تو خداوند قدوس ہیں جو خود تمہارے اقرار کے موافق آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں، دوسری طرف پتھر کی بے جان مورتیں ہیں، جو سب مل کر بھی خدا کی بھیجی ہوئی ادنی سے ادنی تکلیف یا راحت کو اس کی جگہ سے ہٹا نہیں سکتیں، پس تم ہی بتاؤ: دونوں میں سے کس پر بھروسہ کیا جائے؟ اور کس کو اپنی مدد کے لئے کافی سمجھا جائے؟

تم اللہ سے ڈرو، ان کا عذاب دنیا و آخرت میں پہنچنے والا ہے

مشرکین جو نبی ﷺ کو اور مؤمنین کو مورتیوں کی پکڑ سے ڈراتے تھے، ان سے کہا جارہا ہے کہ تم ہمیں مورتیوں سے کیا ڈراتے ہو، تم اللہ کی گرفت سے بچو، وہ دنیا میں جلد تم کو رسواکن سزادیں گے، اور آخرت میں سدا قائم رہنے والا عذاب تمہیں ملنے والا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ کہو: اے میری قوم! تم اپنی جگہ کام کرو ـــــ اسلام کی مخالفت میں جو کچھ کرسکتے ہو کر گذرو ـــــ میں بھی کام کررہا ہوں ـــــ اشاعتِ اسلام کا فریضہ انجام دے رہا ہوں ـــــ پس جلدی تم جان لوگے کہ کس کو وہ عذاب پہنچتا ہے جو اس کو رسوا کردے گا ـــــ یعنی دنیا میں ـــــ اور اس پر دائمی عذاب اترتا ہے؟ ـــــ یعنی آخرت میں۔ دونوں سزائیں بہت جلد ملنے والی ہیں۔

مشرکین کو جو سزا ملے گی وہ ان کے انکار کا وبال ہوگی، ان پر ظلم نہیں ہوگا

قرآنِ کریم نے ہدایت کا سامان کردیا ہے، جو اس سے فائدہ اٹھائے گا اس کا بھلا ہوگا، اور جو انکار کرے گا اس پر اس کا وبال پڑے گا، اللہ کا اس پر کچھ ظلم نہیں ہوگا، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ بے شک ہم نے آپ پر لوگوں کے نفع کے لئے کتاب نازل کی ہے جو حق کو لئے ہوئے ہے ـــــ یعنی دینِ حق کی تعلیمات پر مشتمل ہے ـــــ پس جو شخص راہ پائے گا تو اسی کا فائدہ ہوگا، اور جو بے راہ ہوگا تو اسی پر اس کا وبال پڑے گا، اور آپ ان کے کچھ ٹھیکہ دار نہیں! ـــــ کہ زبردستی ان کو راہِ راست پر لے آئیں۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْــًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾

اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	الْاُخْرٰٓى	دوسری (جان) کو	لَا يَمْلِكُوْنَ	نہ مالک
يَتَوَفَّى (۱)	وصول کرتے ہیں	اِلٰٓى اَجَلٍ	مدت تک	شَيْئًا	کسی چیز کے
الْاَنْفُسَ	جانوں کو	مُّسَمًّى	مقرر	وَّلَا يَعْقِلُوْنَ	اور نہ سمجھتے ہوں
حِيْنَ مَوْتِهَا	ان کی موت کے وقت	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	بے شک اس میں	قُلْ	کہو
وَالَّتِيْ	اور جو (جانیں)	لَاٰيٰتٍ	یقیناً نشانیاں ہیں	لِّلّٰهِ	اللہ کے لئے ہے
لَمْ تَمُتْ	نہیں مریں	لِّقَوْمٍ	ان لوگوں کے لئے	الشَّفَاعَةُ	سفارش
فِيْ مَنَامِهَا	ان کی نیند میں	يَّتَفَكَّرُوْنَ	(جو) سوچتے ہیں	جَمِيْعًا	ساری
فَيُمْسِكُ	پس روک لیتے ہیں	اَمِ اتَّخَذُوْا	کیا اپنائے ہیں انھوں نے	لَهٗ مُلْكُ	اس کے لئے حکومت ہے
الَّتِيْ	جس پر	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ سے کم رتبہ	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں
قَضٰى عَلَيْهَا	فیصلہ کیا گیا ہے اس پر	شُفَعَآءَ	سفارشی	وَالْاَرْضِ	اور زمین کی
الْمَوْتَ	موت کا	قُلْ	کہو	ثُمَّ اِلَيْهِ	پھر اسی کی طرف
وَيُرْسِلُ	اور چھوڑتے ہیں	اَوَلَوْ كَانُوْا	کیا اگرچہ ہوں وہ	تُرْجَعُوْنَ	لوٹائے جاؤ گے تم

آخرت کو مستبعد مت سمجھو، نیند کی مثال سے اس کو سمجھو

جب مشرکین سے کہا گیا کہ انکارِ قرآن کی رسوا کن سزا تمہیں دنیا میں ملنے والی ہے، اور سدا رہنے والی سزا آخرت میں ملے گی تو وہ دنیا کی سزا سے تو ڈرے نہیں، کیونکہ اُس وقت وہ غالب تھے، اور غالب: مغلوب کی بات کو کیا وزن دے گا! اور آخرت کی سزا تو ان کے گلے ہی سے نہیں اتری، ان کے خیال میں جب مر کر ختم ہوگئے تو دوسری زندگی کیسی؟ ان کو نیند کی مثال سے آخرت کی زندگی سمجھاتے ہیں، مگر پہلے دو باتیں جان لیں:

۱- روح اور اس کی صفات: —— روح (جان) ایک امرِ الٰہی ہے، اللہ کے حکم سے وہ ایک چیز ہے، اس سے زیادہ اس کی حقیقت نہیں سمجھی جاسکتی، جب مادّہ میں مزاج پیدا ہوتا ہے تو اللہ کی طرف سے روح کا فیضان ہوتا ہے —— اور روح

(۱) یَتَوَفّٰی: باب تفعل سے مضارع معروف، صیغہ واحد مذکر غائب، اس کے معنی ہیں: وصول کرنا، اسی سے مُتَوَفِّی (اسم فاعل) ہے: وصول کرنے والا [آلِ عمران آیت ۵۵] اسی سے مُتَوَفّٰی (اسم مفعول) ہے، مُتَوَفّٰی عنها زوجُها: عورت سے اس کا شوہر وصول کیا گیا یعنی مرگیا، پس موت کے لئے اور سُلانے کے لئے: دونوں کے لئے اس کا استعمال درست ہے، دونوں میں جان وصول کی جاتی ہے۔

کی تین صفتیں ہیں: تمیز، زندگی اور بندگی۔ تمیز: یعنی ہوش وحواس، جس میں حواس ظاہری (آنکھ، کان وغیرہ) کام کرتے ہیں، اور زندگی: یعنی حیات، جس سے سانس چلتی ہے، نبض اچھلتی ہے اور کھانا ہضم ہوتا ہے۔ بندگی: یعنی طاعت، اللہ کو پہچاننے کی کامل صلاحیت، یہ روح کا اعلیٰ وصف ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی اصطلاح میں اس کو روح ربانی کہتے ہیں، اور حیات کو نسمہ، روح حیوانی اور روح ہوائی کہتے ہیں —— روح کی پہلی دونوں صفتیں تمام حیوانات میں مشترک ہیں، جانور بھی سوتے ہیں تو ان کے حواس معطل ہوجاتے ہیں، اور مرتے ہیں تو ان کی زندگی ختم ہوجاتی ہے، مگر روح ان کی بھی باقی رہتی ہے، وہی قیامت کے دن ان کے ابدان میں لوٹائی جائے گی —— اور تیسری صفت انسان کے ساتھ خاص ہے، یہ صفت حیوانات کی ارواح میں نہیں پائی جاتی، یہ صفت موت کے بعد بھی باقی رہتی ہے، اسی سے میت ادراک کرتی ہے، اور اسی سے قبر کے احوال متعلق ہیں —— پس روح ایک چیز ہے، اس کی تین صفات ہیں، جیسے ملکیت اور بہیمیت نفسِ انسانی (روح ربانی) کی دو حالتیں ہیں۔

۲- توفّی (وصولی) کلّی مشکّک ہے: —— کلّی: وہ مفہوم ہے جس میں بہت سے افراد شریک ہوں، جیسے سیاہ اور سفید کلّی ہیں، ان کے بے شمار افراد ہیں۔ مشکّک: وہ کلّی ہے جس کے سب افراد یکساں نہ ہوں، جیسے سیاہ اور سیاہ یکساں نہیں ہوتے، اسی طرح سفید اور سفید ایک درجہ کے نہیں ہوتے، پس سیاہ اور سفید کلّی مشکّک ہیں، اور توَفّی کے معنی ہیں: وصول کرنا، کہتے ہیں: تَوَفَّیْتُ حَقِّیْ: میں نے اپنا حق وصول کیا، یہ وصولی کلّی مشکّک ہے، اس کے بہت متفاوت درجات ہیں، مثلاً: آپ کا کسی پر ہزار روپے قرض تھا، پانچ سو وصول ہوگئے تو یہ بھی وصولی ہے، پھر باقی پانچ سو بھی وصول ہوگئے، یہ اعلیٰ درجہ کی وصولی ہے، اس کے بعد بھی اگر مقروض عبدِ شکور ہو تو ممنونِ احسان رہے گا، یہ قرضِ حسنہ کا بقایا ہے، اسی طرح روح کی وصولی کے بھی مختلف درجات ہیں، پہلا درجہ ہے: صرف حواس کو معطل کردینا، جیسا نیند میں، بے ہوشی میں اور گہرے مراقبہ میں ہوتا ہے، دوسرا درجہ ہے بدن کی زندگی ختم کردینا، مگر روح باقی رہتی ہے، اور تمام حیوانات کی ارواح باقی رہتی ہیں، شاعر کہتا ہے:

یہ نکتہ سیکھا میں نے بو الحسن سے ❁ کہ روح مرتی نہیں مرگِ بدن سے

(بوالحسن: یعنی حضرت امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ)

انسان کا بدن بھی اسی طرح مرجاتا ہے، مگر اس کی روح اپنی تیسری صفت کے ساتھ باقی رہتی ہے، اور اسی پر برزخ کے احوال گذرتے ہیں۔ اور سورۃ آلِ عمران (آیت ۵۵) میں عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے جو توفی ہے وہ پہلی صورت ہے، ان کو حواس معطل کرکے آسمان پر اٹھایا گیا تھا۔

آیتِ پاک: ـــــ اللہ تعالیٰ ہی جانوں کو وصول کرتے ہیں، ان کی موت کے وقت ـــــ یہ دوسری وصولی ہے ـــــ اور جن کی موت کا وقت نہیں آیا، ان کے سونے کے وقت میں ـــــ یہ پہلی وصولی ہے ـــــ پھر روک لیتے ہیں اُن جانوں کو جن پر موت کا فیصلہ کیا گیا ـــــ یعنی دوسری وصولی کے بعد قیامت سے پہلے جان نہیں لوٹتی، مَرَّ: یعنی گیا! ـــــ اور دوسری جانوں کو رہا کر دیتے ہیں میعادِ معین تک ـــــ یعنی سونے والا بیدار ہو جاتا ہے، مگر وہ بھی ہمیشہ زندہ نہیں رہتا، ایک وقت کے بعد اس کی بھی دوسری وصولی ہوتی ہے ـــــ بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں ـــــ یعنی نیند میں ہر روز جو روح وصول کرتے ہیں، پھر اس کو چھوڑتے ہیں یہی نشانی ہے آخرت کی! موت پر جو وصولی ہوتی ہے اس روح کو قیامت کے دن جب ابدان دوبارہ بنیں گے اس وقت چھوڑیں گے اور وہ آ کر اپنے ابدان میں حلول کرے گی اور نئی زندگی شروع ہو جائے گی۔

کیا مشرکین مورتیوں سے سفارش کی امید باندھے ہوئے ہیں؟

ایں خیال ست ومحال ست وجنوں!

بتوں کی نسبت مشرکین دعوی رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں اُن کے سفارشی ہیں، اُن ہی کی سفارش سے کام بنتے ہیں، اسی لئے ان کی عبادت کی جاتی ہے، سو اول تو شفیع ہونے سے معبود ہونا لازم نہیں آتا، دوسرے شفیع بھی وہ بن سکتا ہے جسے اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت ملے، اور صرف اس کے حق میں شفاعت کر سکتا ہے جس کو خدا پسند کرے، خلاصہ یہ کہ شفیع کا ماذون ہونا اور مشفوع کا مرتضی ہونا ضروری ہے، یہاں دونوں باتیں نہیں، نہ مورتیوں کا ماذون ہونا ثابت ہے نہ کفار کا مرتضی ہونا، پس ان سے سفارش کی امید باطل ہے۔

آیت پاک: ـــــ کیا انھوں نے اللہ سے وَرے سفارشی بنا رکھے ہیں! کہو: اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ سمجھتے ہوں! ـــــ یعنی مورتیاں جن ملائکہ، انبیاء اور اولیاء کا پیکر ہیں وہ مالک نہیں اور خود مورتیاں سمجھتی نہیں ـــــ بتادو: سفارش تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے، اسی کی آسمانوں اور زمین میں حکومت ہے ـــــ فی الحال بھی اور آئندہ بھی ـــــ پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ـــــ اس وقت ان کی اجازت اور خوشنودی کے بغیر کسی کی مجال ہوگی جو زبان کھولے!

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي

الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَا فْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

وَاِذَا ذُكِرَ	اور جب تذکرہ کیا جاتا ہے	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	مَعَهٗ	اس کے ساتھ
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ کا	وَالْاَرْضِ	اور زمین کے	لَا فْتَدَوْا	(تو) ضرور جان چھڑاتے وہ
وَحْدَهٗ	صرف	عٰلِمَ	جاننے والے	بِهٖ	اس کے ذریعہ
اشْمَاَزَّتْ (۱)	(تو) ناگواری محسوس	الْغَیْبِ	چھپے	مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ	سخت عذاب سے
	کرتے ہیں	وَالشَّهَادَةِ	اور کھلے کے	یَوْمَ الْقِیٰمَةِ	قیامت کے دن
قُلُوْبُ	دل	اَنْتَ تَحْكُمُ	آپ فیصلہ کریں گے	وَبَدَا لَهُمْ	اور ظاہر ہوا ان کے لئے
الَّذِیْنَ	ان لوگوں کے جو	بَیْنَ عِبَادِكَ	اپنے بندوں کے درمیان	مِّنَ اللّٰهِ	اللہ کی طرف سے
لَا یُؤْمِنُوْنَ	یقین نہیں رکھتے	فِیْ مَا	اس میں جو	مَا لَمْ	جو نہیں
بِالْاٰخِرَةِ	آخرت پر	كَانُوْا فِیْهِ	وہ اس میں تھے	یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ	گمان کیا کرتے تھے وہ
وَاِذَا ذُكِرَ	اور جب تذکرہ کیا جاتا ہے	یَخْتَلِفُوْنَ	(نبی سے) اختلاف کرتے	وَبَدَا لَهُمْ	اور ظاہر ہوئیں
الَّذِیْنَ	ان کا جو	وَلَوْ اَنَّ	اور اگر ہوتا	سَیِّاٰتُ	برائیاں
مِنْ دُوْنِهٖٓ	اس سے کم رتبہ ہیں	لِلَّذِیْنَ	ان کے لئے جنھوں نے	مَا كَسَبُوْا	ان کاموں کی جو کمائے
اِذَا هُمْ	(تو) اچانک وہ	ظَلَمُوْا	ظلم (شرک) کیا		انھوں نے
یَسْتَبْشِرُوْنَ	خوش ہو جاتے ہیں	مَا فِی الْاَرْضِ	جو کچھ زمین میں ہے	وَحَاقَ بِهِمْ	اور گھیر لیا ان کو
قُلِ اللّٰهُمَّ	کہو: اے اللہ!	جَمِیْعًا	سارا کا سارا	مَّا كَانُوْا بِهٖ	اس عذاب نے جس کا تھے وہ
فَاطِرَ	پیدا کرنے والے	وَّمِثْلَهٗ	اور اس کے مانند اور	یَسْتَهْزِءُوْنَ	ٹھٹھا کرتے

جو اللہ سے ملنے کی امید نہیں رکھتے ان کو اللہ کا ذکر نہیں بھاتا

بندوں کی ملاقات اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن ہوگی، اور وہ عظیم ترین نعمت ہوگی، اور مشرکوں کا چونکہ آخرت پر ایمان

(۱) اشْمَأَزَّتْ: ماضی، واحد مؤنث غائب، اشْمِئْزَاز: انتہائی ناگواری محسوس کرنا، دل کا غم وغصہ سے بھر جانا۔

نہیں یعنی وہ اللہ کا جلوہ دیکھنے کے خواہش مند نہیں، اس لئے وہ صرف اللہ کے ذکر سے خوش نہیں ہوتے، ان کے دل منقبض ہوتے ہیں، اور اگر ان کے جھوٹے معبودوں کی تعریف کی جائے تو وہ خوشی سے اچھلنے لگتے ہیں، جیسے جاہل نام نہاد مسلمانوں کے سامنے اللہ کی قدر وعظمت کا ذکر کیا جائے تو وہ ان کو نہیں بھاتا، اور اولیاء کا ذکر کیا جائے، اور ان کی سچی جھوٹی کرامتیں سنائی جائیں تو ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں، زور کا قہقہہ لگاتے ہیں اور واہ واہ کرتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں:

—— اور جب فقط اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل ناگواری محسوس کرتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے —— آخرت کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ اللہ کا دیدار آخرت میں ہوگا —— اور جب ان کا ذکر کیا جاتا ہے جو اللہ سے نیچے ہیں تو اچانک وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں —— خواہ صرف غیروں کا ذکر کیا جائے یا اللہ کے ساتھ کیا جائے: دونوں صورتوں میں ان کا یہی حال ہوتا ہے۔

مشرکین جن باتوں میں نبی ﷺ سے اختلاف کرتے ہیں ان کا عملی فیصلہ قیامت کے دن ہوگا

مشرکین توحید، رسالت اور آخرت کے مسائل میں نبی ﷺ سے اختلاف کرتے تھے، ان کا علمی فیصلہ تو قرآنِ کریم نے دنیا میں کر دیا ہے، مگر مشرکین اس کو مانتے کہاں ہیں؟ وہ عملی فیصلہ کے منتظر ہیں، سو وہ قیامت کے دن کر دیا جائے گا، ارشاد فرماتے ہیں: —— کہو: اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! باطن اور ظاہر کے جاننے والے! آپ ہی قیامت کے دن اپنے بندوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ فرمائیں گے جن میں وہ (پیغمبر سے) اختلاف کرتے ہیں —— ناطق فیصلہ وہی ہستی کرسکتی ہے جس میں دو صفتیں ہوں: (۱) وہ کائنات کی خالق و مالک ہو، پس اس کو حق ہوگا کہ اپنی مخلوق کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے (۲) جو کھلی چھپی سبھی باتوں کو جانتا ہو، تبھی وہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کرسکتا ہے —— اس لئے اللہ کی ان دو صفتوں کا تذکرہ کیا ہے۔

جب عملی فیصلہ ہوگا تو مشرکین کو ایسی سخت سزا ملے گی کہ چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا!

قیامت کے دن جب مشرکین کو ان کے اختلاف کا فیصلہ سنایا جائے گا تو ان کا سخت برا حال ہوگا، اگر اُس روز —— فرض کیجئے —— کل رُوئے زمین کے خزانے، بلکہ اس کے برابر اور بھی ان کے پاس موجود ہوں تو وہ سب وے دلا کر عذاب سے اپنی جان چھڑانے کے لئے تیار ہوجائیں، کیونکہ ان کے سب کرتوت ان کے سامنے ہونگے، اور قسم قسم کے ہولناک عذابوں سے سابقہ ہوگا جو کبھی ان کے خیال میں بھی نہیں آئے ہونگے، اور وہ جو دینِ حق کا تمسخر کیا کرتے تھے اس کا وبال ان کو گھیر لے گا، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور اگر ہوں ان کے پاس جنھوں نے ظلم (شرک) کیا تمام وہ چیزیں جو زمین

میں ہیں، اور ان کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی تو وہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھٹنے کے لئے بدلہ میں دیدیں، اور اللہ کی طرف سے ان کو وہ معاملہ (عذاب) پیش آئے گا جس کا ان کو سان گمان بھی نہیں ہوگا، اور ان کے لئے ظاہر ہونگی ان کے کرتوتوں کی برائیاں (قسم قسم کے عذاب) اور ان کو وہ عذاب گھیرے گا جس کا وہ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ؗ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِىَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰۤؤُلَاۤءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۤءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

فَاِذَا مَسَّ	پس جب چھوتی ہے	فِتْنَةٌ	آزمائش ہے	وَالَّذِيْنَ	اور جن لوگوں نے
الْاِنْسَانَ	انسان کو	وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ	لیکن ان کے اکثر	ظَلَمُوْا	ظلم (شرک) کیا
ضُرٌّ	کچھ تکلیف	لَا يَعْلَمُوْنَ	جانتے نہیں	مِنْ هٰۤؤُلَاۤءِ	اِن لوگوں میں سے
دَعَانَا	پکارتا ہے ہم کو	قَدْ قَالَهَا	بالتحقیق کہی یہ بات	سَيُصِيْبُهُمْ	عنقریب پہنچیں گی ان کو
ثُمَّ اِذَا	پھر جب	الَّذِيْنَ	ان لوگوں نے جو	سَيِّاٰتُ	برائیاں (سزائیں)
خَوَّلْنٰهُ (۱)	بخشتے ہیں ہم اس کو	مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے	مَا كَسَبُوْا	اس کی جو کمایا انھوں نے
نِعْمَةً مِّنَّا	نعمت ہماری طرف سے	فَمَاۤ اَغْنٰى	پس نہیں کام آیا	وَمَا هُمْ	اور نہیں ہیں وہ
قَالَ اِنَّمَاۤ	کہتا ہے: اس کے علاوہ نہیں	عَنْهُمْ مَّا (۲)	ان کے جو	بِمُعْجِزِيْنَ	عاجز کرنے والے
اُوْتِيْتُهٗ	(کہ) دیا گیا ہوں	كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ	کمایا کرتے تھے وہ	اَوَلَمْ يَعْلَمُوْۤا	کیا اور نہیں جانا انھوں نے
	میں اس کو	فَاَصَابَهُمْ	پس پہنچی ان کو	اَنَّ اللّٰهَ	کہ اللہ تعالیٰ
عَلٰى عِلْمٍ	(میرے) ہنر سے	سَيِّاٰتُ (۳)	برائیاں (سزائیں)	يَبْسُطُ	کشادہ کرتے ہیں
بَلْ هِىَ	بلکہ وہ (نصیحت)	مَا كَسَبُوْا	اس کی جو کمایا انھوں نے	الرِّزْقَ	روزی

(۱) تخویل: عطا کرنا، ہٗ: ضمیر مفعول اول (۲) ما کانوا: أغنی کا فاعل ہے (۳) سیئات: مابعد کی طرف مضاف ہے۔

ان لوگوں کے لئے	لِّقَوْمٍ	بے شک اس میں	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	جس کیلئے چاہتے ہیں	لِمَنْ يَّشَآءُ
(جو) ایمان رکھتے ہیں	يُّؤْمِنُوْنَ	البتہ نشانیاں ہیں	لَاٰيٰتٍ	اور تنگ کرتے ہیں	وَيَقْدِرُ

دولت قابلیت سے نہیں ملتی

مشرک کا حال یہ ہے کہ وہ جس کے ذکر سے چڑتا ہے: مصیبت میں اسی کو پکارتا ہے، اور جن کے ذکر سے خوش ہوتا ہے ان کو بھول جاتا ہے، اور اپنی دولت وثروت کو اپنی ہنرمندی کا کمال سمجھتا ہے، کہتا ہے: میرے اندر لیاقت تھی، میں کمائی کے ذرائع جانتا تھا، پھر مجھے دولت کیوں نہ ملتی؟ حالانکہ اس کو دولت اللہ نے دی ہے، اور وہ اس کا امتحان ہے، دیکھنا ہے کہ وہ شکر بجالاتا ہے یا ناشکری کرتا ہے، اگر شکر بجالائے گا تو سرخ رو ہوگا، ورنہ نعمت قسمت سے بدل جائے گی، اور دنیاؤ آخرت میں سزا پائے گا۔

آیاتِ پاک: —— پس جب (مشرک) انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہم کو پکارتا ہے، پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو وہ کہتا ہے: میں وہ (مال اپنی) ہنرمندی ہی سے دیا گیا ہوں! (نہیں) بلکہ وہ ایک آزمائش ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں! —— وہ اس کو اپنا کمال سمجھتے ہیں۔

قارون وغیرہ نے بھی اپنی دولت کو اپنی ہنرمندی کا نتیجہ سمجھا تھا: ان کا انجام کیا ہوا؟ —— یہی بات ان لوگوں نے بھی کہی تھی جو اِن (مکہ کے مشرکین) سے پہلے گذرے، سو ان کی کمائی ان کے کچھ کام نہ آئی، پس پہنچی ان کو ان کاموں کی برائیاں (سزائیں) جو کمائے تھے انھوں نے!

یہ بھی جائیں گے اُن کے قدموں پر! —— اور جن لوگوں نے ظلم (شرک) کیا اِن لوگوں (مکہ والوں) میں سے عنقریب ان کو پہنچیں گی برائیاں (سزائیں) ان کاموں کی جو کمائے انھوں نے، اور وہ ہرانے والے نہیں! —— وہ روپوش ہوکر یا کسی اور تدبیر سے اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکتے۔

اور رزق کی کشادگی اور تنگی اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ عقل وذہانت اور علم ولیاقت پر مبنی نہیں، نہ وہ مقبول ومردود ہونے کی دلیل ہے، کتنے بدمعاش بے وقوف چین اڑا رہے ہیں، اور کتنے نیک عقلمند فاقے کھینچتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: ——

کیا ان (مکہ کے مشرک) لوگوں کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتے ہیں روزی کشادہ کرتے ہیں، اور تنگ کرتے ہیں، بے شک اس میں ایمان والوں کے لئے یقیناً نشانیاں ہیں۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ

جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۵۳ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝۵۴ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۵۵ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰي مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝۵۶ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۵۷ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۸ بَلٰى قَدْ جَاۗءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۵۹

قُلْ	کہیں	الْغَفُوْرُ	بڑے بخشنے والے	اِلَيْكُمْ	تم پر
يٰعِبَادِيَ	اے میرے بندو	الرَّحِيْمُ	بڑے رحم والے ہیں	مِّنْ رَّبِّكُمْ	تمہارے رب کی طرف سے
الَّذِيْنَ	جنھوں نے	وَاَنِيْبُوْٓا (۱)	اور متوجہ ہوجاؤ	مِّنْ قَبْلِ	پہلے سے
اَسْرَفُوْا	حد سے زیادتی کی	اِلٰى رَبِّكُمْ	اپنے رب کی طرف	اَنْ يَّاْتِيَكُمُ	(اس کے) کہ پہنچے تمھیں
عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ	اپنی جانوں پر	وَاَسْلِمُوْا	اور سرافگندہ ہوجاؤ	الْعَذَابُ	عذاب
لَا تَقْنَطُوْا	نہ مایوس ہو	لَهٗ	ان کے سامنے	بَغْتَةً	اچانک
مِنْ رَّحْمَةِ	مہربانی سے	مِنْ قَبْلِ (۲)	پہلے سے	وَّاَنْتُمْ	اور تمھیں
اللّٰهِ	اللہ کی	اَنْ يَّاْتِيَكُمُ	(اس کے) کہ آئے تم پر	لَا تَشْعُرُوْنَ	خیال بھی نہ ہو
اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ	الْعَذَابُ	عذاب	اَنْ	(کہیں ایسا نہ ہو) کہ
يَغْفِرُ	معاف کرتے ہیں	ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ	پھر نہ مدد کئے جاؤ تم	تَقُوْلَ	کہے
الذُّنُوْبَ	گناہ	وَاتَّبِعُوْٓا	اور پیروی کرو	نَفْسٌ	کوئی شخص
جَمِيْعًا	سب	اَحْسَنَ	اس اچھی بات کی	يّٰحَسْرَتٰى	ہائے افسوس
اِنَّهٗ هُوَ	بے شک وہی	مَآ اُنْزِلَ	جو اتاری گئی	عَلٰي مَا	اس پر جو

(۱) إنابة: رجوع ہونا، انابت الی اللہ: اخلاصِ عمل اور دل سے اللہ کی طرف رجوع ہونا، اور توبہ کرنا (۲) من قبل: مابعد کی طرف مضاف ہے۔

فَرَّطْتُّ	کوتاہی کی میں نے	لَكُنْتُ	(تو) ضرور ہوتا میں	مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ	نیکوکاروں میں سے
فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ	اللہ کے پہلو میں	مِنَ الْمُتَّقِيْنَ	بچنے والوں میں سے	بَلٰى	کیوں نہیں
وَاِنْ كُنْتُ	اور بے شک تھا میں	اَوْ تَقُوْلَ	یا کہے	قَدْ جَآءَتْكَ	یقیناً پہنچی تھی تجھے
لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ	ٹھٹھا کرنے والوں میں سے	حِيْنَ تَرَى	جب دیکھے (نفس)	اٰيٰتِيْ	میری آیتیں
اَوْ تَقُوْلَ	یا کہے	الْعَذَابَ	عذاب کو	فَكَذَّبْتَ بِهَا	پس تو نے ان کو جھٹلایا
لَوْ اَنَّ	کاش ہوتی یہ بات کہ	لَوْ اَنَّ لِيْ	اگر ہوتا میرے لئے	وَاسْتَكْبَرْتَ	اور تو نے گھمنڈ کیا
اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ	كَرَّةً	لوٹنا	وَكُنْتَ	اور تھا تو
هَدٰىنِيْ	راہ دکھاتے مجھے	فَاَكُوْنَ	تو ہوتا میں	مِنَ الْكٰفِرِيْنَ	انکار کرنے والوں میں سے

مشرکین کو فہمائش کے بعد دعوتِ ایمان

مشرکوں کو اور کفار کو دیر سے سمجھایا جارہا ہے کہ قرآنِ کریم سرچشمۂ ہدایت ہے، اس پر ایمان لاؤ، اس کی باتوں کو قبول کرو اور اس کی ہدایت پر عمل کرو، تمہارے سب گناہ دھل جائیں گے، اسلام قبول کرنے سے پہلے تم نے جو کچھ کیا ہے سب ختم ہوجائے گا، شرک وکفر جو آخری درجہ کا گناہ ہے وہ بھی معاف ہوجائے گا، اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— اور کہیں: اے میرے بندو جنھوں نے اپنے اوپر حد سے زیادتی کی ہے —— شرک وکفر کا ارتکاب کیا ہے —— اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو! —— رجوع ہو اور توبہ کرو، بخشے جاؤ گے —— بے شک اللہ تعالیٰ سارے ہی گناہوں کو بخش دیں گے —— یعنی بڑے گناہ شرک وکفر کو بھی اور چھوٹے گناہوں کو بھی بخش دیں گے —— واقعی وہ بڑے بخشنے والے، بڑے مہربان ہیں!

یہ آیت عام ہے، سب لوگوں کو اور سب گناہوں کو، پس آخری درجہ کے مجرم بھی ناامید نہ ہوں، توبہ کا دروازہ کھلا ہے، مشرک، ملحد، زندیق، مرتد، یہودی، نصرانی، مجوسی، بدعتی، بدکردار اور فاسق وفاجر کوئی بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، شرط صرف یہ ہے کہ وقت پر توبہ کرے، جب تک موت کا غرغرہ نہ لگے توبہ کا دروازہ کھلا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو —— غیروں کی پرستش چھوڑو، اللہ کی طرف لوٹ آؤ، ایک اللہ وحدہ لا شریك له پر ایمان لاؤ —— اور ان کے (احکام کے) سامنے سرافگندہ ہوجاؤ —— دین کی سب باتوں پر مضبوطی سے عمل کرو —— ایمان اور اسلام میں یہی فرق ہے۔ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے، اور اسلام اطاعت کا، اعمال پر کاربند ہونا بھی نجات کے لئے ضروری ہے، پس پہلے جملہ میں ایمان لانے کی دعوت ہے اور دوسرے جملہ میں احکام اسلام پر عمل کرنے کی —— اس

سے پہلے کہ تم کو عذاب پہنچے، پھر تم مدد نہ کئے جاؤ! ــــ یعنی معائنۂ عذاب کے بعد کچھ تدارک نہ ہوسکے گا، نہ کوئی تدبیر بن پڑے گی، ابھی وقت ہے اس سے فائدہ اٹھالو!

گنہگار مؤمن کا معاملہ آخرت میں مشیت کے تحت ہوگا: چاہیں گے بخشیں گے، چاہیں گے سزادیں گے

قرآنِ کریم کا نزول ایمان وعمل کی استواری کے لئے ہے

استواری: استحکام، مضبوطی، قرآنِ کریم اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ لوگ ایمان وعمل میں مضبوط ہوجائیں، اس کی دعوت قبول کریں، اوراس کے احکام پر عمل پیرا ہوں تا کہ آخرت میں ان کا بھلا ہو، ارشاد فرماتے ہیں: ــــ اور پیروی کرو اس بہترین بات کی جو تم پر تمہارے رب کی طرف سے اتاری گئی ہے، اس سے پہلے کہ تمہیں اچانک عذاب پہنچے، اور تم کو اس کا خیال بھی نہ ہو! ــــ بہترین بات: یعنی قرآنِ کریم، اس کی ہدایات پر چل کر عذاب آنے سے پہلے اپنی دنیاؤ آخرت کو سنوار لو، عذاب کی روک تھام کرلو، ورنہ عذاب ایسی جگہ سے آئے گا کہ تمہیں سان گمان بھی نہیں ہوگا ــــ کہیں (کل قیامت کو) کوئی شخص کہنے لگے: افسوس اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کے پہلو میں کی، اور یقیناً میں ہنسی اڑانے والوں میں سے تھا ــــ اللہ کے پہلو میں: یعنی ایمان واطاعت کے معاملہ میں، جب عذاب دیکھے گا کف افسوس ملے گا، کہے گا: ہائے میری کم نصیبی! میں نے اللہ کو پہچاننے اوراس کا حق ماننے میں کس قدر کوتاہی کی، جس کے نتیجہ میں آج براوقت دیکھنا پڑا ــــ یا کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے راہ دکھاتے تو میں (شرک وکفراور معاصی سے) بچنے والوں میں سے ہوتا ــــ لے! گناہ اللہ کے سر تھوپ دیا کہ اس نے مجھے راہ کیوں نہ دکھائی، ورنہ میں تو مؤمن متقی ہوتا! ــــ یا جب عذاب دیکھے تو کہنے لگے: کاش میرے لئے لوٹنا ہوتا تو میں نیکوکاروں میں سے ہوتا ــــ یعنی بس ایک مرتبہ مجھے دنیا میں جانے کا موقع دیا جائے، پھر اللہ تعالیٰ دیکھیں کہ میں کیسا نیک بندہ بن کر آتا ہوں!

جواب: ــــ کیوں نہیں! بالتحقیق تجھے میری آیتیں پہنچی تھیں، پس تو نے ان کو جھٹلایا اور گھمنڈ کیا اور تو انکار کرنے والوں میں سے تھا ــــ یعنی تو غلط کہتا ہے، اللہ نے تجھے راہ دکھائی تھی، اللہ نے اپنا کلام پاک نازل کیا تھا، مگر تو نے اس کی ایک بات نہیں سنی، غرور وتکبر سے اس کو جھٹلایا، تیری شیخی قبول حق سے مانع بنی، بلکہ تو قرآن کی باتوں کی ہنسی اڑاتا رہا، پس اب چکھ مزہ اپنے انکار کا!

اور دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ اگر ہزار مرتبہ کافر کو دنیا میں لوٹایا جائے تب بھی وہ اپنی حرکات سے باز نہیں آسکتا، وہ وہی کرے گا جس سے منع کیا جائے گا، اور وہ جھوٹ کہتا ہے کہ میں نیک بن کر آؤں گا (انعام ۲۸)

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْۗءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ	اور قیامت کے دن	اَلَيْسَ	کیا نہیں ہے	اتَّقَوْا	بچے رہے
تَرَى	دیکھے گا تو	فِيْ جَهَنَّمَ	دوزخ میں	بِمَفَازَتِهِمْ (۲)	انکی کامیابی کی جگہ میں
الَّذِيْنَ	جنھوں نے	مَثْوًى	ٹھکانا	لَا يَمَسُّهُمُ	نہیں چھوئے گی ان کو
كَذَبُوْا	جھوٹ بولا	لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ	گھمنڈ کرنے والوں کا	السُّوْۗءُ	برائی
عَلَى اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ پر	وَيُنَجِّي	اور نجات دیں گے	وَلَا هُمْ	اور نہ وہ
وُجُوْهُهُمْ (۱)	ان کے چہرے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	يَحْزَنُوْنَ	غم گین ہونگے
مُّسْوَدَّةٌ	سیاہ ہیں	الَّذِيْنَ	ان کو جو	۞	۞

آخرت میں مشرک اور مؤمن کا انجام

مشرک: اللہ پر جھوٹ بولتا ہے، مورتیوں کو خدا کا شریک ٹھہراتا ہے، بلکہ ان کی پرستش کو اللہ کا حکم قرار دیتا ہے، اس لئے قیامت کے دن وہ روسیاہ ہوگا اور جہنم کا ایندھن بنے گا، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ اور قیامت کے دن تو دیکھے گا ان لوگوں کو جنھوں نے اللہ پر جھوٹ بولا: ان کے چہرے سیاہ ہونگے، کیا جہنم میں متکبروں کا ٹھکانا نہیں؟ ـــــ بے شک ہے! یہ استکبار وغرور کا صلہ ہے، اور کذب کا صلہ روسیاہی ہے!

اور نجات دیں گے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو (شرک وکفر سے) بچے رہے ان کی کامیابی کی جگہ میں یعنی جنت میں، ان کو نہ برائی چھوئے گی نہ وہ غم گیں ہونگے! ـــــ یعنی وہ شرک وکفر سے بچے رہنے کی وجہ سے کامیابی کے بلند مقام (جنت میں) پہنچیں گے، جہاں ہر قسم کی تکالیف سے محفوظ رہیں گے اور ہر طرح کے فکر وغم سے آزاد ہوں گے۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْۗنِّىْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۝

(۱) جملہ وجوههم مسودة: تری کے مفعول ثانی کے قائم مقام ہے (۲) مفازة: ظرف مکان یا اسم مصدر ہے، اور باء پہلی صورت میں ظرفیہ اور دوسری صورت میں مع کے معنی میں ہے، شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے پہلا ترجمہ کیا ہے: ''ان کی بچاؤ کی جگہ میں''، یعنی جنت میں اور حضرت تھانویؒ نے دوسرا ترجمہ کیا ہے: ''ان کی کامیابی کے ساتھ''، یعنی جہنم سے بچ کر۔

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾

اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	قُلْ	کہو	وَلَتَكُوْنَنَّ	اور ضرور ہوگا تو
خَالِقُ	پیدا کرنے والے ہیں	اَفَغَيْرَ	پس کیا علاوہ کی	مِنَ الْخٰسِرِيْنَ	ٹوٹا پانے والوں میں سے
كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کے	اللّٰهِ	اللہ کے	بَلِ اللّٰهَ	بلکہ اللہ کی
وَّهُوَ	اور وہ	تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ (۲)	حکم دیتے ہو تم مجھ کو	فَاعْبُدْ	پس عبادت کر
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کے	اَعْبُدُ	(کہ) عبادت کروں میں	وَكُنْ	اور ہو تو
وَّكِيْلٌ	کارساز ہیں	اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ	اے نادانو!	مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ	شکر گزاروں میں سے
لَهٗ	ان کے لئے	وَلَقَدْ	اور بخدا! تحقیق	وَمَا	اور نہیں
مَقَالِيْدُ (۱)	چابیاں ہیں	اُوْحِيَ	وحی کی گئی	قَدَرُوا	مرتبہ پہچانا انھوں نے
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	اِلَيْكَ	آپ کی طرف	اللّٰهَ	اللہ کا
وَالْاَرْضِ	اور زمین کی	وَاِلَى الَّذِيْنَ	اور ان کی طرف جو	حَقَّ قَدْرِهٖ (۳)	جو ان کے مرتبہ کا حق ہے
وَالَّذِيْنَ	اور جنھوں نے	مِنْ قَبْلِكَ	آپ سے پہلے ہوئے	وَالْاَرْضُ	درانحالیکہ زمین
كَفَرُوْا	انکار کیا	لَئِنْ	بخدا! اگر	جَمِيْعًا	ساری
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ	اللہ کی آیتوں کا	اَشْرَكْتَ	شریک کیا تو نے	قَبْضَتُهٗ	ان کی مٹھی ہوگی
اُولٰٓئِكَ هُمُ	وہ ہی	لَيَحْبَطَنَّ	ضرور اکارت جائیں گے	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	قیامت کے دن
الْخٰسِرُوْنَ	گھاٹا پانے والے ہیں	عَمَلُكَ	تیرے اعمال	وَالسَّمٰوٰتُ	اور آسمان

(۱) مقالید: جمع منتہی الجموع، مفرد مِقْلِید اور مِقْلَاد: چابی، کنجی، تالہ کھولنے کا آلہ (۲) تَاْمُرُوْنِّيْ: اصل میں تَاْمُرُوْنَنِيْ تھا نونِ جمع کا نون وقایہ میں ادغام کیا ہے (۳) حقَّ قدرِہ: مفعول مطلق ہے، حقّ: وَجَبَ وَثَبَتَ...... قَدْر: عظمت ومرتبہ،...... صفت کی موصوف کی طرف اضافت ہے، جیسے عظیمُ القدر: أی قدرٌ عظیم، وقدرُ ثابت: یعنی جو اللہ کا واقعی مقام ومرتبہ ہے اس کو مشرکین نے نہیں پہچانا اس لئے شرک میں مبتلا ہوئے۔

مَطْوِيّٰتٌۢ	لپیٹے ہوئے ہونگے	سُبْحٰنَهٗ	ان کی ذات پاک ہے	عَمَّا يُشْرِكُوْنَ	ان سے جن کو شریک
بِيَمِيْنِهٖ	ان کی دائیں ہاتھ میں	وَتَعٰلٰى	اور برتر ہے		ٹھہراتے ہیں وہ

اثباتِ توحید اور ردِّ اشراک

اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کے پیدا کرنے والے ہیں —— اور کوئی خالق نہیں اور یہ بات مشرکین کو بھی تسلیم ہے —— اور وہی ہر چیز کے ذمہ دار ہیں —— مخلوقات کی بقاء کا سامان بھی انھوں نے کیا ہے اور ہر چیز کی حفاظت بھی وہی کر رہے ہیں —— انہی کے پاس آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں —— وہ اوپر سے بارش برساتے ہیں، اور زمین سے غلہ اگاتے ہیں، ایسے خالق و مالک کو چھوڑ کر آدمی کہاں جائے؟ چاہئے کہ اس پر ایمان لائے اور اس کی رحمت کا امیدوار رہے —— اور جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں وہی لوگ بڑے خسارہ میں رہنے والے ہیں! —— یہاں ''اللہ کی آیتوں'' سے مراد: اللہ کی قدرت کی وہ نشانیاں ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔

نامعقول مطالبہ: —— مشرکین نے نبی ﷺ کو اپنے دیوتاؤں کی پرستش کی طرف بلایا، ان کو جواب دیتے ہیں: —— آپؐ کہئے: او نادانو! کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اللہ کے علاوہ کی عبادت کروں؟ —— جبکہ توحید تمام انبیاء کی متفق علیہ دعوت ہے —— اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ آپؐ کی طرف اور اُن انبیاء کی طرف جو آپؐ سے پہلے گذرے ہیں یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ بخدا! اگر تو نے (اے مخاطب) شرک کیا تو ضرور تیرے اعمال اکارت جائیں گے، اور تو ضرور گھاٹا پانے والوں میں سے ہوگا، بلکہ اللہ کی عبادت کر، اور شکر گذاروں میں سے ہو! —— یعنی تمام انبیاء اور تمام ادیانِ سماویہ توحید کی صحت اور شرک کے بطلان پر متفق ہیں: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾: اور ہم نے آپؐ سے پہلے کوئی بھی رسول نہیں بھیجا مگر ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ معبود میں ہی ہوں، پس میری عبادت کرو [الانبیاء ۲۵] کیونکہ مشرک کے تمام اعمال اکارت ہیں، خواہ شرک سابقہ ہو یا لاحقہ، ارتداد سے بھی سب سرمایہ برباد ہو جاتا ہے، اور آخرت میں حرمان و خسران کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، پس انسان کو چاہئے کہ ہر طرف سے کٹ کر ایک اللہ کا ہو کر رہے! یہی اس کی نعمتوں کی شکر گذاری ہے۔

شرک کا سبب اللہ کی عظمت کو کما حقہ نہ پہچاننا ہے

اور اُن لوگوں نے (مشرکوں نے) اللہ کی عظمت کو نہیں پہچانا جیسا ان کی عظمت کا حق ہے، جبکہ ساری زمینیں ان کی مٹھی میں ہونگی، قیامت کے دن، اور آسمان لپیٹے ہوئے ہونگے ان کے دائیں ہاتھ میں —— یہ ان کی عظمتِ شان اور علوّ

قدر کا بیان ہے، قیامت کے دن ساتوں زمینیں ان کی ایک مٹھی میں ہونگی، اور ساتوں آسمان کاغذ کی طرح لپیٹے ہوئے ایک ہاتھ میں ہونگے، ایسے کی عبادت میں عاجز بے جان اور محتاج مخلوق کو شریک کرنا کہاں کی عقلمندی ہے —— اور مٹھی اور ہاتھ اللہ کی صفات ہیں ان پر بلا کیف ایمان رکھنا واجب ہے، اور مقصود کمالِ قدرت کا بیان، اور اشراک کی نفی کرنا ہے: —— وہ لوگوں کے شرک سے پاک اور برتر ہیں!

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْۗءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝

ع

وَنُفِخَ	اور پھونکا گیا	فَاِذَا هُمْ	پس اچانک وہ	وَقُضِيَ	اور فیصلہ کیا گیا
فِي الصُّوْرِ	نرسنگے میں	قِيَامٌ	کھڑے	بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان
فَصَعِقَ	پس ہوش اڑ گئے	يَّنْظُرُوْنَ	دیکھ رہے ہیں	بِالْحَقِّ	انصاف سے
مَنْ	(ان کے) جو	وَاَشْرَقَتِ	اور چمک گئی	وَهُمْ	اور وہ
فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں ہیں	الْاَرْضُ	زمین	لَا يُظْلَمُوْنَ	ظلم نہیں کئے جائیں گے
وَمَنْ	اور ان کے جو	بِنُوْرِ	نور سے	وَوُفِّيَتْ	اور پورا پورا وصول کرلیا
فِي الْاَرْضِ	زمین میں ہیں	رَبِّهَا	اس کے رب کی	كُلُّ نَفْسٍ	ہر شخص نے
اِلَّا مَنْ	مگر جس کو	وَوُضِعَ	اور رکھی گئی	مَّا عَمِلَتْ	جو کیا اس نے
شَاۗءَ اللّٰهُ	چاہا اللہ نے	الْكِتٰبُ	کتاب	وَهُوَ	اور وہ
ثُمَّ نُفِخَ	پھر پھونکا گیا	وَجِايْۗءَ	اور لائے گئے	اَعْلَمُ	خوب جاننے والے ہیں
فِيْهِ	اس میں	بِالنَّبِيّٖنَ	انبیاء	بِمَا	ان کاموں کو جو
اُخْرٰى	دوسری مرتبہ	وَالشُّهَدَاۗءِ	اور گواہ	يَفْعَلُوْنَ	وہ کرتے ہیں

قیامت برپا ہوگی اور انصاف سے فیصلے ہونگے

قیامت کا ذکر آیا کہ قیامت کے دن زمین اللہ کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان لپیٹے ہوئے ان کے دائیں ہاتھ میں ہونگے،

اس لئے اب آخر سورت تک قیامت کے احوال کا بیان ہے، جاننا چاہئے کہ آئندہ پیش آنے والے احوال کی پوری حقیقت ابھی نہیں جانی جاسکتی، جو کچھ نص میں ہے اتنا ہی جانا جاسکتا ہے، باقی تفصیل وقت پر معلوم ہوگی، قیاس آرائی سے کچھ فائدہ نہیں، مقصد پر نظر رہنی چاہئے۔

یہ دنیا اپنے شب وروز کے ساتھ چلتی رہے گی، کب تک چلے گی؟ یہ بات اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، پھر جب اس کو ختم کرکے دوسری دنیا آباد کرنے کا وقت آئے گا تو کیا احوال پیش آئیں گے؟ ارشاد فرماتے ہیں: —— اور (قیامت کے دن) بڑے سینگ میں پھونک ماری جائے گی —— قرآنِ کریم میں صور کا تذکرہ دس جگہ آیا ہے، ترمذی کی حدیث (نمبر ۲۴۲۴) میں اس کی یہ تفسیر آئی ہے: قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيهِ: وہ ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا، سینگ نوک کی طرف سے باریک ہوتا ہے، اور دوسری طرف سے کشادہ ہوتا ہے، اس کا پتلا حصہ منہ میں لے کر پھونکا جائے تو بہت بلند آواز پیدا ہوتی ہے، اور حضرت اسرافیل علیہ السلام جس صور میں پھونکیں گے اس کی پوری حقیقت ابھی کوئی نہیں جانتا، نبی ﷺ نے اس کو سینگ سے تشبیہ دی ہے —— پس جو آسمانوں میں ہیں —— یعنی آسمانی فرشتے —— اور جو زمین میں ہیں —— یعنی زمینی فرشتے، جنات، حیوانات اور انسان —— سب بے ہوش ہوجائیں گے —— یعنی مرجائیں گے، مگر ختم نہیں ہونگے، روح مرتی نہیں مرگِ بدن سے، فی الجملہ باقی رہیں گے، کیونکہ وصولی کلّی مشکک ہے، وصولی کے مختلف درجات ہیں، نیند اور بے ہوشی میں ایک درجہ تک وصولی ہوتی ہے، اس سے زیادہ وصولی موت کے وقت ہوتی ہے —— پس آیت میں موت کو بے ہوشی سے تعبیر کرکے اشارہ کیا ہے کہ نفخ صور پر مخلوقات بالکلیہ معدوم نہیں ہونگی، فی الجملہ ان کا وجود باقی رہے گا، اسی کا آگے استثناء ہے —— مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں —— جس درجہ میں اللہ چاہیں گے وہ باقی رہیں گے۔ کہتے ہیں: حضرات جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت علیہم السلام باقی رہیں گے (چوتھے فرشتہ کا نام (اسم علم) روایت میں نہیں آیا، اسم وصف (ملک الموت) آیا ہے)

پھر اس میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی، پس اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہونگے —— یعنی سب زندہ ہوجائیں گے اور حیرت سے گردوپیش کو دیکھیں گے —— حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ چار مرتبہ نفخ صور مانتے ہیں، پہلی مرتبہ میں عالم ختم ہوجائے گا، دوسری مرتبہ میں سب زندہ ہوجائیں گے، تیسری مرتبہ میں میدانِ حشر میں سب بے ہوش ہوجائیں گے اور چوتھی مرتبہ میں خبردار ہوجائیں گے، پھر حساب وکتاب شروع ہوگا —— لیکن عام علماء دو ہی مرتبہ نفخ صور مانتے ہیں، پہلی مرتبہ میں سب کے ہوش اڑ جائیں گے، زندے تو مردہ ہوجائیں گے اور جو مرچکے ہیں ان کی ارواح پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوجائے گی، بعدہ دوسرا نفخہ ہوگا جس سے مردوں کی ارواح ابدان کی طرف واپس آجائیں گی

اور بے ہوشوں کو افاقہ ہوگا، اس وقت محشر کے عجیب وغریب منظر کو حیرت زدہ ہو کر تکتے رہیں گے، پھر خداوند قدوس کی پیشی میں تیزی کے ساتھ حاضر کئے جائیں گے (فوائد)

اور زمین چمک جائے گی اس کے پروردگار کے نور سے ـــــ یعنی اللہ تعالیٰ حساب کے لئے اپنی شان کے مناسب نزول فرمائیں گے، اس وقت تجلی اور نور بے کیف سے زمین چمک اٹھے گی ـــــ اور کتاب رکھی جائے گی ـــــ یعنی حساب کا دفتر کھلے گا، سب کو نامۂ اعمال تھمایا جائے گا ـــــ اور انبیاء اور گواہ لائے جائیں گے ـــــ اور ان کے اظہارات (بیانات) سنے جائیں گے اور گواہیاں گذریں گی ـــــ اور ان کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جائے گا، اور وہ ظلم نہیں کئے جائیں گے، اور ہر شخص کو اس کے کاموں کا پورا پورا بدلہ دیدیا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ ان کے کاموں سے خوب واقف ہیں ـــــ نیکی کے بدلہ میں کمی کرنا اور بدی کے بدلہ میں زیادتی کرنا ظلم ہے، جس کا اللہ کی بارگاہ میں گذر نہیں، اور لوگوں کا اچھا برا ہر عمل اللہ کے علم میں ہے اسی کے موافق بدلہ ملے گا۔

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٧١﴾ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٢﴾

وَسِيقَ (۱)	اور چلائے گئے	فُتِحَتْ	کھولے گئے	مِّنكُمْ	تم میں سے
الَّذِينَ	جنھوں نے	أَبْوَابُهَا	اس کے دروازے	يَتْلُونَ	(جو) پڑھتے تھے
كَفَرُوا	انکار کیا	وَقَالَ لَهُمْ	اور کہا ان سے	عَلَيْكُمْ	تم پر
إِلَىٰ جَهَنَّمَ	دوزخ کی طرف	خَزَنَتُهَا (۳)	اس کے ذمہ داروں نے	آيَاتِ	آیتیں
زُمَرًا (۲)	گروہ گروہ بنا کر	أَلَمْ	کیا نہیں	رَبِّكُمْ	تمہارے رب کی
حَتَّىٰ إِذَا	یہاں تک کہ جب	يَأْتِكُمْ	پہنچے تمہارے پاس	وَيُنذِرُونَكُمْ	اور ڈراتے تھے تم کو
جَاءُوهَا	پہنچے وہ اس پر	رُسُلٌ	پیغامبر	لِقَاءَ	ملاقات سے

(۱) سِيقَ: سَاقَ کا مجہول: ہانکنا، پیچھے سے چلانا (۲) زُمَر: زُمْرة کی جمع: گروہ، جتھا (۳) خَزَنَة: خَازِن کی جمع: ذمہ دار، داروغہ، چوکیدار۔

يَوْمِكُمْ هٰذَا	تمہارے اس دن کی	عَلَى الْكٰفِرِيْنَ	انکار کرنے والوں پر	خٰلِدِيْنَ	سدا رہنے والے
قَالُوْا	کہا انھوں نے	قِيْلَ	کہا گیا	فِيْهَا	اس میں
بَلٰى	کیوں نہیں	ادْخُلُوْٓا	داخل ہوجاؤ	فَبِئْسَ	پس برا ہے
وَلٰكِنْ حَقَّتْ	لیکن ثابت ہوگئی	اَبْوَابَ	دروازوں میں	مَثْوَى	ٹھکانا
كَلِمَةُ الْعَذَابِ	عذاب کی بات	جَهَنَّمَ	دوزخ کے	الْمُتَكَبِّرِيْنَ	گھمنڈ کرنے والوں کا

قرآن پر ایمان نہ لانے والوں کو جہنم میں پہنچایا جائے گا

اب آخر میں قرآن پر ایمان نہ لانے والوں کا برا انجام، اور ایمان لا کر تقوی کی زندگی اختیار کرنے والوں کا اچھا انجام بیان کرتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور چلایا جائے گا ان لوگوں کو جنھوں نے (قرآن کا) انکار کیا دوزخ کی طرف گروہ گروہ بنا کر —— کفر کے اقسام و مراتب بہت ہیں، انکار کلی مشکک ہے، اس لئے ہر درجہ کے کافروں کا الگ الگ گروہ بنایا جائے گا، اور فرشتے ان کو پیچھے سے ہانک کر دوزخ کی طرف لے چلیں گے —— یہاں تک کہ جب وہ دوزخ پر پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے —— جیل خانہ کا پھاٹک کھلا نہیں رہتا، بھڑا رہتا ہے، جب کسی قیدی کو داخل کرنا ہوتا ہے تو کھول کر داخل کرتے ہیں، پھر بند کردیتے ہیں، اسی طرح جب کفار دوزخ کے قریب پہنچیں گے تو دروازے کھول کر ان میں دھکیل دیا جائے گا، اس کے بعد دروازے بند کردیئے جائیں گے —— اور ان سے دوزخ کے محافظ فرشتے (بطور سرزنش) پوچھیں گے: ''کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم کو تمہارے پروردگار کی آیتیں پڑھ کر سناتے اور تم کو تمہارے اس دن سے ڈراتے؟ وہ جواب دیں گے: کیوں نہیں! —— ضرور آئے تھے، انھوں نے ہم کو اللہ کی باتیں سنائیں، اور آج کے دن سے خبردار کیا —— لیکن عذاب کا فیصلہ منکروں پر پورا ہو کر رہا —— کلمة العذاب: یعنی لأملئن جهنم یعنی ہم نے بدقسمتی سے اللہ کی باتوں کو نہ مانا تو یہ برا دن دیکھنا پڑا —— کہا جائے گا: جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ، سدا اس میں رہنا ہے، پس (جہنم) تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے! —— یعنی تم نے شیخی اور غرور میں قرآن کی دعوت قبول نہیں کی، پس اب ہمیشہ دوزخ میں سڑو!

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاۗءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ وَتَرَى

الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾

وَسِيْقَ	اور چلایا گیا	خٰلِدِيْنَ	سدا رہنے والے	الْمَلٰٓئِكَةَ	فرشتوں کو
الَّذِيْنَ	ان کو جو	وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے	حَآفِّيْنَ	گھیرنے والے
اتَّقَوْا	ڈرتے رہے	الْحَمْدُ	تمام تعریفیں	مِنْ حَوْلِ	اردگرد کو
رَبَّهُمْ	اپنے رب سے	لِلّٰهِ	اللہ کے لئے ہیں	الْعَرْشِ	عرش کے
اِلَى الْجَنَّةِ	جنت کی طرف	الَّذِيْ	جنھوں نے	يُسَبِّحُوْنَ	پاکی بیان کرتے ہیں
زُمَرًا	گروہ گروہ کرکے	صَدَقَنَا (۲)	سچا کیا ہم سے	بِحَمْدِ رَبِّهِمْ	ان کے رب کی خوبیوں
حَتّٰٓى اِذَا	یہاں تک کہ جب	وَعْدَهٗ	اپنا وعدہ		کے ساتھ
جَآءُوْهَا	پہنچے وہ اس پر	وَاَوْرَثَنَا	اور وارث بنایا ہمیں	وَقُضِيَ	اور فیصلہ کیا گیا
وَفُتِحَتْ	درانحالیکہ کھولے گئے ہیں	الْاَرْضَ (۳)	اس زمین کا	بَيْنَهُمْ	لوگوں کے درمیان
اَبْوَابُهَا	اس کے دروازے	نَتَبَوَّاُ (۴)	رہیں ہم	بِالْحَقِّ	ٹھیک ٹھیک
وَقَالَ لَهُمْ	اور کہا ان سے	مِنَ الْجَنَّةِ (۵)	بعض جنت میں	وَقِيْلَ	اور کہا گیا
خَزَنَتُهَا	اس کے ذمہ داروں نے	حَيْثُ نَشَآءُ	جہاں چاہیں	الْحَمْدُ	تمام تعریفیں
سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ	سلامتی ہو تم پر	فَنِعْمَ	پس خوب ہے	لِلّٰهِ	اللہ کے لئے ہیں
طِبْتُمْ (۱)	خوش حال ہوئے تم	اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ	عمل کرنے والوں کا بدلہ	رَبِّ	(جو) پالنہار ہیں
فَادْخُلُوْهَا	پس داخل ہوجاؤ اس میں	وَتَرَى	اور دیکھتا ہے تو	الْعٰلَمِيْنَ	سارے جہانوں کے

ایمان وتقوی والے جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے

اور چلائے گئے وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے جنت کی طرف جماعت جماعت بنا کر —— ایمان وتقوی

(۱) طِبتُم: ماضی، جمع مذکر حاضر، طابَ الشیئُ (ض) طِیبًا: اچھا ہونا، خوش گوار ہونا (۲) صَدَقَنا: اس نے ہم سے سچ کر دکھایا (۳) الأرض: میں ال عہدی ہے، مراد جنت کی زمین ہے (۴) نتبوأ: مضارع، جمع متکلم، تَبَوُّء: رہنا، سکونت پذیر ہونا (۵) من الجنة میں من تبعیضیہ ہے، مراد ہر جنتی کا اپنا مقام ہے۔

کے مدارج (مراتب) بھی متفاوت ہیں، پس ہر درجہ کے مؤمنین متقین کی جماعت الگ ہوگی، ان سب جماعتوں کو میدانِ محشر سے سیدھا جنت میں لے جایا جائے گا —— یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کفروا کے مقابل آمنوا نہیں کہا، بلکہ اتقوا کہا ہے، میدانِ حشر سے سیدھے جنت میں وہی مؤمنین جائیں گے جو متقی پرہیزگار ہیں، نافرمان گنہگار روایا (براہِ) جہنم جائیں گے۔ آج اکثر مسلمان اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ بس ایمان سے نجات اوّلی ہوگی، ایسا نہیں ہے بھائیو! جو جنت میں سیدھا جانا چاہتا ہے وہ عمل پر مضبوط ہوجائے، کرنے کا ہر کام کرے اور بچنے کے ہر کام سے بچے، تاکہ جہنم سے سابقہ نہ پڑے —— یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھلے ہونگے —— مہمانوں کے لئے ان کی آمد کے پہلے سے گھر کا دروازہ کھلا رکھا جاتا ہے —— اور ان سے جنت کے ذمہ دار فرشتے کہیں گے: السلام علیکم! (تم جیئو!) تم مزہ میں رہے! اب ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہوجاؤ!

اور (جنت میں پہنچ کر) جنتیوں نے کہا: اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، جس نے ہم سے کیا ہوا اپنا وعدہ سچا (پورا) کیا، اور ہمیں جنت کی زمین کا وارث (مالک) بنایا، تاکہ ہم جنت کے اپنے حصہ میں جہاں چاہیں رہیں، پس کیسا عمدہ بدلہ ہے نیک کام کرنے والوں کا!

عدالت برخاست!

جب اللہ تعالیٰ حساب کتاب کے لئے نزولِ اجلال فرمائیں گے تو فرشتے عرش کے گرداگرد حلقہ بنائے ہوئے پروردگار کی تسبیح وتحمید میں مشغول ہونگے، اور سب لوگوں کا انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا، اور ہر طرف سے آواز اٹھے گی، ساری خوبیاں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہاں کے پالنہار ہیں! پھر عدالت برخاست ہوجائے گی اور یہ دنیا ختم کردی جائے گی اور دوسری دنیا ہمیشہ کے لئے آباد ہوجائے گی، ارشادِ پاک ہے: —— اور آپ (حساب کے اجلاس کے وقت) فرشتوں کو دیکھیں گے کہ وہ عرش کے گرداگرد حلقہ بنائے ہوئے ہونگے، اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کررہے ہونگے، اور لوگوں کے درمیان ٹھیک فیصلہ کردیا جائے گا، اور کہا جائے گا: تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کے پالنہار ہیں!

﴿بحمد اللہ تعالیٰ سورۃ الزمر کی تفسیر ۱۱؍محرم الحرام ۱۴۳۷ھ = ۲۵؍اکتوبر ۲۰۱۵ء کو پوری ہوئی﴾
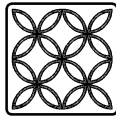
بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

حٰمٓ ۝ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ۝ غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَقَابِلِ التَّوۡبِ شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوۡلِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَیۡهِ الۡمَصِیۡرُ ۝ مَا یُجَادِلُ فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَلَا یَغۡرُرۡکَ تَقَلُّبُهُمۡ فِی الۡبِلَادِ ۝ کَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّالۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ۪ وَهَمَّتۡ کُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوۡلِهِمۡ لِیَاۡخُذُوۡهُ وَجٰدَلُوۡا بِالۡبَاطِلِ لِیُدۡحِضُوۡا بِهِ الۡحَقَّ فَاَخَذۡتُهُمۡ ۟ فَکَیۡفَ کَانَ عِقَابِ ۝ وَکَذٰلِکَ حَقَّتۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ عَلَی الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّهُمۡ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۝

حٰمٓ	حا،میم	وَقَابِلِ	اور قبول کرنے والے	الۡمَصِیۡرُ	لوٹنا ہے
تَنۡزِیۡلُ	بتدریج اتارنا	التَّوۡبِ	توبہ کے	مَا یُجَادِلُ	نہیں جھگڑتے
الۡکِتٰبِ	قرآن کا	شَدِیۡدِ	سخت	فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ	اللہ کی آیتوں میں
مِنَ اللّٰهِ	اللہ کی طرف سے ہے	الۡعِقَابِ	سزا والے	اِلَّا الَّذِیۡنَ	مگر جنھوں نے
الۡعَزِیۡزِ	(جو) زبردست	ذِی الطَّوۡلِ (۱)	انعام واحسان والے	کَفَرُوۡا	انکار کیا
الۡعَلِیۡمِ	بڑے جاننے والے ہیں	لَاۤ اِلٰهَ	کوئی معبود نہیں	فَلَا یَغۡرُرۡکَ (۲)	پس نہ اشتباہ میں ڈالے
غَافِرِ	بخشنے والے	اِلَّا هُوَ	مگر وہی		تجھ کو
الذَّنۡۢبِ	گناہوں کے	اِلَیۡهِ	انہی کی طرف	تَقَلُّبُهُمۡ (۳)	ان کا چلنا پھرنا

(۱) طَول (طاء پر زبر) طُول (طاء پر پیش) کی طرح طال یطول کا مصدر ہے، اول کے معنی: انعام واحسان کرنے کے ہیں اور اس کا صلہ علی آتا ہے اور ثانی کے معنی لمبا ہونے کے ہیں اور اس کے معنی مقدرت (قدرت) کے بھی ہیں، امام راغب کہتے ہیں: طَول: فضیلت اور احسان کے معنی میں مخصوص ہوگیا ہے (اھ) یہاں یہی معنی ہیں، کیونکہ یہ شدید العقاب کی مقابل صفت ہے۔ (۲) غَرَّ فلانا (ن) غَرًّا وَغُرُوْرًا: دھوکہ دینا، بہکانا، باطل چیز کا لالچ دینا (۳) تقلَّب: الٹنا پلٹنا، تقلّب فی البلاد: ملکوں اور شہروں میں گھومنا۔

فِي الْبِلَادِ	شہروں میں	بِرَسُوْلِهِمْ	اپنے رسول کے ساتھ	فَكَيْفَ كَانَ	پس کیسا تھا
كَذَّبَتْ	جھٹلایا	لِيَأْخُذُوْهُ	کہ پکڑیں وہ اس کو	عِقَابِ	میرا عذاب
قَبْلَهُمْ	اِن سے پہلے	وَجٰدَلُوْا	اور لڑیں وہ	وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ	اوراسی طرح ثابت ہوگئی
قَوْمُ نُوْحٍ	قوم نوح نے	بِالْبَاطِلِ	ناحق	كَلِمَتُ رَبِّكَ	تیرے رب کی بات
وَّالْاَحْزَابُ	اور جتھوں نے	لِيُدْحِضُوْا (۱)	تاکہ پھسلادیں	عَلَى الَّذِيْنَ	ان پر جنھوں نے
مِنْۢ بَعْدِهِمْ	ان کے بعد	بِهِ	اس کے ذریعہ	كَفَرُوْا	انکار کیا
وَهَمَّتْ	اور ارادہ کیا	الْحَقَّ	(دین) حق کو	اَنَّهُمْ	کہ وہ
كُلُّ اُمَّةٍ	ہرامت نے	فَاَخَذْتُهُمْ	پس پکڑا میں نے ان کو	اَصْحٰبُ النَّارِ	دوزخ والے ہیں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

ربط: گذشتہ سورت کے آخری رکوع میں اہل جہنم اور اہل جنت کا ذکر آیا ہے، یہ سورت اُنہی دونوں کے تذکرے سے شروع ہورہی ہے، پہلے یہ مضمون ہے کہ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب ہے، کسی انسان کی تصنیف نہیں، یہی مضمون تمام حوامیم کے شروع میں ہے، اور اللہ تعالیٰ کی چھ صفتیں ذکر کی ہیں، جس کی وجہ سے شروع کی تین آیتیں اہم ہوگئی ہیں (حٰمٓ ایک پوری آیت ہے) اس کے بعد اہل نار کا پھر اہل جنت کا ذکر ہے۔

حوامیم یا آلِ حامیم

یہاں سے مسلسل سات سورتیں حٰمٓ سے شروع ہوئی ہیں، اس لئے یہ سورتیں حوامیم یا آلِ حٰمٓ (حم والی) کہلاتی ہیں، اس سورت کا نزول کا نمبر ۶۰ ہے، یہ مکی دور کے آخر کی سورت ہے، یہ پورا کش مکش کا دور تھا، اسلام کی مخالفت زوروں پر تھی، مشرکین: اسلام کا پودا اکھاڑنے کی پوری کوشش کررہے تھے، اس لئے اس سورت کا موضوع بھی توحید، رسالت اور دلیلِ رسالت (قرآنِ کریم) ہے، اس سورت میں خاندانِ فرعون کے ایک مؤمن بندے کی نصیحتوں کا ذکر ہے، اس لئے اس کا نام سورۃ المؤمن رکھا گیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حوامیم کو دیباج القرآن کہا ہے، دیباج کے معنی ہیں: ریشم، ریشم کا لباس زینت ہوتا ہے، پس یہ سورتیں قرآن کی زینت ہیں، نیز آپؐ نے ان سورتوں کو رَوْضَات ومُثَات فرمایا ہے، یعنی ہری کیاریاں اور سبزہ زار، اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جب میں قرآن کی تلاوت کرتا ہوا ان سورتوں پر پہنچتا ہوں تو گویا ان میں میری تفریح

---

(۱) أَدْحَضَ: پھسلانا، ہٹانا، دھکیلنا۔

ہوتی ہے یعنی مجھے ان سورتوں میں بڑا مزہ آتا ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سورتوں کو قرآن کا خلاصہ کہا ہے، اور کوئی ان کو قرآن کی دلہنیں کہتا ہے، اس لئے ان سورتوں کو اہتمام سے پڑھنا چاہئے، یہ سورتیں حفظ وفہم کے اعتبار سے اہم ہیں۔

قرآنِ کریم بہ تدریج اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے

حا میم ـــــ جمہور کے نزدیک یہ حروف مقطعات (حروفِ ہجاء) ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، اور ممکن ہے نبی ﷺ کو بھی بتائی ہو، مگر آپؐ نے امت کو نہیں بتائی، یہی حال تمام متشابہات کا ہے ـــــ اللہ زبردست، ہر چیز جاننے والے نے بہ تدریج قرآن اتارا ہے، گناہ بخشنے والے، اور توبہ قبول فرمانے والے، سخت سزا دینے والے، انعام واحسان فرمانے والے، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، انہی کی طرف لوٹنا ہے۔

یہ تین آیتیں اہم ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کے شئون وصفات کا ذکر ہے، اور جن آیات میں یہ بات ہوتی ہے ان کی اہمیت بڑھ جاتی ہے، جیسے سورۃ الحشر کی آخری تین آیتیں اور آیت الکرسی ـــــ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی چھ صفات کا ذکر ہے، اور مُنْزِل (اتارنے والے) کی صفات کا مُنْزَل (اتاری ہوئی کتاب) میں اثر ہوتا ہے، جیسے شفیق اور غصیلے کی تحریروں میں واضح فرق ہوتا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ کی چھ صفات یہ ہیں:

قاعدہ: جب واو کے ذریعہ عطف کیا جائے تو معطوف اور معطوف علیہ میں من وجہٍ اتحاد اور من وجہٍ مغائرت ہوتی ہے، اور جہاں یہ عطف نہ ہو تو وہ مستقل صفت ہوتی ہے۔

پہلی صفت: العزیز: زبردست، غالب، یعنی قرآن نے اسلام کے غلبہ کی جو خبر دی ہے اس کو واقعہ بنانے پر اللہ تعالیٰ قادر ہیں۔

دوسری صفت: العلیم: خوب جاننے والے، یعنی اسلام کس طرح غالب ہوگا؟ اس کو اللہ تعالیٰ بخوبی جانتے ہیں۔

تیسری صفت: غافر الذنب: کوتاہیوں کو بخشنے والے، ذنب: معمولی درجہ کا چھوٹا گناہ یعنی کوتاہی، اس سے اوپر خطیئۃ: چوک ہے، اس سے اوپر سیئۃ: برائی ہے اور اس سے اوپر معصیۃ: نافرمانی ہے (یہ کبیرہ گناہ ہے) اللہ تعالیٰ مؤمنین کی کوتاہیوں کو مختلف اسباب سے توبہ کے بغیر بھی معاف کرتے ہیں، جیسے وضوء سے، نماز سے اور دوسری نیکیوں سے ذنوب (کوتاہیاں یعنی چھوٹے گناہ) توبہ کے بغیر بھی اللہ تعالیٰ بخش دیتے ہیں۔

چوتھی صفت: قابل التوب: توبہ قبول کرنے والے: یعنی جن گناہوں کے لئے توبہ شرط ہے ـــ کبیرہ گناہوں کے لئے توبہ شرط ہے ـــ اس گناہ سے بندہ توبہ کرلے، مثلاً: سب سے بڑا گناہ کفر وشرک ہے، اس سے بندہ توبہ کرلے تو اللہ

تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتے ہیں، اور اس کا گناہ ایسا معاف کر دیتے ہیں جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں۔

پانچویں صفت: شديد العقاب: سخت سزا دینے والے، یہ کافر و مشرک کے حق میں ہے، ان کا ذکر آگے آرہا ہے۔

چھٹی صفت: ذو الطّول: انعام و احسان فرمانے والے، یہ توبہ کرنے والے مؤمن کے حق میں ہے، اور اس کا مظہر (ظاہر ہونے کی جگہ) وہ نومسلم یا موروثی مسلمان ہیں جو شریعت کی پوری پیروی کرتے ہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

لا إلٰه إلا هو: ان کے سوا کوئی معبود نہیں: یعنی جو ہستی ان صفات کے ساتھ متصف ہے وہی معبود ہو سکتی ہے۔

إليه المصير: انہی کی طرف لوٹنا ہے: یہ توحید کی دلیل ہے، کیونکہ کوئی اور معبود ہوتا تو وہ اپنے پرستاروں کو اپنی طرف لوٹاتا، جبکہ لوٹنا سب کو اللہ ہی کی طرف ہے، پس وہی معبود برحق ہیں، باقی سب ڈھکوسلے ہیں۔

جو لوگ قرآن میں جھگڑا اٹھاتے ہیں ان کی چار دن کی چاندنی دھوکہ نہ دے، ان کا انجام اگلوں کی طرح دوزخ ہے

اللہ تعالیٰ کی آخری دو صفتیں تھیں: سخت سزا دینے والے اور انعام و احسان فرمانے والے: اب ان کے مظاہر بیان فرماتے ہیں، پہلی صفت کا مظہر قرآن کا انکار کرنے والے ہیں اور دوسری کا قرآن پر ایمان لانے والے۔

ارشاد فرماتے ہیں: —— نہیں جھگڑتے اللہ کی آیتوں میں مگر جنھوں نے (ان کو اللہ کا کلام) نہیں مانا —— یعنی اللہ کی باتیں ایسی نہیں کہ ان میں کوئی جھگڑا کرے، کھلی باتیں ہیں، مگر جنھوں نے ٹھان لی ہے کہ روشن سے روشن دلائل کو بھی نہیں ماننا، وہی قرآن کی سچی باتوں میں ناحق جھگڑے ڈالتے ہیں —— پس تجھے دھوکہ میں نہ ڈالے ان کا شہروں میں چلنا پھرنا —— یعنی مسلمانوں کو منکرین کا عروج دیکھ کر کوئی اشتباہ نہ ہو، وہ کاروبار کے لئے شہروں میں چلتے پھرتے اور کھاتے پیتے ہیں، اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے، یہ چار دن کی چاندنی ہے پھر آگے اندھیری رات ہے! اگلی قوموں کا جو حال ہوا وہی ان کا بھی ہونا ہے —— اِن سے پہلے جھٹلایا قوم نوحؑ نے اور جتھوں نے ان کے بعد —— مثلاً عاد و ثمود نے جو بڑی زبردست قومیں تھیں —— اور ہر امت نے ارادہ کیا اپنے رسول کے ساتھ کہ وہ اس کو پکڑیں، اور اس سے ناحق جھگڑیں تاکہ وہ پھسلا دیں اپنے جھگڑے کے ذریعہ دین حق کو —— یعنی ہر امت نے اپنے نبی کے ساتھ بحث و تکرار شروع کی، تاکہ سچے دین کو شکست دیدیں، اور حق کی آواز کو ابھرنے نہ دیں —— پس میں نے ان کو پکڑا، پس کیسی رہی میری سزا؟ —— یعنی ہم نے ان کا داؤ چلنے نہ دیا، جب ان کا جھگڑا حد سے بڑھا تو ہم نے ان کو پکڑ کر سخت سزا دی، بیخ و بُن سے ان کو اکھاڑ پھینکا —— اور اس طرح تیرے رب کی بات ثابت ہوگئی ان کے حق میں جنھوں نے انکار کیا کہ وہ

دوزخی ہیں ـــــ یعنی ان منکرین کو بھی صرف دنیا میں سزا نہیں ملے گی، بلکہ آخرت کی سزا سے بھی سابقہ پڑے گا۔

گذشتہ تباہ شدہ قوموں کے آثار کہیں کہیں موجود ہیں ان کو دیکھ کر ان کی تباہی کا تصور کیا جاسکتا ہے

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

ع ۹

اَلَّذِيْنَ	جو (فرشتے)	وَسِعْتَ	وسیع ہیں آپ	وَاَدْخِلْهُمْ	اور داخل کریں آپ ان کو
يَحْمِلُوْنَ	اٹھائے ہوئے ہیں	كُلَّ شَيْءٍ	ہر چیز کو	جَنّٰتِ	باغات میں
الْعَرْشَ	تخت کو	رَّحْمَةً (۱)	مہربانی	عَدْنٍ	ہمیشہ رہنے کے
وَمَنْ حَوْلَهٗ	اور جو اس کے گرداگرد ہیں	وَّعِلْمًا	اور علم کے ذریعہ	الَّتِيْ	جن کا
يُسَبِّحُوْنَ	پاکی بیان کرتے ہیں	فَاغْفِرْ	پس بخش دیں آپ	وَعَدْتَّهُمْ	آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے
بِحَمْدِ	خوبی کے ساتھ	لِلَّذِيْنَ	ان کو جنھوں نے	وَمَنْ	اور جو
رَبِّهِمْ	ان کے پروردگار کی	تَابُوْا	توبہ کی	صَلَحَ (۳)	ٹھیک ہوئے (قابل ہوئے)
وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ	اور یقین رکھتے ہیں وہ اس پر	وَاتَّبَعُوْا	اور پیروی کی	مِنْ اٰبَآئِهِمْ	ان کے باپوں سے
وَيَسْتَغْفِرُوْنَ	اور مغفرت طلب کرتے	سَبِيْلَكَ	آپ کے راستہ کی	وَاَزْوَاجِهِمْ	اور ان کی بیویوں سے
	ہیں وہ	وَقِهِمْ (۲)	اور بچائیں آپ ان کو	وَذُرِّيّٰتِهِمْ	اور ان کی اولاد سے
لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	ان کیلئے جو ایمان لائے	عَذَابَ الْجَحِيْمِ	دوزخ کے عذاب سے	اِنَّكَ اَنْتَ	بے شک آپ ہی
رَبَّنَا	اے ہمارے پروردگار!	رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	الْعَزِيْزُ	زبردست

(۱) رحمة وعلما: تمیز ہیں (۲) قِ: فعل امر: بچا، وَقٰى يقى وقاية: بچانا، هم: مفعولِ اول، عذاب الجحيم: مفعولِ ثانی

(۳) صَلَحَ (ن) صلاحاً: ٹھیک ہونا، خرابی دور ہونا۔

الْحَكِيْمُ	بڑی حکمت والے ہیں	السَّيِّاٰتِ	برائیوں سے	وَذٰلِكَ هُوَ	اور یہی وہ
وَقِهِمُ	اور بچائیں آپ ان کو	يَوْمَئِذٍ	اس دن	الْفَوْزُ	کامیابی ہے
السَّيِّاٰتِ	برائیوں سے	فَقَدْ رَحِمْتَهٗ	تو یقیناً مہربانی کی آپ	الْعَظِيْمُ	بڑی
وَمَنْ تَقِ[1]	اور جس کو آپ بچائیں		نے اس پر	۞	۞

جو لوگ کفر و شرک سے توبہ کرلیں اور شریعت کی پیروی کریں ان کے لئے مقرب فرشتے دعا کرتے ہیں

اللہ کی صفت آئی ہے ذُو الطَّول: انعام واحسان فرمانے والے، اس صفت کا مظہر (ظاہر ہونے کی جگہ) وہ کفار ومشرکین ہیں جو شرک وکفر سے توبہ کرلیں، کنارہ کش ہوجائیں، اور مسلمان ہوکر شریعت کی پوری پابندی کریں، یا وہ موروثی (قدیم) مسلمان ہیں اور شریعت کا اتباع کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ ان پر فضل وکرم اور انعام واحسان فرمائیں گے، مغفرت فرمائیں گے، جہنم سے بچائیں گے اور سدا بہار جنت میں داخل کریں گے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے مقرب فرشتوں کو دعا میں لگا رکھا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں ضرور سنیں گے، کیونکہ وہ مقرب بندے ہیں۔

ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ جو فرشتے عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں ـــــ فی الحال چار فرشتے اللہ کے تخت کو اٹھائے ہوئے ہیں، اور قیامت کے دن آٹھ فرشتے اٹھائیں گے [الحاقۃ ۱۷] ـــــ اور جو فرشتے عرش کے گرداگرد ہیں ـــــ ان کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، انہی فرشتوں کو کرّوبی کہتے ہیں، یہ سب مقربین بارگاہ ہیں ـــــ وہ اپنے پروردگار کی تسبیح وتحمید میں لگے رہتے ہیں ـــــ تسبیح: پاکی بیان کرنا: یعنی یہ واضح کرنا کہ اللہ تعالیٰ میں کوئی عیب اور کمی نہیں۔ اور تحمید کے معنی ہیں: تعریف کرنا یعنی خوبیوں کے ساتھ متصف کرنا، یہ بیان کرنا کہ ہر خوبی اللہ تعالیٰ میں موجود ہے ـــــ اور وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں ـــــ سوال: یہ بات کیوں بیان کی ہے؟ فرشتوں میں تو عدم ایمان کا احتمال ہی نہیں! پھر اگر بیان کرنی تھی تو یُسَبِّحُوْن سے پہلے بیان کرتے، ایمان والے ہی تو تسبیح وتحمید کرتے ہیں! ـــــ جواب: یہ بات مؤمنین کے حق میں دعا کرنے کی وجہ کے طور پر بیان کی گئی ہے، فرشتے مؤمنین کے لئے دعا کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کرتے ہیں کہ وہ بھی مؤمن ہیں، اور مسلمان مسلمان بھائی ہیں، اور بھائی بھائی کی خیر خواہی کرتا ہے، یہ طبعی مناسبت بتانے کے لئے یہ جملہ لایا گیا ہے ـــــ اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں ـــــ استغفار میں سین تاء طلب کے لئے ہیں، اور غفر کے مادہ میں چھپانے کے معنی ہیں، مِغْفَر: لوہے کی ٹوپی کو کہتے ہیں، جو پولیس والے پہنتے ہیں، پس استغفار کے معنی ہیں: اللہ سے دعا کرنا کہ وہ اپنی رحمت میں چھپالیں، گناہ ہوں تو معاف کرکے، ورنہ بدرجۂ اولیٰ، پس سید المرسلین ﷺ

(۱) تَقِ: مضارع، صیغہ واحد مذکر حاضر، اصل میں تَقِی تھا، آخر سے حرف علت ی: من شرطیہ کی وجہ سے گر گئی ہے۔

بھی استغفار کے محتاج ہیں ـــــ اور فرشتے اس طرح دعا کرتے ہیں: ـــــ اے ہمارے پروردگار! آپ کی رحمت اور علم ہر چیز کو شامل ہے، پس آپ ان لوگوں کی بخشش فرمائیں جنھوں نے (شرک وکفر سے) توبہ کی، اور وہ آپ کے راستہ پر چلے ـــــ یعنی شریعت کی پیروی کی ـــــ اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچائیں ـــــ یہ منفی پہلو سے دعا کی ہے ....اور آپ کی رحمت اور علم ہر چیز کو شامل ہے: یعنی آپ کے علم میں وہ جہنم سے رستگاری کے مستحق ہیں، کافر ومشرک نہیں، مؤمن ہیں، پس ان کی معمولی کوتاہیوں سے درگذر فرمائیں، آپ کی رحمت وسیع ہے ـــــ اے ہمارے پروردگار! اور آپ ان کو ہمیشہ رہنے کے باغات میں داخل فرمائیں، جن کا آپ نے ان سے ـــــ ایمان وعمل صالح پر ـــــ وعدہ فرمایا ہے ـــــ اور ان لوگوں کو بھی جو جنت کے لائق ہیں، ان کے آباء، ازواج اور ذریات میں سے ـــــ ومن صلح کا عطف أَدْخِلْهُمْ کی ضمیر منصوب پر ہے...... صَلَحَ: قابل ولائق ہوں یعنی مؤمن ہوں...... بے شک آپ زبردست بڑی حکمت والے ہیں ـــــ یعنی متعلقین جنت میں نہیں ہونگے تو جنتیوں کا مزہ کرکرا ہوجائے گا، پس ان کو بھی جنت میں داخل کرکے جنتیوں پر انعام واحسان فرمائیں ـــــ یہ مثبت پہلو سے دعا کی ہے ـــــ اور ان کو برائیوں سے بچائیں ـــــ یعنی دنیا میں، تاکہ وہ جہنم میں نہ پہنچیں، اور سب سے بڑی برائی کفر وشرک ہے ـــــ اور آپ جس کو اُس دن (قیامت کے دن) برائیوں سے (یعنی کفر وشرک کے انجام سے) بچائیں تو یقیناً آپ نے ان پر مہربانی فرمائی، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

جو مسلمان انابت کی راہ اختیار نہیں کرتے ان کے حق میں مقرب فرشتے دعا نہیں کرتے (فوائد)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِن مَّقْتِكُمْ أَنفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ﴿١٠﴾ قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ ﴿١١﴾ ذَٰلِكُم بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ ۖ وَإِن يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا ۚ فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ﴿١٢﴾

إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جنھوں نے	يُنَادَوْنَ	پکارے جائیں گے	اللهِ	اللہ کی
كَفَرُوا	انکار کیا	لَمَقْتُ(۱)	البتہ بیزاری	أَكْبَرُ	زیادہ بڑی ہے

(۱) مَقَتَ (ن) فلانا مَقْتًا: کسی سے سخت بغض وعناد رکھنا، کسی سے سخت ناراض ہونا، بیزار رہنا۔

مِنْ مَّقْتِكُمْ	تمہاری بیزاری سے	وَ اَحْيَيْتَنَا	اور زندہ کیا آپ نے ہم کو	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
اَنْفُسَكُمْ	اپنی ذاتوں سے	اثْنَتَيْنِ	دومرتبہ	وَحْدَهٗ	تنہا
اِذْ	جب	فَاعْتَرَفْنَا	پس اقرار کرتے ہیں ہم	كَفَرْتُمْ	(تو) تم انکار کرتے تھے
تُدْعَوْنَ	بلائے جاتے تھے تم	بِذُنُوْبِنَا	اپنے گناہوں کا	وَاِنْ يُّشْرَكْ	اور اگر شریک کیا جاتا تھا
اِلَى الْاِيْمَانِ	ایمان کی طرف	فَهَلْ	پس کیا	بِهٖ	ان کے ساتھ
فَتَكْفُرُوْنَ	تو انکار کرتے تھے تم	اِلٰى خُرُوْجٍ	نکلنے کی	تُؤْمِنُوْا	(تو) تم ایمان لے آتے تھے
قَالُوْا	کہا انھوں نے	مِّنْ سَبِيْلٍ	کوئی راہ ہے؟	فَالْحُكْمُ	پس فیصلہ
رَبَّنَآ	اے ہمارے ربّ!	ذٰلِكُمْ	یہ بات (فیصلہ)	لِلّٰهِ	اللہ کا ہے
اَمَتَّنَا	مارا آپ نے ہم کو	بِاَنَّهٗ[1]	بایں وجہ ہے کہ	الْعَلِيِّ	(جو) برتر
اثْنَتَيْنِ	دومرتبہ	اِذَا دُعِيَ	جب پکارے جاتے تھے	الْكَبِيْرِ	بڑے ہیں

کافروں اور مشرکوں پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بیزار ہیں

گذشتہ آیات میں آیا ہے کہ فرشتے نیک مؤمنین کے لئے دعائیں کرتے ہیں، فرشتے یہ کام بہ حکم الٰہی کرتے ہیں، اللہ نے ان کو اس کام پر لگایا ہے، اور اس لئے لگایا ہے کہ متبع شریعت مؤمنین سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے، پس کافروں اور مشرکوں کے لئے فرشتے دعائیں نہیں کرتے، بلکہ ان پر لعنت بھیجتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے بیزار ہیں، یہ ماسبق سے ربط ہوا۔

جب دوزخی جہنم میں پہنچ جائیں گے تو اپنے آپ سے سخت ناراض ہونگے کہ ہم دنیا میں کیسے برے کام کرکے آئے کہ آج یہ برا دن دیکھنا پڑا! اس وقت ان کو دور سے پکار کر کہا جائے گا کہ آج جتنا تم اپنی ذاتوں سے بیزار ہو اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ تم سے بیزار تھے جب تم کو دنیا میں ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تھی اور تم نہیں مانتے تھے، ارشاد فرماتے ہیں:

—— بے شک جن لوگوں نے (ایمان لانے سے) انکار کیا: وہ پکارے جائیں گے: ''یقیناً اللہ تعالیٰ کی بیزاری بڑی تھی تمہاری بیزاری سے اپنی ذاتوں سے، جب تم (دنیا میں) ایمان لانے کے لئے بلائے جاتے تھے، پس تم نہیں مانتے تھے!

جہنمی اپنی جانوں سے بیزار ہونگے اور بار بار دنیا کی طرف لوٹنے کی درخواست کریں گے

ماں کے پیٹ میں بدن بنا اس سے پہلے عدم تھا، یہ پہلی موت ہوئی، پھر بدن زندہ ہوا، یہ پہلی زندگی ہوئی، پھر بدن

(۱) بأنه: میں ضمیر شان ہے۔

مر گیا، یہ دوسری موت ہوئی، قیامت میں بدن دوبارہ زندہ ہوگا، یہ دوسری زندگی ہوگی، سورۃ البقرۃ (آیت ۲۸) میں اس کا ذکر ہے، جہنمی تیسری زندگی کی درخواست کریں گے، کیونکہ وہ جہنم کی زندگی سے تنگ آچکے ہونگے، ارشادفرماتے ہیں: ــــ وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! آپ نے ہمیں دومرتبہ مارا، اور دومرتبہ زندہ کیا، اب ہم اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہیں، پس کیا جہنم سے نکلنے کی کوئی راہ ہے؟ ــــ یعنی ایک مرتبہ اور دنیا میں بھیج دیں، پھر دیکھیں: ہم وہاں سے خوب نیکیاں سمیٹ کرلائیں گے۔

کافروں اور مشرکوں کو جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے، یہ برتر بڑے کا فیصلہ ہے جو بدل نہیں سکتا

مشرکوں اور کافروں کی درخواست منظور نہیں ہوگی، اب وہ دنیا کی طرف نہیں لوٹ سکیں گے، کیونکہ یہ اللہ برتر وبڑے کا فیصلہ ہے جس کو کوئی بدل نہیں سکتا، ارشادفرماتے ہیں: ــــ وہ (جہنم میں سدا رہنے کا فیصلہ) اس وجہ سے ہے کہ جب صرف اللہ کی عبادت کی جاتی ــــ یعنی صرف اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی جاتی ــــ تو تم انکار کرتے تھے ــــ یعنی توحید تمہارے گلے نہیں اترتی تھی ــــ اور جب ان کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جاتا تو تم مان لیتے تھے، پس فیصلہ برتر بڑے اللہ کا ہے ــــ جس کا مرافعہ (اپیل) نہیں ہوسکتا، پس اُس سے چھوٹنے کی تمنا عبث ہے۔

قرآن میں بار بار اعلان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشیں گے کہ انکے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے

هُوَ الَّذِىۡ يُرِيۡكُمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ رِزۡقًا ؕ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنۡ يُّنِيۡبُ ﴿۱۳﴾ فَادۡعُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۱۴﴾ رَفِيۡعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الۡعَرۡشِ ۚ يُلۡقِى الرُّوۡحَ مِنۡ اَمۡرِهٖ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ لِيُنۡذِرَ يَوۡمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوۡمَ هُمۡ بٰرِزُوۡنَ ۚ لَا يَخۡفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنۡهُمۡ شَىۡءٌ ؕ لِمَنِ الۡمُلۡكُ الۡيَوۡمَ ؕ لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلۡيَوۡمَ تُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ ؕ لَا ظُلۡمَ الۡيَوۡمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۱۷﴾

هُوَ الَّذِىۡ	وہ جو	وَيُنَزِّلُ	اور اتارتے ہیں	رِزۡقًا	روزی (بارش)
يُرِيۡكُمۡ	دکھلاتے ہیں تمہیں	لَكُمۡ	تمہارے لئے	وَمَا يَتَذَكَّرُ	اور نہیں نصیحت قبول کرتا
اٰيٰتِهٖ	اپنی نشانیاں	مِّنَ السَّمَآءِ	آسمان سے	اِلَّا مَنۡ	مگر جو

يُنِيْبُ(1)	رجوع کرے (اللہ کی طرف)	مِنْ اَمْرِهٖ(4)	یعنی اپنے حکم کو	اَلْيَوْمَ	آج؟
فَادْعُوا	پس پکارو	عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ	جس پر چاہتے ہیں	لِلّٰهِ	اللہ کے لئے
اللّٰهَ	اللہ کو	مِنْ عِبَادِهٖ	اپنے بندوں میں سے	الْوَاحِدِ	ایک
مُخْلِصِيْنَ	خالص کرکے	لِيُنْذِرَ	تاکہ وہ ڈرائے	الْقَهَّارِ(6)	غالب!
لَهُ	اس کے لئے	يَوْمَ التَّلَاقِ(5)	ملاقات کے دن سے	اَلْيَوْمَ	آج
الدِّيْنَ(2)	دین کو	يَوْمَ	(یادکرو) جس دن	تُجْزٰى	بدلہ دیا جائے گا
وَلَوْ كَرِهَ	اگرچہ ناپسند کریں	هُمْ	وہ لوگ	كُلُّ نَفْسٍ	ہرنفس
الْكٰفِرُوْنَ	انکار کرنے والے	بٰرِزُوْنَ	ظاہر ہونے والے ہونگے	بِمَا كَسَبَتْ	اس کا جو کیا اس نے
رَفِيْعُ(3)	بلند کرنے والے	لَا يَخْفٰى	نہیں پوشیدہ ہوگی	لَا ظُلْمَ	نہیں ظلم ہے
الدَّرَجٰتِ	مراتب کے	عَلَى اللّٰهِ	اللہ پر	اَلْيَوْمَ	آج
ذُو الْعَرْشِ	تخت شاہی والے	مِنْهُمْ شَيْءٌ	ان کی کوئی بات	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ
يُلْقِى	ڈالتے ہیں وہ	لِمَنِ	کس کے لئے ہے	سَرِيْعُ	جلد لینے والے ہیں
الرُّوْحَ	روح (حیات) کو	الْمُلْكُ	حکومت	الْحِسَابِ	حساب

ایک اللہ کی عبادت کرو، اگرچہ کافر ناک چڑھائیں!

گذشتہ آیت میں فرمایا تھا کہ جب ایک اللہ کو پکارا جاتا ہے تو کفار انکار کرتے ہیں، اور جب کسی اور کو اس کے ساتھ شریک کیا جاتا ہے تو وہ مان لیتے ہیں، اب توحید کا بیان ہے کہ معبود ایک ہی ذات ہے، پھر تم اس کی عبادت سے کیوں ناک چڑھاتے ہو، اللہ کے ایک ہونے کی نشانیاں ہرسو پھیلی ہوئی ہیں، پتہ پتہ اللہ کے ایک ہونے کی گواہی دیتا ہے، ایک اپنی روزی ہی کے مسئلہ کو لے لو، اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتے ہیں، جس سے زمین سے تمہاری روزی پیدا ہوتی ہے،

(۱) أناب إلى الله إنابةً: تائب ہوکر اللہ کی طرف لوٹنا (۲) الدین: پوری شریعت، عقائد واعمال کا مجموعہ اور ہر معاملہ میں اخلاص ضروری ہے (۳) رفیع: بروزن فعیل: بمعنی اسم فاعل (۴) من أمرہ: من بیانیہ، روح کی وضاحت ہے (۵) التلاق: باب تفاعل کا مصدر، دراصل تَلَاقِیٌ تھا، آخر سے ی حذف ہوئی ہے: ایک دوسرے سے ملاقات کرنا، جمع ہونا، یوم التلاق: قیامت کا دن (۶) القہار: اسم مبالغہ، اللہ کا مبارک نام قَهَرَهُ (ف) قَهْرًا: کسی پر غالب ہونا، زیر کرنا، القہار: وہ ذات جو سب پر غالب ہو، اس کے غلبہ کو کوئی طاقت روک نہ سکے۔

مگر سمجھے گا وہ جو اللہ کی طرف متوجہ ہو، اور غور وفکر سے کام لے، ورنہ کیا خاک فائدہ حاصل ہوگا، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ (اللہ) وہی ہیں جو تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتے ہیں ـــــ جلد ہی تم اسلام کے غلبہ کو دیکھ لوگے، اور توحید کا بول بالا ہوگا ـــــ اور جو آسمان سے تمہارے لئے روزی اتارتے ہیں ـــــ یہ ربوبیت کا بیان ہے، رب اللہ ہی ہیں، انھوں نے تمہاری معاش (گذارے) کا انتظام کیا ہے، اور کوئی نہیں جو تمہاری روزی کا سامان کرے، اور توحیدِ ربوبیت کے لئے توحیدِ الوہیت لازم ہے ـــــ بارش: روزی کا سبب ہے، پس مسبب بول کر سبب مراد لیا ہے ـــــ اور نصیحت وہی قبول کرتا ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے ـــــ پس بندوں کو چاہئے کہ اللہ کی طرف رجوع ہوں، بات سمجھیں، اور صرف اللہ کی بندگی کریں ـــــ پس اللہ کو پکارو، اس کے لئے دین (عبادت) کو خالص کرکے، گو کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو! ـــــ یعنی موحدین کے طرزِ عمل سے مشرک ناک چڑھائیں گے، مگر اس کا خیال نہ کریں، ڈنکے کی چوٹ توحید کا اعلان کریں ـــــ اور 'عبادت' کے بجائے 'دین' کہنے میں اشارہ ہے کہ سارے دین میں اللہ کی خوشنودی پیشِ نظر رہنی چاہئے، صرف نماز روزہ کی حد تک نہیں۔

مادی روزی کی طرح اللہ نے روحانی روزی کا بھی انتظام کیا ہے

انسان میں بدن کے علاوہ روح بھی ہے، اس کی ضروریات الگ ہیں، غذا بدن کی ضرورت ہے، اس کے لئے اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، جس سے زمین سے غذا اگتی ہے، اور بدن کی ضرورت پوری ہوتی ہے، اور روح کی تربیت کے لئے بھی آسمان سے علوم نازل کئے ہیں، نبوت کا سلسلہ قائم کیا ہے، اللہ تعالیٰ کسی شخصیت کو منتخب فرماتے ہیں، اس پر اپنے احکام نازل فرماتے ہیں، جو حیاتِ ابدی کا سبب بنتے ہیں، اللہ کے سوا کون ہے جو انسان کی یہ ضرورت پوری کرے؟ پس اسی کی بندگی کرو، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ (اللہ تعالیٰ) درجات بلند کرنے والے ہیں، وہ تختِ شاہی کے مالک ہیں، وہ روح (حیات) کو یعنی اپنے احکام کو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتے ہیں اتارتے ہیں، تاکہ وہ قیامت کے دن سے ڈرائے ـــــ اس آیت پاک میں چار باتیں بیان فرمائی ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ دین پر عمل کرنے کی وجہ سے مؤمنین کے مراتب بلند کرتے ہیں، اور اتنے بلند کرتے ہیں کہ وہ کرّوبیوں (مقرب فرشتوں) سے بھی آگے نکل جاتے ہیں، افاضلِ بشر: افاضلِ ملائکہ سے بھی افضل ہیں، دونوں جہانوں کی پہنائی (چوڑائی) مردِ آفاقی کے لئے ناکافی ہوجاتی ہے۔

۲- کائنات پر کنٹرول اللہ تعالیٰ کا ہے، وہی تختِ شاہی کے مالک ہیں، دوسرا کوئی مالک و متصرف نہیں، پس کوئی اور معبود نہیں ہوسکتا۔

۳-اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ قائم کیا ہے اور نبی کے انتخاب میں کسی کا دخل نہیں، وہ جس کو چاہتے ہیں نبوت سے سرفراز کرتے ہیں، اس پر اپنے احکام نازل کرتے ہیں، جو انسانوں کی حیاتِ ابدی کا سبب بنتے ہیں۔

۴-اس دنیا کے بعد دوسری دنیا ہے، اسی میں بندوں کی اپنے پروردگار سے ملاقات ہوگی، انبیاء آنے والی اُس دنیا سے لوگوں کو باخبر کرتے ہیں، تاکہ وہ اُس کے لئے تیاری کریں، غفلت میں نہ رہیں، ورنہ وہ جمال خداوندی کی زیارت سے محروم رہیں گے۔

فائدہ(۱): روح سے مراد وحی ہے، من أمرہ: روح کا بیان ہے، اور الأمر: اسم جنس ہے، تمام اوامر اس میں داخل ہیں، بلکہ منہیات بھی، کیونکہ منفی پہلو سے نہی بھی امر ہے، اور وحی کو روح سے تعبیر کرنے میں اشارہ ہے کہ احکام: روح کی تربیت کے لئے نازل کئے گئے ہیں، یہ روح کی روزی ہیں۔

فائدہ(۲): روح: حیوانات میں بھی ہے، مگر معمولی درجہ کی ہے، اس کی تربیت کے لئے علوم فوقانی کی ضرورت نہیں، حیوانات کی صرف جسمانی ضروریات ہیں، ان کو پورا کرنے کے لئے ان کو عقل دی ہے، اور انسان کی روح: رابیہ (بڑھی ہوئی) ہے، اس کو نیکوکاری اور بدکاری الہام کی گئی ہے، اس لئے بہیمیت کو دبانے کے لئے اور ملکیت کو ابھارنے کے لئے راہ نمائی ضروری ہے، اور اسی مقصد سے علوم فوقانی نازل کئے گئے ہیں۔

دنیا کے آخری دن میں انسانوں کا انصاف سے حساب ہوگا

انسان کو علوم فوقانی دیئے ہیں، اور اس کو احکام کا مکلّف بنایا ہے، پس قیامت کے دن اس سے حساب لیا جائے گا، جس نے احکام پر عمل کیا ہے وہ بامراد ہوگا، اور نابنجار (غلط راستہ اپنانے والا) نامراد ہوگا، اور آج مجازی بادشاہ ہیں، مگر قیامت کے دن صرف اللہ بادشاہ ہونگے، ان کے علاوہ کسی کی حکومت نہیں ہوگی، پس حساب کتاب میں کوئی دخل نہیں دے سکے گا، اور انصاف کے ساتھ فیصلے ہونگے، کسی پر حبّہ بھر ظلم نہیں ہوگا، اور حساب کا یہ دن بہت جلد آرہا ہے، غفلت میں مت رہو، تیاری میں لگو، ارشاد فرماتے ہیں: —— پس جس دن لوگ اللہ کے روبرو حاضر ہونگے —— قبروں سے نکل کر میدانِ محشر میں جمع ہونگے، اس دن —— اُن کی کوئی بات اللہ سے پوشیدہ نہیں ہوگی —— انسان کا ظاہر و باطن سب کھلا ہوگا، اس دن اللہ تعالیٰ اہل محشر سے پوچھیں گے: —— آج کس کی حکومت ہے؟ —— سب لرز جائیں گے، کسی میں جواب دینے کی ہمت نہ ہوگی، پس اللہ تعالیٰ خود ہی جواب دیں گے: —— ایک غالب اللہ کی! —— حکومت ہے، جزاء کے دن کے وہی مالک ہیں —— آج بدلہ دیا جائے گا ہر شخص کو اس کے کئے کا، آج ظلم نہیں ہوگا، بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں —— وقت: ربڑ کی مثال ہے، جب وہ سمٹ جاتا ہے تو ذرا سا رہ جاتا ہے!

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۗ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ۝ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ۝ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ۗ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ۗ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝

وَاَنْذِرْهُمْ	اور ڈرایئے ان کو	وَّلَا شَفِيْعٍ	اور نہ کوئی سفارشی	بِالْحَقِّ	ٹھیک ٹھیک
يَوْمَ	دن سے	يُّطَاعُ (۵)	جس کی بات مانی جائے	وَالَّذِيْنَ	اور جن کو
الْاٰزِفَةِ (۱)	نزدیک آنے والی	يَعْلَمُ	جانتے ہیں وہ	يَدْعُوْنَ	پکارتے ہیں وہ
	(آفت کے)	خَآئِنَةَ (۶)	خیانت کرنے والی	مِنْ دُوْنِهٖ	اللہ سے نیچے
اِذِ الْقُلُوْبُ	جب دل	الْاَعْيُنِ	آنکھوں کو	لَا يَقْضُوْنَ	نہیں فیصلہ کریں گے
لَدَى الْحَنَاجِرِ (۲)	گلوں کے پاس ہونگے	وَمَا تُخْفِي	اور جس کو چھپاتے ہیں	بِشَيْءٍ	کچھ بھی
كٰظِمِيْنَ (۳)	وہ دبانے والے ہونگے	الصُّدُوْرُ	(ان کے) سینے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
مَا لِلظّٰلِمِيْنَ	نہیں ہوگا ظالموں کیلئے	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	هُوَ السَّمِيْعُ	ہی ہر بات سننے والے
مِنْ حَمِيْمٍ (۴)	کوئی غم گسار دوست	يَقْضِيْ	فیصلہ کریں گے	الْبَصِيْرُ	ہر چیز دیکھنے والے ہیں

قیامت کے کچھ احوال

اور آپ لوگوں کو قریب آنے والی مصیبت کے دن سے ڈرائیں، جب کلیجے منہ کو آجائیں گے، اور وہ لوگ دبانے والے ہونگے! —— یعنی خوف اور گھبراہٹ سے دل دھڑک کر گلوں تک پہنچ رہے ہونگے، اور لوگ دونوں ہاتھوں سے ان کو پکڑ کر دبائیں گے کہ کہیں سانس کے ساتھ باہر نہ نکل پڑیں (فوائد عثمانی) —— (اس دن) ظالموں (مشرکوں اور کافروں) کا نہ کوئی غمگسار دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جس کا کہا مانا ہی جائے —— اس دن سفارش وہی کر سکے گا جس کو اجازت ہوگی، اور اسی کے حق میں کرے گا جس کے لئے پسند ہو (فوائد) —— اللہ تعالیٰ آنکھوں کی چوری کو جانتے

(۱) الآزفة: اسم فاعل، واحد مؤنث: قریب آلگی (مصیبت) موصوف کے قائم مقام ہے، أَزِفَ الوقتُ (س) أَزَفًا: وقت کا قریب آجانا (۲) الحَنْجَرة: گلا، نرخرہ، سانس کی نالی (۳) أصحاب القلوب کا حال ہے (۴) مبتدا پر مِن زائد ہے (۵) جملہ يُطاع: شفيع کی صفت ہے (۶) خائنة: اسم فاعل، مؤنث، مرکب اضافی درحقیقت مرکب توصیفی ہے۔

ہیں، اور سینوں کی پوشیدہ باتوں کو بھی ـــــ یعنی مخلوق سے نظر بچا کر چوری چھپے سے کسی پر نگاہ ڈالی یا کن انکھیوں سے دیکھا یا دل میں کچھ نیت کی یا کسی بات کا ارادہ یا خیال آیا: ان میں سے ہر چیز کو اللہ جانتا ہے (فوائد) ـــــ اور اللہ تعالیٰ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کریں گے ـــــ یعنی فیصلہ انصاف سے ہوگا ـــــ اور مشرکین اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ کسی طرح کا کوئی فیصلہ نہیں کرسکیں گے ـــــ پھر وہ معبود کیسے ہوگئے؟ ـــــ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والے، سب کچھ دیکھنے والے ہیں ـــــ یعنی فیصلہ کرنا اسی کا کام ہوسکتا ہے جو سننے اور جاننے والا ہو، بھلا یہ پتھر کی بے جان مورتیں جنھیں تم خدا کہہ کر پکارتے ہو کیا خاک فیصلہ کریں گی؟ پھر جو فیصلہ بھی نہ کرسکے وہ خدا کس طرح ہوا؟ (فوائد)

اَوَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ‌ؕ كَانُوۡا هُمۡ اَشَدَّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِى الۡاَرۡضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوۡبِهِمۡؕ وَمَا كَانَ لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانَتۡ تَّاۡتِيۡهِمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوۡا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ‌ؕ اِنَّهٗ قَوِىٌّ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۲۲﴾

اَوَلَمۡ	کیا اور نہیں	قُوَّةً	طاقت میں	ذٰلِكَ	یہ (مؤاخذہ)
يَسِيۡرُوۡا	چلے پھرے وہ	وَّاٰثَارًا	اور نشانات میں	بِاَنَّهُمۡ	بایں وجہ ہوا کہ
فِى الۡاَرۡضِ	سرزمین عرب میں	فِى الۡاَرۡضِ	زمین میں	كَانَتۡ تَّاۡتِيۡهِمۡ	پہنچتے رہے انکے پاس
فَيَنۡظُرُوۡا	پس دیکھتے وہ	فَاَخَذَهُمُ	پس پکڑا ان کو	رُسُلُهُمۡ	ان کے پیغامبر
كَيۡفَ كَانَ	کیسا ہوا	اللّٰهُ	اللہ نے	بِالۡبَيِّنٰتِ	واضح دلائل کے ساتھ
عَاقِبَةُ	انجام	بِذُنُوۡبِهِمۡ	انکے گناہوں کی وجہ سے	فَكَفَرُوۡا	پس نہیں مانا انھوں نے
الَّذِيۡنَ كَانُوۡا	ان کا جو تھے	وَمَا كَانَ	اور نہیں تھا	فَاَخَذَهُمُ	پس پکڑا ان کو
مِنۡ قَبۡلِهِمۡ	ان سے پہلے	لَهُمۡ	ان کے لئے	اللّٰهُ	اللہ نے
كَانُوۡا هُمۡ	تھے وہ	مِّنَ اللّٰهِ	اللہ سے	اِنَّهٗ قَوِىٌّ	بے شک وہ زور والے
اَشَدَّ مِنۡهُمۡ	زیادہ ان سے	مِنۡ وَّاقٍ	کوئی بچانے والا	شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ	سخت سزا دینے والے ہیں

رسولوں کی تکذیب کا انجام

نبی ﷺ نے حسبِ حکم مکہ والوں کو قیامت کے دن سے باخبر کیا، مگر انھوں نے سنی ان سنی کردی، اور ایمان نہیں

لائے، اس لئے اب ان کو گذشتہ اقوام: عاد و ثمود وغیرہ کا انجام سناتے ہیں، انھوں نے بھی اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی، اس کی پاداش (سزا) میں وہ ہلاک کئے گئے، مکہ کے مکذبین ان سے سبق لیں، اِن کی بھی اُن کی طرح پکڑ ہوسکتی ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ کیا یہ لوگ سرزمین عرب میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو اِن سے پہلے ہوئے وہ لوگ طاقت میں اِن (مکہ والوں) سے بڑھے ہوئے تھے ـــــ وہ زور آور اور قد آور قومیں تھیں ـــــ اور زمین میں نشانیوں کے اعتبار سے بھی ـــــ بڑے مضبوط قلعے اور عالی شان عمارتیں یادگار چھوڑی تھیں ـــــ پس اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑا ـــــ اور وہ حرفِ غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے ـــــ اور کوئی نہیں تھا ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا ـــــ یعنی ان کے معبود آڑے وقت میں کام نہیں آئے ـــــ یہ (مؤاخذہ) بایں وجہ ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ پہنچتے رہے، پس انھوں نے نہیں مانا تو اللہ نے ان کو (عذاب میں) پکڑا ـــــ بے شک وہ بڑی قوت والے سخت سزا دینے والے ہیں ـــــ یعنی تم بھی گذشتہ اقوام کی طرح اپنے رسول کی تکذیب کر رہے ہو، پس اپنا انجام سوچ لو، ان کی طرح رسوا اور ہلاک ہوؤ گے، اللہ تعالیٰ زور وقوت والے ہیں وہ اپنے رسول کو غالب ومنصور فرمائیں گے۔ آگے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ سناتے ہیں کہ دیکھو: کس طرح زبردست ہلاک ہوا اور زیردست غالب آیا!

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ ع

وَلَقَدْ	اور البتہ واقعہ یہ ہے	وَسُلْطٰنٍ (۱)	اور شوکت کے ساتھ	وَقَارُوْنَ	اور قارون کی طرف
اَرْسَلْنَا	بھیجا ہم نے	مُّبِيْنٍ	واضح	فَقَالُوْا	پس کہا انھوں نے
مُوْسٰى	موسیٰ کو	اِلٰى فِرْعَوْنَ	فرعون کی طرف	سٰحِرٌ	جادوگر ہے
بِاٰيٰتِنَا	ہمارے معجزات کے ساتھ	وَهَامٰنَ	اور ہامان	كَذَّابٌ	بڑا جھوٹا ہے

(۱) سلطان: میں الف نون زائد تان ہیں، اور سُلْطة کے معنی ہیں: اقتدار، دبدبہ، شوکت۔

فَلَمَّا	پس جب	وَمَا كَيْدُ	اور نہیں ہے چال	دِيْنَكُمْ	تمہارے مذہب کو
جَآءَهُمْ	پہنچا وہ ان کے پاس	الْكٰفِرِيْنَ	کافروں کی	اَوْ اَنْ	یا یہ کہ
بِالْحَقِّ	دین حق کے ساتھ	اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ	مگر گاؤ خورد	يُّظْهِرَ	پھیلائے وہ
مِنْ عِنْدِنَا	ہمارے پاس سے	وَقَالَ	اور کہا	فِي الْاَرْضِ	زمین مصر میں
قَالُوا	کہا انھوں نے	فِرْعَوْنُ	فرعون نے	الْفَسَادَ	خرابی
اقْتُلُوْٓا	قتل کرو	ذَرُوْنِيْٓ (۲)	چھوڑو مجھے	وَقَالَ مُوْسٰٓى	اور کہا موسیٰ نے
اَبْنَآءَ	بیٹوں کو	اَقْتُلْ	قتل کردوں	اِنِّيْ عُذْتُ	بیشک میں پناہ لیتا ہوں
الَّذِيْنَ	ان کے جو	مُوْسٰى	موسیٰ کو	بِرَبِّيْ	میرے رب کی
اٰمَنُوْا	ایمان لائے	وَلْيَدْعُ	اور چاہئے کہ پکارے	وَرَبِّكُمْ	اور تمہارے رب کی
مَعَهٗ	اس کے ساتھ	رَبَّهٗ	اپنے رب کو	مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ	ہر گھمنڈی سے
وَاسْتَحْيُوْا	اور زندہ رہنے دو	اِنِّيْٓ اَخَافُ	بے شک میں ڈرتا ہوں	لَّا يُؤْمِنُ	(جو) ایمان نہیں رکھتا
نِسَآءَهُمْ (۱)	ان کی عورتوں کو	اَنْ يُّبَدِّلَ	کہ بدل دے وہ	بِيَوْمِ الْحِسَابِ	حساب کے دن پر

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ

اس واقعہ میں تکذیب رسول کا انجام دکھایا ہے، مشرکین مکہ کو یہی بات سمجھانی مقصود ہے، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو ہمارے معجزات —— عصا اور ید بیضاء —— اور واضح شوکت کے ساتھ فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا —— اصل بعثت آپ کی بنی اسرائیل کی طرف ہوئی تھی، ساتھ ہی ان سر پھروں کو بھی دعوت ایمان دینے کا حکم ملا تھا —— فرعون شاہانِ مصر کا لقب ہے، کسی خاص بادشاہ کا نام نہیں، اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے فرعون کے نام میں اختلاف ہے (دیکھیں قصص القرآن از مجاہد ملت ۱:۳۶۱) —— اور ہامان: فرعون کا وزیر تھا —— اور قارون: موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا، اور فرعون کی پیشی میں رہتا تھا اس کا حال و مآل (ہدایت القرآن ۶:۳۰۸) میں گذر چکا ہے —— اور معجزات (نشانیوں) سے بڑی دو نشانیاں: عصا اور ید بیضاء یا تمام نو نشانیاں مراد ہیں، جن کا ذکر ہدایت القرآن (۵:۱۳۱) میں آچکا ہے —— اور سلطان کے معنی ہیں: رعب، دبدبہ، دھاک، شوکت، موسیٰ علیہ السلام کو یہ خاص

(۱) بناتھم کے بجائے نساء ھم کہنے میں اشارہ ہے کہ لڑکیاں بڑی ہو کر ہماری بیگار (مفت خدمت) کریں گی (۲) ذَرُوْا: فعل امر: چھوڑو، وَذِرَ يَذَرُ: چھوڑنا، اس کا صرف مضارع اور امر استعمال ہوتا ہے۔

صفت عطا فرمائی گئی تھی، دشمن چاہتے ہوئے بھی ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا، ہمارے حضرت ﷺ کو بھی یہ وصف ملا تھا، فرمایا: **نُصرتُ بالرعب مسیرۃَ شھر**: ایک ماہ کی مسافت تک دھاک کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے —— اور فرعون سے مراد: سربراہِ اعلیٰ ہے، جو ایک تھا، اور ہامان سے مراد: ارکانِ دولت ہیں، اور قارون سے مراد: ہم نوا ہیں، اگرچہ وہ دوسری قوم سے ہوں، قارون: اس وقت بظاہر بھی مسلمان نہیں تھا۔

انھوں نے کہا —— یعنی سب نے: بادشاہ نے، ارکانِ دولت نے اور ہمنواؤں نے: سب نے دعوتِ توحید کے جواب میں کہا: —— جادوگر ہے مہا جھوٹا! —— یعنی معجزات دکھانے میں جادوگر ہے اور دعوئے رسالت میں بڑا جھوٹا ہے —— پس جب وہ ہمارے پاس سے دینِ حق کے ساتھ ان کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا —— یعنی سب نے مشورہ کر کے متفقہ طور پر کہا کہ —— اُن لوگوں کے بیٹوں کو قتل کرو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں —— مَعَه سے معلوم ہوا کہ شروع میں بنی اسرائیل بھی سب ایمان نہیں لائے تھے، پس جو ایمان لائے ہیں ان کے لڑکوں کو قتل کرو، تاکہ ان کی تعداد گھٹے، اور یہ لہر رکے —— اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دو —— یعنی لڑکیوں کو قتل مت کرو، تاکہ وہ بڑی ہو کر ہماری بیگار (مفت خدمت) کریں —— ایسا حکم ایک مرتبہ جب دیا تھا جب کہ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہونے والی تھی، تاکہ وہ اسرائیلی بچہ وجود میں نہ آئے جس کے ہاتھ سے فرعون کی حکومت جانی تھی، اب دوسری مرتبہ سب نے یہی بات طے کی —— اور کافروں کی اسکیم گاؤ خورد ہوگئی —— یعنی اس اسکیم پر عمل نہ ہوا، کچھ تو موسیٰ علیہ السلام کا دبدبہ مانع بنا، کچھ پبلک میں خلفشار کا اندیشہ ہوا، اس لئے دوسری مرتبہ لڑکوں کو قتل نہیں کیا گیا۔

البتہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی پارلیمنٹ سے اجازت چاہی، ارشاد پاک ہے: —— اور فرعون نے کہا: مجھے چھوڑو —— یعنی اجازت دو تم سب متفق ہو جاؤ تو —— میں موسیٰ کو قتل کردوں —— ایک کے قتل سے کوئی خلفشار نہ ہوگا —— اور (تم موسیٰ کے خدا سے مت ڈرو) اس کو چاہئے کہ وہ اپنے پروردگار کو (مدد کے لئے) پکارے —— یعنی اس کا خدا ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا —— مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ تمہارا دین بگاڑ نہ دے یا ملک میں کوئی خرابی پھیلا دے! —— مگر ارکانِ دولت میں سے ایک مؤمن نے جو اپنا ایمان مخفی رکھے ہوئے تھا: اس تجویز کی سخت مخالفت کی، جیسا کہ آگے آرہا ہے، اس لئے اس تجویز پر بھی عمل نہ ہوا —— اور موسیٰ نے کہا: میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر متکبر آدمی سے جو روزِ حساب پر یقین نہیں رکھتا! —— یہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی پناہ اس وقت چاہی ہے جب آپ کو ان کے مشورے کی خبر ملی، چنانچہ اللہ نے فرعون کے خاندان ہی کے ایک آدمی کو کھڑا کردیا اور اس نے زبردست تقریر کر کے فرعون کو اس کے ارادے سے باز رکھا۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖۗ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ
اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ
صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝
يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ
جَآءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۝ وَقَالَ الَّذِيْٓ
اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ۝ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّ
ثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۝ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ
يَوْمَ التَّنَادِ ۝ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا
جَآءَكُمْ بِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ
اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ ۝ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ
كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ
جَبَّارٍ ۝

وَقَالَ	اور کہا	يَكْتُمُ	چھپائے ہوئے ہے	رَبِّيَ اللّٰهُ	میرا رب اللہ ہے
رَجُلٌ	ایک آدمی نے	اِيْمَانَهٗٓ	اپنا ایمان	وَقَدْ جَآءَكُمْ	اور تحقیق لایا ہے وہ
مُّؤْمِنٌ	ایماندار	اَتَقْتُلُوْنَ	کیا قتل کروگے تم		تمہارے پاس
مِّنْ اٰلِ	خاندان سے	رَجُلًا	ایک آدمی کو	بِالْبَيِّنٰتِ	واضح معجزات
فِرْعَوْنَ	فرعون کے	اَنْ يَّقُوْلَ (۱)	اس وجہ سے کہ کہتا ہے:	مِنْ رَّبِّكُمْ	تمہارے رب کی طرف سے

(۱) أن سے پہلے لام اجلیہ مقدر ہے۔

وَاِنْ يَّكُ[1]	اور اگر ہے وہ	فِي الْاَرْضِ	مصر کی زمین میں	يَوْمِ	دن
كَاذِبًا	جھوٹا	فَمَنْ	پس کون	الْاَحْزَابِ	جتھوں کے
فَعَلَيْهِ	تو اس پر ہے	يَّنْصُرُنَا	مدد کرے گا ہماری	مِثْلَ	جیسے
كَذِبُهٗ	اس کا جھوٹ	مِنْۢ بَاْسِ	سختی سے	دَاْبِ	حال
وَاِنْ يَّكُ	اور اگر ہے وہ	اللّٰهِ	اللہ کی	قَوْمِ نُوْحٍ	قوم نوح کا
صَادِقًا	سچا	اِنْ جَآءَنَا	اگر پہنچی وہ ہمیں	وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ	اور عاد وثمود کا
يُّصِبْكُمْ	(تو) پہنچے گا تم کو	قَالَ	کہا	وَالَّذِيْنَ	اور ان کا جو
بَعْضُ	کچھ حصہ	فِرْعَوْنُ	فرعون نے	مِنْۢ بَعْدِهِمْ	ان کے بعد ہوئے
الَّذِيْ	اس کا جس کا	مَآ اُرِيْكُمْ	نہیں سجھاتا میں تم کو	وَمَا اللّٰهُ	اور اللہ نہیں
يَعِدُكُمْ	وہ تم سے وعدہ کرتا ہے	اِلَّا مَآ اَرٰى	مگر جو سمجھتا ہوں میں	يُرِيْدُ	چاہتے
اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَمَآ اَهْدِيْكُمْ	اور نہیں دکھلاتا میں تم کو	ظُلْمًا	ظلم
لَا يَهْدِيْ	راہ نہیں دیتے	اِلَّا سَبِيْلَ	مگر راہ	لِّلْعِبَادِ	بندوں پر
مَنْ هُوَ	اس کو جو وہ	الرَّشَادِ[4]	بھلائی کی	وَيٰقَوْمِ	اور اے میری قوم!
مُسْرِفٌ[2]	حد سے تجاوز کرنے والا	وَقَالَ	اور کہا	اِنِّيْٓ اَخَافُ	بے شک میں ڈرتا ہوں
كَذَّابٌ	مہا جھوٹا ہے	الَّذِيْٓ	اس نے جو	عَلَيْكُمْ	تم پر
يٰقَوْمِ	اے میری قوم!	اٰمَنَ	ایمان لایا	يَوْمَ التَّنَادِ[5]	پکار کے دن سے
لَكُمُ	تمہارے لئے	يٰقَوْمِ	اے میری قوم	يَوْمَ	جس دن
الْمُلْكُ	حکومت ہے	اِنِّيْٓ اَخَافُ	بے شک میں ڈرتا ہوں	تُوَلُّوْنَ	مڑو گے تم
الْيَوْمَ	آج	عَلَيْكُمْ	تم پر	مُدْبِرِيْنَ	پیٹھ پھیر کر
ظٰهِرِيْنَ[3]	غالب ہونے والے	مِّثْلَ	مانند	مَا لَكُمْ	نہیں ہوگا تمہارے لئے

(۱) يَكُ: مضارع مجزوم، واحد مذکر غائب، اصل میں یکون تھا، إن شرطیہ کی وجہ سے نون ساکن ہوا تو اجتماع ساکنین کی وجہ سے واو کو حذف کیا، پھر نون کو تخفیفاً حذف کیا (۲) مُسْرِف: اسم فاعل، إسراف: حد سے بڑھنا (۳) ظاهرين: لكم کی ضمیر سے حال ہے (۴) الرشاد: نیکی، بھلائی، راستی، رَشَد یرشُد کا مصدر ہے (۵) التناد: فریاد کرنا، پکارنا، مصدر ہے، اصل میں تَنَادِیٌ تھا، مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے آخر سے ی حرف علت حذف ہوئی ہے۔

مِّنَ اللّٰهِ	اللہ سے	جَآءَكُمْ	آیا وہ تمہارے پاس	الَّذِيْنَ	جولوگ
مِنْ عَاصِمٍ	کوئی بچانے والا	بِهٖ	اس کے ساتھ	يُجَادِلُوْنَ	جھگڑتے ہیں
وَمَنْ	اور جس کو	حَتّٰۤى اِذَا	یہاں تک کہ جب	فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ	آیتوں میں اللہ کی
يُّضْلِلِ	گمراہ کریں	هَلَكَ	مرگیا وہ	بِغَيْرِ	بغیر
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	قُلْتُمْ	کہا تم نے	سُلْطٰنٍ	کسی سند کے
فَمَا لَهٗ	پس نہیں اس کے لئے	لَنْ يَّبْعَثَ	ہرگز نہیں بھیجیں گے	اَتٰىهُمْ	(جو) آئی ہو ان کے پاس
مِنْ هَادٍ	کوئی راہ نما	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	كَبُرَ مَقْتًا	بڑی بیزاری ہے
وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	مِنْۢ بَعْدِهٖ	اس کے بعد	عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ کے پاس
جَآءَكُمْ	آیا تمہارے پاس	رَسُوْلًا	کوئی رسول	وَعِنْدَ الَّذِيْنَ	اور ان کے پاس جو
يُوْسُفُ	یوسف	كَذٰلِكَ	اسی طرح	اٰمَنُوْا	ایمان لائے
مِنْ قَبْلُ	قبل ازیں	يُضِلُّ	گمراہ کرتے ہیں	كَذٰلِكَ يَطْبَعُ	اسی طرح مہر کرتے ہیں
بِالْبَيِّنٰتِ	واضح دلائل کے ساتھ	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
فَمَا زِلْتُمْ	پس برابر رہے تم	مَنْ هُوَ	اس کو جو وہ	عَلٰى كُلِّ قَلْبِ	ہر دل پر
فِيْ شَكٍّ	شک میں	مُسْرِفٌ	حد سے نکلنے والا ہے	مُتَكَبِّرٍ	غرور کرنے والے
مِّمَّا	اس سے جو	مُّرْتَابُ	شک میں مبتلا ہے	جَبَّارٍ	سرکش

خاندان فرعون کے ایک مؤمن نے فرعون کو قتلِ موسیٰ سے روکا

فرعون نے ارکانِ دولت سے کہا: ذَرُوْنِی: مجھے چھوڑو: یعنی اگر تم اتفاق کرلو تو میں موسیٰ کو نمٹادوں، تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری! فرعون بے لگام بادشاہ تھا، اس کو کسی کے قتل کے لئے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں تھی، اس نے سینکڑوں جادوگروں کو جب وہ مسلمان ہوگئے تھے بغیر مشورہ کے قتل کردیا تھا، مگر وہ موسیٰ علیہ السلام پر ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈرتا تھا، موسیٰ علیہ السلام کی شوکت مانع بن رہی تھی، اس لئے ارکانِ دولت کے اتفاق کا خواہاں تھا —— اس موقع پر اس کے خاندان کے ایک شخص نے زوردار تقریر کی، اور اس کو قتلِ موسیٰ سے روکا، یہ شخص موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاچکا تھا، جس طرح فرعون کی بیوی اسلام لاچکی تھی، مگر ابھی اس نے اپنا ایمان ظاہر نہیں کیا تھا، کہتے ہیں: یہ شخص فرعون کا چچازاد بھائی تھا، بلکہ کہتے ہیں: ولی عہد (آئندہ بننے والا بادشاہ) تھا، اس لئے اس کو بولنے کا حق تھا، اِسی مؤمن نے مشورہ سے اٹھ کر موسیٰ

علیہ السلام کو قبطی کے قتل کے موقعہ پر اطلاع دی تھی کہ آپ کے قتل کا مشورہ ہو رہا ہے، آپ شہر سے نکل جائیں، اسی نے آج بھی تقریر کی —— اور کہا ایک ایماندار آدمی نے، جو خاندانِ فرعون سے تھا، اور جو اپنا ایمان مخفی رکھے ہوئے تھا: کیا تم ایک شخص کو محض اس وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے! اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے واضح معجزات بھی لایا ہے؟ —— یعنی موسیٰ کا گناہ کیا ہے؟ یہی نا کہ وہ تم کو خدا نہیں مانتا، اللہ کو اپنا رب بتاتا ہے، اور وہ اپنی بات کے دلائل یعنی واضح معجزات بھی تم کو دکھا چکا ہے، اور مذہب کے معاملہ میں ہر شخص کو آزادی ہوتی ہے، پھر تم اس کے قتل کے درپے کیوں ہو؟ —— اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا —— کاغذ کی ناؤ سدا چلتی نہیں! اس کا جھوٹ اس کو ہلاک یا رسوا کر دے گا، تمہیں اس کے خون میں ہاتھ رنگنے کی کیا ضرورت ہے؟ —— اور اگر وہ سچا ہے تو تم کو پہنچے گا اس میں سے کچھ جس کی وہ پیشین گوئی کرتا ہے —— یعنی وہ اپنی تکذیب پر جس عذاب سے ڈراتا ہے اس کا کچھ حصہ تم کو ضرور پہنچ کر رہے گا —— پس پہلی شق پر اس کے قتل میں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں، اور دوسری شق پر اس کا قتل کرنا سراسر موجب نقصان وخسران ہوگا۔

بے شک اللہ تعالیٰ منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتے اس کو جو حد سے تجاوز کرنے والا مہا جھوٹا ہے! —— یہ آیت کا فاصلہ (آخری حصہ) ہے، اور فواصل کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اسی بندے کا کلام ہو، اللہ کا کلام بھی ہو سکتا ہے —— یعنی اگر موسیٰ دعوئے رسالت میں سچا ہے، اور تم اس کو قتل کرنا چاہتے ہو تم مُسرف (حد سے تجاوز کرنے والے) ہو، اور اگر وہ دعوئے رسالت میں جھوٹا ہے تو وہ مہا جھوٹا ہے، کیونکہ انسانوں پر جھوٹ سے اللہ پر جھوٹ سنگین گناہ ہے، اور دونوں ہی شخصوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت سے ہم کنار نہیں کرتے۔

اے میری قوم کے لوگو! —— اب رخ ارکانِ دولت کی طرف ہے —— آج تمہاری حکومت ہے، سرزمین مصر میں تم غالب ہو، پس کون تمہاری مدد کرے گا اللہ کے عذاب سے اگر وہ ہمیں پہنچا؟ —— یعنی اپنی آن بان پر مت اتراؤ، جب اللہ کا عذاب آگھیرے گا تو سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا، اور کوئی آنسو پونچھنے والا بھی نہ ہوگا۔

فرعون ڈھیلا پڑا: —— فرعون نے کہا: میں تمہیں وہی بات سُجھاتا ہوں جو خود میں سمجھتا ہوں، اور میں تمہیں بھلائی کا راستہ ہی دکھاتا ہوں! —— یعنی میرے نزدیک مصلحت یہی ہے کہ موسیٰ کو قتل کر دیا جائے، یہی تمہاری بہتری کی بات ہے، باقی تم جانو!

اور اس مؤمن نے کہا: بھائیو! مجھے تمہارے حق میں اندیشہ ہے دیگر امتوں جیسے روزِ بد کا، جیسے قوم نوح، عاد، ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا —— یہ سب اقوام تکذیب رُسل کی پاداش میں ہلاک ہوئی ہیں، آج تم بھی اللہ کے رسول کی

تکذیب کررہے ہو، پس اپنا انجام سوچ لو ـــــ اور اللہ تعالیٰ بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتے ـــــ یعنی اگر ایسے بھاری جرم (تکذیب رسول) پر ان اقوام کو تباہ کیا تو وہ عین عدل وانصاف کا تقاضا تھا، ظلم کسی درجہ میں نہیں تھا، اسی طرح اگر تم تکذیب پر جمے رہے تو سخت اندیشہ ہے کہ تم کو بھی کہیں وہی دن دیکھنا نہ پڑے ـــــ اور یہ تو دنیا کا عذاب ہوگا، اور آخرت کا عذاب علاحدہ ہے: ـــــ اور اے میرے بھائیو! مجھے تمہاری نسبت اندیشہ ہے چیخ وپکار کے دن کا ـــــ تَنَادَ القومُ کے معنی ہیں: ایک دوسرے کو بلند آواز سے پکارنا، اور یومُ التناد: قیامت کا دن ہے، میدانِ حشر میں واویلا مچے گی: آؤ مدد کرو! آؤ مدد کرو! مگر کان پڑی کوئی سنے گا نہیں، نہ مدد کو پہنچے گا ـــــ جس دن تم پیٹھ پھیرو گے اللہ کے عذاب سے تم کو کوئی بچانے والا نہیں ہوگا ـــــ یعنی جب محشر سے پیٹھ پھیرو گے، اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے، تو اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا ـــــ اور جس کو اللہ تعالیٰ بے راہ کردیں اس کو کوئی سیدھا راستہ دکھانے والا نہیں ـــــ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے عناد کی نحوست سے تمہارے لئے گمراہی مقدر کردی ہے پس اب میں ہزار جتن کروں تم کو سیدھا راستہ نہیں دکھا سکتا۔

نعمت کی قدر زوال کے بعد ہوتی ہے: ـــــ اور یہ واقعہ ہے کہ تمہارے پاس آج سے پہلے یوسفؑ واضح دلائل کے ساتھ آچکے ہیں، پس تم برابر شک میں مبتلا رہے اس دین کے بارے میں جس کو وہ لائے ـــــ یعنی تم ایمان نہیں لائے، نعمت کی قدر نہیں پہچانی ـــــ یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو تم نے (کفِ افسوس ملا) اور کہا: اب اُن کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی رسول مبعوث نہیں فرمائیں گے ـــــ یعنی ان کی موت کے بعد جب مصر کی سلطنت کا بندوبست بگڑا تو کہنے لگے: یوسف کا قدم اس شہر پر کیا مبارک تھا، ایسا نبی کوئی نہیں آئے گا (موضح القرآن) ـــــ اسی طرح اللہ تعالیٰ گمراہ کرتے ہیں اس کو جو حد سے نکلنے والا شک میں مبتلا ہے! ـــــ یعنی تم بھی موسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں شک میں مبتلا ہو، پس اگر تم حد سے گذرو گے اور ان کو قتل کرو گے تو اپنی ہلاکت کا سامان خود کرو گے!

موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں بلا وجہ کا شک تھا: ـــــ جو لوگ جھگڑے کھڑے کرتے ہیں اللہ کے معجزات میں بغیر کسی ایسی دلیل کے جو ان کے پاس موجود ہو، اللہ تعالیٰ کو ـــــ اس کج بحثی سے ـــــ بڑی نفرت ہے اور مؤمنین کو بھی ـــــ وہ ان پر لعنت بھیجتے ہیں ـــــ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور سرکش کے پورے دل پر مہر کردیتے ہیں ـــــ جس کی وجہ سے قبول حق اور نفوذ خیر کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ

ع ۹

السَّبِيلِ ۚ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ ﴿٣٧﴾ وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُونِ
أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ ﴿٣٨﴾ يَا قَوْمِ إِنَّمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ
دَارُ الْقَرَارِ ﴿٣٩﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ
أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٤٠﴾
وَيَا قَوْمِ مَا لِي أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجَاةِ وَتَدْعُونَنِي إِلَى النَّارِ ﴿٤١﴾ تَدْعُونَنِي لِأَكْفُرَ
بِاللَّهِ وَأُشْرِكَ بِهِ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَأَنَا أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ ﴿٤٢﴾ لَا
جَرَمَ أَنَّمَا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ وَأَنَّ
مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ﴿٤٣﴾ فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ ۚ وَأُفَوِّضُ
أَمْرِي إِلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿٤٤﴾

وَقَالَ	اور کہا	اَسْبَابَ	راہیں	زُيِّنَ	مزین کیا گیا
فِرْعَوْنُ	فرعون نے	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کی	لِفِرْعَوْنَ	فرعون کے لئے
يٰهَامٰنُ	اے ہامان	فَاَطَّلِعَ	پس جھانکوں میں	سُوْٓءُ عَمَلِهٖ	اس کا برا عمل
ابْنِ (۱)	بنا تو	اِلٰٓى اِلٰهِ	معبود کی طرف	وَصُدَّ	اور روکا گیا وہ
لِيْ	میرے لئے	مُوْسٰى	موسیٰ کے	عَنِ السَّبِيْلِ	سیدھی راہ سے
صَرْحًا (۲)	کوئی عالی شان محل	وَاِنِّيْ	اور بے شک میں	وَمَا كَيْدُ	اور نہیں ہے چال
لَّعَلِّيْٓ	تا کہ میں	لَاَظُنُّهٗ	یقیناً گمان کرتا ہوں اس کو	فِرْعَوْنَ	فرعون کی
اَبْلُغُ	پہنچوں	كَاذِبًا	جھوٹا	اِلَّا فِيْ تَبَابٍ (۴)	مگر تباہی میں
الْاَسْبَابَ (۳)	راہوں تک	وَكَذٰلِكَ	اور اس طرح	وَقَالَ الَّذِيْٓ	اور کہا اس نے جو

(۱) اِبْنِ: بنا تو: امر، واحد مذکر حاضر، بَنٰى يبنى (ض) بناءً: بنانا، تعمیر کرنا (۲) صَرْح: عالی شان عمارت جس میں نقش ونگار ہو (۳) أسباب: سبب کی جمع: اصل معنی رسّی، پھر ہر اس چیز کو سبب کہا جانے لگا جو دوسری چیز تک پہنچنے کا ذریعہ ہو (۴) تباب: تبّ کی طرح مصدر ہے: باب ضرب: ہلاکت، تباہی، ہمیشہ ٹوٹے میں رہنا۔

اٰمَنَ	ایمان لایا	فَاُولٰٓئِكَ	پس وہ لوگ	اَدْعُوْكُمْ	بلاتا ہوں تم کو
يٰقَوْمِ	اے میری قوم!	يَدْخُلُوْنَ	داخل ہونگے	اِلَى الْعَزِيْزِ	زبردست کی طرف
اتَّبِعُوْنِ	پیروی کرو تم میری	الْجَنَّةَ	باغ میں	الْغَفَّارِ	بڑا بخشنے والا
اَهْدِكُمْ	دکھاؤں گا میں تم کو	يُرْزَقُوْنَ	روزی دیئے جائیں گے وہ	لَا جَرَمَ [1]	لامحالہ
سَبِيْلَ الرَّشَادِ	بھلائی کی راہ	فِيْهَا	اس میں	اَنَّمَا	اس کے سوانہیں کہ
يٰقَوْمِ	اے میری قوم!	بِغَيْرِ حِسَابٍ	بے شمار	تَدْعُوْنَنِيْٓ	بلاتے ہو تم مجھے
اِنَّمَا هٰذِهِ	اس کے سوانہیں کہ یہ	وَيٰقَوْمِ	اور اے میری قوم!	اِلَيْهِ	اس (معبود) کی طرف
الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا	دنیا کی زندگی	مَالِيْٓ	مجھے کیا ہوا (کیا بات ہے)	لَيْسَ لَهٗ	(کہ) نہیں ہے اس کے لئے
مَتَاعٌ	چندروز فائدہ اٹھانا ہے	اَدْعُوْكُمْ	بلاتا ہوں میں تم کو	دَعْوَةٌ [2]	کوئی بلاوا (صدا، دُہائی)
وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ	اور بے شک آخرت	اِلَى النَّجٰوةِ	نجات کی طرف	فِي الدُّنْيَا	دنیا میں
هِيَ دَارُ	ہی گھر ہے	وَتَدْعُوْنَنِيْٓ	اور بلاتے ہو تم مجھ کو	وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ	اور نہ آخرت میں
الْقَرَارِ	اطمینان سے رہنے کا	اِلَى النَّارِ	آگ کی طرف	وَاَنَّ مَرَدَّنَآ	اور یہ کہ ہمارا لوٹنا
مَنْ عَمِلَ	جس نے کی	تَدْعُوْنَنِيْ	بلاتے ہو تم مجھ کو	اِلَى اللّٰهِ	اللہ کی طرف ہے
سَيِّئَةً	برائی	لِاَكْفُرَ	تاکہ انکار کروں میں	وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ	اور یہ کہ حد سے نکلنے والے
فَلَا يُجْزٰٓى	پس نہیں بدلہ دیا جائے گا وہ	بِاللّٰهِ	اللہ کا	هُمْ	وہی
اِلَّا مِثْلَهَا	مگر اس کے مانند	وَاُشْرِكَ	اور شریک کروں میں	اَصْحٰبُ النَّارِ	دوزخ والے ہیں
وَمَنْ عَمِلَ	اور جس نے کیا	بِهٖ	اس کے ساتھ	فَسَتَذْكُرُوْنَ	پس عنقریب یاد کروگے تم
صَالِحًا	نیک کام	مَا لَيْسَ	اس کو کہ نہیں	مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ	جو کہہ رہا ہوں میں تم سے
مِّنْ ذَكَرٍ	مرد سے	لِيْ بِهٖ	میرے لئے اس کا	وَاُفَوِّضُ	اور سونپتا ہوں میں
اَوْ اُنْثٰى	یا عورت سے	عِلْمٌ	کچھ علم	اَمْرِيْٓ	اپنا معاملہ
وَهُوَ مُؤْمِنٌ	درانحالیکہ وہ مؤمن ہے	وَّاَنَا	اور میں	اِلَى اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ کو

(۱) لاجرم: کے اصل معنی ہیں: لامحالہ، پھر حَقًّا اور قسم کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے (۲) دعوۃ: دعا یدعو کا مصدر ہے: دعاء، پکار، بلاوا۔

اِنَّ اللّٰہَ	بے شک اللہ تعالیٰ	بَصِیْرٌ	خوب دیکھنے والے ہیں	بِالْعِبَادِ	بندوں کو

فرعون نے قتل کا منصوبہ تو پیچھے ڈال دیا مگر اس کو بہت دور کی سوجھی

مؤمن بندے کی تقریر سے متاثر ہوکر فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ پیچھے ڈال دیا، البتہ اس کو بہت دور کی سوجھی ـــــ اور فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لئے ایک اونچا محل بنا، تاکہ میں راہوں تک پہنچوں یعنی آسمانوں کی راہوں تک ـــــ یعنی وہ پختہ بلند عمارت کو سیڑھی بنائے گا، اور اس پر چڑھ کر آسمانوں میں پہنچ جائے گا، پھر وہاں وہ ننگے پاؤں گھومے گا ـــــ پس میں موسیٰ کے معبود کو جھانکوں ـــــ یعنی اس کا معبود دیوانِ خاص میں ہوگا، اور فرعون کو اندر جانے کی اجازت تو ملے گی نہیں، پس باہر سے جھانک کر دیکھ لے گا ـــــ اور میں تو اس کو بالیقین جھوٹا سمجھتا ہوں ـــــ یعنی خدا میرے علاوہ کوئی نہیں، پس میں کہہ سکوں گا کہ میں آسمانوں میں گھوم آیا، مجھے وہاں کوئی خدا نہیں ملا! ـــــ اور اس طرح فرعون کے لئے اس کی بدعملی مزین کی گئی ـــــ بدعملی سے مراد یہاں دو باتیں ہیں: قتل موسیٰ کا منصوبہ اور آسمانوں میں چڑھ کر اللہ کو جھانکنا: دونوں باتیں حماقت بھری ہیں، مگر فرعون کو خوش نما نظر آئیں ـــــ اور وہ سیدھے راستہ سے روک دیا گیا ـــــ یعنی اس مؤمن کی تقریر سے بھی اس کو راہِ راست نصیب نہ ہوئی ـــــ تمام گمراہوں کا یہی حال ہے، ان گمراہوں کے لئے ان کی گمراہیاں مزین کردی جاتی ہیں، وہ اسی کو حق سمجھتے ہیں، اور اس دلدل سے کبھی باہر نہیں نکل سکتے ـــــ اور فرعون کی اسکیم ہلاک ہی ہوکر رہی! ـــــ یعنی نہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرسکا اور نہ محل بنا کر آسمان پر چڑھ سکا، کہتے ہیں: ہامان نے محل بنانا شروع کیا تھا، مگر بنیادیں کمزور تھیں، اس لئے تیار ہونے سے پہلے ہی ڈھ پڑا!

مؤمن بندے کا بیان جاری ہے

اور اس مؤمن نے کہا: بھائیو! تم میری پیروی کرو، میں تم کو ''بھلائی کا راستہ'' دکھاؤں گا ـــــ یعنی بھلائی اور بہتری کا راستہ وہ نہیں جو فرعون دکھاتا ہے، تم میری سنو، میں تمہیں بھلائی کا راستہ دکھاؤں گا۔

بھلائی کا راستہ: ـــــ بھائیو! یہ دنیوی زندگی محض چندروزہ ہے، اور اصل ٹھہرنے کی جگہ آخرت ہے ـــــ اور وہاں جزاء کا قانون یہ ہے: ـــــ جس نے گناہ کیا تو اس کو برابر سرابر ہی بدلہ ملے گا، اور جس نے نیک کام کیا، خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطے کہ وہ مؤمن ہو، تو وہ لوگ جنت میں داخل ہونگے، وہاں وہ بے حساب روزی دیئے جائیں گے ـــــ یعنی دنیا کا نشہ ٹھیک نہیں، یہ زندگی چندروز کی ہے، اللہ پر ایمان لاؤ، اس کی بندگی کرو، اور آخرت کے لئے تیاری کرو، وہاں نیک بندوں کے وارے نیارے ہوجائیں گے۔

اوراے میرے بھائیو! یہ کیا بات ہے کہ میں تم کونجات کی طرف بلاتا ہوں، اورتم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو، تم مجھے بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں، اوراس کے ساتھ ایسی چیز کوشریک کروں جس کے شریک ہونے کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں ـــــ اور میں تمہیں زبردست بڑے بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں ـــــ یعنی میرااورتمہارا معاملہ عجیب ہے، میں چاہتا ہوں کہ تم کوایمان کے راستہ پرلگا کرخدا کے عذاب سے نجات دلاؤں، اورتمہاری کوشش یہ ہے کہ اپنے ساتھ مجھے بھی دوزخ کی آگ میں دھکیل دو(فوائد) ـــــ یقینی بات ہے کہ تم مجھے جس کی طرف بلاتے ہواس کے لئے نہ دنیا میں دُہائی ہے نہ آخرت میں ـــــ دُہائی: مدد طلب کرنا، فریاد کرنا یعنی اللہ کے علاوہ نہ دنیا میں کوئی فریاد سننے والا ہے نہ آخرت میں، پھران کومعبود ماننے سے کیا فائدہ؟ ـــــ اور یہ (بات بھی یقینی ہے) کہ ہمارا لوٹنا اللہ کی طرف ہے ـــــ یعنی اس دنیا سے گذر کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، پس وہی معبود برحق ہے ـــــ اور یہ (بات بھی یقینی ہے) کہ حد سے تجاوز کرنے والے ہی دوزخی ہیں ـــــ پس تم جوموسیٰ علیہ السلام کوقتل کرنا چاہتے ہواس کا انجام سوچ لو!

مؤمن بندے کی تقریر پوری ہوتی ہے

پس آگے چل کرتم میری بات کو یاد کروگے، اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بےشک اللہ تعالیٰ سب بندوں کوخوب دیکھنے والے ہیں ـــــ اس تقریر سے مؤمن بندے کا ایمان کھل گیا، اس نے کہا: آگے چل کر میری باتیں یاد آئیں گی کہ ایک بندہ نے سمجھایا تھا مگر ہم نہیں سمجھے تھے، اس وقت پشیمان ہونے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا، اوراب میں خودکو اللہ کے سپرد کرتا ہوں، تم مجھے ستانا چاہوتو وہی میری حفاظت کرے گا، اورسب بندے اللہ کی نگاہ میں ہیں، وہ میرااور تمہارا دونوں کا معاملہ دیکھ رہے ہیں، ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾: اور جواللہ پر بھروسہ کرتا ہے: اللہ اس کے لئے کافی ہیں۔

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ

ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ ع

فَوَقٰىهُ	پس بچایا اس کو	اَشَدَّ الْعَذَابِ	سخت عذاب میں	اسْتَكْبَرُوْا	گھمنڈ کیا
اللّٰهُ	اللہ نے	وَاِذْ	اور (یاد کرو) جب	اِنَّا كُلٌّ	بے شک ہم سب
سَيِّاٰتِ (۱)	برائیوں سے	يَتَحَاجُّوْنَ	باہم جھگڑیں گے وہ	فِيْهَا	دوزخ میں ہیں
مَا مَكَرُوْا	ان کی چالوں کی	فِي النَّارِ	دوزخ میں	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ نے
وَحَاقَ	اور گھیر لیا	فَيَقُوْلُ	پس کہیں گے	قَدْ حَكَمَ	قطعی فیصلہ کر دیا ہے
بِاٰلِ فِرْعَوْنَ	فرعون والوں کو	الضُّعَفٰٓؤُا	کمزور	بَيْنَ الْعِبَادِ	بندوں کے درمیان
سُوْٓءُ الْعَذَابِ	برے عذاب نے	لِلَّذِيْنَ	ان سے جو	وَقَالَ	اور کہا
اَلنَّارُ (۲)	(وہ) دوزخ ہے	اسْتَكْبَرُوْٓا	بڑے بنتے تھے	الَّذِيْنَ	ان لوگوں نے جو
يُعْرَضُوْنَ	پیش کیے جاتے ہیں وہ	اِنَّا كُنَّا	بے شک ہم تھے	فِي النَّارِ	دوزخ میں ہیں
عَلَيْهَا	دوزخ پر	لَكُمْ	تمہارے	لِخَزَنَةِ	ذمہ داروں سے
غُدُوًّا	صبح	تَبَعًا	پیروکار	جَهَنَّمَ	دوزخ کے
وَّعَشِيًّا	اور شام	فَهَلْ اَنْتُمْ	تو کیا تم	ادْعُوْا	پکارو
وَيَوْمَ (۳)	اور جس دن	مُّغْنُوْنَ	ہٹانے والے ہو	رَبَّكُمْ	اپنے رب کو
تَقُوْمُ	برپا ہوگی	عَنَّا	ہم سے	يُخَفِّفْ	ہلکا کریں
السَّاعَةُ	قیامت	نَصِيْبًا	کوئی حصہ	عَنَّا	ہم سے
اَدْخِلُوْٓا	داخل کرو	مِّنَ النَّارِ	آگ کا	يَوْمًا	کسی دن
اٰلَ فِرْعَوْنَ (۴)	فرعون والوں کو	قَالَ الَّذِيْنَ	کہا جنھوں نے	مِّنَ الْعَذَابِ	کچھ عذاب

(۱) سیئات: مضاف، ما مکروا: مضاف الیہ، اور ما مصدریہ، اور اس میں فرعونیوں کے دنیاوی انجام کی طرف اشارہ ہے یعنی سب غرق ہوئے، علاوہ اُس مسلمان کے (۲) النار: هو محذوف کی خبر ہے، اور مرجع سوء العذاب ہے، اور یہ عذابِ برزخ کا بیان ہے (۳) یہ عذابِ آخرت کا بیان ہے (۴) آل فرعون: فرعون کی پارٹی۔

قَالُوْٓا	کہاانھوں نے	بِالْبَيِّنٰتِ	واضح دلائل کے ساتھ	فَادْعُوْا	پس پکاروتم (ہی)
اَوَلَمْ تَكُ	کیااورنہیں تھے	قَالُوْا	کہاانھوں نے	وَمَا دُعٰٓؤُا	اورنہیں دُہائی
تَاْتِيْكُمْ	آتے تمہارے پاس	بَلٰى	کیوں نہیں	الْكٰفِرِيْنَ	کافروں کی
رُسُلُكُمْ	تمہارے رسول	قَالُوْا	کہاانھوں نے	اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ	مگرلاحاصل

فرعونیوں کی دنیامیں، برزخ میں اورآخرت میں سزا

پس اللہ نے اُس (مؤمن) کوان کی چالوں کی برائی (سزا) سے بچالیا —— یہ فرعونیوں کی دنیاوی سزا کا بیان ہے۔ وہ زندگی بھر موسیٰ علیہ السلام کے خلاف جوکچھ کرتے رہے، اس کی برائی یعنی سزا اُن کو یہ ملی کہ وہ سب بحرقلزم کی موجوں کی نذرکردیئے گئے، البتہ خاندانِ فرعون کے اُس مؤمن کو بچالیا، کہتے ہیں: وہ بنی اسرائیل کے ساتھ دریا سے پاراتر گئے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تعاقب کرنے والوں کے ساتھ نہ گئے ہوں، کوئی بہانہ بنا کر پیچھے رہ گئے ہوں۔

اورفرعونیوں کوسخت عذاب نے گھیرلیا —— وہ سخت عذاب: دوزخ کی —— آگ ہے، جس پروہ صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں —— یہ برزخ (عالم قبر) کی سزا کا بیان ہے، عالم برزخ میں ان کو ہرصبح وشام دوزخ کاٹھکانا دکھایا جاتا ہے تاکہ ان کواپناروح فرسا اخروی انجام دیکھ کرنانی یادآتی رہے —— اورپیش کرنے کی صورت کیا ہوتی ہے؟ اس کا صحیح جواب معلوم نہیں، اورآثار میں ہے کہ ان کوسیاہ رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں بٹھا کر جہنم دکھائی جاتی ہے، جیسے شہداء کوہرے رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں بٹھا کر جنت کی سیر کرائی جاتی ہے —— یا جیسے ہرمیت کوقبر میں سوال وجواب کے بعد اس کا جنت یاجہنم کاٹھکانا دکھایا جاتا ہے، اس طرح دکھائی جاتی ہو۔

عذابِ قبر برحق ہے، اوریہ آدھی بات ہے

پہلے یہ بات جان لیں کہ عذاب القبر حق: آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا مضمون فہم سامع پراعتماد کرکے چھوڑ دیا گیا ہے۔ قبر میں عذاب ہی نہیں ہوتا، عذاب تونافرمانوں کے لئے ہے اوراطاعت شعاروں کے لئے راحتیں ہیں۔

قرآن وحدیث میں کبھی فہم سامع پراعتماد کرکے آدھا مضمون چھوڑ دیتے ہیں جیسے ﴿بِيَدِكَ الْخَيْرُ﴾ (آل عمران آیت ۲۶) اللہ کے ہاتھ میں خیر ہے، شربھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے مگرفہم سامع پراعتماد کرکے اس کوچھوڑ دیا گیا ہے، کیونکہ اس سے پہلے متقابلات آئے ہیں، پس سامع خود آدھا مضمون سمجھ لے گا کہ شربھی اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔

اورجوجزء جہاں اہم اورمقصود ہوتا ہے اس کوذکر کیا جاتا ہے اوردوسرا جزء قرینہ پراعتماد کرکے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جیسے

مذکورہ آیت میں اللہ کی تعریف کی جارہی ہے، اس کے مناسب ﴿بِيَدِكَ الْخَيْرُ﴾ ہے، پس اس کو ذکر کیا اور دوسرا آدھا فہم سامع پر اعتماد کرکے چھوڑ دیا۔

اور قبر کے معاملات میں چونکہ عذاب کا جزء اہم ہے تاکہ لوگ محتاط زندگی گذاریں اور آنے والی زندگی کی تیاری کریں، اس لئے اسی جزء کو بیان کیا جاتا ہے، اگر قبر میں نعمتوں والا جزء بیان کریں گے تو لوگوں کو غلط فہمی ہوگی، اور وہ آخرت سے بے فکر ہوجائیں گے۔

عذابِ قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے

اہل السنہ والجماعہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ عذابِ قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے، حدیث شریف میں اس کی یہ تعبیر ہے کہ نیک بندے کی قبر چوڑی اور منور کردی جاتی ہے اور برے شخص کی قبر تنگ کی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، معلوم ہوا کہ جسم کے اجزاء بھی عذاب ونعمت میں شریک ہوتے ہیں، اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عذابِ قبر صرف روح کو ہوتا ہے وہ اہل السنہ والجماعہ کے اجماعی عقیدہ کے خلاف ہیں، اس لئے وہ گمراہ ہیں۔

اور اس بات کو اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی روح کا جسم کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے، البتہ وہ وہمی (حکمی) تعلق ہوتا ہے، اس وہمی تعلق کو ٹیلیفون کی مثال سے سمجھا جاسکتا ہے، فون اگر P.C.O ہے تو اس کا تعلق بستی کے ہر فون سے ہوتا ہے S.T.D ہے تو اس کا تعلق ملک کے ہر فون سے ہوتا ہے اور I.S.D ہے تو اس کا تعلق پوری دنیا کے فونوں سے ہوتا ہے، یہ تعلق وہمی ہے اور شہر کے مرکز مواصلات سے فون کا تعلق تحقیقی ہے، پھر اس کے توسط سے دیگر فونوں کے ساتھ تحقیقی تعلق قائم ہوتا ہے، جب آپ کوئی نمبر ڈائل کرتے ہیں تو اگر آپ کے فون کا سامنے والے فون سے حکمی تعلق ہوتا ہے تو تحقیقی تعلق قائم ہوجاتا ہے اور گھنٹی بجنے لگتی ہے، ورنہ جواب ملتا ہے: ''آپ کے فون پر یہ سہولت نہیں'' اب آپ اس مثال سے یہ مضمون سمجھئے کہ قیامت کے دن جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور تمام روحیں اس دنیا میں واپس آئیں گی تو ہر روح اپنے جسم میں داخل ہوگی، کوئی روح دوسرے جسم میں داخل نہیں ہوگی، یہ ارواح کا اجسام سے تحقیقی تعلق ہے، اور تحقیقی تعلق فرع ہے حکمی تعلق کی، پس ماننا پڑے گا کہ برزخ کی زندگی میں روح کا جسم کے اجزاء کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے اگر حکمی (وہمی) تعلق نہیں مانیں گے تو سوال پیدا ہوگا کہ ارواح اپنے اجسام کو کس طرح پہچانیں گی؟ اور وہ اپنے ہی اجسام میں کس تعلق کی بنا پر داخل ہونگی؟ اس طرح جسم کے اجزاء بھی جزاء وسزا میں روح کے ساتھ کسی درجہ میں شریک ہوتے ہیں۔

عذابِ قبر قرآن اور تواتر سے ثابت ہے

امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف (تحفۃ القاری ۴:۱۳۶) میں عذابِ قبر کے تعلق سے تین آیتیں ذکر کی ہیں،

ایک: یہی آیت ذکر کی ہے، دوسری: سورۃ الانعام کی (آیت ۹۳) اور تیسری سورۃ التوبہ کی آیت ۱۰۱ ذکر کی ہے، ان کی تفصیل تحفۃ القاری (۴:۱۳۷) میں ہے۔ علاوہ ازیں: سورۃ التکاثر میں عذابِ قبر اور عذابِ آخرت کا ذکر ہے، اور اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی ہے، تفصیل کے لئے دیکھیں تحفۃ الالمعی (۷:۵۶۰) اسی طرح بے شمار روایات میں عذابِ قبر کا ذکر آیا ہے، وہ روایات اگرچہ الگ الگ ہیں، مگر ان کا قدر مشترک یہ ہے کہ قبر کا عذاب برحق ہے، پس جو شخص عذابِ قبر کا انکار کرتا ہے وہ بددین گمراہ ہے۔

اور جس دن قیامت قائم ہوگی ــــ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ــــ فرعونیوں کو سخت عذاب میں داخل کرو ــــ یعنی دوزخ کے عذاب میں، یہ عذابِ آخرت کا بیان ہے۔

جہنم میں چھوٹے بڑے باہم جھگڑیں گے

جھگڑا ایک عذاب ہے، خواہ دنیا میں ہو یا جہنم میں، جنتی ایک دل ہونگے، ان میں کبھی کوئی نزاع پیش نہیں آئے گا، اور یہ اتفاق ایک نعمت ہوگا ــــ فرعون اپنی پارٹی کا بڑا تھا، اسی نے سب کو جہنم میں پہنچایا ہے (ہود ۹۸) جہنم میں چھوٹے بڑوں میں جھگڑا ہوگا، جو ایک مستقل عذاب ہوگا، ارشاد فرماتے ہیں: ــــ اور (یاد کرو) جب کفار دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے، پس ادنی درجہ کے لوگ اعلیٰ درجہ کے لوگوں سے کہیں گے: بے شک ہم تمہارے تابع تھے، پس کیا تم ہم سے آگ کا کوئی جزء ہٹا سکتے ہو؟ ــــ یعنی دنیا میں ہم سے اپنی اطاعت اور اتباع کراتے رہے، جس کی بدولت آج ہم پکڑے گئے، اب یہاں ہمارے کچھ تو کام آؤ، آخر بڑوں کو چھوٹوں کی تھوڑی بہت خبر تو لینی ہی چاہئے، دیکھتے نہیں! ہم آج کس قدر مصیبت میں ہیں! کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ اس مصیبت کا کوئی جزو ہم سے ہلکا کردو ــــ بڑے جواب دیں گے: ہم سبھی دوزخ میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے بندوں کے درمیان قطعی فیصلہ کردیا ہے ــــ یعنی اب موقع نہیں ہے کہ کوئی کسی کے کام آئے، ہم اپنی ہی مصیبت کو ہلکا نہیں کرسکتے، تمہارے کیا کام آسکتے ہیں؟ (فوائد)

بڑوں سے مایوس ہوکر جہنمی: جہنم کے ذمہ دار فرشتوں سے درخواست کریں گے

جہنمی اپنے سرداروں کی طرف سے مایوس ہوکر اُن فرشتوں سے درخواست کریں گے جو دوزخ کے انتظام پر مقرر ہیں کہ تم ہی اپنے رب سے کہہ کر کسی دن کچھ عذاب ہلکا کرادو، فرشتے ان کو ٹکا سا جواب دیں گے، ارشاد فرماتے ہیں: ــــ اور کہا ان لوگوں نے جو دوزخ میں ہیں جہنم کے ذمہ دار فرشتوں سے کہ درخواست کرو اپنے رب سے کہ ہم سے کسی دن تھوڑا سا عذاب ہلکا کردیں ــــ فرشتے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلائل کے ساتھ نہیں آئے تھے؟

—— دوزخی جواب دیں گے: کیوں نہیں! —— بے شک آئے تھے، مگر ہم نے ان کی ایک نہ سنی! —— فرشتے کہیں گے: پس تم ہی درخواست کرلو —— یعنی سفارش کرنا ہمارا کام نہیں، ہم تو عذاب دینے پر مقرر ہیں، سفارش کرنا رسولوں کا کام ہے اور تم رسولوں کے خلاف ہی چلتے رہے، لہٰذا تم جانو تمہارا کام! —— اب وہ براہِ راست چلا کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کریں گے —— اور کافروں کی صدا محض بے اثر ہوگی! —— یعنی صدا بہ صحرا ثابت ہوگی، کوئی جواب ہی نہیں ملے گا۔

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَى وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَذِكْرَى لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿۵۵﴾

إِنَّا	بے شک ہم	يَوْمَ	جس دن	آتَيْنَا	دی ہم نے
لَنَنْصُرُ	ضرور مدد کرتے ہیں	لَا يَنْفَعُ	کام نہیں آئے گی	مُوسَى	موسیٰ کو
رُسُلَنَا	اپنے رسولوں کی	الظَّالِمِينَ	ظالموں (کافروں) کے	الْهُدَى (۱)	راہ نمائی
وَالَّذِينَ	اور ان کی جو	مَعْذِرَتُهُمْ	ان کی عذر خواہی	وَأَوْرَثْنَا	اور وارث بنایا ہم نے
آمَنُوا	ایمان لائے		(معافی مانگنا)	بَنِي إِسْرَائِيلَ	اولادِ یعقوب کو
فِي الْحَيَاةِ	زندگی میں	وَلَهُمُ	اور ان کے لئے	الْكِتَابَ	کتاب (تورات) کا
الدُّنْيَا	دنیا کی	اللَّعْنَةُ	لعنت ہے	هُدًى (۲)	(جو) راہ نما
وَيَوْمَ	اور جس دن	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے	وَذِكْرَى	اور نصیحت (تھی)
يَقُومُ	کھڑے ہونگے	سُوءُ الدَّارِ	برا گھر ہے	لِأُولِي الْأَلْبَابِ (۳)	عقل سلیم والوں کیلئے
الْأَشْهَادُ	گواہ (کافروں کے خلاف)	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	فَاصْبِرْ	پس آپ صبر کریں

(۱) الهدی: راہ نمائی: یعنی موسیٰ علیہ السلام دین سے بے خبر تھے ان کو باخبر کیا (۲) هدی اور ذکری: مصدر ہیں، حال کی جگہ واقع ہیں (۳) ألباب: لُبّ کی جمع: گودا یعنی خالص عقل۔

اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ	بے شک وعدہ اللہ کا	لِذَنۡۢبِكَ (۱)	اپنی کوتاہی	رَبِّكَ	اپنے پروردگار کی
حَقٌّ	سچا ہے	وَسَبِّحۡ	اور پاکی بیان کریں	بِالۡعَشِيِّ	شام میں
وَّاسۡتَغۡفِرۡ	اور بخشوائیں آپ	بِحَمۡدِ	تعریف کے ساتھ	وَالۡاِبۡكَارِ	اور صبح میں

ذرا صبر کریں، دن پھرنے والے ہیں، اللہ کا وعدہ سچا ہے

یہ سورت مکی دور کے تقریباً آخر میں نازل ہوئی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۶۰ ہے، یہ پورا کشمکش کا دور تھا، ابتلاء عام تھا، اور گذشتہ آیت میں جہنم کے ذمہ دار فرشتوں نے جہنمیوں سے پوچھا تھا: کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دین لے کر نہیں آئے؟ انھوں نے جواب دیا تھا: کیوں نہیں! یعنی آئے تھے، مگر ہم نے ان کی سن کر نہ دی ـــــ اب اسی دستور الٰہی کے مطابق آخری رسول تشریف لائے ہیں، مگر ان پر معدودے چند حضرات ہی ایمان لائے ہیں، مکہ والوں کی اکثریت مخالفت پر کمر بستہ ہے، اس لئے اب اللہ کے رسول ﷺ کو اور ایمان لانے والوں کو خوش خبری سنائی جاتی ہے کہ دن پھرنے والے ہیں، ذرا صبر کریں، اللہ کا وعدہ سچا ہے، اسلام غالب ہوکر رہے گا، پھر مثال دی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو کیسے سخت حالات سے گذرنا پڑا ہے، مگر آخر میں کامیاب وہی ہوئے ہیں، اسی طرح تم بھی ضرور کامیاب ہوؤگے ـــــ اور اُس وقت تک دو کام کرو: (۱) دعوت وتبلیغ میں اگر کوئی کوتاہی رہ گئی ہو تو اس کی تلافی کرو، اور ماضی میں کوتاہی کی معافی مانگو، اللہ بڑے بخشنے والے ہیں (۲) صبح وشام نمازوں کا اہتمام کرو، معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئی ہیں، اس سے پہلے صبح وشام کی دو نمازیں تھیں، ان کو اہتمام سے ادا کرو۔

آیاتِ پاک: ـــــ بے شک ہم ضرور مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں ـــــ پس حسب دستور ہم اپنے آخری رسول کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی بھی ضرور مدد کریں گے ـــــ اور جس دن (کافروں کے خلاف) گواہ کھڑے ہونگے ـــــ یعنی قیامت کے دن، اللہ تعالیٰ مؤمنین کو ایمان کی برکت سے مضبوط رکھیں گے، انہیں ذرا گھبراہٹ نہ ہوگی (سورۃ ابراہیم آیت ۲۷) ـــــ جس دن کافروں کے کام نہیں آئے گی ان کی عذر خواہی ـــــ وہ دن معافی تلافی کا نہیں ہوگا ـــــ یہ مخالفین کو سنایا جا رہا ہے ـــــ اور ان کے لئے لعنت ہوگی، اور ان کے لئے برا گھر ہوگا ـــــ ضد سے ضد پہچانی جاتی ہے، پس مؤمنین کے لئے اس دن رحمت ہوگی اور اچھا گھر!

مثال: ـــــ اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کی راہ نمائی کی ـــــ یعنی دین سے باخبر کیا، نبوت سے سرفراز کیا ـــــ ہر نبی قبلِ نبوت دین سے تفصیلی طور پر واقف نہیں ہوتا، ہمارے نبی ﷺ کے حق میں ہے: ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا

(۱) ذنب: کوتاہی یعنی بہت ہی معمولی گناہ۔

فَهَدٰی ﴾: اور اللہ نے آپؐ کو دین سے بے خبر پایا، پس آپؐ کو باخبر کیا ـــــ موسیٰ علیہ السلام کو بھی اسی طرح باخبر کیا ـــــ اور ہم نے بنی اسرائیل کو تورات کا وارث بنایا، جو عقل سلیم والوں کے لئے راہ نمائی اور نصیحت تھی ـــــ اسی طرح ہم نے اپنے اس نبی کو دین سے واقف کیا ہے، اور اس کی امت کو قرآنِ کریم کا وارث بنایا ہے، جو عقلِ سلیم رکھنے والوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔

پس آپؐ صبر کریں، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور آپؐ اپنی کوتاہی بخشوائیں، اور آپؐ صبح وشام اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ پاکی بیان کریں ـــــ یہ رسول اللہ ﷺ کی اور مؤمنین کی تسلّی فرمائی۔

إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِيٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ إِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۖ إِنَّهٗ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿٥٦﴾ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيرُ ۙ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيٓءُ ۚ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾ إِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٩﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دٰخِرِينَ ﴿٦٠﴾ ع ۱۱

إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جو لوگ	إِلَّا كِبْرٌ	مگر غرور (تکبر)	لَخَلْقُ	یقیناً پیدا کرنا
يُجَادِلُونَ	جھگڑتے ہیں	مَّا هُمْ	نہیں ہیں وہ	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کا
فِيٓ اٰيٰتِ	آیتوں (باتوں) میں	بِبَالِغِيهِ (۲)	پہنچنے والے اس کو	وَالْأَرْضِ	اور زمین کا
اللّٰهِ	اللہ کی	فَاسْتَعِذْ	پس پناہ طلب کر	أَكْبَرُ	بڑا ہے
بِغَيْرِ	بغیر	بِاللّٰهِ	اللہ کی	مِنْ خَلْقِ	پیدا کرنے سے
سُلْطٰنٍ	کسی دلیل کے	إِنَّهٗ هُوَ	بے شک وہی	النَّاسِ	لوگوں کے
اَتٰىهُمْ (۱)	جو ان کو پہنچی ہو	السَّمِيعُ	خوب سننے والے	وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ	لیکن بہت
إِنْ فِي صُدُورِهِمْ	نہیں ہے ان کے سینوں میں	الْبَصِيرُ	سب کچھ دیکھنے والے ہیں	النَّاسِ	لوگ

(۱) جملہ أتاھم: سلطان کی صفت ہے (۲) بالغین کا نون اضافت کی وجہ سے حذف ہوا ہے، اور ضمیر کا مرجع کبر ہے۔

لَا يَعْلَمُوْنَ	جانتے نہیں	تَتَذَكَّرُوْنَ	نصیحت حاصل کرتے ہو تم	اُدْعُوْنِيْٓ	مجھے پکارو
وَمَا يَسْتَوِي	اور یکساں نہیں	اِنَّ السَّاعَةَ	بے شک قیامت	اَسْتَجِبْ لَكُمْ (۲)	میں تمہاری پکار قبول
الْاَعْمٰى	اندھا	لَاٰتِيَةٌ	یقیناً آنے والی ہے		کرونگا
وَالْبَصِيْرُ	اور بینا	لَارَيْبَ	کوئی شک نہیں	اِنَّ الَّذِيْنَ	بے شک جولوگ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اور جو ایمان لائے	فِيْهَا	اس میں	يَسْتَكْبِرُوْنَ	سرتابی کرتے ہیں
وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ	مگر اکثر	عَنْ عِبَادَتِيْ	میری عبادت سے
الصّٰلِحٰتِ	نیک کام	النَّاسِ	لوگ	سَيَدْخُلُوْنَ	عنقریب داخل ہونگے
وَلَا الْمُسِيْٓءُ (۱)	اور نہ بدکار	لَا يُؤْمِنُوْنَ	یقین نہیں رکھتے	جَهَنَّمَ	دوزخ میں
قَلِيْلًا مَّا	بہت ہی کم	وَقَالَ رَبُّكُمُ	اور فرمایا تمہارے ربّ نے	دٰخِرِيْنَ	ذلیل ہوکر

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں مشرکین کا جھگڑا

مکی سورتوں میں اسلام کے تین بنیادی عقیدے: توحید، رسالت (دلیلِ رسالت) اور آخرت سمجھائے گئے ہیں، مشرکین ان میں خواہ مخواہ نبی ﷺ اور مسلمانوں سے جھگڑتے تھے، ان کے پاس کوئی نقلی دلیل نہیں تھی محض خیالات اور اوہام تھے، پھر وہ قرآن کی باتیں کیوں قبول نہیں کرتے تھے؟ ان کی شیخی اور غرور مانع بنتا تھا، وہ حق کے سامنے جھکنا نہیں چاہتے تھے، خود کو بہت لمبا کھینچتے تھے، پیغمبر کی اتباع میں ان کو عار محسوس ہوتا تھا، وہ چاہتے تھے کہ پیغمبر سے اونچے ہوکر رہیں، لیکن یاد رکھیں: وہ اس مقصد کو کبھی حاصل نہیں کرسکتے، پیغمبر کے سامنے سر اطاعت جھکانا پڑے گا، ورنہ سخت ذلیل ورسوا ہونگے، ارشاد فرماتے ہیں: —— بے شک جو لوگ جھگڑے نکالا کرتے ہیں اللہ کی باتوں میں، بغیر کسی ایسی دلیل کے جو ان کو پہنچی ہو، ان کے دلوں میں بس بڑائی ہی بڑائی ہے، جس تک وہ کبھی پہنچنے والے نہیں! —— اللہ کی باتوں میں: یعنی اسلام کے بنیادی عقائد میں جو قرآن پیش کررہا ہے —— کسی دلیل کے بغیر جو ان کو پہنچی ہو: یعنی نقلی دلیل کے بغیر جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہو، کیونکہ نقلی دلیل ہی قطعی ہوتی ہے، عقلی باتیں تو ڈھکوسلے ہوتے ہیں، ان کا کیا اعتبار! —— جس تک وہ کبھی پہنچنے والے نہیں: یعنی ان کی شیخی پر زوال آنے والا ہے۔

مگر فی الحال ہیں وہ زبردست اور غالب، اسلام کے خلاف کچھ بھی کرسکتے ہیں —— پس آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں، بے شک وہی سب کچھ سننے والے، سب کچھ دیکھنے والے ہیں —— وہ آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھیں گے،

(۱) المسیئ: إساءۃ سے اسم فاعل، بدی کرنے والا (۲) استجاب لہ: قبول کرنا، کہا ماننا، لبیک کہنا۔

اللہ کے سامنے ان کی کیا حیثیت ہے، اور اللہ کی کائنات میں ان کا کیا مقام ہے، ہاتھی اور چیونٹی کی نسبت بھی نہیں ——
آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا یقیناً بڑا کام ہے لوگوں کے پیدا کرنے سے، لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں —— وہ اس خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ سب سے زبردست مخلوق ہم ہیں، سچ ہے: جب چیونٹی کی موت آتی ہے تو اس کے پر نکلتے ہیں اور وہ آسمان پر اڑنے کی کوشش کرتی ہے، ایاز قدر خود شناس!

یہ تو جسمانی ساخت اور زور وقوت کی بات تھی، آسمانوں وزمین کے سامنے انسان ایک ذرّہ بے مقدار ہے۔ رہا معنوی مقام ومرتبہ تو وہ اللہ کے محبوب ومقبول بندوں کے لئے ہے، مبغوض ومطرود لوگ تو جہنم کا ایندھن بنیں گے، اگر دنیا میں چند روز نالے کے جھاگ کی طرح پانی پر چھائے رہے تو اس سے کیا ہوتا ہے؟ جو لوگ اللہ کی باتوں کو مانتے ہیں وہ بینا ہیں، اور جو لوگ نہیں مانتے وہ اندھے ہیں، جو قرآن پر ایمان رکھتے ہیں، اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں وہ نیک کردار ہیں، اور دوسرے لوگ بدکردار، اور اندھا اور بینا کب برابر ہوتے ہیں اور ایماندار نیک کردار اور بدکردار کب یکساں ہوتے ہیں؟ دونوں کا فرق سمجھو! ارشاد فرماتے ہیں —— اور یکساں نہیں اندھا اور بینا، اور نہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے اور برا کرنے والے، بہت ہی کم نصیحت پذیر ہوتے ہو تم!

مگر دونوں میں فرق دنیا میں ظاہر ہونا ضروری نہیں، البتہ قیامت کے دن یہ فرق ظاہر ہو کر رہے گا، اور —— قیامت بالیقین آنے والی ہے، اس میں کچھ شک نہیں، مگر اکثر لوگ یقین نہیں کرتے!

اللہ کی نزدیکی حاصل کرنے کی صورت

اگر مشرکین پوچھیں کہ اللہ کی نزدیکی حاصل کرنے کی کیا صورت ہے؟ اللہ کا مقبول بندہ کیسے بنا جا سکتا ہے؟ اور آنکھیں روشن اور آدمی نیک کردار کیسے بن سکتا ہے؟ تو ان کو بتاؤ کہ اس کی ایک ہی صورت ہے، مورتیوں کو چھوڑو، اور ایک اللہ کی پرستش کرو، غیر اللہ سے منہ موڑو اور ایک اللہ کو پکارو، یہی لوگ مقبول بندے ہیں، جنت انہی کی میراث ہے، اور جو لوگ اللہ کی عبادت سے سرتابی کریں گے وہ کبھی مقبول بندے نہیں بن سکتے، ان کو تو ذلیل ورسوا ہو کر جہنم میں جانا ہے۔

آیتِ پاک: —— اور تمہارے ربّ نے فرمایا کہ مجھ کو پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا، جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہونگے۔

تفسیر: اس آیتِ کریمہ میں دو مضمون ہیں، اور دونوں میں گہرا ربط ہے، پہلے دونوں کو الگ الگ سمجھ لیں، پھر دونوں کو ملا لیں۔

پہلا مضمون: —— بندوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، غیر اللہ سے دعا: یعنی مانگنا جائز نہیں، داتا ایک ہی

ہے، اسی سے مانگو ـــــ اور اللہ تعالیٰ بندوں کی ہر دعا قبول فرماتے ہیں، کوئی دعا رڈ نہیں کرتے، مگر مانگی ہوئی چیز دینا نہ دینا بندے کی مصلحت پر موقوف ہے، اگر مصلحت ہوتی ہے تو دیتے ہیں، ورنہ دعا کو عبادت بنا کر اس کے نامۂ اعمال میں لکھ لیتے ہیں ـــــ قرآنِ کریم میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ مجھ سے مانگو، تم جو مانگو گے وہ میں دونگا، بلکہ ہر جگہ یہ فرمایا ہے کہ میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ سورۃ البقرۃ (آیت ۱۸۶) میں ہے: ﴿أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾: میں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والے کی دعا، رہا دینا نہ دینا تو وہ بندے کی مصلحت پر موقوف ہے۔

ایک مثال سے وضاحت: ـــــ کسی کا اکلوتا لڑکا ہے، اس کو ملیریا ہو گیا، گرمی کا زمانہ ہے، سڑک پر قلفی بیچنے والا آیا، اس نے گھنٹی بجائی اور صدا لگائی، بچہ بے تاب ہو گیا، وہ برف کھانے کا عادی ہے، اس نے کہا: ابو! میں قلفی کھاؤں! باپ اس کا مطالبہ رد نہیں کرے گا، اس کو بچہ سے محبت ہے، بلکہ وہ نوکر کو پیسے دے کر دوڑائے گا کہ قلفی لا، نوکر ادا شناس ہے، وہ پیسے لے کر غائب ہو جائے گا اور لاری والا آگے بڑھ جائے گا، اور بچہ مطالبہ بھول جائے گا، باپ اس کو برف اس وقت دے گا جب ڈاکٹر اجازت دے، اس کو بچہ کی زندگی سے کھیلنا نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بندوں سے باپ سے زیادہ محبت ہے، وہ بھی بندوں کی ہر دعا قبول فرما لیتے ہیں، مگر مانگی ہوئی چیز دیتے جب ہیں جب بندے کی مصلحت ہو۔

دوسرا مضمون: ـــــ مشرکین اللہ تعالیٰ کو جانتے اور مانتے ہیں، مگر دنیا میں ایک مندر بھی بھگوان کی بھگتی کا نہیں ہے، تمام مندروں میں غیر اللہ کی پرستش ہوتی ہے، وہ اللہ کی بندگی سے سرتابی کرتے ہیں، ان کو اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ان کا انجام دوزخ ہے، وہ ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہونگے (اور جو لوگ قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اور اولیاء سے مانگتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں وہ آیت کا مصداق نہیں)

دونوں مضمون ملائیں: ـــــ دعا میں عبادت کی شان ہے، اس لئے غیر اللہ سے دعا کرنا جائز نہیں، جیسے غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں، اور عبادت کا مغز دعا ہے، پس کوئی عبادت دعا سے خالی نہیں رہنی چاہئے، ورنہ عبادت بے گری کی مونگ پھلی ہوگی، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتا وہ اللہ کی عبادت سے سرتابی کرتا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝۶۱ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۶۲ كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ الَّذِیْنَ كَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ۝۶۳ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ

وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ښ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۴ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۵

اَللّٰهُ الَّذِیْ	اللہ جنھوں نے	اِلَّا هُوَ	مگر وہ	وَرَزَقَكُمْ	اور روزی دی تم کو
جَعَلَ لَكُمُ	بنایا تمہارے لئے	فَاَنّٰى	پس کہاں	مِّنَ الطَّيِّبٰتِ	ستھری (حلال) چیزوں سے
الَّيْلَ	رات کو	تُؤْفَكُوْنَ	بھٹکے جاتے ہو تم	ذٰلِكُمُ اللّٰهُ	وہ اللہ
لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ	تاکہ چین پکڑو تم اس میں	كَذٰلِكَ	اسی طرح	رَبُّكُمْ	تمہارے رب ہیں
وَالنَّهَارَ	اور دن کو	يُؤْفَكُ	بھٹکائے جاتے ہیں	فَتَبٰرَكَ	پس بڑی برکت والے ہیں
مُبْصِرًا[1]	روشن	الَّذِيْنَ كَانُوْا	وہ لوگ جو ہیں	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ	اللہ کی آیتوں کا	رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ	(جو) جہانوں کے رب ہیں
لَذُوْ فَضْلٍ	مہربانی والے ہیں	يَجْحَدُوْنَ	انکار کرتے	هُوَ الْحَيُّ	وہ سدا زندہ ہیں
عَلَى النَّاسِ	لوگوں پر	اَللّٰهُ الَّذِيْ	اللہ جس نے	لَآ اِلٰهَ	کوئی معبود نہیں
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ	لیکن اکثر	جَعَلَ لَكُمُ	بنایا تمہارے لئے	اِلَّا هُوَ	مگر وہی
النَّاسِ	لوگ	الْاَرْضَ	زمین کو	فَادْعُوْهُ	پس پکارو ان کو
لَا يَشْكُرُوْنَ	حق نہیں مانتے	قَرَارًا	ٹھہرنے کی جگہ	مُخْلِصِيْنَ لَهُ	خالص کرکے ان کیلئے
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ	وہ اللہ	وَّالسَّمَآءَ	اور آسمان کو	الدِّيْنَ	بندگی کو
رَبُّكُمْ	تمہارے رب ہیں	بِنَآءً	ایک عمارت	اَلْحَمْدُ	تمام تعریفیں
خَالِقُ	پیدا کرنے والے	وَّصَوَّرَكُمْ	اور نقشہ بنایا تمہارا	لِلّٰهِ	اللہ کے لئے ہیں
كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کے	فَاَحْسَنَ	پس عمدہ بنایا	رَبِّ	(جو) پروردگار ہیں
لَآ اِلٰهَ	کوئی معبود نہیں	صُوَرَكُمْ	تمہارا نقشہ	الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے

نعمتیں یاد دلا کر توحید کی دعوت

اللہ کا محبوب بندہ بننے کی صورت یہ بتائی تھی کہ اسی کو پکارا جائے اور اسی کی بندگی کی جائے، اب اللہ تعالیٰ اپنے مشرک

(۱) مُبْصِرا: اِبصار سے اسم فاعل ہے، اس کے معنی ہیں: روشن اور روشن کرنے والا۔

بندوں کو اپنی دو نعمتیں یاد دلا کر اپنی عبادت کی دعوت دیتے ہیں:

پہلی نعمت: —— شب وروز کا نظام ہے —— اللہ تعالیٰ نے وقت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، بارہ گھنٹے رات رہتی ہے، پھر دن شروع ہوجاتا ہے، رات میں لوگ آرام کرتے ہیں، پھر دن کی روشنی ہوجاتی ہے تو کاروبار کرتے ہیں، یہ انسانوں کے پنپنے کا سامان کیا ہے، اگر رات نہ ہوتی تو محنت کرتے کرتے تھک جاتے، اور سوتے تو چین کی نیند نہ آتی، اور رات ہی رات ہوتی تو سوتے سوتے تھک جاتے، اور اٹھتے تو اندھیرے میں کیا کرتے؟ پس رات دن کا نظام اللہ کی عظیم نعمت ہے، اس نعمت کا شکر بجالانا ضروری ہے، اور اس کی شکر گذاری یہی ہے کہ اسی مالک ومولیٰ کی بندگی کی جائے، اس کے در کو چھوڑ کر کسی اور کی چوکھٹ پر جبّہ سائی نہ کی جائے۔

ارشاد فرماتے ہیں: —— اللہ: جنھوں نے تمہارے لئے رات بنائی، تاکہ تم اس میں آرام کرو، اور دن کو روشن بنایا —— تاکہ تم اس میں کام کرو —— بے شک اللہ تعالیٰ بڑے فضل (واحسان) والے ہیں، لیکن اکثر لوگ شکر گذار نہیں ہوتے —— یہی تمہارے پروردگار اللہ تعالیٰ ہر چیز کے پیدا کرنے والے ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں الٹے پھیرے جارہے ہو —— تمہارے مہنت تمہیں کدھر لے جارہے ہیں؟ —— اسی طرح الٹے پھیرے جاتے ہیں جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں —— یعنی سارا قصور تمہارے بڑوں کا نہیں، تمہارے عمل کا بھی اس میں داخل ہے، تم اللہ کی باتیں نہیں مانتے اس لئے تم کو ان کی باتیں ماننی پڑتی ہیں، اور وہ جہاں چاہتے ہیں لے جاتے ہیں۔

دوسری نعمت: چار نعمتوں کا مجموعہ ہے:

۱- اللہ تعالیٰ نے زمین کو قرارگاہ یعنی قابل رہائش بنایا، زندگی کے لئے جو چیزیں ضروری ہیں: مثلاً: ہوا، پانی، گرمی، آکسیجن وغیرہ سب چیزیں زمین میں مہیا کیں: ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَافِی الْأَرْضِ جَمِیْعًا﴾: اللہ وہ ہیں جنھوں نے تمہارے لئے وہ سب چیزیں پیدا کیں جو زمین میں ہیں، کہتے ہیں: دوسرے سیاروں میں ممدّاتِ حیات نہیں، اس لئے وہاں متنفس (سانس لینے والی مخلوق) نہیں۔

۲- آسمان بنایا، جو قبّہ کی طرح ایک گول عمارت ہے، اس گولہ میں چاند، سورج، ستارے، سیارے اور زمین مع اپنی مشمولات کے ہے، یہ سارا نظام انسان کی مصلحت کے لئے بنایا ہے، پس کیا انسان پر اس کا شکر واجب نہیں؟

۳- انسان کی صورت گری کی، اس کا بہترین ناک نقشہ بنایا: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الإِنْسَانَ فِیْ أَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾: اللہ نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا، مخلوقات میں سب سے اچھی صورت اس کو عنایت فرمائی، اور اس کو اشرف المخلوقات بنایا، اس کا شکر بھی اس پر واجب ہے۔

۴-انسان کے کھانے پینے کے لئے صاف ستھری، حلال وطیب چیزیں پیدا کیں، جن سے وہ متمتع ہوتا ہے اور عیش کی زندگی گذارتا ہے۔

یہی منعم حقیقی انسانوں کے پالنہار ہیں، اور سارے جہانوں کے پروردگار ہیں، وہ سدا زندہ ہیں، پس وہی معبود ہیں، مشرکین کو چاہئے کہ اسی کو خالص اعتقاد سے پکاریں اور اسی کی بندگی کریں، تمام خوبیاں انہیں کے لئے ہیں، اور معبود ہونا سب سے بڑی خوبی ہے، پس وہ بھی انہی کے لئے سزاوار ہے۔

آیاتِ پاک: —— اللہ تعالیٰ: جنھوں نے تمہارے لئے زمین کو قرار گاہ بنایا، اور آسمان کو ایک عمارت بنایا، اور تمہاری صورت گری کی، پس تمہارا بہترین نقشہ بنایا، اور تم کو ستھری چیزوں میں سے روزی دی، یہی اللہ تمہارے پالنہار ہیں، سو بڑے عالی شان ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کے پالنہار ہیں، وہ سدا زندہ ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، پس ان کو خالص اعتقاد سے پکارو، تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کے پالنہار ہیں!

قُلْ اِنِّیْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ز وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ج وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ج فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع ۸ / ۱۲

قُلْ اِنِّیْ	کہو: بے شک میں	الْبَيِّنٰتُ	واضح دلیلیں	مِّنْ تُرَابٍ	مٹی سے
نُهِيْتُ	منع کیا گیا ہوں	مِنْ رَّبِّيْ	میرے رب کی طرف سے	ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ	پھر مادّہ سے
اَنْ اَعْبُدَ	عبادت کرنے سے	وَاُمِرْتُ	اور حکم دیا گیا ہوں میں	ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ	پھر خونِ بستہ سے
الَّذِيْنَ	اس کی جس کو	اَنْ اُسْلِمَ	کہ سرافگندہ ہو جاؤں	ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ	پھر نکالتے ہیں وہ تم کو
تَدْعُوْنَ	تم پکارتے ہو	لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے پالنہار کے سامنے	طِفْلًا	بچہ ہونے کی حالت میں
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ سے نیچے	هُوَ الَّذِيْ	وہ جنھوں نے	ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا	پھر (باقی رکھتے ہیں)
لَمَّا جَآءَنِيَ	جب پہنچیں مجھے	خَلَقَكُمْ	پیدا کیا تم کو		تا کہ پہنچو تم

اَشُدَّكُمْ	اپنے پورے زور کو	وَلِتَبْلُغُوْٓا	اور (بعضے باقی رکھے	يُحْيٖ	زندہ کرتے ہیں
ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا	پھر (باقی رکھتے ہیں)		جاتے ہیں) تاکہ پہنچو تم	وَيُمِيْتُ	اور مارتے ہیں
	تاکہ ہوؤ تم	اَجَلًا	مدت کو	فَاِذَا قَضٰٓى	پس جب طے کرتے ہیں وہ
شُيُوْخًا	بوڑھے	مُّسَمًّى	مقررہ	اَمْرًا	کوئی کام
وَمِنْكُمْ مَّنْ	اور بعضے تم میں سے	وَّلَعَلَّكُمْ	اور تاکہ	فَاِنَّمَا يَقُوْلُ	تو بس کہتے ہیں
يُّتَوَفّٰى	وصول کرلئے جاتے ہیں	تَعْقِلُوْنَ	سمجھو تم	لَهٗ كُنْ	اس سے ہوجا
مِنْ قَبْلُ	اس سے پہلے	هُوَ الَّذِيْ	وہ جو	فَيَكُوْنُ	پس وہ ہوجاتی ہے

جب توحید پر دلائل قائم ہوگئے تو غیر اللہ کی عبادت کا کیا جواز ہے!

توحید کے دلائل سے مکی سورتیں بھری پڑی ہیں، ابھی گذشتہ آیات میں اللہ پاک نے اپنی نعمتیں یاد دلا کر اپنی عبادت کی دعوت دی ہے، اور آگے بھی دلیل آرہی ہے کہ مارنا جلانا اللہ کا کام ہے، دوسرا کوئی نہیں جو یہ کام کرسکتا ہو، پھر غیر اللہ کی عبادت کا کیا جواز ہے؟ اللہ ہی کی بندگی ضروری ہے اور اسی کے احکام کے سامنے سر جھکانا ضروری ہے، ارشاد فرماتے ہیں:
—— آپ (مشرکین سے) کہئے کہ مجھے اس بات کی ممانعت کی گئی ہے کہ میں اُن (مورتیوں) کی عبادت کروں جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو، جبکہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح دلائل آگئے، اور میں حکم دیا گیا ہوں کہ جہانوں کے پالنہار کے سامنے سر جھکا لوں —— اسلام کے معنی ہیں: فرمان برداری، یعنی اللہ کے احکامات کی پیروی کرنا، نجات اوّلی کے لئے ایمان کافی نہیں، احکام پر عمل بھی ضروری ہے۔

توحید کی دلیل: —— (معبود) وہی ہیں جنھوں نے تم کو مٹی سے پیدا کیا —— نطفہ جس غذا کا خلاصہ ہے وہ خاک سے ہی پیدا ہوتی ہے —— پھر نطفہ سے، پھر خونِ بستہ سے —— اس کے بعد کے تطورات کا یہاں ذکر نہیں، سورۃ المؤمنون کے شروع میں سات تبدیلیوں کا ذکر ہے —— پھر تم کو بچہ ہونے کی حالت میں نکالتا ہے، پھر (تم کو پالتا ہے) تاکہ تم اپنی بھرپور جوانی کو پہنچو، پھر (تم کو باقی رکھتا ہے) تاکہ تم بوڑھے ہوجاؤ —— یعنی زندگی کے آخری مرحلہ تک پہنچاتا ہے —— اور کوئی تم میں سے پہلے ہی وصول کرلیا جاتا ہے —— یعنی جوانی یا بڑھاپے سے پہلے ہی گذر جاتا ہے —— اور تاکہ تم اپنے وقت مقرر تک پہنچ جاؤ —— یعنی ہر ایک کو لکھی ہوئی مدت تک پہنچ کر گذرنا ہے، یہ دنیا سدا رہنے کی جگہ نہیں —— اور تاکہ تم سمجھو —— اور سوچو کہ جب اتنے احوال تم پر گذرے ہیں تو ممکن ہے ایک حال اور بھی گذرے، اور وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے، پس اس کو محال مت سمجھو —— وہی (اللہ ہیں) جو جلاتے اور مارتے ہیں ——

جب وہ تم کو دوبارہ زندہ کرنا چاہیں گے تو بس ایک حکم کی دیر ہوگی ـــــ پس جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتے ہیں تو بس اتنا کہتے ہیں کہ ہوجا تو وہ ہوجاتی ہے ـــــ یعنی ان کو کچھ پاپڑ بیلنے نہیں پڑتے، اور ہوجا کہنے سے مراد ہے: ارادہ کرنا۔

سوال: ﴿فَيَكُوْنُ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے ارادہ کرتے ہی چیز آناً فاناً وجود میں آجاتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے، اور خود انسان کو سات مراحل سے گذار کر وجود پذیر کرتے ہیں، یعنی اللہ کے کاموں میں تدریج ہے، پس یہ تعارض ہے!

جواب: ﴿فَيَكُوْنُ﴾ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ کے ارادہ کرتے ہی ہر چیز آناً فاناً وجود میں آجاتی ہے، کیونکہ یکونُ فعل مضارع ہے، اور مضارع میں دو زمانے ہوتے ہیں: حال اور استقبال، پس اگر اللہ کی حکمت کسی چیز کو آناً فاناً وجود میں لانے کی ہوتی ہے تو ایسا ہوتا ہے، اور اگر حکمت بہ تدریج وجود میں لانے کی ہوتی ہے تو ایسا ہوتا ہے، پس کیا تعارض ہے!

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـــًٔا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾

اَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا تو نے	اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ	کہاں پھیرے جاتے ہیں	بِهٖ	اس کے ساتھ
اِلَى الَّذِيْنَ	ان لوگوں کو جو	اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا	جنھوں نے جھٹلایا	رُسُلَنَا	اپنے رسولوں کو؟
يُجَادِلُوْنَ	جھگڑتے ہیں	بِالْكِتٰبِ	اس کتاب کو	فَسَوْفَ	پس عنقریب
فِيْٓ اٰيٰتِ	آیتوں (باتوں) میں	وَبِمَآ	اور اس کو جو	يَعْلَمُوْنَ	جانیں گے وہ
اللّٰهِ(۱)	اللہ کی	اَرْسَلْنَا	بھیجا ہم نے	اِذِ الْاَغْلٰلُ	جب طوق

(۱) یہاں سوال پورا نہیں ہوا، رسلنا پر پورا ہوگا۔

فِي أَعْنَاقِهِمْ	انکی گردنوں میں ہونگے	قَالُوْا	کہاانھوں نے	تَفْرَحُوْنَ	خوش ہوتے
وَ السَّلٰسِلُ	اورزنجیریں (بھی)	ضَلُّوْا عَنَّا	رفو چکر ہوگئے وہ ہم سے [۲]	فِي الْاَرْضِ	زمین میں
يُسْحَبُوْنَ	گھسیٹے جائیں گے	بَلْ لَّمْ نَكُنْ	بلکہ نہیں تھے ہم	بِغَيْرِ الْحَقِّ	ناحق
فِي الْحَمِيْمِ	جلتے پانی میں	نَّدْعُوْا	پکارتے	وَبِمَا كُنْتُمْ	اوربایں وجہ ہیں کہ تھے تم
ثُمَّ فِي النَّارِ	پھرآگ میں	مِنْ قَبْلُ	قبل ازیں	تَمْرَحُوْنَ	اتراتے
يُسْجَرُوْنَ	جھونکے جائیں گے	شَيْئًا	کسی چیزکو	اُدْخُلُوْٓا	جاگھسو
ثُمَّ قِيْلَ [۱]	پھرکہاجائے گا	كَذٰلِكَ	اس طرح	اَبْوَابَ جَهَنَّمَ	دوزخ کےدروازوں میں
لَهُمْ	ان سے	يُضِلُّ اللّٰهُ	پھسلاتے ہیں اللہ [۳]	خٰلِدِيْنَ فِيْهَا	سدارہنے والے اس میں
اَيْنَ مَا كُنْتُمْ	جہاں بھی تھے تم	الْكٰفِرِيْنَ	کافروں کو	فَبِئْسَ	پس براہے
تُشْرِكُوْنَ	شریک ٹھہراتے تھے	ذٰلِكُمْ	یہ سزائیں	مَثْوَى	ٹھکانا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ سے کم رتبہ والوں کو	بِمَا كُنْتُمْ	بایں وجہ ہیں کہ تھے تم	الْمُتَكَبِّرِيْنَ	گھمنڈ کرنے والوں کا

دلائلِ توحید میں جھگڑنے والوں کی اور مورتی پوجا کرنے والوں کی سزا

توحید (ایک معبود ہونے) کی بات مشرکین کے گلے نہیں اترتی، وہ ہمیشہ اس میں الجھتے رہتے ہیں، کہتے ہیں: ایک خدا اتنی بڑی کائنات کیسے سنبھالے گا! ذیلی خدا (مددگار خدا) ہونے ضروری ہے، اس لئے وہ مورتیوں کے آسن بھرتے ہیں [۴]، ان لوگوں کو سزا سناتے ہیں: ــــ کیا تونے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی باتوں میں ــــ توحید کے مسئلہ میں ــــ جھگڑتے ہیں، وہ کہاں پھیرے جارہے ہیں ــــ ان کے مہنت ان کو کہاں لے جارہے ہیں ــــ جن لوگوں نے اس کتاب (قرآن) کو جھٹلایا اور ان تعلیمات کو بھی جھٹلایا جن کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا ہے؟ ــــ یعنی جھگڑا کھڑا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا قرآن پر ایمان نہیں، اور رسول اللہ ﷺ کی بھی تکذیب کرتے ہیں اس لئے جھگڑتے ہیں ــــ پس عنقریب وہ جان لیں گے جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہونگی ــــ یعنی جب عذابِ آخرت سے دوچار ہونگے تب ان کی سمجھ میں قرآن کی حقانیت اور رسول کی صداقت آئے گی ــــ طوق: لوہے کا حلقہ جو مجرم کی گردن میں ڈالا جاتا ہے ــــ اور زنجیر کا ایک سرا طوق سے بندھا ہوا ہوگا، اور دوسرا فرشتوں کے ہاتھ میں

(۱) ثم قیل: یہ ثم ترتیب ذکری کے لئے ہے۔ (۲) رفو چکر ہونا: بھاگ جانا، غائب ہوجانا (۳) پھسلانا یعنی بچلانا، بہکانا، غلطی کرانا۔ (۴) آسن: بیٹھنے کی حالت، آسن بھرنا: جوگیوں کا عبادت کے لئے بیٹھنا۔

ہوگا یعنی وہ مجرموں اور قیدیوں کی طرح لائے جائیں گے ـــــ وہ کھولتے پانی میں گھسیٹے جائیں گے ـــــ یعنی جب پیاسے ہونگے تو ان کو گھسیٹ کر جلتے پانی پر لایا جائے گا ـــــ پھر آگ میں جھونکے جائیں گے ـــــ یعنی پھر ان کو آگ میں لوٹا دیا جائے گا ـــــ کھولتے پانی کا یہ چشمہ بھی دوزخ میں ہوگا، البتہ آگ سے باہر ہوگا۔

پھر ان سے پوچھا جائے گا ـــــ یہ دخولِ جہنم سے پہلے کی بات ہے ـــــ اللہ کے سوا تمہارے وہ معبود کہاں ہیں جن کو تم شریک ٹھہراتے تھے؟ ـــــ یعنی اللہ کے سوا ان کی پرستش کرتے تھے ـــــ وہ کہاں گئے؟ آج تمہاری مدد کو کیوں نہیں آتے؟ ـــــ وہ جواب دیں گے: سب ہم سے غائب ہوگئے! ـــــ وقت پر دھوکہ دے گئے! ـــــ پھر یکدم سنبھل جائیں گے اور کہیں گے: ـــــ بلکہ ہم اس سے پہلے کسی بھی چیز کو نہیں پوجتے تھے ـــــ یعنی ہم نے کسی کو آپ کا شریک نہیں ٹھہرایا، ہم نے آپ کے علاوہ کسی کو نہیں پوجا! ـــــ اس طرح اللہ تعالیٰ کافروں کو پھسلا دیتے ہیں ـــــ یعنی گھبراہٹ میں اولاً انھوں نے شرک کا اعتراف کرلیا، پھر مکر گئے، کتے کی دُم ٹیڑھی! ـــــ یہ (مذکورہ سزائیں) بایں وجہ ہیں کہ تم زمین میں ناحق خوشیاں مناتے تھے ـــــ خوش ہونا جائز ہے، مگر ناحق کی خوشی وبال ہے ـــــ اور بایں وجہ ہے کہ تم اکڑتے تھے ـــــ اکڑفوں مطلقاً ممنوع ہے ـــــ جہنم کے دروازوں میں جا گھسو، سدا اس میں رہنا ہے، سو برا ہے گھمنڈ کرنے والوں کا ٹھکانا! ـــــ یہ بات وقوع کے اعتبار سے مقدم ہے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۗ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝

فَاصْبِرْ	پس ذرا ٹھہریں آپ	بَعْضَ	کچھ حصہ	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
اِنَّ وَعْدَ	بے شک وعدہ	الَّذِيْ	اس سزا کا جس کا	اَرْسَلْنَا	بھیجے ہم نے
اللّٰهِ	اللہ کا	نَعِدُهُمْ	وعدہ کر رہے ہیں ہم ان سے	رُسُلًا	رسول
حَقٌّ	سچا ہے	اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ	یا موت دیں گے ہم آپ کو	مِّنْ قَبْلِكَ	آپ سے پہلے
فَاِمَّا	پس یا تو	فَاِلَيْنَا	پس ہماری طرف	مِنْهُمْ	ان میں سے بعض
نُرِيَنَّكَ	دکھلائیں گے ہم آپ کو	يُرْجَعُوْنَ	وہ لوٹیں گے	مَّنْ	وہ ہیں جن کا

قَصَصْنَا	حال بیان کیا ہم نے	وَمَا كَانَ	اور نہیں تھا	اَمْرُ اللهِ	اللہ کا معاملہ
عَلَيْكَ	آپؐ کے سامنے	لِرَسُوْلٍ	کسی بھی رسول کے لئے	قُضِيَ	(تو) فیصلہ کیا جائے گا
وَمِنْهُمْ	اور ان میں سے بعض	اَنْ يَّاْتِيَ	کہ لاتا وہ	بِالْحَقِّ	انصاف کے ساتھ
مَّنْ	وہ ہیں جن کا	بِاٰيَةٍ	کوئی نشانی	وَخَسِرَ	اور خسارے میں رہیں گے
لَّمْ نَقْصُصْ	حال بیان نہیں کیا ہم نے	اِلَّا بِاِذْنِ اللهِ	مگر اجازت سے اللہ کی	هُنَالِكَ	اس وقت
عَلَيْكَ	آپؐ کے سامنے	فَاِذَا جَآءَ	پس جب آجائے گا	الْمُبْطِلُوْنَ	باطل پرست

مشرکین کو دیر سویر سزا ہونی ہے مگر یہ بات نبی کے اختیار میں نہیں

قرآنِ کریم میں جگہ جگہ مشرکین سے کہا گیا ہے کہ ان کو شرک کی سزا دنیا وآخرت میں ضرور ملے گی، اللہ کا یہ وعدہ ہے، جو یقیناً پورا ہوکر رہے گا، پھر ممکن ہے عذاب کا کچھ حصہ نبی ﷺ کی حیات میں آجائے، جیسے بدر میں افتاد پڑی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپؐ کی وفات کے بعد مزہ چکھایا جائے، بہر حال وہ نہ دنیا کے عذاب سے بچ نہیں سکتے نہ آخرت کے، وہ اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں، پس عذاب کی تکمیل اُس زندگی میں ہوگی، چھٹکارا کسی صورت میں نہیں ملے گا۔

اس کے بعد کی آیت میں یہ مضمون ہے کہ عذاب لانا نبی ﷺ کے اختیار میں نہیں، آپؐ سے پہلے جتنے رسول گذرے ہیں ان کے اختیار میں بھی معجزات دکھانا نہیں تھا، عذاب کا فیصلہ اللہ ہی کرتے ہیں، اور ان کا فیصلہ برحق ہوتا ہے، ظلم کا اس بارگاہ میں گذر نہیں، اور جب عذاب نازل ہوتا ہے اور رسولوں اور ان کی قوموں کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا ہے تو غلط قسم کے لوگ گھاٹے میں رہتے ہیں۔

آیاتِ پاک: —— پس آپؐ صبر کریں —— مخالفین کے عذاب کے لئے انتظار کریں —— اللہ کا وعدہ یقیناً سچا ہے —— وقت پر گرفت ضرور ہوگی —— پس یا تو دکھلائیں گے ہم آپؐ کو کچھ حصہ اس عذاب کا جس کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں، یا ہم آپ کو وفات دیں تو وہ ہماری طرف لوٹیں گے —— یعنی ممکن ہے کچھ عذاب آپؐ کی حیات میں آئے —— چنانچہ جنگِ بدر وغیرہ میں آیا —— یا آپؐ کی وفات کے بعد آئے، ورنہ آخرت میں سزا ملے گی، ان کو بہر حال ہمارے پاس آنا ہے، انجام کار ہمارے ہاتھ میں ہے، وہ ہم سے بچ کر کہیں نہیں جاسکتے۔

بہر حال عذاب لانا نبی ﷺ کے اختیار میں نہیں —— اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے آپؐ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے —— مسند احمد کی روایت میں انبیاء ورسل کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار آئی ہے، ان میں سے تین سو تیرہ رسول (بڑے انبیاء) تھے —— جن میں سے بعض کا حال ہم نے آپؐ سے بیان کیا ہے —— قرآنِ کریم میں پچیس انبیاء

ورسل کا ذکر آیا ہے، یہ وہ حضرات ہیں جن سے قرآن کے پہلے مخاطب (عرب) واقف تھے، جن سے عرب واقف نہیں تھے ان کا نام بھی ذکر نہیں کیا، تاکہ قرآنِ کریم تاریخ کی کتاب یا تاریخی چیستان نہ بن جائے ـــــ اور بعض کا حال آپ ؐ سے بیان نہیں کیا ـــــ ان پر بھی اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے ـــــ اور یہ ضمنی بات ہے، اصل بات یہ ہے: ـــــ اور کسی رسول کے اختیار میں نہیں تھا کہ وہ کوئی نشانی (معجزہ) بدوں اذنِ الٰہی کے ظاہر کرے ـــــ معجزات اللہ تعالیٰ ظاہر فرماتے ہیں، جب مصلحت ہوتی ہے کوئی نشان دکھلاتے ہیں، انبیاء صرف دعا کرتے ہیں ـــــ پھر جب اللہ کا معاملہ ـــــ یعنی عذاب ـــــ آتا ہے تو ٹھیک ٹھیک فیصلہ کردیا جاتا ہے، اور اس وقت باطل پرست خسارے میں رہتے ہیں! ـــــ یعنی رسول اور مؤمنین سرخ رو اور کامیاب ہوتے ہیں، اور باطل پرستوں کے حصہ میں ذلت وخسران آتا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَیْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ ۖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِیْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

ع ۹ / ۱۴

اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	مِنْهَا	ان میں سے بعض پر	وَلِتَبْلُغُوْا	اور تاکہ پہنچو تم
الَّذِیْ	جنھوں نے	وَ مِنْهَا	اور ان میں سے بعض کو	عَلَیْهَا	ان پر (لادکر)
جَعَلَ لَكُمُ	بنایا تمہارے لئے	تَاْكُلُوْنَ	کھاتے ہو تم	حَاجَةً	اس حاجت کو
الْاَنْعَامَ	پالتو چوپایوں کو	وَلَكُمْ فِیْهَا	اور تمہارے لئے ان میں	فِیْ صُدُوْرِكُمْ	(جو) تمہارے سینوں میں ہے
لِتَرْكَبُوْا	تاکہ سوار ہو تم	مَنَافِعُ	(اور بھی) فوائد ہیں	وَعَلَیْهَا	اور ان پر

وَعَلَى الْفُلْكِ	اور کشتیوں پر	قُوَّةً	زور میں	قَالُوْٓا	کہا انھوں نے
تُحْمَلُوْنَ	اٹھائے جاتے ہو تم	وَّاٰثَارًا	اور نشانات کے اعتبار سے	اٰمَنَّا بِاللّٰهِ	ایمان لائے ہم اللہ پر
وَيُرِيْكُمْ	اور دکھلاتے ہیں وہ تم کو	فِي الْاَرْضِ	زمین میں	وَحْدَهٗ	تنہا
اٰيٰتِهٖ	اپنی نشانیاں	فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ	پس نہیں کام آیا ان کے	وَكَفَرْنَا	اور انکار کیا ہم نے
فَاَيَّ	پس کونسی	مَّا كَانُوْا	جو تھے وہ	بِمَا	ان مورتیوں کا
اٰيٰتِ اللّٰهِ	اللہ کی نشانیوں کا	يَكْسِبُوْنَ	کماتے	كُنَّا بِهٖ	جن کو تھے ہم
تُنْكِرُوْنَ	انکار کروگے تم؟	فَلَمَّا	پس جب	مُشْرِكِيْنَ	شریک ٹھہراتے
اَفَلَمْ	کیا پس نہیں	جَآءَتْهُمْ	پہنچے ان کے پاس	فَلَمْ يَكُ	پس نہیں تھا
يَسِيْرُوْا	چلے پھرے وہ	رُسُلُهُمْ	ان کے رسول	يَنْفَعُهُمْ	(کہ) فائدہ پہنچاتا ان کو
فِي الْاَرْضِ	زمین میں	بِالْبَيِّنٰتِ	واضح دلائل کے ساتھ	اِيْمَانُهُمْ	ان کا ایمان لانا
فَيَنْظُرُوْا	کہ دیکھتے وہ	فَرِحُوْا	(تو) ناز کیا انھوں نے	لَمَّا رَاَوْا	جب دیکھ لیا انھوں نے
كَيْفَ كَانَ	کیسا ہوا	بِمَا عِنْدَهُمْ	اس پر جو ان کے پاس تھا	بَاْسَنَا	ہمارا عذاب
عَاقِبَةُ	انجام	مِّنَ الْعِلْمِ	علم میں سے	سُنَّتَ	طریقہ
الَّذِيْنَ	ان کا جو	وَحَاقَ بِهِمْ	اور گھیر لیا ان کو	اللّٰهِ	اللہ کا
مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے	مَّا	اس عذاب نے	الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ	جو بالیقین گذر چکا
كَانُوْٓا اَكْثَرَ	وہ زیادہ تھے	كَانُوْا بِهٖ	جس کا تھے وہ	فِيْ عِبَادِهٖ	اس کے بندوں میں
مِنْهُمْ	اِن (مکہ والوں) سے	يَسْتَهْزِءُوْنَ	ٹھٹھا کرتے	وَخَسِرَ	اور گھاٹے میں رہے
	(تعداد میں)	فَلَمَّا رَاَوْا	پس جب دیکھا انھوں نے	هُنَالِكَ	اس وقت
وَاَشَدَّ	اور سخت	بَاْسَنَا	ہمارا عذاب	الْكٰفِرُوْنَ	انکار کرنے والے

عام وخاص: ہر معاملہ کا اختیار اللہ کا ہے

عام معاملہ: جیسے انسانوں کے لئے مویشی پیدا کرنا خاص معاملہ: جیسے عذاب سے قوموں کو تباہ کرنا

ربط جاننے کے لئے ایک اصول: —— قرآنِ کریم منظّم کلام ہے، اس کے مضامین میں گہرا ارتباط ہے، آیات

میں بھی اور آیات کے اجزاء میں بھی ربط ہوتا ہے، جو حضرات خیال کرتے ہیں کہ قرآن میں ربط نہیں وہ درحقیقت ربط کا ایک اصول نہیں جانتے، ایک عقلمند کا کلام بے ربط نہیں ہوتا پھر حکیم الحکماء کا کلام بے ربط کیسے ہوسکتا ہے؟ قرآنِ کریم جب کسی مقصد سے کوئی کلام چلاتا ہے تو ذیلی مضامین تفصیل سے بیان کرتا ہے، پڑھنے والے کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان ضمنی مضامین کے لئے کلام چلایا گیا ہے، جبکہ مقصود کلام خاص مضمون ہوتا ہے۔ اس کی ایک مثال زیر تفسیر آیات ہیں، اس پورے رکوع میں یہ مضمون ہے کہ ہر معاملہ کا اختیار اللہ کا ہے، خواہ وہ معاملہ عام ہو یا خاص، نہ انبیاء کا کوئی اختیار ہے نہ ملائکہ کا نہ اولیاء کا، عام معاملہ کی مثال: انسانوں کے فائدے کے لئے مویشی پیدا کئے ہیں، چونکہ یہ روزمرہ کا معاملہ ہے اس لئے اس کی طرف خاص توجہ نہیں دی جاتی، اور خاص معاملہ کی مثال: نافرمان قوموں کو عذاب سے ہلاک کرنا ہے، صدیوں میں ایسا معاملہ پیش آتا ہے، جب کسی جگہ زلزلہ آتا ہے اور ایک علاقہ زمین ہضم کر لیتی ہے یا سیلاب آتا ہے اور ایک دنیا غرقاب ہوجاتی ہے تو واویلا مچ جاتا ہے، اس لئے یہ خاص معاملہ ہے، ان آیات میں یہ دو باتیں ذکر کی ہیں، مگر ساتھ ہی ہر مضمون کی تفصیلات بھی بیان کی ہیں، لیکن آیات کا خلاصہ نکالا جائے تو وہ ماسبق سے مربوط ہیں کہ عذاب کا لانا نبی ﷺ کے اختیار میں نہیں، جب اللہ چاہیں گے عذاب آئے گا، اگر دنیوی زندگی میں نہ آئے تو وہ بھاگ کر کہاں جائیں گے، ان کو لوٹنا اللہ کی طرف ہے، اس وقت وہ عذاب سے دوچار ہونگے۔

مواشی میں انسانوں کے لئے گوناگوں فوائد ہیں

آیات کریمہ مع تفسیر: —— اللہ تعالیٰ: جنھوں نے تمہارے لئے مویشی پیدا کئے، تاکہ تم ان میں سے بعض پر سواری کرو —— یہ ملکیت کے گھوڑے اور اونٹ ہیں —— اور تم ان میں سے بعض کو کھاتے ہو —— تعبیر بدل کر اشارہ کیا ہے کہ جانوروں کو کھانا ضروری نہیں، جائز ہے —— اور تمہارے لئے ان میں (اور بھی) فوائد ہیں —— مثلاً: اُن کے چمڑے، بال اور اُون وغیرہ سے طرح طرح کے فائدے اٹھاتے ہو —— اور تاکہ پہنچو ان پر (لادکر) اپنی اس ضرورت کو جو تمہارے دلوں میں ہے —— یعنی یہ جانور باربرداری کے کام بھی آتے ہیں —— اور ان پر اور کشتی پر اٹھائے جاتے ہو —— یہ کرایہ کی سواریاں ہیں، کشتی کا مالک لوگوں کو کرایہ لے کر بٹھاتا ہے، اسی طرح بہت سے لوگ سواری کے جانور کرایہ پر چلاتے ہیں یا لفٹ دیتے ہیں یعنی مفت بٹھاتے ہیں —— یہ سواریاں کرایہ کی ہیں: اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کشتی کا تذکرہ کیا ہے، کشتی کا مالک کشتی کرایہ ہی پر چلاتا ہے —— اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتے ہیں —— یعنی صرف مویشی کی بات نہیں، اردگرد میں بے شمار نشانیاں ہیں، کھیت میں غلہ پیدا ہوتا ہے، باغ میں پھل نمودار ہوتا ہے، بادل سے پانی برستا ہے اور خوش گوار ہوائیں چلتی ہیں: یہ سب کس کا کارنامہ ہے؟ اللہ ہی کا —— پس

تم اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کروگے! ــــ الٰہی! ہم آپ کی کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے، اور ہم شکر گذار ہیں کہ آپ نے ہمیں ان نعمتوں سے نوازا!

رسولوں کی مخالفت پر ہمیشہ عذاب آیا ہے

ماضی میں بہت قومیں گذر چکی ہیں جو تعداد میں اور زور وقوت میں مکہ کے مشرکین سے زیادہ تھیں، انھوں نے ان سے کہیں بڑھ کر زمین میں اپنی یادگاریں اور نشانیاں بنائیں، لیکن جب رسولوں کی مخالفت کی پاداش میں عذاب آیا تو وہ زور وطاقت اور ساز وسامان کچھ کام نہ آیا، سب ہلاک ہوگئے، پس آج جو لوگ اللہ کے رسول کی مخالفت کررہے ہیں وہ اپنا انجام سوچ لیں۔

آیاتِ پاک مع تفسیر: ــــ کیا پس وہ ــــ مکہ والے رسول کے مخالفین ــــ سرزمینِ عرب میں چلے پھرے نہیں کہ ان لوگوں کا انجام دیکھتے جو اِن سے پہلے گذرے ــــ عاد وثمود وغیرہ مراد ہیں ــــ وہ لوگ اِن سے تعداد میں زیادہ تھے، اور زور آور تھے، اور زمین میں نشانیوں کے اعتبار سے بھی زیادہ تھے، پس ان کے کچھ کام نہ آئیں وہ چیزیں جو وہ کماتے تھے ــــ یعنی ان کا سارا ساز وسامان دھرا کا دھرا رہ گیا! ــــ پس جب پہنچے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ تو وہ لوگ اپنے علم پر نازاں ہوئے ــــ یعنی وجوہِ معاش اور مادی ترقیات کا جو علم ان کے پاس تھا اس پر اترانے لگے، اور انبیاء کو خاطر میں نہ لائے، بلکہ ان کا ٹھٹھا اڑایا، تو ان کا استہزاء اُن ہی پر الٹ پڑا ــــ اور ان کو گھیر لیا اس عذاب نے جس کا وہ ٹھٹھا کیا کرتے تھے ــــ پس جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے: ہم ایک اللہ پر ایمان لائے، اور ہم ان معبودوں کا انکار کرتے ہیں جن کو ہم شریک ٹھہرایا کرتے تھے ــــ یعنی جب عذاب آنکھوں کے سامنے آگیا تو ایمان وتوبہ کی سوجھی ــــ پس نہیں نافع ہوا ان کے لئے ان کا ایمان لانا جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ہے جو ان کے بندوں میں پہلے سے چلا آرہا ہے، اور اس وقت منکرین خسارہ میں رہ گئے! ــــ یعنی ہمیشہ سے یہی ہوتا رہا ہے کہ پہلے لوگ انکار واستہزاء سے پیش آتے ہیں، پھر جب عذاب آتا ہے تو واویلا مچاتے ہیں، مگر اب کیا ہو: چڑیا چگ گئی کھیت!

عذاب سامنے آجانے کے بعد ایمان مقبول نہیں، اور توبہ اس وقت تک مقبول ہے جب تک موت کا غرغرہ نہ لگ جائے

﴿الحمد للہ! ۲۵ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۸ نومبر ۲۰۱۵ء کو سورۃ المؤمن کی تفسیر پوری ہوئی﴾

آیاتها ۵۴ (۴۱) سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ (۶۱) رکوعاتها ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۳ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۴ وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَ فِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝۵ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝۶ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۷ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۸

حٰمٓ	حا،میم	لِّقَوْمٍ	لوگوں کے لئے	قُلُوْبُنَا	ہمارے دل
تَنْزِيْلٌ	اتارنا	يَّعْلَمُوْنَ	(جو) جانتے ہیں	فِيْٓ اَكِنَّةٍ (۴)	غلافوں میں ہیں
مِّنَ الرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان	بَشِيْرًا (۳)	خوشخبری سنانے والی	مِّمَّا	اس سے جو
الرَّحِيْمِ	بڑے رحم والے کا	وَّنَذِيْرًا	اور ڈرانے والی	تَدْعُوْنَآ	بلاتے ہیں آپ ہمیں
كِتٰبٌ	ایک کتاب	فَاَعْرَضَ	پس روگردانی کی	اِلَيْهِ	اس کی طرف
فُصِّلَتْ (۱)	واضح کی گئیں	اَكْثَرُهُمْ	ان کے اکثر نے	وَ فِيْٓ اٰذَانِنَا	اور ہمارے کانوں میں
اٰيٰتُهٗ	اس کی آیتیں	فَهُمْ	پس وہ	وَقْرٌ	بوجھ ہے
قُرْاٰنًا (۲)	پڑھنے کی کتاب	لَا يَسْمَعُوْنَ	سنتے نہیں	وَّمِنْۢ بَيْنِنَا	اور ہمارے درمیان
عَرَبِيًّا	عربی زبان میں	وَ قَالُوْا	اور کہا انھوں نے	وَبَيْنِكَ	اور تیرے درمیان

(۱) فَصَّلَ الْأَمْرَ: واضح کرنا۔ (۲) قرآنا عربیا: کتاب کے احوال ہیں (۳) بشیرا ونذیراً بھی کتاب کے احوال ہیں (۴) أکنة: کِنَان کی جمع: غلاف، پردہ۔

حِجَابٌ	پردہ ہے	اَنَّمَآ (۱)	سوائے اس کے نہیں	وَهُمْ	اور وہ
فَاعْمَلْ	پس کام کر تو	اِلٰهُكُمْ	(کہ) تمہارا معبود	بِالْاٰخِرَةِ	آخرت کا
اِنَّنَا	بے شک ہم	اِلٰهٌ وَّاحِدٌ	ایک معبود ہے	هُمْ	وہ
عٰمِلُوْنَ	کام کرنے والے ہیں	فَاسْتَقِيْمُوْٓا	پس سیدھے ہو جاؤ	كٰفِرُوْنَ	انکار کرنے والے ہیں
قُلْ	کہو:	اِلَيْهِ	اس کی طرف	اِنَّ الَّذِيْنَ	بے شک جو لوگ
اِنَّمَآ (۱)	سوائے اس کے نہیں	وَاسْتَغْفِرُوْهُ	اور گناہ بخشواؤ اس سے	اٰمَنُوْا	ایمان لائے
اَنَا	(کہ) میں	وَوَيْلٌ	اور بڑی خرابی ہے	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے
بَشَرٌ	ایک آدمی ہوں	لِّلْمُشْرِكِيْنَ	شرک کرنے والوں کیلئے	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام
مِّثْلُكُمْ	تم جیسا	الَّذِيْنَ	جو	لَهُمْ	ان کے لئے
يُوْحٰٓى	وحی کی جاتی ہے	لَا يُؤْتُوْنَ	نہیں دیتے	اَجْرٌ	ثواب ہے
اِلَيَّ	میری طرف	الزَّكٰوةَ	خیرات	غَيْرُ مَمْنُوْنٍ (۲)	نہ ختم ہونے والا

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سورت کا نام اور موضوع

یہ سات حوامیم میں سے دوسری سورت ہے، اس کا نام حٰمٓ السجدۃ ہے، ایک سورۃ السجدۃ اکیسویں پارہ میں ہے، اس سے جدا کرنے کے لئے شروع میں حٰمٓ لگاتے ہیں، اس کا دوسرا نام سورۃ فُصِّلَتْ ہے۔ یہ سورت مکی ہے اور اس کا نزول نمبر ۶۱ ہے یعنی سورۃ المؤمن کے بعد متصلاً نازل ہوئی ہے، اور متصل ہی رکھی گئی ہے، کیونکہ دونوں کا موضوع ایک ہے، توحید، رسالت اور آخرت۔ سورت کے شروع میں قرآن کی اہمیت واوصاف کا بیان ہے، پھر وہی مضمون ہے جو گذشتہ سورت کا آخری مضمون تھا۔

قرآن کے چار اوصاف

سورت کے شروع میں قرآنِ کریم کے تعلق سے چار باتیں بیان کی ہیں:

(۱) إنما اور أنما: دونوں کلمۂ حصر ہیں، إنَّ اور أنَّ: حروفِ مشبہ بالفعل ہیں، اور مَا کافّہ ہے، عمل سے روک دیتا ہے (۲) ممنون: مَنٌّ سے اسم مفعول: کم کیا ہوا۔

۱-قرآنِ کریم نہایت مہربان بڑے رحم والے کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اور مُنْزِل (اسم فاعل) کے اوصاف کا منزَل (اسم مفعول) میں اثر لازمی ہے، پس قرآن خالقِ کائنات کی 'پیاری' کتاب ہے، اس میں لوگوں کے لئے محبت بھری باتیں ہیں، یہ کتاب صرف مسلمانوں کے لئے نہیں، بلکہ سبھی بندوں کے لئے نازل کی گئی ہے۔

۲-قرآن واضح کتاب ہے، اس کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں، آیات الگ الگ ہیں، جملے لمبے نہیں کہ فہم میں دشواری ہو۔

۳-قرآن عربی زبان میں ہے، جو پہلے مخاطبین کی مادری زبان تھی، تاکہ وہ بے تکلف سمجھیں اور دوسروں کو سمجھائیں۔

۴-قرآنِ کریم اپنے ماننے والوں کو آخرت میں اچھے انجام کی خوش خبری سناتا ہے، اور نہ ماننے والوں کو نتائج اعمال سے آگاہ کرتا ہے، تاکہ وہ اپنی عاقبت سنواریں۔

قرآن سے فائدہ کون لوگ اٹھاتے ہیں؟

قرآنِ کریم سے فائدہ وہی لوگ اٹھاتے ہیں جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں، جو لوگ نفع نقصان سوچنے کے عادی ہیں انہی کو قرآن سے فائدہ پہنچتا ہے، دوسرے تو سنی اَن سنی کر دیتے ہیں، اور ایسے ہی لوگوں کی تعداد زیادہ ہے، وہ قرآن کو سننے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے، بلکہ وہ اس پر فخر کرتے ہیں کہ وہ نہیں سنتے، کہتے ہیں: ہمارے دل پیک ہیں، کان بوجھل ہیں، اور ہمارے اور پیغمبر کے درمیان پردہ ہے، اور وہ یہ کہہ کر چل دیتے ہیں کہ تم اپنا کام کرو، ہم اپنا کام کررہے ہیں! یعنی ہمیں تم سے کچھ مطلب نہیں! —— ظاہر ہے: ایسے لوگوں کو کوئی کیا سمجھا دے گا!

آیاتِ پاک: —— حا، میم —— یہ حروفِ ہجا ہیں، ان کا مطلب اللہ تعالیٰ جانتے ہیں —— یہ کلام رحمان ورحیم کی طرف سے نازل کیا جارہا ہے، ایک کتاب جس کی آیتیں واضح کی گئی ہیں —— یعنی چھوٹے چھوٹے جملے ہیں جن کے سمجھنے میں کچھ دشواری نہیں —— پڑھنے کی کتاب ہے عربی زبان میں —— جو مخاطبین اولین کی مادری زبان تھی —— ایسے لوگوں کے لئے ہے جو جانتے ہیں —— یعنی جو سمجھ رکھتے ہیں وہی اس سے منتفع ہوتے ہیں —— خوش خبری سنانے والی اور نتائج اعمال سے آگاہ کرنے والی ہے، پس اکثر لوگوں نے روگردانی کی، وہ سنتے ہی نہیں!

اور انھوں نے کہا: ہمارے دل غلاف میں ہیں اُس بات سے جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے، اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے، اور ہمارے اور تیرے درمیان پردہ ہے، پس تو اپنا کام کر، بے شک ہم اپنا کام کررہے ہیں!

نبی زور جبر نہیں کرسکتا، وہ صرف پیغام پہنچاتا ہے

جو لوگ قرآن کی بات سننا نہیں چاہتے، ان کو نبی ﷺ کیسے سنادیں؟ ڈبوں میں پیک دلوں میں بات کیسے اتار

دیں؟ وہ کانوں کی ڈاٹ نہیں نکال سکتے اور درمیان کے پردے کو نہیں ہٹا سکتے، وہ ایک انسان ہیں، خدا نہیں، ان کا کام پیغام رسانی ہے، آگے اختیار اللہ کا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: —— کہہ دیں: میں تم ہی جیسا ایک انسان ہوں —— خدائی اختیارات کا مالک نہیں، ہاں میرے اندر ایک سُرخاب کا پَر لگ رہا ہے —— میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے —— اس امتیاز نے نبی ﷺ کو دوسرے انسانوں سے ممتاز کردیا ہے، اب وہ ایک عام انسان نہیں رہے، مگر وہ خدا بھی نہیں بن گئے، بلکہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر! —— اور نبی: انسان کو اس لئے بنایا جاتا ہے کہ ہم جنسی کی وجہ سے اس کی بات سمجھنا آسان ہو، اور وہ اپنے ذوق سے بھی احکام مشروع کرسکے، فرشتہ انسانی جذبات کو نہیں سمجھ سکتا، پھر وہ تشریع (قانون سازی) کیسے کرے گا؟ —— اور نبی کے پاس سب سے اہم وحی توحید کی آتی ہے کہ تمام انسانوں کے معبود ایک اللہ ہیں، ان کے سوا کسی کی بندگی نہیں —— پس اس کی طرف سیدھ باندھ لو —— یعنی تمام معاملات میں اسی ایک اللہ کا رخ کرو، اس کے راستہ سے قدم مت ہٹاؤ —— اور اس سے معافی مانگو —— یعنی اب تک جو ٹیڑھے ترچھے چلتے رہے اس کی معافی مانگو، وہ سب پچھلی خطائیں معاف کردیں گے —— اور اگر اپنی روش سے باز نہیں آؤ گے تو سن لو! —— اور بڑی خرابی ہے —— یعنی دوزخ کا سخت عذاب ہے —— ان شریک ٹھہرانے والوں کے لئے جو خیرات نہیں دیتے، اور وہ آخرت کو بھی نہیں مانتے —— مکی سورتوں میں زکات کا لفظ مطلق انفاق (خیر خیرات) کے معنی میں استعمال ہوا ہے، جو غیر مسلم دان (خیرات) کرتے ہیں اور آخرت کو بھی مانتے ہیں، ان کو قرآن سنانا اور توحید ورسالت کے عقیدے سمجھانا آسان ہے، اور جو انتہائی بخیل ہیں، چمڑی دے سکتے ہیں دمڑی نہیں دے سکتے، اس دنیا سے آگے کوئی زندگی نہیں مانتے ان کو بات سنانا اور سمجھانا بہت مشکل ہے، وہ بات سنیں گے ہی نہیں، پھر سمجھیں گے کیسے؟

آخرت کے صحیح اعتقاد کے ساتھ خیر خیرات ایمان کا سبب ہے:

جو غیر مسلم دان (خیرات) کرتے ہیں، اور آخرت کو صحیح طریقہ پر مانتے ہیں (آواگون کا عقیدہ نہیں رکھتے) ان کو توحید ورسالت کے عقیدے آسانی سے سمجھائے جاسکتے ہیں، وہ دان کس لئے کرتے ہیں؟ آخرت کے فائدے کے لئے! آخرت کون برپا کرے گا؟ وہی جس نے یہ عالم سجایا ہے! پس وہی معبود ہے، اسی کی بندگی کرو، اس کے علاوہ کو مت پوجو، یہی توحید کا عقیدہ ہے، اور اس معبود نے اپنی مرضی کی اطلاع نبیوں کی معرفت انسانوں کو دی ہے، اس سلسلہ کی آخری کڑی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، ان پر جو اللہ کا کلام نازل ہوا ہے وہ قرآنِ کریم ہے، یہ اللہ کا تمام بندوں کے نام پیام محبت ہے، اس کو پڑھو اور اس کے مطابق زندگی گذارو۔

اور ایمان تک پہنچنے کے لیے نیک کام کرو، خاص طور پر خیر خیرات کرو، دان: دین تک پہنچاتا ہے۔ ایک بڑے صحابی

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ہیں، وہ کٹر اسلام کے مخالف تھے، مگر ایک وقت آیا کہ انھوں نے اسلام قبول کرلیا، انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا: میں نے اسلام سے پہلے خاندان کے لوگوں کے ساتھ جو حسنِ سلوک کیا ہے، جو غلام آزاد کئے ہیں، جو خیراتیں کی ہیں: ان کا کوئی ثواب مجھے ملے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: **أَسْلَمْتَ علی ما سَلَفَ لك من خیر**: تم نے پہلے جو اچھے کام کئے ہیں انہی کی برکت سے تمھیں دولتِ اسلام ملی ہے، معلوم ہوا کہ آخرت کے صحیح اعتقاد کے ساتھ جو خیراتیں کی جائیں وہ ایمان کا سبب بنتی ہیں۔

مشرکین کے مقابل مؤمنین کا ذکر: ـــــ بے شک جو لوگ ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے، ان کے لئے نہ موقوف ہونے والا ثواب ہے ـــــ نجاتِ اوّلی کے لئے ایمان کے ساتھ مثبت و منفی پہلوؤں سے نیک اعمال ضروری ہیں ـــــ اور جنت درحقیقت ایمان کا صلہ ہے، اور ایمان ایک حقیقتِ مستمرہ ہے، پس اس کا صلہ جنت بھی ابدی ہے، اور مؤمن کے نیک اعمال: اس کے ایمان کے تابع کردیئے جائیں گے، اس لئے ان کا ثواب بھی ابدی ہوگا۔

قُلْ اَىِٕنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۚ۝۹ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِیْهَا وَ قَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآىِٕلِیْنَ ۝۱۰ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىِٕعِیْنَ ۝۱۱ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ اَوْحٰى فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ۖۗ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝۱۲

قُلْ	کہو	بِالَّذِیْ	اس کا جس نے	فِیْ یَوْمَیْنِ	دو دنوں میں
اَىِٕنَّكُمْ (۱)	کیا بے شک تم	خَلَقَ	پیدا کیا	وَ تَجْعَلُوْنَ	اور بناتے ہو تم
لَتَكْفُرُوْنَ	البتہ انکار کرتے ہو	الْاَرْضَ	زمین کو	لَهٗۤ	اس کے لئے

(۱) أئنكم: تین حروف ہیں: أ: ہمزہ استفہام، إنَّ: حرفِ مشبہ بالفعل، اور کم: ضمیر جمع مذکر حاضر۔

اَنۡدَادًا [1]	ہم سر (مقابل)	اَيَّامٍ	دنوں میں	فَقَضٰهُنَّ	پس بنایا ان کو
ذٰلِكَ	وہ	سَوَآءً [4]	ٹھیک (پورے)	سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ	سات آسمان
رَبُّ	پروردگار ہیں	لِّلسَّآئِلِيۡنَ	پوچھنے والوں کے لئے	فِىۡ يَوۡمَيۡنِ	دو دنوں میں
الۡعٰلَمِيۡنَ	تمام جہانوں کے	ثُمَّ اسۡتَوٰٓى	پھر قصد کیا	وَاَوۡحٰى	اور وحی بھیجی
وَجَعَلَ	اور بنائے	اِلَى السَّمَآءِ	آسمان کا	فِىۡ كُلِّ سَمَآءٍ	ہر آسمان میں
فِيۡهَا	زمین میں	وَهِىَ دُخَانٌ	اور وہ دھواں ہے	اَمۡرَهَا	اس کے معاملہ کی
رَوَاسِىَ [2]	پہاڑ	فَقَالَ لَهَا	پس کہا اس سے	وَزَيَّنَّا	اور مزین کیا ہم نے
مِنۡ فَوۡقِهَا	اس کے اوپر سے	وَلِلۡاَرۡضِ	اور زمین سے	السَّمَآءَ الدُّنۡيَا	نزدیک والے آسمان کو
وَبٰرَكَ	اور برکت فرمائی	ائۡتِيَا [5]	آؤ تم دونوں	بِمَصَابِيۡحَ	چراغوں سے
فِيۡهَا	اس میں	طَوۡعًا	خوشی سے	وَحِفۡظًا [6]	اور حفاظت کی
وَقَدَّرَ	اور تجویز فرمائی	اَوۡ كَرۡهًا	یا ناخوشی سے	ذٰلِكَ	یہ
فِيۡهَآ	اس میں	قَالَتَآ	کہا دونوں نے	تَقۡدِيۡرُ	اندازہ ہے
اَقۡوَاتَهَا [3]	اس کی روزی	اَتَيۡنَا	آئے ہم	الۡعَزِيۡزِ	زبردست
فِىۡۤ اَرۡبَعَةِ	چار	طَآئِعِيۡنَ	خوشی سے	الۡعَلِيۡمِ	بڑے جاننے والے کا

اللہ نے کائنات چھ دنوں میں پیدا کی ہے: دن سے کیا مراد ہے؟

قرآنِ کریم میں سات جگہ یہ بات آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے: پس دن سے کیا مراد ہے؟ یوم (دن) کے معروف معنی ہیں: سورج کے نکلنے سے غروب ہونے کا عرصہ، مگر سورۃ الٓمٓ السجدۃ (آیت ۵) میں ہزار برس کی مقدار پر بھی یوم کا اطلاق آیا ہے، اور سورۃ المعارج (آیت ۵) میں پچاس ہزار سال کی مقدار پر بھی یوم کا

---

(۱) أندادا: نِدّ کی جمع: برابر، ہم سر، مقابل، جوذات میں شریک ہو۔ (۲) رواسی: رَاسِية کی جمع: بوجھ، پہاڑ (۳) أقوات: قُوْت کی جمع: خوراک، روزی (۴) سواءً: فعل مقدر کا مفعول مطلق ہے، پھر أیام کی صفت ہے، أی استوتْ سواءً (ایک قراءت سواءٍ: مجرور بھی ہے، پس صفت ہونا متعین ہوگیا) (۵) ائتیا: إتیان سے فعل امر، تثنیہ مذکر حاضر: تم دونوں آؤ۔ (۶) حفظاً: فعل مقدر کا مفعول مطلق ہے، پھر زینا پر معطوف ہے، أی حفظناها حفظاً: خوب حفاظت کی ہم نے آسمان کی یعنی محفوظ کیا۔

اطلاق آیا ہے، اور تخلیقِ ارض وسماء کے وقت سورج موجود نہیں تھا، اس لیے مفسرین کرام چھ دن کی مقدار مراد لیتے ہیں یعنی ۷۲ یا ۱۴۴ گھنٹوں میں کائنات بن کر تیار ہوئی، مگر مقدار مراد لینے کی کوئی دلیل نہیں، اس لیئے لمبا زمانہ مراد لینا بہتر ہے، لمبے زمانہ کو 'دور' اور 'پریڈ' بھی کہہ سکتے ہیں، اور اس کی مدت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔

آسمان پہلے پیدا کئے یا زمین؟

سورۃ النازعات میں ہے کہ اللہ نے پہلے آسمانوں کو پیدا کیا، اور یہاں ہے کہ پہلے زمین کو پیدا کیا: یہ تخالف ہے، یہ اعتراض نافع ابن ازرق حروری خارجی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے کیا تھا، حضرتؓ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ زمین کی تخلیق من وجہٍ آسمان سے مقدم ہے، اور من وجہٍ مؤخر، فرمایا: ''پہلے دو دنوں میں زمین پیدا کی یعنی اس کی ہیئتِ کذائی بنائی، مگر اس کی تکمیل نہیں کی، پھر دو دنوں میں آسمانوں کو ٹھیک بنایا یعنی ان کی تکمیل کی، پھر زمین کو پھیلایا یعنی پانی اور چارہ نکالا، اور پہاڑ، اونٹ اور ٹیلے پیدا کئے، اور آسمان وزمین کی درمیانی چیزیں پیدا کیں، سورۃ النازعات میں جو زمین کو آسمان کے بعد بچھانے کا تذکرہ ہے وہ یہی ہے، پس زمین چار دنوں میں تیار ہوئی اور آسمان دو دنوں میں،

(تحفۃ القاری ۹: ۴۷۸)

معبود وہی ہے جو کائنات کا خالق ومالک ہے

کائنات کو یعنی آسمان وزمین کو ان کے مشتملات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، ایک ذرّہ بھی کسی اور نے پیدا نہیں کیا، اور یہ بات مشرکین بھی تسلیم کرتے ہیں، پھر معبود ان کے سوا اور کوئی کیسے ہوسکتا ہے؟ ارشاد فرماتے ہیں: —— کہو: کیا واقعی تم اس ہستی کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا —— یعنی اس کی ہیئتِ کذائی (موجودہ ہیئت) بنائی —— اور تم اس کے لیے ہم سر ٹھہراتے ہو؟ —— یعنی کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ زمین کے خالق کا انکار کرتے ہو، اور دوسری چیزوں کو اس کے برابر سمجھتے ہو، اور ان کی پرستش کرتے ہو، جو ایک ذرّہ کے بھی خالق نہیں —— یہی سارے جہانوں کے پالنہار ہیں —— ان کو چھوڑ کر تم کدھر جا رہے ہو؟ —— اور اس نے زمین کے اوپر پہاڑ بنائے —— تاکہ زمین ڈانواں ڈول نہ ہو —— اور اس میں فوائد رکھے —— قسم قسم کی کھانیں، درخت، میوے، پھل، پھول، غلّے اور بھانت بھانت کے حیوانات پیدا کئے —— اور اس میں غذائیں تجویز کیں —— گوشت خور مخلوقات کے لئے حیوانات پیدا کئے، گھاس خور مخلوقات کے لئے چراگاہیں اگائیں، اور ہر علاقہ کے مناسب حال غلّہ پیدا کیا —— چار دنوں میں —— یہ چار دن مسلسل نہیں، دو دن مقدم ہیں، اور دو دن مؤخر، درمیان کے دو دنوں میں آسمان بنائے ہیں —— ٹھیک پوچھنے والوں کے لئے —— مدینہ کے یہود مکہ آئے تھے اور انھوں نے یہ بات پوچھی تھی (درمنثور اور تفسیر ابن جریر) ——

پھر آسمان کا قصد کیا ـــــ ثم ترتیب ذکری کے لئے ہے، تراخی زمان کے لئے نہیں، کیونکہ آسمانوں کی تخلیق درمیان میں ہوئی ہے ـــــ اور وہ دھواں ہے ـــــ ممکن ہے یہ آسمانوں کے مادہ کی طرف اشارہ ہو (فوائد) ـــــ پس (جب آسمان وزمین بن کر تیار ہوگئے تو) اس سے اور زمین سے کہا: دونوں خوشی سے آؤ یا ناخوشی سے ـــــ یعنی تمہیں جس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اس کی تمہیں خواہی نخواہی تکمیل کرنی ہے ـــــ دونوں نے عرض کیا: ہم خوشی سے آئے ـــــ یعنی ہم بہ رضا ورغبت مقصد تخلیق کی تکمیل کریں گے، اسی طرح ہر مخلوق خوشی خوشی مقصد تخلیق کی تکمیل کرتی ہے، ناہنجار انسانوں اور جنات کے سوا، وہ بندگی سے سرتابی کرتے ہیں ـــــ پس ان کو سات آسمان بنایا، دو دنوں میں ـــــ یہ دو دن درمیان کے ہیں ـــــ اور ہر آسمان میں اس کا معاملہ وحی کیا ـــــ فطرت میں کوئی بات رکھ دینے کے لئے بھی لفظ وحی آیا ہے ـــــ اور ہم نے نزدیک والے آسمان کو ستاروں سے مزین کیا ـــــ یعنی دیکھنے میں معلوم ہوتا ہے کہ گویا سب ستارے اسی آسمان میں جڑے ہوئے ہیں، رات کو ان قدرتی چراغوں سے آسمان کیسا پُر رونق معلوم ہوتا ہے! ـــــ اور محفوظ کیا ـــــ شیاطین آسمان تک نہیں پہنچ سکتے، فرشتے ستاروں کے میزائیل ان پر داغتے ہیں ـــــ یہ زبردست واقف کار کا اندازہ ٹھہرانا ہے ـــــ یعنی یہ ایسا محکم نظام ہے کہ زمانہ بیت گیا، مگر لمحہ بھر کا فرق نہیں پڑا۔

تخلیقِ ارض وسماء کے اوقات، دن اور ان میں ترتیب ثابت نہیں

جن روایات میں یہ بات آئی ہے کہ اتوار کو یہ اور پیر کو یہ الی آخرہ چیزیں پیدا کیں (مثلاً مسلم شریف حدیث ۲۷۸۹ کتاب صفات المنافقین) میں یہ بات آئی ہے، اس روایت کو معلول قرار دیا ہے، صحیح بات یہ ہے کہ اس روایت کو حضرت ابو ہریرہؓ نے کعب احبار سے نقل کیا ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں (ابن کثیر ۴: ۹۴ بحوالہ معارف القرآن ۷: ۶۳۶) اور تخلیقِ آدم علیہ السلام کا واقعہ تخلیقِ ارض وسماء سے بہت بعد کا ہے، جبکہ زمین کی تمام ضروریات مکمل ہو چکی تھیں (معارف)

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُودَ ﴿۱۳﴾ إِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوٓا إِلَّا اللّٰهَ ۖ قَالُوا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَإِنَّا بِمَآ أُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُونَ ﴿۱۴﴾ فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۱۵﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا

صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝۱۶ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۱۷ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝۱۸ ع

فَاِنْ	پس اگر	لَوْ شَآءَ	اگر چاہتے	اَوَلَمْ يَرَوْا	کیا اور نہیں دیکھا انھوں نے
اَعْرَضُوْا	روگردانی کریں وہ	رَبُّنَا	ہمارے ربّ	اَنَّ اللّٰهَ	کہ اللہ تعالیٰ
فَقُلْ	تو آپ کہیں	لَاَنْزَلَ	(تو) ضرور اتارتے	الَّذِيْ	جنھوں نے
اَنْذَرْتُكُمْ	ڈرایا میں نے تم کو	مَلٰٓئِكَةً	فرشتوں کو	خَلَقَهُمْ	ان کو پیدا کیا
صٰعِقَةً	سخت عذاب سے	فَاِنَّا بِمَآ	پس بیشک ہم اس کا جو	هُوَ	وہ
مِّثْلَ	جیسا	اُرْسِلْتُمْ	بھیجے گئے ہو تم	اَشَدُّ مِنْهُمْ	زیادہ ہیں ان سے
صٰعِقَةِ (۱)	سخت عذاب	بِهٖ	اس کے ساتھ	قُوَّةً	زور میں
عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ	عاد اور ثمود کا	كٰفِرُوْنَ	انکار کرنے والے ہیں	وَكَانُوْا	اور تھے وہ
اِذْ جَآءَتْهُمُ	جب پہنچے ان کو	فَاَمَّا عَادٌ	پس رہے عاد:	بِاٰيٰتِنَا	ہماری آیتوں کا
الرُّسُلُ	رسول	فَاسْتَكْبَرُوْا	تو گھمنڈ کیا انھوں نے	يَجْحَدُوْنَ	انکار کرتے
مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ (۲)	ان کے آگے سے	فِي الْاَرْضِ	زمین میں	فَاَرْسَلْنَا	پس چھوڑی ہم نے
وَمِنْ خَلْفِهِمْ	اور ان کے پیچھے سے	بِغَيْرِ الْحَقِّ	ناحق (بلاوجہ)	عَلَيْهِمْ	ان پر
اَلَّا تَعْبُدُوْٓا (۳)	کہ نہ عبادت کرو تم	وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے	رِيْحًا صَرْصَرًا (۴)	زور کی ہوا
اِلَّا اللّٰهَ	مگر اللہ کی	مَنْ اَشَدُّ مِنَّا	کون ہم سے زیادہ ہے	فِيْٓ اَيَّامٍ	دنوں میں
قَالُوْا	کہا انھوں نے	قُوَّةً	زور میں	نَّحِسَاتٍ (۵)	منحوس

(۱) صاعقة: کڑک، زوردار بجلی، سخت عذاب (۲) من بين أيديهم ومن خلفهم: محاورہ ہے یعنی ہر طرف سے۔ (۳) ألا: أنْ لا: نون کا لام میں ادغام کیا ہے۔ (۴) صَرصر: ہوائے تُند، سخت ٹھر، سناٹے کی ٹھنڈی ہوا (۵) نحسات: نحسة کی جمع، منحوس، بے برکت۔

لِنُذِيْقَهُمْ	تاکہ چکھائیں ہم ان کو	لَا يُنْصَرُوْنَ	مدد نہیں کئے جائیں گے	الْعَذَابِ الْهُوْنِ	رسوا کن عذاب کے
عَذَابَ الْخِزْيِ	رسوائی کا عذاب	وَاَمَّا ثَمُوْدُ	اور رہے ثمود:	بِمَا كَانُوْا	بدلہ میں اس کے جو
فِي الْحَيٰوةِ	زندگی میں	فَهَدَيْنٰهُمْ	پس راہ دکھائی ہم نے ان کو	يَكْسِبُوْنَ	وہ کمایا کرتے تھے
الدُّنْيَا	دنیا کی	فَاسْتَحَبُّوا	پس پسند کیا انھوں نے	وَنَجَّيْنَا	اور بچالیا ہم نے
وَلَعَذَابُ	اور البتہ عذاب	الْعَمٰى	اندھا پن کو	الَّذِيْنَ	ان کو جو
الْاٰخِرَةِ	آخرت کا	عَلَى الْهُدٰى	راہ نمائی پر	اٰمَنُوْا	ایمان لائے
اَخْزٰى	زیادہ رسوا کن ہے	فَاَخَذَتْهُمْ	پس پکڑا ان کو	وَكَانُوْا	اور تھے وہ
وَهُمْ	اور وہ	صٰعِقَةُ	کڑاکے نے	يَتَّقُوْنَ	(شرک سے) بچتے

مشرکین کو وارننگ کہ اگر وہ شرک سے باز نہ آئے تو ان کا دنیوی انجام عاد و ثمود جیسا ہوگا

عاد: عرب کا ایک قدیم قبیلہ تھا، اس کا مرکزی مقام احقاف تھا، جو حضر موت (یمن) کے شمال میں واقع ہے، یہ لوگ اپنے ڈیل ڈول اور قوت و شجاعت کے اعتبار سے ممتاز تھے، دوسری قوموں کی طرح ان کی گمراہی بھی شرک اور صنم پرستی تھی، ان کی طرف ہود علیہ السلام مبعوث کئے گئے، انھوں نے حجت تام کردی تو اللہ کا عذاب آیا، سات راتیں اور آٹھ دن متواتر ٹھنڈی ہوا چلی، جس سے وہ ٹھنڈے ہوگئے۔

اور ثمود: بھی سامی اقوام ہی کی ایک شاخ ہے، اس کو عاد ثانیہ بھی کہتے ہیں، ان کی بستیاں حِجْر میں تھیں، یہ بھی شرک میں مبتلا تھے، ان کی طرف صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا، مگر ان کی محنت بھی رائگاں گئی تو وہ ایک زور کی آواز سے ہلاک کئے گئے۔

آیاتِ پاک: —— پس اگر وہ (مکہ کے مشرکین) اعراض کریں تو آپ کہہ دیں: میں تم کو ایک ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی عاد و ثمود پر آئی تھی، جبکہ ان کے پاس رسول ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے پہنچے —— یعنی ہر طرف سے، اور انھوں نے کہا: —— اللہ کے سوا کسی کو مت پوجو! —— کیونکہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں —— انھوں نے جواب دیا: اگر ہمارے پروردگار کو منظور ہوتا تو وہ فرشتوں کو بھیجتے —— یعنی بشر رسول نہیں ہوسکتا، اللہ چاہتے تو کسی کرّ وبی (مقرب فرشتہ) کو رسول بنا کر بھیجتے —— پس ہم اُس بات کو نہیں مانتے جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو —— یعنی ہم تمہاری دعوتِ توحید کو ماننے کے لئے تیار نہیں —— یہاں تک دونوں قوموں کا مشترک ذکر ہے، آگے الگ الگ تذکرہ ہے۔

پس رہے عاد: تو انھوں نے زمین میں بلا وجہ گھمنڈ کیا ـــــ اور ـــــ ہود علیہ السلام نے ان کو عذاب سے ڈرایا تو ـــــ انھوں نے کہا: ہم سے زیادہ قوت میں کون ہے؟ ـــــ جس سے ہم خوف کھائیں ـــــ کیا اور انھوں نے دیکھا نہیں کہ جس نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے بہت زیادہ طاقت ور ہے؟ ـــــ کیا اس کے عذاب سے بھی نہیں ڈروگے! ـــــ اور وہ ہماری باتوں کا انکار کیا کرتے تھے ـــــ دل میں ان کا حق ہونا سمجھتے تھے، مگر ضد اور عناد سے انکار کرتے تھے ـــــ پس ہم نے ان پر ایک ہوائے تند بھیجی نا مبارک دنوں میں، تاکہ ہم ان کو رسوا کن عذاب چکھائیں دنیوی زندگی میں، اور آخرت کا عذاب یقیناً زیادہ رسوا کن ہے، اور وہ مدد نہیں کیے جائیں گے ـــــ کوئی اس عذاب کو ٹال نہیں سکے گا۔

اور رہے ثمود! پس ہم نے ان کو راہِ راست دکھائی ـــــ صالح علیہ السلام نے ان کو نجات کا راستہ دکھلایا ـــــ پس انھوں نے اندھا رہنے کو راہِ راست پر ترجیح دی، پس ان کو رسوا کن سخت عذاب نے آ پکڑا، ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے ـــــ زلزلہ آیا، جس کے ساتھ سخت ہولناک آواز تھی جس سے سب کے جگر پھٹ گئے ـــــ اور ہم نے بچالیا ایمان والوں کو اور ان کو جو (شرک سے) بچے ہوئے تھے ـــــ ان کو ذرا آنچ نہیں آئی۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَآءُ اللّٰهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿١٩﴾ حَتّٰٓى إِذَا مَا جَآءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٠﴾ وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوٓا أَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيٓ أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَّإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢١﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢٢﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدٰىكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِينَ ﴿٢٣﴾ فَإِنْ يَّصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۖ وَإِنْ يَّسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِينَ ﴿٢٤﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا خٰسِرِينَ ﴿٢٥﴾ ع ٣/١٧

وَيَوْمَ	اور (یاد کرو) جس دن	يُحْشَرُ	جمع کیے جائیں گے	أَعْدَآءُ اللّٰهِ	اللہ کے دشمن

إِلَى النَّارِ	دوزخ کی طرف	أَنْطَقَ	گویا کیا	مِمَّا تَعْمَلُوْنَ	ان میں سے جو تم کرتے ہو
فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ (۱)	پس وہ روکے جائیں گے	كُلَّ شَيْءٍ	ہر چیز کو	وَذٰلِكُمْ	اور یہی
حَتّٰى إِذَا مَا (۲)	یہاں تک کہ جب	وَّهُوَ	اور اس نے	ظَنُّكُمُ	تمہارا گمان
جَاءُوْهَا	آئیں گے وہ دوزخ پر	خَلَقَكُمْ	پیدا کیا تم کو	الَّذِيْ	جو
شَهِدَ عَلَيْهِمْ	گواہی دیں گے ان	أَوَّلَ مَرَّةٍ	پہلی بار	ظَنَنْتُمْ	گمان کیا تم نے
	کے خلاف	وَّإِلَيْهِ	اور اس کی طرف	بِرَبِّكُمْ	اپنے رب کے بارے میں
سَمْعُهُمْ	ان کے کان	تُرْجَعُوْنَ	لوٹائے جاؤ گے تم	أَرْدٰكُمْ (۶)	ہلاک کیا اس نے تم کو
وَأَبْصَارُهُمْ	اور ان کی آنکھیں	وَمَا كُنْتُمْ	اور نہیں تھے تم	فَأَصْبَحْتُمْ	پس ہو گئے تم
وَجُلُوْدُهُمْ	اور ان کی کھالیں	تَسْتَتِرُوْنَ (۳)	پردہ کرتے (چھپتے)	مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ	گھاٹا پانے والوں میں سے
بِمَا	ان کاموں کی جو	أَنْ (۴)	اس سے کہ	فَإِنْ يَّصْبِرُوْا	پس اگر صبر کریں وہ
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	وہ کیا کرتے تھے	يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ	گواہی دیں گے تمہارے خلاف	فَالنَّارُ	تو دوزخ
وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے	سَمْعُكُمْ	تمہارے کان	مَثْوًى لَّهُمْ	ٹھکانا ہے ان کا
لِجُلُوْدِهِمْ	اپنی کھالوں سے	وَلَا أَبْصَارُكُمْ (۵)	اور نہ تمہاری آنکھیں	وَإِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا (۷)	اور اگر خوشنودی چاہیں وہ
لِمَ شَهِدْتُّمْ	کیوں گواہی دی تم نے	وَلَا جُلُوْدُكُمْ	اور نہ تمہاری کھالیں	فَمَا هُمْ	تو نہیں ہیں وہ
عَلَيْنَا	ہمارے خلاف؟	وَلٰكِنْ	لیکن	مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ (۸)	توبہ قبول کیے ہوؤں میں سے
قَالُوْا	جواب دیا انھوں نے	ظَنَنْتُمْ	گمان کیا تم نے	وَقَيَّضْنَا لَهُمْ	اور مقدر کیا ہم نے ان کیلئے
أَنْطَقَنَا	گویا کیا ہمیں	أَنَّ اللّٰهَ	کہ اللہ تعالیٰ	قُرَنَاءَ (۹)	ساتھ رہنے والوں کو
اللّٰهُ	اللہ نے	لَا يَعْلَمُ	نہیں جانتے	فَزَيَّنُوْا لَهُمْ	پس مزین کیا انھوں
الَّذِيْ	جس نے	كَثِيْرًا	بہت سی باتیں		نے ان کے لئے

(۱) یوزعون: مضارع مجہول، وَزَعَ یَزَعُ وَزْعًا (ف): روکنا، جمع کرنا (۲) مَا: زائدہ ہے (۳) اِسْتَتَرَ: چھپنا، پوشیدہ ہونا، آڑ میں ہونا، ڈھک جانا۔ (۴) أن سے پہلے من پوشیدہ ہے (۵) لا کے بعد سابقہ سارا جملہ مقدر ہوتا ہے أی و لا تسترون أن یشهد علیکم أبصارکم (۶) أَرْدیٰ إِرْدَاءً: ہلاک کرنا، غارت کرنا (۷) اِسْتَعْتَبَ فلاناً: راضی کرنا، خوشنودی چاہنا، منانا عَتْبٌ: ملامت (۸) المُعْتَب: اسم مفعول، مقبول التوبہ، أَعْتَبَه: خفگی کے بعد خوش کر دینا، سبب ملامت ختم کر دینا۔ (۹) قرناء: قرین کی جمع: ساتھ رہنے والا۔

اس کوجوانکے سامنے ہے	مَّا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ					
مَّا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ	اس کوجوانکے سامنے ہے	الۡقَوۡلُ	بات	مِّنَ الۡجِنِّ	جنات سے
وَمَا خَلۡفَهُمۡ	اوراس کوجوان کے پیچھے ہے	فِىۡۤ اُمَمٍ	امتوں میں	وَالۡاِنۡسِ	اورانسانوں سے
		قَدۡ خَلَتۡ	جو بالیقین گذر گئیں	اِنَّهُمۡ	بے شک وہ
وَحَقَّ عَلَيۡهِمُ	اورثابت ہوگئی ان پر	مِنۡ قَبۡلِهِمۡ	اِن سے پہلے	كَانُوۡا خٰسِرِيۡنَ	تھے گھاٹا پانے والے

مشرکین کوآگہی کہ اگر وہ اسلام کی مخالفت سے باز نہ آئے توان کا اخروی انجام بہت براہوگا

گذشتہ آیات میں مخالفینِ اسلام کووارننگ دی تھی کہ اگر وہ شرک وکفراوراسلام دشمنی سے باز نہ آئے توان کا دنیوی انجام عادوثمود جیسا ہوسکتا ہے، اب ان آیات میں ان کواخروی انجام کی خبردی جارہی ہے کہ وہ آخرت میں بھی گذشتہ اقوام کی طرح گھاٹے میں رہیں گے۔

جاننا چاہئے کہ لوگ قبروں سے اٹھ کر میدانِ حشر میں جمع ہونگے، یہی قیامت کا میدان ہے، یہاں مخالفینِ اسلام کو روکا جائے گا، اوران کا حساب ہوگا، جنت وجہنم وہاں سے قریب ہیں، سورۃ الشعراء(آیات ۹۰و۹۱) میں ہے:''اور جنت خداترستوں کے لئے نزدیک کردی جائے گی، اور جہنم گمراہوں کے سامنے ظاہر کردی جائے گی'' یعنی محشر میں جب پردہ ہٹ جائے گا توجنت اور جہنم دونوں نظر آنے لگیں گی، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ اوران کووہ دن یاددلائیں جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے، پس وہ (میدانِ حشر میں) روکے جائیں گے ـــــ یعنی ان کودوزخ کی طرف لے جایارہا ہے، مگراس کے قریب محشر میں روکا جائے گا۔

اور کفار جس طرح موت کے قریب برائیوں کے ارتکاب کا انکار کرتے ہیں میدانِ قیامت میں بھی انکار کریں گے۔ سورۃ النحل(آیت ۲۸) میں ان کا قول ہے: ﴿مَا كُنَّا نَعۡمَلُ مِنۡ سُوۡٓءٍ﴾: ہم کوئی برائی نہیں کیا کرتے تھے، تب ان کے مونہوں پرمہرلگائی جائے گی، اوران کے اعضاء کوزبان دی جائے گی۔ ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ یہاں تک کہ جب وہ دوزخ پرآئیں گے ـــــ یعنی جب دوزخ ان کونظر آنے لگے گی توکفروشرک اور برائیوں سے مکرجائیں گے، جیسے موت کے وقت فرشتوں کے سامنے مکرجاتے ہیں، جبکہ زندگی میں تواپنی حرکتوں پرفخر کرتے ہیں، پس ـــــ ان کے خلاف گواہی دیں گے ان کے کان، ان کی آنکھیں اوران کی کھالیں ان اعمال کی جووہ کیا کرتے تھے ـــــ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ محشر میں کفار اپنے جرائم کا زبان سے انکار کریں گے، اس وقت حکم ہوگا کہ ان کے اعضاء کی شہادت پیش کی جائے، جن کے ذریعہ گناہ کئے تھے، چنانچہ ہرعضوشہادت دے گا، اوراس طرح زبان کی تکذیب ہوجائے گی، تب حیران ہوکراپنے اعضاء کوکوسیں گے ـــــ اوروہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ ـــــ یعنی کم بختی مارو!

تمہارے ہی لئے میں جھگڑتا تھا، تمہاری طرف سے مدافعت کرتا تھا، تمہیں کو میں عذاب سے بچانا چاہتا تھا، اب تم خود اپنے جرموں کا اعتراف کرنے لگے، کیا آفت نازل ہوئی تھی تم پر! ـــــ وہ جواب دیں گے: ہمیں اس اللہ نے گویا کیا جس نے ہر چیز کو گویا کیا ـــــ پس ہم نہ بولتے اور نہ بتلاتے تو کیا کرتے؟ اور کیا ہم تمہاری طرح جھوٹ بولتے! ـــــ اس کے بعد آیت کا فاصلہ ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ اور اسی نے تم کو اول بار پیدا کیا ہے ـــــ اس وقت صرف زبان کو گویائی دی تھی، اب اعضاء کو بھی قوت گویائی دیدی ـــــ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ـــــ یعنی دوسری زندگی برحق ہے، اس کو ابھی سے ذہن میں رکھو ـــــ آگے بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے: ـــــ اور تم چھپ نہیں سکتے تھے۔ اس بات سے کہ تمہارے خلاف گواہی دیں گے تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں ـــــ یعنی اپنے اعضاء سے چھپ کر تم کوئی گناہ نہیں کر سکتے تھے ـــــ لیکن تم گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نہیں جانتے بہت سے وہ کام جو تم کرتے تھے ـــــ یعنی تمہارے طرز عمل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا تم کو اللہ تعالیٰ کے علم محیط کا یقین ہی نہیں، اس لئے جو چاہتے ہو شرارتیں کرتے ہو ـــــ اور یہی تمہارا گمان جو تم نے اپنے پروردگار کے بارے میں قائم کیا تھا وہ تم کو لے ڈوبا ـــــ یعنی اگر تمہیں یقین ہوتا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تمام حرکتوں سے باخبر ہیں تو تم ہرگز ایسی شرارتیں نہ کرتے ـــــ پس تم گھاٹا پانے والوں میں سے ہو کر رہ گئے!

پس اگر وہ صبر کریں (یا نہ کریں) دوزخ ان کا ٹھکانا ہو چکا، اور اگر وہ (اللہ تعالیٰ کو) منانا چاہیں تو وہ مقبول التوبہ نہیں ہونگے ـــــ یہ ﴿فَأَصْبَحُوْا مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾ کی شرح ہے۔

اور مقدر کیا ہم نے ان کے لئے ساتھ لگے رہنے والوں کو، پس مزین کیا انھوں نے ان کے لئے ان کاموں کو جو ان کے سامنے ہیں اور ان کاموں کو جو ان کے پیچھے ہیں ـــــ مقدر کیا: یعنی نظام عالم ایسا تجویز کیا ہے ـــــ ساتھ لگے رہنے والوں کو: یعنی شیاطین کو ـــــ ہر انسان کے پیچھے شیطان لگا ہوا ہے، وہ برے کاموں کو بھلے کر کے اور تباہ کن اعمال کو خوبصورت بنا کر دکھاتا ہے، اور آدمی گناہوں میں پیر پسارتا چلا جاتا ہے۔

اور یہ بات واقعہ بن گئی ان کے حق میں ـــــ کہ میں ضرور جنات اور انسانوں سے جہنم کو بھروں گا (ہود ۱۱۹) ـــــ من جملہ اُن امتوں کے جو اِن سے پہلے جن وانس میں سے گذر چکی ہیں ـــــ یعنی جس طرح ماضی کی امتیں جہنم رسید ہوئیں یہ مکہ کے مخالفین بھی وہیں پہنچیں گے ـــــ بے شک وہ خسارہ میں رہنے والے تھے ـــــ پس یہ بھی ان کی طرح گھاٹے میں رہیں گے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿٢٦﴾

فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا ۙ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾ ذَٰلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ ۖ جَزَاءً بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿٢٨﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ ﴿٢٩﴾

وَقَالَ	اور کہا	أَسْوَأَ(۲)	برے سے برا	يَجْحَدُونَ	انکار کرتے
الَّذِينَ	جنھوں نے	الَّذِي	ان کاموں کا جو	وَقَالَ الَّذِينَ	اور کہا جنھوں نے
كَفَرُوا	انکار کیا	كَانُوا يَعْمَلُونَ	وہ کیا کرتے تھے	كَفَرُوا	انکار کیا
لَا تَسْمَعُوا	مت سنو تم	ذَٰلِكَ	یہ	رَبَّنَا	اے ہمارے پروردگار
لِهَٰذَا الْقُرْآنِ	اس قرآن کو	جَزَاءُ	بدلہ ہے	أَرِنَا	دکھلائیں ہمیں
وَالْغَوْا فِيهِ(۱)	اور بک بک کرو اس میں	أَعْدَاءِ اللَّهِ	اللہ کے دشمنوں کا	الَّذَيْنِ(۴)	وہ دو جنھوں نے
لَعَلَّكُمْ	تاکہ تم	النَّارُ(۳)	دوزخ	أَضَلَّانَا	گمراہ کیا ہم کو
تَغْلِبُونَ	غالب آجاؤ	لَهُمْ	ان کے لئے	مِنَ الْجِنِّ	جنات سے
فَلَنُذِيقَنَّ	پس ضرور چکھائیں گے ہم	فِيهَا	اس میں	وَالْإِنسِ	اور انسانوں سے
الَّذِينَ كَفَرُوا	ان کو جنھوں نے انکار کیا	دَارُ الْخُلْدِ	ہمیشہ کا گھر ہے	نَجْعَلْهُمَا	پس کریں ہم دونوں کو
عَذَابًا شَدِيدًا	سخت عذاب	جَزَاءً	بدلہ	تَحْتَ أَقْدَامِنَا	ہمارے پیروں تلے
وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ	اور ضرور بدلہ دیں گے	بِمَا كَانُوا	اس کا جو تھے وہ	لِيَكُونَا	تاکہ ہوں دونوں
	ہم ان کو	بِآيَاتِنَا	ہماری آیتوں کا	مِنَ الْأَسْفَلِينَ	نچلوں میں سے

انسان متضاد صلاحیتوں کا جامع ہے

جاننا چاہئے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے متضاد صلاحیتوں کا سنگم بنایا ہے، اس میں خیر کی صلاحیت بھی رکھی ہے اور شر کی بھی: ﴿فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾: پس نفس کو اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری الہام کی، نیکی کی صلاحیت کا نام

(۱) اِلْغَوْا: امر، جمع مذکر حاضر، لَغَا (ن،س،ف) لَغْوًا: بک بک کرنا، بیکار بات کرنا (۲) أَسْوَأَ: اسم تفضیل، مابعد کی طرف مضاف ہے (۳) النار: جزاء سے بدل یا عطف بیان ہے (۴) الذَیْن: الذی کا تثنیہ ہے۔

ملکیت اور برائی کی صلاحیت کا نام بہیمیت ہے، پھر نیکی کی صلاحیت کو مہمیز کرنے لئے ملائکہ (زمینی فرشتے) پیدا کئے ہیں، اور بدی کی صلاحیت کو ابھارنے کے لئے شیاطین (سرکش جنات) چھوڑے ہیں، دونوں اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔ اور انسان اپنی خداداد صلاحیت سے کسی ایک کی طرف مائل ہوتا ہے، اور اچھائی یا برائی کرتا ہے اور جزاؤ سزا کا مستحق ہوتا ہے، یہ فرشتے اور شیاطین ہر وقت انسان کے ساتھ لگے رہتے ہیں، اور قرین کہلاتے ہیں، ابھی ایک آیت پہلے قرناء (ہر وقت ساتھ لگے رہنے والے شیاطین) کا ذکر آیا ہے، اور سورۃ قٓ میں دونوں قرینوں کا ذکر ہے۔ آیت ۲۴ میں فرشتہ کا اور آیت ۲۸ میں شیطان کا۔

شیاطین کفار سے کیا کیا حرکتیں کراتے ہیں

ہمزاد (روائتی شیاطین) کفار کے لئے گمراہی کی باتیں مزین کرتے ہیں، نہ کرنے کے کام ان کو سُجھاتے ہیں، اور وہ اسلام کے خلاف عجیب عجیب حرکتیں کرتے ہیں، اس کی ایک مثال یہ ہے: لوگ قرآن سے متاثر ہوتے تھے، جو سنتا تھا فریفتہ ہو جاتا تھا، اس سے روکنے کی تدبیر کفار نے یہ نکالی کہ جب قرآن پڑھا جائے تو غُل مچا دیا جائے، نہ خود سنا جائے نہ دوسروں کو سننے دیا جائے، اس طرح قرآن کی بات دب کر رہ جائے گی، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور منکرین نے کہا: اس قرآن کو مت سنو، اور اس میں غل مچا دیا کرو، تا کہ تم غالب رہو —— مگر ان کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا، قرآن کی صداقت سب تدبیروں کے باوجود غالب ہو کر رہی اور اس کی آواز دلوں کی گہرائی تک پہنچ گئی۔

مخالفینِ اسلام کی سزا: —— پس ہم ضرور چکھائیں گے انکار کرنے والوں کو سخت عذاب، اور ضرور بدلہ دیں گے ہم ان کو اُن برے کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے، یہ دوزخ اللہ کے دشمنوں کا بدلہ ہے، ان کو اس میں ہمیشہ رہنا ہے، اِس بات کا بدلہ کہ وہ ہماری باتوں کا انکار کیا کرتے تھے —— یعنی دنیا میں عذاب ضروری نہیں، مگر آخرت میں سزا مل کر رہے گی۔

آج جن سے دوستی کل ان سے دشمنی! —— اور منکرین نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہمیں وہ دونوں: شیطان اور انسان دکھلایئے جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا، ہم ان کو اپنے پیروں تلے روند ڈالیں، تا کہ وہ خوب ذلیل ہوں! —— یعنی آدمیوں اور جنّوں میں سے جن شیطانوں نے ہم کو بہکا بہکا کر اس آفت میں پھنسایا ہے، ذرا ان کو ہمارے سامنے کر دیجئے کہ ان کو ہم اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں، تا کہ وہ خوب ذلیل وخوار ہوں، اور ہمارا کلیجہ ٹھنڈا ہو!

> شیطان کے معنی ہیں: سرکش، نافرمان، اور شیطان جس طرح جنات میں ہوتے ہیں انسانوں میں بھی ہوتے ہیں [الانعام ۱۱۲]

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ ﴿۳۲﴾

ع ۱۸

إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جنھوں نے	وَلَا تَحْزَنُوا	اور نہ غم کرو	وَلَكُمْ فِيهَا	اور تمہارے لئے اس میں ہے
قَالُوا	کہا	وَأَبْشِرُوا(۱)	اور خوش خبری سنو	مَا تَشْتَهِي	جو چاہیں گے
رَبُّنَا اللَّهُ	ہمارا رب اللہ ہے	بِالْجَنَّةِ	جنت کی	أَنْفُسُكُمْ	تمہارے جی
ثُمَّ اسْتَقَامُوا	پھر سیدھے رہے وہ	الَّتِي	جس کا	وَلَكُمْ فِيهَا	اور تمہارے لئے اس میں ہے
تَتَنَزَّلُ	اترتے ہیں	كُنْتُمْ تُوعَدُونَ	وعدہ کئے جاتے تھے تم	مَا تَدَّعُونَ(۲)	جو آرزو کروگے تم
عَلَيْهِمُ	ان پر	نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ	ہم تمہارے دوست ہیں	نُزُلًا(۳)	مہمانی کے طور پر
الْمَلَائِكَةُ	فرشتے	فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا	دنیوی زندگی میں	مِنْ غَفُورٍ	بخشنے والے کی طرف سے
أَلَّا تَخَافُوا	کہ نہ ڈرو تم	وَفِي الْآخِرَةِ	اور آخرت میں	رَحِيمٍ	بڑے مہربان

روحیں وصول کرنے کے لئے عالم بالا سے فرشتے آتے ہیں، اور مستقیم مسلمانوں کو خوش خبری سناتے ہیں

ملائکہ انسان کی مصلحت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں: —— قُرناء (شیاطین) کے تذکرہ کے بعد اب ملائکہ کا تذکرہ کرتے ہیں، ملائکہ نورانی مخلوق ہیں، اللہ کی حمد وتسبیح میں لگے رہتے ہیں، ان کی دوقسمیں ہیں: ملأ اعلی اور ملأ سافل یعنی عالم بالا کے فرشتے اور عالم زیریں کے فرشتے، اور دونوں قسموں کے ساتھ انسان کی مصلحت وابستہ ہے۔

ملأ اعلی: —— مؤمنین کے لئے استغفار کرتے ہیں، حضرت میکائیل بارش کا نظام سنبھالے ہوئے ہیں، اور بارش کا انسان کی مصلحت سے قریبی تعلق ہے، پہاڑوں پر بھی فرشتے مقرر ہیں، حدیث میں ملک الجبال کا ذکر آیا ہے، انسان کی حفاظت بھی فرشتے کرتے ہیں، جن کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں، جبرئیل علیہ السلام وحی لاتے تھے، اور حیوانات کی روحیں وصول کرنے کے لئے بھی فرشتے اترتے ہیں۔

---

(۱) أَبْشَر الرجلُ بکذا: خوش ہونا، خوشی منانا (۲) اِدَّعَاء: مانگنا، چاہنا، آرزو کرنا (۳) نُزُلاً: جُعِلَتْ: فعل مجہول مضارع مقدر کا مفعول ثانی ہے۔

ملأ سافل: ـــــ زمینی فرشتے بھی اللہ کی حمد وتسبیح میں لگے رہتے ہیں، اور ساتھ ہی انسانوں کی ملکیت کو مہمیز کرتے رہتے ہیں، مؤمنین کے دلوں میں اچھے خیالات پیدا کرتے ہیں، خاص طور پر رمضان میں جبکہ شیاطین (شر کی قوت) کو جکڑ دیا جاتا ہے تو خیر کی قوت (ملائکہ) کو پھیلا دیا جاتا ہے، اور آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا بھی اسی سلسلہ کی کڑی تھی۔

خوش خبری: ـــــ نزع کے وقت جو فرشتے روح وصول کرنے کے لئے آتے ہیں وہ مستقیم مسلمانوں کو خوش خبری سناتے ہیں، اور مستقیم مسلمان وہ ہیں جو ایمان کا اقرار کرنے کے بعد اس پر مضبوط رہتے ہیں، اللہ کی ربوبیت اور الوہیت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، اور زبان سے جو انھوں نے کہا ہے کہ ہمارا ربّ اللہ ہے اس کے عملی تقاضوں پر جمے رہتے ہیں، اور اللہ نے جو شریعت نازل کی ہے اس کی پیروی کرتے ہیں، اگلی آیات میں ان کا تفصیل سے تذکرہ آرہا ہے، ایسے مستقیم الحال بندوں پر موت کے قریب فرشتے اترتے ہیں، یہ فرشتے روحیں وصول کرنے کے لئے آتے ہیں، وہ اس وقت تسکین وتسلی دیتے ہیں، اور جنت کی بشارت سناتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ تمہارے لئے آگے کوئی ڈر اور خوف نہیں، گھبرانے کی قطعاً ضرورت نہیں، اور جو فانی دنیا ہاتھ سے نکلی جارہی ہے اس کا کچھ غم نہ کرو، تم اس سے بہتر دنیا میں جارہے ہو، جنت کے جو وعدے انبیاء کے ذریعہ کئے گئے ہیں ان کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے، اور ہم تمہارے دوست اور کارساز ہیں، آگے کے تمام مراحل تمہارے لئے ہم آسان کریں گے، نہ قبر کی زندگی میں تمہیں کوئی پریشانی ہوگی نہ میدانِ حشر میں اور نہ آخرت میں، اور جنت میں تمہارا جو جی چاہے گا ملے گا، اور جس چیز کا آرڈر دو گے فوراً حاضر کی جائے گی، اور یہ جنت بھیک کا لقمہ نہیں ہوگی، بلکہ اللہ غفور رحیم کی میزبانی ہوگی جو تمہیں شادکام کرے گی۔

آیاتِ پاک: ـــــ بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا ربّ اللہ ہے! پھر وہ اس پر مستقیم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ اندیشہ کرو، اور نہ رنج کرو، اور تم جنت کی خوش خبری سن لو، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ـــــ ہم تمہارے دوست ہیں دنیوی زندگی میں اور آخرت میں، اور تمہارے لئے جنت میں وہ چیز ہے جس کو تمہارا جی چاہے گا، اور تمہارے لئے جنت میں وہ چیز ہے جس کو تم مانگو گے، بطور مہمانی اللہ غفور رحیم کی طرف سے!

فائدہ: اگر تَتَنَزَّلُ سے اترنا مراد نہ لیا جائے، بلکہ پاس آنا مراد لیا جائے تو وقتِ نزع کی اور ملأ اعلی کی تخصیص نہیں رہے گی، سورۃ الحدید (آیت ۲۵) میں لوہا پیدا کرنے کے لئے أَنْزَلْنَا آیا ہے، اور سورۃ الشعراء (آیت ۲۲۲) میں شیاطین کے لئے تَنَزَّلُ آیا ہے، پس اب معنی ہونگے: ''متقین وابرار کو ملائکہ بہتری کی باتیں الہام کرتے ہیں، جو ان کے شرحِ صدر اور تسکین واطمینان کا موجب ہوجاتی ہیں'' اور لَكُمْ فِيهَا الآیۃ اللہ تعالیٰ کا کلام ہوگا، اب فی الحیاۃ الدنیا فٹ ہوجائے گا۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۶﴾

وَمَنْ (۱)	اور کون	وَلَا تَسْتَوِی	اور یکساں نہیں	وَمَا یُلَقّٰهَا (۷)	اور نہیں لیتا اس بات کو
اَحْسَنُ	زیادہ اچھا ہے	الْحَسَنَةُ	نیکی	اِلَّا الَّذِیْنَ	مگر جس نے
قَوْلًا (۲)	بات کے اعتبار سے	وَلَا السَّیِّئَةُ (۴)	اور برائی	صَبَرُوْا	برداشت کیا
مِّمَّنْ	اس شخص سے جس نے	اِدْفَعْ	ہٹا	وَمَا یُلَقّٰهَا	اور نہیں لیتا اس بات کو
دَعَا	دعوت دی	بِالَّتِیْ (۵)	اس (طریقہ) سے جو	اِلَّا	مگر
اِلَى اللّٰهِ	اللہ کی طرف	هِیَ اَحْسَنُ	وہ بہتر ہے	ذُوْ حَظٍّ	قسمت والا
وَعَمِلَ	اور کیا اس نے	فَاِذَا الَّذِیْ (۶)	پس یکا یک جو	عَظِیْمٍ	بڑی
صَالِحًا	نیک کام	بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ	تیرے اور اس کے درمیان	وَاِمَّا	اور اگر
وَّقَالَ	اور کہا اس نے	عَدَاوَةٌ	دشمنی ہے	یَنْزَغَنَّكَ (۸)	کچوکہ لگے تجھے
اِنَّنِیْ (۳)	بے شک میں	كَاَنَّهٗ	گویا وہ	مِنَ الشَّیْطٰنِ	شیطان کی طرف سے
مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ	فرمان برداروں میں	وَلِیٌّ	دوست ہے	نَزْغٌ	کوئی کچوکہ
	سے ہوں	حَمِیْمٌ	گرم (گہرا)	فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ	تو پناہ مانگ لے اللہ کی

(۱) استفہام انکاری ہے أی لا أحدَ أحسنُ قولاً منه اور مستفہم (اسم مفعول) پوری آیت ہے (۲) قولاً: تمیز ہے (۳) إننی: إنَّ: حرف مشبہ بالفعل، نون وقایہ، ی: ضمیر واحد متکلم (۴) لا: زائدہ تاکید کے لئے ہے، جیسے: ولا الظل ولا الحرور (۵) التی: الخصلة محذوف کا صلہ ہے، ھی ضمیر اسی کی طرف راجع ہے (۶) إذا: مفاجاتیہ ہے (۷) لَقَّاہ الشیئَ: کوئی چیز ڈالنا تاکہ دوسرا لے لے، کیچ کرانا، یُلَقّٰی: مضارع مجہول، واحد مذکر غائب، مصدر تَلْقِیَة (تفعیل) (۸) إمّا: إنْ شرطیہ کا ما زائدہ میں ادغام کیا ہے، ینزغن: مضارع با نون تاکید، نَزَغَ فلاناً: کسی کے انگلی چبھونا، کچوکا لگانا، نیزہ کا چرکا لگانا، مجازی معنی: وسوسہ ڈالنا۔

اِنَّهٗ هُوَ	بے شک وہی	السَّمِيْعُ	خوب سننے والا	الْعَلِيْمُ	سب کچھ جاننے والا ہے

استقامت یہ ہے کہ مکمل دین پر عمل کے ساتھ دین کی دعوت بھی دے

ابھی فرمایا ہے کہ جو لوگ ایمان لے آئیں، پھر مستقیم (مضبوط) ہو جائیں تو ان پر بوقت نزع فرشتے اترتے ہیں، جو تسلی دیتے ہیں اور خوش خبری سناتے ہیں، اب اِن آیات میں دین پر استقامت کا بیان ہے، ایمان میں مضبوط وہ شخص ہے جو مکمل دین پر عمل کرتا ہے، اور ساتھ ہی اللہ کے دین کی دعوت بھی دیتا ہے، دعوت دینے میں خود داعی کا بھی فائدہ ہے، جو باتیں وہ بار بار لوگوں سے کہے گا ان پر خود بھی عمل کرے گا، بہ تکرار کوئی بات کہنے کا دل پر اثر پڑتا ہے، تجربہ کر کے دیکھ لیں،

ارشاد فرماتے ہیں: —— اور اس شخص سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کے دین کی طرف دعوت دیتا ہے، اور خود بھی نیک کام کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں فرمان برداروں میں سے ہوں؟ —— جواب: اس سے بہتر کسی کی بات نہیں ہو سکتی! —— یہی استقامت ہے، ایمان پر مضبوطی سے جمنا یہی ہے۔

یہ آیت اہم ہے، اس کو ذرا تفصیل سے سمجھنا چاہئے:

۱- دعوت کو مقدم کیا: —— اس سے اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے، اور دین کی طرف دعوت کی دو صورتیں ہیں:

اول: غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینا۔ دوم: دین سے بے گانہ مسلمانوں کو اعمالِ اسلام کی دعوت دینا: دونوں ہی دعوتیں ضروری ہیں، اور آیت میں دونوں مراد ہیں، آیت عام ہے، جیسے لفظ جہاد عام ہے، دین کی کوئی بھی تن توڑ محنت جہاد اور مجاہدہ ہے، لیکن جب اس کے بعد لفظ سبیل آئے تو جہاد خاص ہو جاتا ہے، جَاهَدَ فی سبیل اللہ میں جہاد کے اصطلاحی معنی مراد ہیں، یعنی اعدائے اسلام سے لوہا لینا، اب جہاد عام نہیں رہتا، اسی طرح لفظ دعوت کے بعد لفظ سبیل آئے تو دعوت کی پہلی قسم مراد ہوتی ہے، جیسے: ﴿اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ﴾: آپؐ اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف بلائیں [النحل ۱۲۵] اور زیر تفسیر آیت میں لفظ سبیل نہیں، اس لئے آیت دعوت کی دونوں قسموں کو شامل ہے۔

۲- وَعَمِلَ صالحاً کو مفسر ابو حیان رحمہ اللہ نے جملہ حالیہ قرار دیا ہے (جمل) لیکن اگر واو کو مطلق جمع کے لئے لیا جائے تو بھی مطلب یہی ہوگا کہ دعوت کے ساتھ داعی کا دین پر عمل ضروری ہے، اگر داعی کا دین پر عمل نہیں تو اس کی دعوت بے اثر ہوگی، بات میں وزن اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب کردار اور گفتار ہم آہنگ ہوں، حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم سے کہا تھا: ﴿وَمَا أُرِيْدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلٰى مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ﴾: اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے پیچھے خود اُن کاموں کی طرف جاؤں جن سے تم کو روکتا ہوں، یعنی جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں اس پر خود بھی عمل پیرا ہوں۔ غرض: داعی، واعظ اور مبلغ کے عمل کا اس کے وعظ و نصیحت میں بڑا دخل ہوتا ہے، جس چیز پر داعی خود عامل نہ ہو اس کی بات

کا دوسروں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

۳-عَمِلَ صَالِحًا: قضیہ مہملہ ہے، اس میں موجبہ کلیہ کا سور نہیں، یعنی ہر ہر حکم پر عمل کرنا: اس کے مفہوم میں شامل نہیں، پس بعض احکام پر عمل کرنے کی صورت میں بھی یہ بات صادق آتی ہے کہ اس نے نیک کام کیا، اس لئے آگے بڑھایا: ﴿وَقَالَ: إِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾: اور اس نے کہا: میں فرمان برداروں میں سے ہوں۔ اسلام کے معنی ہیں: سر افگندن بجوے (۱) کے نیچے سر ڈال دینا، یعنی مکمل دین پر عمل کرنا۔ پس داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ مکمل دین پر عمل کا پختہ ارادہ رکھتا ہو، نماز روزہ کی حد تک دین دار ہونا کافی نہیں، خاص طور پر اخلاق، معاشرت اور معاملات میں احکام کی پابندی داعی کرے گا تبھی اس کی بات سنی جائے گی۔

دعوت کا ایک اصول: پتھر کے جواب میں پھول برسانا

دعوت کے کام میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مدعوّ بدتمیزی پر اتر آتا ہے، کوئی سخت بات کہہ دیتا ہے یا برا برتاؤ کرتا ہے: ایسی صورت میں داعی کو صبر وتحمل سے کام لینا چاہئے، اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہئے، پتھر کے جواب میں پھول برسانے چاہئیں، دشمن رام ہوجائے گا، اس سلسلہ میں پہلے ایک قاعدہ سن لیں —— اور نیک خصلت اور بد خصلت یکساں نہیں —— الحسنۃ اور السیئۃ: موصوف الخَصْلۃ کے قائم مقام ہیں یعنی حسن سلوک اور بدسلوکی کے ثمرات (نتائج) مختلف ہوتے ہیں، مدعو اگر بدسلوکی کرے تو جواب میں حسن سلوک کرنا چاہئے، ارشاد فرماتے ہیں: —— آپ برے برتاؤ کو اچھے برتاؤ سے ہٹائیں —— یعنی جواب ترکی بہ ترکی نہ دیں، غصے کے جواب میں بردباری، گالی کے جواب میں شائستگی، اور سختی کے جواب میں نرمی اختیار کریں، اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سخت سے سخت دشمن بھی ڈھیلا پڑ جائے گا، اور گو دل سے دوست نہ بنے مگر بظاہر گرم جوش دوست کی طرح برتاؤ کرے گا، ارشاد فرماتے ہیں: —— پس یکا یک وہ شخص کہ تیرے اور اس کے درمیان دشمنی ہے: گویا وہ جگری دوست ہے —— گویا کی لاگ رکھ کر کیل ٹھوکی ہے (۲) یعنی دل چاہے صاف نہ ہو، مگر ظاہری برتاؤ بدل جائے گا —— مگر یہ بات یعنی پتھر کے جواب میں پھول برسانا آسان کام نہیں، فرماتے ہیں: —— اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے جو برداشت کرتا ہے —— جو شخص بے برداشت ہوجاتا ہے، آپے سے باہر ہوجاتا ہے: اس کے بس کی یہ بات نہیں، پس داعی کو برداشت کا مادّہ پیدا کرنا چاہئے —— اور یہ بات بڑے نصیبہ ور ہی کو حاصل

(۱) جُوا: وہ لکڑی جو ہل یا گاڑی کھینچنے والے بیلوں کے کندھے پر رکھی جاتی ہے۔ استعارۃً ذمہ داری ۱۲

(۲) لاگ: سہارا: جب بڑھئی کواڑ وغیرہ ہلنے والی لکڑی میں کیل ٹھوکتا ہے تو دوسرا شخص لکڑی کے پیچھے بسولہ وغیرہ لوہا رکھ کر دباتا ہے، تاکہ لکڑی ہلے نہیں، پھر بڑھئی کیل ٹھوکتا ہے: اس کو لاگ رکھ کر بات کہنا کہتے ہیں ۱۲

ہوتی ہے ـــــ یعنی جس داعی کو یہ بات حاصل ہوجائے وہ بڑا خوش قسمت ہے، اس کی دعوت کا فیض عام وتام ہوگا۔

کبھی داعی کو شیطان اوچھا کردیتا ہے: ـــــ داعی بھی ایک انسان ہے، مدعو کی بدتمیزی سے کبھی اس کو طیش آجاتا ہے، یہ شیطان کچوکے لگاتا ہے، اگر ایسی صورت پیش آئے تو فوراً کہے: أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، ان شاء اللہ شیطان کا وسوسہ دور ہوجائے گا، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ اور اگر تجھے شیطان کی طرف سے کوئی ـــ چھوٹا بڑا ـــ کچوکہ لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لے، بے شک وہ خوب سننے والے سب کچھ جاننے والے ہیں ـــــ اور یہ ہر غصہ کا علاج ہے، جب بھی غصہ چڑھے: أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہہ لے، ان شاء اللہ غصہ کافور ہوجائے گا۔ حدیث شریف میں ایک واقعہ آیا ہے، ایک شخص کسی پر غضبناک ہورہا تھا، چہرہ سرخ ہوگیا تھا، اور گردن کی رگیں پھول گئی تھیں، نبی ﷺ نے حاضرین سے فرمایا: ''میں ایک کلمہ جانتا ہوں، اگر یہ شخص اس کو کہہ لے تو اس کا غصہ ہلکا پڑجائے گا، کہے: أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم: ''میں اللہ کی پناہ (حفاظت) چاہتا ہوں مردود شیطان سے! کسی نے جاکر اس شخص سے اپنی طرف سے کہا کہ أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہہ لے، تیرا غصہ اتر جائے گا، وہ شخص غصہ میں پاگل ہورہا تھا، اس نے کہا: کیا میں پاگل ہوگیا ہوں!

> جب دو شخص لڑتے ہیں تو عرب کہتے ہیں: صَلِّ علی محمد: درود پڑھو، دونوں درود پڑھنے لگتے ہیں تو لڑائی کی آگ بجھ جاتی ہے

وَمِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَ النَّهَارُ وَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا یَسْـَٔمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَی الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۹﴾

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ(۱)	اور اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں	الَّیْلُ وَ النَّهَارُ	شب و روز	وَالْقَمَرُ	اور چاند
		وَ الشَّمْسُ	اور سورج	لَا تَسْجُدُوْا	مت سجدہ کرو

(۱) ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہیں، اور من آیاته: خبر مقدم ہے۔

لِلشَّمْسِ	سورج کو	عِنْدَ رَبِّكَ	تیرے رب کے پاس ہیں	فَاِذَآ اَنْزَلْنَا	پس جب اتارتے ہیں ہم
وَلَا لِلْقَمَرِ	اور نہ چاند کو	يُسَبِّحُوْنَ	پاکی بیان کرتے ہیں	عَلَيْهَا	اس پر
وَاسْجُدُوْا	اور سجدہ کرو	لَهٗ	اس کی	الْمَآءَ	پانی
لِلّٰهِ	اللہ کو	بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ	شب وروز	اهْتَزَّتْ (۳)	(تو) لہلہانے لگتی ہے
الَّذِیْ	جس نے	وَهُمْ	اور وہ	وَرَبَتْ (۴)	اور پھولتی ہے
خَلَقَهُنَّ	ان کو پیدا کیا	لَا يَسْئَمُوْنَ (۱)	نہیں تھکتے ہیں	اِنَّ الَّذِیْٓ	بے شک جس نے
اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ	اور اس کی نشانیوں میں	اَحْيَاهَا	اس کو زندہ کیا
اِيَّاهُ	اسی کی		سے ہے	لَمُحْیِ (۵)	یقیناً زندہ کرنے والا ہے
تَعْبُدُوْنَ	عبادت کرتے	اَنَّكَ تَرَى	کہ آپ دیکھتے ہیں	الْمَوْتٰى	مردوں کو
فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا	پس اگر گھمنڈ کریں وہ	الْاَرْضَ	زمین کو	اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	بے شک وہ ہر چیز پر
فَالَّذِيْنَ	پس جو بندے	خَاشِعَةً (۲)	دبی پڑی (ویران)	قَدِيْرٌ	پوری قدرت رکھنے والا ہے

اسلام کے بنیادی عقائد کا بیان

اب اسلام کے بنیادی عقائد کا تذکرہ شروع کرتے ہیں، آخر سورت تک یہی سلسلہ چلے گا۔ اور اسلام کے بنیادی عقائد ہیں: توحید، رسالت (مع دلیلِ رسالت: قرآنِ کریم) اور آخرت (معاد) اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کو ان مضامین کی ضرورت پڑتی ہے، اور یہ سورت مکی ہے، اور مکی دور میں یہی عقائد سمجھائے جاتے تھے۔

آفتاب و ماہتاب کو مت پوجو، یہ تو اللہ کی نشانیاں ہیں، ان کے ساتھ شب وروز کا نظام وابستہ ہے

مشرکین آفتاب و ماہتاب کو بھی پوجتے ہیں، وہ ہر مفید و مضر کے گرویدہ ہوتے ہیں، سورج کی تابانی اور چاند کی ضیا پاشی ان کے لئے فتنہ بنی ہوئی ہے، ان سے کہا جارہا ہے کہ آفتاب و ماہتاب کو مت پوجو، ان کی نفع رسانی ذاتی نہیں، اللہ نے ان کو روشنی عطا کی ہے، پس ان کے خالق و مالک کی عبادت کرو —— آفتاب و ماہتاب کے ساتھ شب وروز کا نظام وابستہ ہے، سورج دیا (چراغ) ہے اور چاند دیا بتّی، سورج نکلتا ہے تو زمین روشن ہوجاتی ہے اور دن شروع ہوجاتا ہے، لوگ کام

(۱) سَئِم (س) سَآمة: اکتانا، کبیدہ خاطر ہونا (۲) خاشعة: ذلیل، بے قدر، دبی ہوئی (۳) اهتزاز: شادابی اور تروتازگی سے گھاس وغیرہ کا ہلنا، حرکت کرنا، لہلہانا (۴) رَبَا (ن) رَبْوا: پھولنا، بڑھنا، بلند ہونا (۵) محی کی اصل مُحْیِیٌ: اسم فاعل از أحياء: ایک ی حذف کی ہے۔

کاج میں لگ جاتے ہیں، پھر جب آرام کے لئے رات لائی جاتی ہے تو سورج چھپ جاتا ہے، اور چانداس سے روشنی حاصل کر کے چاندنی بکھیرتا ہے تا کہ لوگ رات کی گھٹاٹوپ تاریکی سے متوحش نہ ہوں، جیسے لوگ کمرے میں رات میں زیرو لائٹ جلاتے ہیں تا کہ تاریکی سے وحشت نہ ہو، باہر کھلی جگہ میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی، چاند کی روشنی کافی ہوجاتی ہے، بلکہ لوگ چاندنی میں چلتے پھرتے بھی ہیں۔

آیتِ پاک: —— اور اللہ کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند ہیں، تم لوگ سورج کو سجدہ مت کرو، اور نہ چاند کو، اور اس اللہ کے لئے سجدہ کرو جس نے ان کو بنایا ہے، اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو —— سورج اور چاند وغیرہ کو پوجنے والے بھی زبان سے یہی کہتے ہیں کہ ہماری غرض ان چیزوں کی پرستش سے اللہ کی پرستش ہے، مگر اللہ نے بتلادیا کہ یہ چیزیں پرستش کے لائق نہیں، عبادت کا مستحق صرف ایک خدا ہے، کسی غیر اللہ کی عبادت کرنا خدائے واحد سے بغاوت کے مُرادف ہے (فوائد)

اور مشرکین اللہ کی عبادت نہیں کریں گے تو اللہ کا کیا نقصان ہے، اس کی بندگی کے لئے کرّوبی (مقرب فرشتے) بہت ہیں، وہ شب و روز تسبیح و تقدیس میں لگے ہوئے ہیں، نہ تھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں، تم اس کی عبادت سے منہ موڑ کر اپنا ہی نقصان کروگے۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— پس اگر وہ لوگ گھمنڈ کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے پاس ہیں وہ شب و روز اس کی پاکی بیان کرتے ہیں، اور وہ اکتاتے نہیں!

جو مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے وہی مردہ انسانوں کو بھی زندہ کرے گا

زمین اجڑ جاتی ہے، ہر طرف خاک اڑتی ہے، اور وہ بے قدر و قیمت ہوجاتی ہے کہ اچانک رحمت کی بارش برستی ہے، اس وقت زمین کی تازگی اور رونق قابل دید ہوجاتی ہے۔ یہ انقلاب کون رونما کرتا ہے؟ قادر مطلق کا یہ کارنامہ ہے۔ وہی قادر مطلق جو مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے وقت آنے پر مردہ انسانوں کے بدنوں میں بھی دوبارہ جان ڈالے گا، مردہ زمین کی حیاتِ نو سے مردہ انسانوں کی حیاتِ نو کو سمجھا جاسکتا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بات ہے کہ آپ زمین کو اجڑی ہوئی دیکھتے ہیں، پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ لہلہانے لگتی ہے اور ابھرتی ہے —— یعنی پھولتی ہے اور اس میں سے گھاس پودے نکلتے ہیں —— بے شک جس نے اس کو زندہ کیا وہ ضرور مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، بے شک وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے!

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِيٓ ءَايَٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَآ ۗ أَفَمَن يُلْقَىٰ فِى النَّارِ خَيْرٌ

أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ ۖ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٤٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۖ أَأَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ۗ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولَٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٤٤﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ﴿٤٥﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿٤٦﴾

اِنَّ الَّذِیْنَ	بے شک جو لوگ	یَاْتِیْٓ	آئے گا	کَفَرُوْا	انکار کیا
یُلْحِدُوْنَ(۱)	کج روی اختیار کرتے ہیں	اٰمِنًا	باطمینان	بِالذِّکْرِ	نصیحت (قرآن) کا
فِیْٓ اٰیٰتِنَا	ہماری آیتوں میں	یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ	قیامت کے دن	لَمَّا جَآءَ ھُمْ	جب پہنچی وہ ان کو
لَا یَخْفَوْنَ	نہیں مخفی ہیں وہ	اِعْمَلُوْا	کرو	وَاِنَّہٗ	اور بے شک وہ (ذکر)
عَلَیْنَا	ہم پر	مَا شِئْتُمْ	جو چاہو	لَکِتٰبٌ	البتہ کتاب ہے
اَفَمَنْ	کیا پس جو	اِنَّہٗ	بے شک اللہ	عَزِیْزٌ	مکرّم
یُّلْقٰی	ڈالا جائے گا	بِمَا	ان کاموں سے جو	لَا یَاْتِیْہِ	نہیں آتا اس کے پاس
فِی النَّارِ	دوزخ میں	تَعْمَلُوْنَ	تم کرتے ہو	الْبَاطِلُ(۲)	باطل
خَیْرٌ	بہتر ہے	بَصِیْرٌ	باخبر ہیں	مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ	اس کے سامنے سے
اَمْ مَّنْ	یا جو	اِنَّ الَّذِیْنَ	بے شک جنھوں نے	وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ	اور نہ اس کے پیچھے سے

(۱) یلحدون: از الحاد (افعال) ٹیڑھا چلنا، راہِ راست سے ہٹنا، حق سے منحرف ہوکر اس میں بے بنیاد باتیں داخل کرنا

(۲) باطل: حق کی ضد، ناحق، غیر ثابت۔

تَنْزِيْلٌ	بتدریج اتارنا ہے	ءَاَعْجَمِيٌّ(۱)	کیا غیر واضح غیر فصیح کلام	الْكِتٰبَ	خاص کتاب (تورات)
مِّنَ حَكِيْمٍ	حکمت والے کی طرف سے	وَّعَرَبِيٌّ	اور عربی (امت اور رسول)	فَاخْتُلِفَ	پس اختلاف کیا گیا
حَمِيْدٍ	ستودہ صفات	قُلْ هُوَ	کہو: وہ	فِيْهِ	اس میں
مَا يُقَالُ	نہیں کہا جاتا	لِلَّذِيْنَ	ان کیلئے جنھوں نے	وَلَوْلَا كَلِمَةٌ	اور اگر نہ ہوتی ایک بات
لَكَ	آپؐ سے	اٰمَنُوْا	مان لیا	سَبَقَتْ	(جو) پہلے نکل چکی ہے
اِلَّا مَا	مگر جو	هُدًى	راہ نمائی	مِنْ رَّبِّكَ	تیرے رب کی طرف سے
قَدْ قِيْلَ	بالتحقیق کہا گیا	وَّشِفَاۗءٌ	اور شفا (دواء دارو) ہے	لَقُضِيَ	(تو) ضرور فیصلہ کیا جاتا
لِلرُّسُلِ	رسولوں سے	وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان
مِنْ قَبْلِكَ	آپؐ سے پہلے	لَا يُؤْمِنُوْنَ	نہیں مانتے	وَاِنَّهُمْ	اور بے شک وہ
اِنَّ رَبَّكَ	بے شک آپؐ کا رب	فِيْٓ اٰذَانِهِمْ	ان کے کانوں میں	لَفِيْ شَكٍّ	البتہ شک میں ہیں
لَذُوْ مَغْفِرَةٍ	بخشنے والا ہے	وَقْرٌ	بوجھ ہے	مِّنْهُ	قرآن کے بارے میں
وَّذُوْ عِقَابٍ	اور عذاب دینے والا ہے	وَّهُوَ عَلَيْهِمْ	اور وہ ان پر	مُرِيْبٍ(۲)	بے چین کرنے والے
اَلِيْمٍ	دردناک	عَمًى	بے بصری ہے	مَنْ عَمِلَ	جس نے کیا
وَلَوْ جَعَلْنٰهُ	اور اگر بناتے ہم اس کو	اُولٰۗىِٕكَ	یہ لوگ	صَالِحًا	نیک کام
قُرْاٰنًا	پڑھنے کی کتاب	يُنَادَوْنَ	پکارے جاتے ہیں	فَلِنَفْسِهٖ	تو وہ اسی کے لئے ہے
اَعْجَمِيًّا(۱)	غیر واضح غیر فصیح	مِنْ مَّكَانٍۢ	جگہ سے	وَمَنْ اَسَاۗءَ	اور جس نے برائی کی
لَّقَالُوْا	(تو) ضرور کہتے وہ	بَعِيْدٍ	دور	فَعَلَيْهَا	تو وہ اسی پر ہے
لَوْلَا	کیوں نہیں	وَلَقَدْ	اور بخدا! واقعہ یہ ہے	وَمَا رَبُّكَ	اور نہیں ہے تیرا رب
فُصِّلَتْ	واضح کی گئیں	اٰتَيْنَا	دی ہم نے	بِظَلَّامٍ(۳)	ذرا بھی ظلم کرنے والا
اٰيٰتُهٗ	اس کی آیتیں	مُوْسَى	موسیٰ کو	لِّلْعَبِيْدِ	بندوں پر

(۱) أعجميّ: میں یاءِ نسبت کی ہے الأعْجَم: غیر واضح اور غیر فصیح زبان یا کتاب (القاموس الوحید)

(۲) إرابة سے اسم فاعل: شک میں مبتلا کرنا۔

(۳) ظلام: نفی میں مبالغہ ہے۔

دلیلِ رسالت (قرآنِ کریم) کا بیان

۱- قرآنِ کریم کے بارے میں غلط بیانی مت کرو، جہنم میں جھونکے جاؤ گے!

مشرکوں کے سردار عام لوگوں کو قرآن سننے سے روکنے کے لئے کبھی کہتے کہ وہ جادو ہے، اس کو مت سنو، ورنہ پاگل ہو جاؤ گے، کبھی کہتے کہ وہ کہانت ہے، شیاطین سے لی ہوئی باتیں ہیں، ان کو کیا سنتے ہو؟ اور کبھی کہتے کہ وہ خود ساختہ کلام ہے، اِدھر اُدھر کے قصے کہانیاں ہیں، اللہ کا نازل کیا ہوا نہیں ہے، ہم بھی ایسا کلام بنا سکتے ہیں: ﴿لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا، إِنْ هٰذَا إِلَّا أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ﴾: ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا کلام بنا سکتے ہیں، یہ (قرآن) کچھ نہیں صرف اگلوں سے منقول مذہبی جھوٹی داستانیں ہیں، اس طرح وہ لوگ قرآن کے بارے میں غلط بیانی کرتے تھے، تاکہ لوگ قرآن نہ سنیں۔

جیسے بعض لوگ اگر ان کی مسجد میں کوئی صحیح عقیدہ نماز پڑھنے چلا جاتا ہے تو مسجد کو دھوتے ہیں، اور کتّا چلا جاتا ہے تو نہیں دھوتے، درحقیقت وہ اپنے ریوڑ کو اہل حق سے دور رکھنا چاہتے ہیں، تاکہ ہدایت کی روشنی ان تک نہ پہنچے، اسی طرح مشرکوں کے سردار بھی عوام کو قرآن کی روشنی سے محروم رکھنے کے لئے غلط بیانی کرتے تھے، ان کو دھمکایا جارہا ہے —— جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی اختیار کرتے ہیں وہ بالیقین ہم سے مخفی نہیں —— ہم سب کو جان پہچان رہے ہیں، ان کی سزا یہ ہے: —— کیا پس جو شخص دوزخ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن بہ اطمینان آئے گا —— اسے ڈر نہیں ہوگا کہ اسے پکڑ کر جہنم میں جھونکا جائے گا —— اس میں قرآن کے بارے میں غلط بیانی کرنے والوں کے انجام کی طرف واضح اشارہ ہے —— آگے مزید دھمکی ہے: —— کرو تمہارا جو جی چاہے! بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہے ہیں!

الحاد کی صورتیں

الحاد: کے معنی ہیں: کج روی، ٹیڑھا چلنا، اور حق سے پھر جانا، الحاد کو زندقہ بھی کہتے ہیں، پھر:

۱- الحاد فی الذات: تو ہوتا نہیں، ذاتِ باری کے تعلق سے یا تو اقرار ہوگا یا انکار۔ تمام لوگ (مسلمان، ہندو، یہودی، عیسائی وغیرہ) اللہ کا وجود تسلیم کرتے ہیں، صرف دہریے وجود باری کا انکار کرتے ہیں، ان کے نزدیک عالم کے پیچھے کوئی ذہن کارفرما نہیں، دنیا خودکار ہے، اور ارتقاء کے اصول پر مبنی ہے، یہی لوگ کہتے ہیں کہ انسان بندر سے ترقی کرکے بنا ہے، مگر وہ نہیں سوچتے کہ اب بندر ترقی کرکے انسان کیوں نہیں بنتے؟ ایک ہی مرتبہ بن کر کیوں رہ گئے؟

۲-الحاد فی الصفات: کی صورتیں یہ ہیں:

۱-اللہ کی ایسی صفات تجویز کرنا جو شانِ الوہیت کے مناسب نہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کو مکان میں متمکن ماننا یا اللہ تعالیٰ کو بھی مخلوقات کی طرح عاجز ماننا، جس کو تعاون کی ضرورت پڑتی ہے۔

۲-اللہ کی صفات کی ایسی تاویل کرنا جو اللہ کے شایانِ شان نہ ہو، جیسے معتزلہ کا کہنا کہ اللہ کی صفات عینِ ذات ہیں یعنی ذاتِ باری سے زیادہ ان کا کوئی مفہوم نہیں، یہ تاویل نازیبا ہے، یہ کیا صفت کا ماننا ہوا!

۳-الحاد فی الآیات: یہ ہے: (۱) سیدھی بات میں شبہ پیدا کرکے ٹیڑھا کرنا (۲) آیت کو توڑ مروڑ کر غلط مطلب بیان کرنا (۳) بہانہ بنا کر آیات کا انکار کرنا (فوائد)

۴-الحاد فی الدین: ضروریاتِ دین کا انکار کرنا ہے یعنی دین کی جو باتیں معمولی لکھا پڑھا مسلمان بھی جانتا اور مانتا ہے ان کا کچھ دوسرا مطلب گڑھنا، جیسے قرآن، احادیثِ متواترہ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے کہ ہر طرح کی نبوت خاتم النّبیین ﷺ پر پوری ہوگئی، آپؐ کے بعد کسی قسم کا کوئی نیا نبی نہیں آسکتا، اب یہ کہنا کہ تشریعی نبوت ختم ہوئی ہے ذیلی، ظلی اور بروزی نبوت باقی ہے، امتی کامل اتباع کرکے نبی بن سکتا ہے، یہ دین میں تحریف اور زندقہ ہے۔

''تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہنا چاہئے'': یہ قاعدہ ضروریاتِ دین کے علاوہ کے لئے ہے

علم الکلام میں اور فقہ میں جو ہے کہ متأوّل کو کافر نہیں کہنا چاہئے: یہ قاعدہ ضروریاتِ دین کے علاوہ کے لئے ہے، ورنہ تو مشرکین بھی مورتی پوجا کی تاویل کرتے ہیں، کہتے ہیں: ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کریں گی، اور یہود و نصاریٰ کی تاویلیں تو مشہور ہیں، وہ تین خداؤں کو بھی تاویل کرکے ایک خدا بناتے ہیں، معلوم ہوا کہ مذکورہ قاعدہ عام نہیں، اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ کی بات کانٹے کے تول پوری ہے، فرماتے ہیں:

''آیات میں تاویل باطل جس کو قرآن کی مذکورہ آیت میں الحاد فرمایا ہے: اس کی دو قسمیں ہیں: اول: وہ تاویل جو نصوص قطعیہ متواترہ یا اجماع قطعی کے خلاف ہو: وہ تو بلاشبہ کفر ہے۔ دوسری: یہ کہ وہ ایسی نصوص کے خلاف ہو جو اگرچہ ظنّی ہیں، مگر قریب بہ یقین ہیں، یا اجماع عرفی کے خلاف ہو: ایسی تاویل گمراہی اور فسق ہے، کفر نہیں —— ان دو قسم کی تاویلوں کے علاوہ باقی تاویلات جو قرآن وحدیث کے الفاظ میں مختلف احتمالات ہونے کی بنا پر ہوں: وہ تاویل: عام فقہائے امت کا میدانِ اجتہاد ہے، جو بہ تصریح حدیث ہر حال میں باعثِ اجر و ثواب ہے''

(بحوالہ معارف القرآن شفیعی ۷: ۶۶۱)

قرآن کا انکار بلا وجہ ہے: قرآن میں تو تین خوبیاں ہیں

پہلی خوبی: ـــــ وہ مکرّم اور پسندیدہ کتاب ہے، عَزَّ الشیئُ کے ایک معنی ہیں: محبوب وپسندیدہ ہونا، اور سورۃ الواقعہ میں ہے: ﴿إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيْمٌ﴾: بے شک وہ ایک مکرم قرآن ہے۔ قرآنِ کریم کے تعلق سے آج کل یہ غلط فہمی عام ہے کہ مسلمانوں کی کتاب ہے، ہم بھی یہی سمجھتے ہیں اور دوسرے بھی، حالانکہ یہ خالق انسانیت کا پیام محبت ہے، اپنے بندوں کے نام، کاش یہ بات ہم بھی سمجھتے اور دوسرے بھی تو قرآن کا فائدہ عام وتام ہوتا۔

دوسری خوبی: قرآنِ کریم میں کوئی غیر واقعی بات نہیں، ہر بات سچی اور کھری ہے، اور اللہ کی کتاب میں کوئی غیر واقعی بات آئے تو کہاں سے آئے؟ نہ آگے سے آسکتی ہے نہ پیچھے سے، چاروں طرف حفاظتی پہرے لگے ہوئے ہیں۔

تیسری خوبی: وہ حکیم وحمید ہستی کی نازل کردہ کتاب ہے، پس اس میں حکمت ودانشمندی کی باتیں ہیں، اور اللہ ستودہ صفات کا تعارف ہے، جس کی معرفت انسان کے لئے ضروری ہے۔

آیتِ کریمہ: ـــــ بے شک جن لوگوں نے قرآن کا انکار کیا جب وہ ان کو پہنچا ـــــ یعنی انھوں نے خواہ مخواہ انکار کیا ـــــ اور بے شک وہ (نصیحت نامہ) بڑی پیاری کتاب ہے، جس میں غیر واقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے آسکتی ہے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے، وہ حکمت والے ستودہ صفات کی طرف سے بتدریج اتاری ہوئی ہے!

قرآن کے تعلق سے نبی ﷺ پر پھبتی کسنا کوئی نئی بات نہیں

مشرکین قرآنِ کریم کے تعلق سے نبی ﷺ کو کبھی جادوگر کہتے ہیں، کبھی کاہن اور کبھی بناوٹ کرنے والا۔ یہ مضحکہ خیز باتیں کچھ نئی نہیں، ہمیشہ رسولوں کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا رہا ہے، پس نبی ﷺ ان باتوں سے دل گیر نہ ہوں، اپنا کام جاری رکھیں، لوگوں کی خیر خواہی کرتے رہیں، اور جس طرح گذشتہ رسولوں نے ایذاء رسانیوں پر صبر کیا ہے آپ بھی صبر کریں ـــــ نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ لوگ شرک سے توبہ کرکے راہِ راست پر آجائیں گے، وہ مغفرت کے حقدار ہونگے، اور جو ضد اور عناد پر قائم رہیں گے وہ دردناک عذاب سے دوچار ہونگے۔

آیتِ پاک: ـــــ آپؐ سے وہی باتیں کہی جارہی ہیں جو پہلے رسولوں سے کہی جاچکی ہیں، بے شک آپ کا رب مغفرت والا اور دردناک سزا والا ہے۔

قرآنِ کریم کے تین اوصاف

۱- قرآنِ کریم واضح فصیح کلام ہے: ـــــ اس لئے کہ وہ اللہ کا کلام ہے، اور اللہ کا کلام: اللہ کی صفت ہے، اور اللہ

کی صفات: صفاتِ کمالیہ ہیں، اس لئے اللہ کے کلام میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں ہوسکتی، وہ فصیح وبلیغ ہے اور مفصل واضح بھی، دیگر آسمانی کتابوں کی طرح نہیں، دوسری کتابیں اللہ کی کتابیں تھیں، وہ اللہ کا کلام نہیں تھیں، ان کا مضمون اللہ کی طرف سے آتا تھا، اور تعبیر فرشتہ کی یا رسول کی ہوتی تھی، جیسا کہ احادیثِ شریفہ کا حال ہے، اس لئے وہ کتابیں مُعْجِزْ (عاجز کرنے والی) نہیں تھیں، نہ وہ معجزہ تھیں، اور قرآنِ کریم خاتم النّبیین ﷺ کا زندۂ جاوید معجزہ ہے، اس لئے کہ وہ اللہ کا کلام ہے، جس میں نہ کوئی تبدیلی کرسکتا ہے، نہ اس کے مانند بنا سکتا ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوتِ حق پر مامور ہوتے ہیں، ان کو اثباتِ دعوی کے لئے اور امتوں کو قائل ومائل کرنے کے لئے بطور حجت معجزات عطا کئے جاتے ہیں، اور آسمانی کتابیں بھی، پس دعوت وحجت دو علاحدہ چیزیں ہیں۔

پھر ہر پیغمبر کو اس کے زمانہ کے تقاضوں کے مطابق معجزات عطا کئے جاتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا زور تھا تو ان کو عصا اور ید بیضاء کے معجزات دیئے گئے، اور عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ طب وحکمت کا زمانہ تھا تو ان کو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو چنگا کرنے کے معجزات دیئے گئے، اور ساتھ ہی اللہ کی کتابیں (تورات وانجیل) بھی دی گئیں، جو دعوت پر مشتمل تھیں، اور ہمارے نبی ﷺ عربوں میں مبعوث کئے گئے، اور عربوں میں فصاحت وبلاغت کا زور تھا، اس لئے آپؐ کو معجزہ کے طور پر قرآنِ کریم عطا ہوا، جس میں دعوت وحجت دونوں جمع ہیں، وہ معنی کے لحاظ سے دعوت ہے، اور بلاغت وفصاحت کے لحاظ سے حجت ہے یعنی اس کی حجیت اس کی ذات میں مضمر ہے، وہ اللہ کا کلام ہے، نہ اس کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے، نہ اس میں تبدیلی ممکن ہے، وہ نبی ﷺ کا زندۂ جاوید معجزہ ہے، اور وجوہِ اعجاز بے شمار ہیں جو بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔

۲- قرآنِ کریم جنت کا راستہ دکھاتا ہے: —— وہ راہ نما (گائڈ بک) ہے، انسان کا وطن جنت ہے، دادا دادی کو زمین پر پیدا کرنے کے بعد جنت میں بسایا گیا تھا، وہاں سے عارضی طور پر زمین میں اتارا گیا۔ ان کو لوٹ کر جنت ہی میں جانا ہے، مگر دنیا بھول بھلیاں ہے، اور صرف ایک راستہ جنت تک جاتا ہے، باقی ہزاروں راستے جہنم کے کھڈ تک پہنچتے ہیں، اس لئے انسانوں کی راہ نمائی ضروری ہے تاکہ وہ منزلِ مقصود تک پہنچیں، راستہ بھٹک کر کہیں اور نہ پہنچ جائیں، چنانچہ ہر زمانہ میں کتابیں نازل فرمائیں، اب آخر زمانہ میں قرآنِ کریم راہ نما کتاب ہے جو زندۂ جاوید معجزہ ہے، جو اس کی پیروی کرے گا جنت میں پہنچے گا۔

۳- قرآنِ کریم روحانی اور جسمانی بیماریوں کی دواء ہے: —— وہ نسخۂ شفاء ہے، اس میں روحانی بیماریوں کا بھی

علاج ہے اور جسمانی بیماریوں کا بھی —— روحانی بیماریوں میں سب سے بڑی بیماری کفر وشرک ہے، پھر اخلاق رذیلہ ہیں، سب کا علاج قرآن میں ہے، اور یہ بات واضح ہے —— اور جسمانی بیماریاں دو طرح کی ہیں:

(الف) جھاڑ کی بیماریاں، ان میں جھاڑ زیادہ کام کرتی ہے اور دواء کم، جیسے نظر لگ جائے تو جھاڑ فوری فائدہ کرتی ہے، اور قرآن سے جھاڑنے کے لئے اصول یہ ہے کہ جھاڑنے والے کا ذہن جس آیت کی طرف متوجہ ہو اس سے جھاڑ دے، البتہ بیماری اور آیت کے مضمون میں مناسبت ضروری ہے، اعمالِ قرآنی اسی اصول پر مرتب کی گئی ہے۔

(ب) جسمانی بیماریاں: جن میں دوائیں زیادہ کارگر ہیں اور جھاڑ بھی مفید ہے، ایسی بیماریوں کے لئے سورۂ فاتحہ اور معوذتین متعین ہیں، اور آیاتِ شفاء کا تو جواب نہیں، یہ چھ آیات ہیں، جن میں لفظ شفاء آیا ہے، یہ آیات بہشتی زیور وغیرہ کتابوں میں ہیں۔

ملحوظہ: قرآنِ کریم سے دوسرا اور تیسرا فائدہ اس وقت حاصل ہوگا جب قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر ایمان ویقین ہو۔ عملیات میں بھی عامل کا یقین ضروری ہے، اور یقین کی قوت کے بقدر فائدہ ہوتا ہے، اور مریض کا یقین ضروری نہیں، اور یہ غلط مشہور ہے کہ بیمار کا یقین ہوگا تو جھاڑ تعویذ فائدہ کرے گا ورنہ نہیں (للذین آمنوا کی قید اسی لئے ہے)

آیتِ کریمہ: ﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ﴾:

ترجمہ: اور اگر ہم اس (قرآن) کو غیر واضح غیر فصیح پڑھنے کی کتاب بناتے —— تو بنا سکتے تھے، جیسے گذشتہ آسمانی کتابوں کا حال تھا، مگر اس صورت میں اولین مخاطب اس میں فیہ (کیڑا) نکالتے[1] —— وہ ضرور کہتے: اس کی آیتیں واضح اور فصیح کیوں نہیں! کیا غیر واضح غیر فصیح کلام اور عربی —— رسول اور امت! —— یہ عجیب بات! معجزہ تو مخاطبین کا لحاظ کر کے دیا جاتا ہے —— اس وجہ سے آخری پیغام بہ شکل کلام نازل کیا گیا، اور ایسی کتاب اتاری گئی جو نہایت واضح اور فصاحت وبلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہے —— آپ کہیں: قرآنِ کریم یقین کرنے والوں کے لئے راہ نما اور دواء ہے۔

فائدہ (۱): ﴿جَعَلْنٰهُ﴾ میں اشارہ ہے کہ سابقہ کتابیں مَجْعُوْل (مخلوق) تھیں، اور قرآن مخلوق نہیں، وہ کلام اللہ ہے، جو اللہ کی صفتِ غیر مخلوق ہے۔

فائدہ (۱): أعجمی میں ی نسبت کی ہے، اور أعجم کے تین معنی ہیں: (۱) غیر عربی (اگرچہ واضح کلام کرتا ہو) (۲) غیر واضح کلام کرنے والا (اگرچہ وہ عربی ہو) (۳) غیر واضح اور غیر فصیح زبان یا کتاب (یہاں یہ آخری معنی ہیں)

سوال: جب قرآنِ کریم ایسا اور ایسا ہے تو مکہ کے کفار اس کو کیوں نہیں مانتے؟ وہ اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟

(۱) فیہ نکالنا: یعنی خواہ مخواہ کا اعتراض کھڑا کرنا۔

جواب: اس میں قرآن کا کچھ قصور نہیں، لوگوں میں کمی ہے: (۱) ان کے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے، وہ سننے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے (۲) وہ بے بصر (اندھے) ہیں، قرآن پر ایمان لانے والوں کے بدلے ہوئے حالات کا مشاہدہ نہیں کرتے (۳) اور وہ دور سے پکارے جارہے ہیں، اور جس کو دور سے پکارا جاتا ہے وہ آواز تو سنتا ہے، مگر سمجھتا نہیں ــــ ایسوں سے کیا امید کی جائے کہ وہ مان لیں گے!

باقی آیت: ﴿ وَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَیْهِمْ عَمًی ؕ اُولٰٓئِكَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۴۴﴾ ﴾

ترجمہ: اور جو لوگ مانتے نہیں ان کے کانوں میں بوجھ ہے، اور وہ (قرآن) ان کے حق میں بے بصری ہے، یہ لوگ دور جگہ سے پکارے جارہے ہیں۔

قرآن کو نہ ماننے کی نظیر: ــــ کفار مکہ قرآن کو نہیں مان رہے، یہ آج کوئی نئی بات نہیں، اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو عظیم الشان کتاب تورات دی گئی تو اسے بھی کچھ لوگوں نے نہیں مانا، سورۃ الاعراف (آیت ۱۷۱) میں ہے کہ ان پر پہاڑ اٹھا کر منوایا گیا، پس آج یہ کیا نئی بات ہے!

آیتِ کریمہ: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِیْهِ ؕ ﴾

ترجمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) دی، پس اس میں اختلاف کیا گیا ــــ بعض نے نہیں مانا، انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اختلاف کیا۔

سوال: پھر ایسے ناہنجاروں (بدکرداروں) کا علاج کیا ہے؟

جواب: ان کا علاج پانچویں دلیل یعنی کیل دار جوتا ہے[1]، مگر ابھی اس کا وقت نہیں آیا، قیامت کے دن ان کی خبر لی جائے گی، اور یہ بات پروردگار کی طرف سے پہلے سے طے کردی گئی ہے۔

سوال: فی الحال مکہ کے کفار کس پوزیشن میں ہیں؟ مؤمنین میں تو شامل نہیں، پس کیا وہ کٹر مخالفین کے پالے[2] میں ہیں؟

جواب: نہیں، فی الحال وہ بے چین کرنے والے تردد کا شکار ہیں، چہ می کنم؟ میں مبتلا ہیں، کل کیا کرتے ہیں دیکھا جائے گا!

(۱) دلیلیں چار ہیں: قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس، اگر کوئی ان چاروں دلیلوں سے نہ مانے تو پانچویں دلیل ضرب یضرب ضربا فهو ضارب وهو مضروب ہے، جب سر پر جوتا بجے گا تو عقل ٹھکانے آجائے گی۔

(۲) پالا کے اصل معنی ہیں: خاک کا وہ تودہ جو کبڈی میں حد فاصل ہوتا ہے، پھر دونوں طرف کی فیلڈ کو بھی پالا کہتے ہیں ۱۲

باقی آیت: ﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ﴾

ترجمہ: اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے سے ٹھہر چکی ہے تو ان کے درمیان —— یعنی مؤمنین اور منکرین کے درمیان —— فیصلہ کردیا جاتا —— مؤمنین سرخ رو ہوتے اور منکرین خائب وخاسر —— اور بے شک وہ قرآن کے بارے میں بے چین کرنے والے تردد میں ہیں۔

قرآن کو ماننے نہ ماننے کا نتیجہ قیامت میں ظاہر ہوگا: —— جو قرآن کو قبول کرے گا اور اس کے مطابق زندگی بنائے گا اس کا بھلا ہوگا، اور جو اس سے منہ موڑے گا اور بدعملی کی راہ اختیار کرے گا اس کا وبال اسی پر پڑے گا، اللہ کا کیا بگڑے گا؟ اور قیامت کے دن جو اس کو بدی کا بدلہ ملے گا وہ اللہ کا ظلم نہیں ہوگا، اس کے کئے کی سزا ہوگی، اللہ کی بارگاہ ظلم سے قطعاً بری ہے۔

آیتِ کریمہ: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ، وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا، وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ﴾:

ترجمہ: جس نے نیک کام کیا اس کا نفع اسی کے لئے ہے، اور جس نے برا کام کیا: اس کا وبال اسی پر ہے، اور آپ کے پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں۔

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَمَا تَخْرُجُ مِن ثَمَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۚ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِي قَالُوا آذَنَّاكَ مَا مِنَّا مِن شَهِيدٍ ﴿٤٧﴾ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَدْعُونَ مِن قَبْلُ ۖ وَظَنُّوا مَا لَهُم مِّن مَّحِيصٍ ﴿٤٨﴾ لَّا يَسْأَمُ الْإِنسَانُ مِن دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِن مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ ﴿٤٩﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُّجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِندَهُ لَلْحُسْنَىٰ ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٠﴾ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ ﴿٥١﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن كَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُم بِهِ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿٥٢﴾ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ

أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٥٣﴾ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ﴿٥٤﴾

إِلَيْهِ	اس کی طرف	وَضَلَّ عَنْهُمْ	اور پچل گئے ان سے	مِنْ بَعْدِ	بعد
يُرَدُّ	پھیرا جاتا ہے	مَّا كَانُوا	جن کو تھے وہ	ضَرَّاءَ	تکلیف کے
عِلْمُ	علم	يَدْعُونَ	پکارا کرتے	مَسَّتْهُ	جس نے اس کو چھویا ہے
السَّاعَةِ	قیامت کا	مِنْ قَبْلُ	پہلے سے	لَيَقُولَنَّ	ضرور کہے گا وہ
وَمَا تَخْرُجُ	اور نہیں نکلتے	وَظَنُّوا	اور گمان کیا انھوں نے	هَٰذَا لِي	یہ میرے لئے ہے
مِنْ ثَمَرَاتٍ	پھلوں میں سے	مَا لَهُمْ	نہیں ان کے لئے	وَمَا أَظُنُّ	اور نہیں خیال کرتا میں
مِنْ أَكْمَامِهَا (۱)	ان کے غلافوں سے	مِّن مَّحِيصٍ (۳)	کوئی جائے پناہ	السَّاعَةَ	قیامت کو
وَمَا تَحْمِلُ	اور نہیں اٹھاتی	لَا يَسْأَمُ	نہیں تھکتا	قَائِمَةً	برپا ہونے والا
مِنْ أُنْثَىٰ	کوئی مادہ	الْإِنْسَانُ	انسان	وَلَئِنْ	اور بخدا! اگر
وَلَا تَضَعُ	اور نہیں جنتی	مِنْ دُعَاءِ	دعا سے	رُّجِعْتُ	لوٹایا گیا میں
إِلَّا بِعِلْمِهِ	مگر اس کے علم سے	الْخَيْرِ	خیر کی	إِلَىٰ رَبِّي	میرے رب کی طرف
وَيَوْمَ	اور جس دن	وَإِنْ مَّسَّهُ	اور اگر چھوئے اس کو	إِنَّ لِي	بے شک میرے لئے
يُنَادِيهِمْ	پکارے گا وہ ان کو	الشَّرُّ	برائی	عِنْدَهُ	اس کے پاس
أَيْنَ شُرَكَائِي	کہاں ہیں میرے شرکاء؟	فَيَئُوسٌ	تو آس توڑنے والا	لَلْحُسْنَىٰ	یقیناً خوبی ہے
قَالُوا	جواب دیں گے وہ	قَنُوطٌ	مایوس ہونے والا ہے	فَلَنُنَبِّئَنَّ	پس ضرور جتلائیں گے ہم
آذَنَّاكَ (۲)	بتلا چکے ہم آپ کو	وَلَئِنْ	اور بخدا! اگر	الَّذِينَ كَفَرُوا	ان کو جنھوں نے انکار کیا
مَا مِنَّا	نہیں تھا ہم میں سے	أَذَقْنَاهُ	چکھائیں ہم اس کو	بِمَا عَمِلُوا	وہ کام جو انھوں نے کئے
مِنْ شَهِيدٍ	کوئی گواہ	رَحْمَةً مِّنَّا	اپنی مہربانی سے	وَلَنُذِيقَنَّهُمْ	اور ضرور چکھائیں گے ہم انکو

(۱) أکمام: کِمّ کی جمع: وہ غلاف جو کلی یا پھل پر لپٹا ہوا ہوتا ہے (۲) آذن فلانا: خبر کرنا، آگاہ کرنا آذَنَّاكَ میں ضمیر متکلم ہے، اور کاف ضمیر حاضر: ہم نے آپ کو کہہ سنایا، آگاہ کر دیا (۳) محیص: ظرف مکان: پناہ گاہ۔

مِّنْ عَذَابٍ	عذاب سے	اِنْ كَانَ	اگر ہو (قرآن)	لَهُمْ	ان کے لئے
غَلِيْظٍ	گاڑھا (سخت)	مِنْ عِنْدِ	پاس سے	اَنَّهُ الْحَقُّ	کہ وہ (قرآن) برحق ہے
وَاِذَآ	اور جب	اللّٰهِ	اللہ کے	اَوَلَمْ يَكْفِ	کیا اور نہیں کافی
اَنْعَمْنَا	انعام کیا ہم نے	ثُمَّ كَفَرْتُمْ	پھر نہیں مانا تم نے	بِرَبِّكَ	تیرے پروردگار کے لئے
عَلَى الْاِنْسَانِ	انسان پر	بِهٖ	اس کو	اَنَّهٗ	کہ وہ
اَعْرَضَ	روگردانی کرتا ہے	مَنْ اَضَلُّ	کون زیادہ گمراہ ہے	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر
وَنَاٰ(۱)	اور دور ہوتا ہے	مِمَّنْ هُوَ	اس سے جو وہ	شَهِيْدٌ	گواہ ہے
بِجَانِبِهٖ	اپنے پہلو سے	فِيْ شِقَاقٍ	اختلاف میں ہے	اَلَآ اِنَّهُمْ	سنو! بے شک وہ
وَاِذَا	اور جب	بَعِيْدٍ	دور کے	فِيْ مِرْيَةٍ	شک میں ہیں
مَسَّهُ	چھویا اس کو	سَنُرِيْهِمْ	عنقریب دیکھائیں	مِّنْ لِّقَآءِ	ملاقات سے
الشَّرُّ	برائی نے		گے ہم ان کو	رَبِّهِمْ	ان کے رب کی
فَذُوْ دُعَآءٍ	تو دعا والا ہے	اٰيٰتِنَا	اپنی نشانیاں	اَلَآ اِنَّهٗ	سنو! بے شک وہ
عَرِيْضٍ	چوڑی	فِي الْاٰفَاقِ	دنیا کے کناروں میں	بِكُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کو
قُلْ	کہہ	وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ	اور ان کی جانوں میں	مُّحِيْطٌ	گھیرنے والا ہے
اَرَءَيْتُمْ	کیا دیکھا تو نے	حَتّٰى يَتَبَيَّنَ	یہانتک کہ کھل جائے گا	❁	❁

قیامت کب آئے گی؟ —— چونکہ نیکی بدی کا پورا بدلہ قیامت کے دن ملے گا، اس لئے منکرین پوچھیں گے: قیامت کب آئے گی؟ اس کا جواب کوئی نہیں دے سکتا، اسرافیل علیہ السلام بھی کہیں گے: اللہ أعلم! اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں، میں نہیں جانتا!

آیتِ کریمہ: ﴿ اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ﴾: —— **اللہ ہی کی طرف قیامت کا علم پھیرا جاتا ہے!**

قیامت جب بھی آئے گی اللہ کے علم سے کوئی بات مخفی نہیں ہوگی: —— علم الٰہی ہر چیز کو محیط ہے، کوئی کھجور اپنے گابھے سے، کوئی دانہ اپنے خوشہ سے اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا مگر وہ اللہ کے علم میں ہوتا ہے، اور کسی مادہ کے حمل نہیں ٹھہرتا اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر اللہ کو اس کی سب خبر ہے، اسی طرح انسان کا ہر اچھا برا عمل بھی علم الٰہی میں ہے، پس

(۱) نآی (ف) نَأْيًا: دور ہونا، النائی: دور۔

اہم بات یہ نہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ اہم بات یہ ہے کہ امتحان کی تیاری کرو، امتحان بہر حال ایک دن ہونا ہے، اسی طرح آدمی قیامت کا یقین کر کے اس دن کی فکر کرے۔

آیتِ کریمہ: ﴿ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ﴾

ترجمہ: ـــــ اور کوئی پھل اپنے خول سے نہیں نکلتا، اور کسی مادہ کو حمل نہیں ٹھہرتا، اور نہ وہ بچہ جنتی ہے، مگر سب اس کے علم سے ہوتا ہے۔

قیامت کی جلدی کیوں ہے؟ ـــــ قیامت کا دن ہوش رُبا ہے، اس دن شرک کے سورما شرک سے مکر جائیں گے، جب اللہ تعالیٰ دور سے پکار کر ان سے پوچھیں گے: جن کو میری عبادت میں شریک ٹھہراتے تھے وہ کہاں ہیں؟ ذرا ان کو سامنے تو لاؤ! ـــــ وہ جواب دیں گے: پروردگار! ہم تو آپ سے پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ ہم نے آپ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا، ہم نے آپ کو چھوڑ کر کسی کی عبادت نہیں کی، اور عبادت کرنا تو درکنار! شرک کی جگہ میں (مندر میں) ہم میں سے کوئی موجود نہیں تھا! ـــــ جھوٹے لپاٹی! جھوٹوں کا منہ کالا!

اور قیامت کے دن دنیا میں جن شرکاء کو پکارتے تھے، ان کا کہیں پتہ نہیں ہوگا، سب رفو چکر ہو جائیں گے، وہ اپنے پرستاروں کی مدد کو نہیں آئیں گے ـــــ اور پرستار بھی سمجھ جائیں گے کہ برے پھنسے! اب گلوخلاصی کی کوئی راہ نہیں۔

آیتِ کریمہ: ﴿ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۚ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴾

ترجمہ: اور جس دن اللہ تعالیٰ مشرکین کو پکاریں گے: میرے شریک کہاں ہیں؟ وہ جواب دیں گے: ہم آپ سے عرض کر چکے ہیں کہ ہم میں سے کوئی (شرک کا) گواہ نہیں، اور غائب ہو جائیں گے ان سے جن کو وہ آج سے پہلے پکارا کرتے تھے اور سمجھ جائیں گے وہ کہ ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں!

عجیب ماجرا! ـــــ مشرکین گلوخلاصی سے مایوس کیوں ہو جاتے ہیں؟ انسان جس طرح خیر مانگنے سے نہیں تھکتا پریشانی میں بھی مایوس اور ناامید نہیں ہونا چاہئے، راحت رساں وہ ہیں تو مشکل کُشا بھی وہی ہیں، مشرکین کو چاہئے کہ مایوسی کا دن آئے اس سے پہلے پریشانی کا مداوا کر لیں۔

آیتِ کریمہ: ﴿ لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴾

ترجمہ: انسان خیر مانگنے سے نہیں تھکتا، اور اگر اس کو برائی پہنچتی ہے تو ناامید مایوس ہو کر رہ جاتا ہے!

مایوسی کے بعد مہربانی پہنچتی ہے تو اس کو اپنا کمال سمجھتا ہے! ـــــ انسان کی ایک کمزوری تو یہ ہے کہ تکلیف میں

مایوس ہوجاتا ہے، دوسری کمزوری یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تکلیف دور کر کے راحت پہنچاتے ہیں تو وہ اس خوش حالی کو اپنا کمال سمجھتا ہے، بلکہ خوشی میں پھولا نہیں سماتا، اپنی خوشی کو کھینچ کر قیامت تک لے جاتا ہے۔

آیتِ کریمہ: ﴿ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ ﴾

ترجمہ: اور بخدا! اگر ہم اس کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھائیں، کسی ایسی تکلیف کے بعد جو اس کو پہنچی، تو وہ ضرور کہے گا: یہ تو میرے لئے ہے —— یعنی میری ہنرمندی سے یہ چیز مجھے حاصل ہوئی ہے —— اور میں قیامت کو آنے والا خیال نہیں کرتا، اور اگر میں (بالفرض) میرے رب کی طرف سے لوٹایا گیا تو ضرور میرے لئے اس کے پاس بہتری ہوگی —— یعنی جو یہاں بہتر وہ وہاں بہتر! وہاں بھی میرا انجام بہتر ہوگا، کیونکہ اگر میں اللہ کے نزدیک برا ہوتا تو دنیا میں مجھے عیش کیوں دیتا؟ میں اللہ کا مقبول بندہ ہوں جبھی مزے اڑا رہا ہوں! لہٰذا وہاں بھی توقع ہے کہ یہی معاملہ میرے ساتھ ہوگا۔

خوش فہمی! —— خوش ہولو کہ کفر وغرور کے باوجود وہاں بھی مزے لوٹو گے، وہاں پہنچ کر پتہ چل جائے گا کہ مشرکوں اور منکروں کو کیسی سخت سزا ملتی ہے، وہاں عمر بھر کی بدکرداریاں سامنے آجائیں گی۔

باقی آیت: ﴿ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ ﴾

ترجمہ: پس ہم ضرور بتلائیں گے ان لوگوں کو جنھوں نے انکار کیا، ان کے وہ کام جو انھوں نے کئے، اور ہم ضرور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے!

گاہے چناں گاہے چنیں! —— انسان کبھی تکلیفوں میں مایوس اور نعمتوں میں نازاں فرحاں ہوتا ہے، اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے، نعمتوں میں اعراض کرتا ہے اور بے پرواہی برتتا ہے، اور تکالیف میں لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے، گاہے چناں گاہے چنیں: کبھی ایسا کبھی ویسا! یہ انسان کی بڑی کمزوری ہے، نہ سختی میں صبر نہ نرمی میں شکر!

آیتِ کریمہ: ﴿ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝ ﴾

ترجمہ: اور جب ہم انسان کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ منہ موڑتا ہے، اور پہلو تہی کرتا ہے، اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعاؤں میں لگ جاتا ہے۔

قرآن اللہ کی برحق کتاب ہے، اس کا انکار کر کے گھاٹے میں مت پڑو

انسان کی متضاد طبیعت کا نقشہ کھینچ کر، اور اس کی کمزوریاں مؤثر انداز میں بیان کر کے اب تنبیہ کرتے ہیں کہ قرآنِ کریم اللہ کے پاس سے آیا ہے، جو انسان کی کمزوریوں کا علاج ہے، اور اس کو انجام کی طرف توجہ دلاتا ہے، اس کا انکار

کر کے اپنی عاقبت خراب مت کرو، ورنہ تم حق کی مخالفت میں بہت دور چلے جاؤ گے، پھر تمہارے دلوں پر مہر لگ جائے گی، اور گمراہی سے واپسی نصیب نہیں ہوگی۔

آیتِ کریمہ:﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾﴾

ترجمہ: آپؐ پوچھئے: بتلاؤ: اگر قرآن اللہ کے پاس سے ہو — جیسا کہ واقع میں ہے — پھر تم اس کا انکار کرو تو کون بڑا گمراہ ہوگا، اس سے جو دور کے اختلاف میں ہے؟ — کوئی نہیں! وہی سب سے بڑا مجرم ہے، اور ایسے ہی مجرموں کے دلوں پر ٹھپّا لگ جاتا ہے۔

قرآن کی صداقت آج نہیں کل ظاہر ہوگی

یہ مکی سورت ہے، اُس وقت اسلام دبا ہوا تھا، اور قرآن کی باتیں سمجھ میں نہیں آرہی تھیں، اب آخری آیت میں پیشین گوئی ہے کہ ذرا اسلام کو مکہ سے نکل کر اطراف میں پھیلنے دو، پھر تم خود بھی اس کو قبول کرو گے اور اس وقت قرآن کی صداقت تمہارے لئے واضح ہوجائے گی، اور فی الحال تم اس لئے قبول نہیں کررہے کہ تم اس دھوکے میں ہو کہ تمہیں خدا سے ملنا اور اس کے سامنے جانا نہیں — اور اس بات کی خبر اللہ تعالیٰ دے رہے ہیں جو ہر چیز کے گواہ ہیں، موقع پر موجود آدمی سے وہ زیادہ جانتے ہیں — اور تمام امور ان کی دسترس میں ہیں، وہ جس طرح چاہتے ہیں حالات کو پلٹ دیتے ہیں، ان کے لئے یہ کام کچھ مشکل نہیں۔

آیتِ کریمہ:﴿ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾﴾

ترجمہ: عنقریب ہم ان کو اپنی (غلبۂ اسلام کی) نشانیاں دکھلائیں گے، دنیا کے کناروں میں (مثلاً مدینہ میں) اور ان کی ذاتوں میں — یعنی وہ خود اسلام قبول کرلیں گے — یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہوجائے گا کہ وہ (قرآن) برحق ہے، کیا آپ کے رب کے لئے یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کے گواہ ہیں — پس ان کی باتیں گویا دیدہ ہیں۔

سنو! بے شک وہ لوگ شک میں مبتلا ہیں اپنے رب کی ملاقات کے بارے میں، سنو! بے شک وہ ہر چیز کو گھیرنے والے ہیں!

﴿الحمد للہ! ۵؍صفر المظفر ۱۴۳۷ھ = ۱۸؍نومبر ۲۰۱۵ء کو سورۃ حٰمٓ السجدۃ کی تفسیر پوری ہوئی﴾

آیاتھا ۵۳ (۴۲) سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ (۶۲) رکوعاتھا ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۞ عٓسٓقٓ ۞ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۞ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۞ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۞ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۞ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۞ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞

حٰمٓ	حا،میم	وَاِلَى الَّذِيْنَ	اور ان کی طرف جو	لَهٗ مَا	انہی کا ہے جو
عٓسٓقٓ	عین،سین،قاف	مِنْ قَبْلِكَ	آپؐ سے پہلے ہوئے	فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں ہے
كَذٰلِكَ (۱)	اسی طرح	اللّٰهُ (۲)	اللہ تعالیٰ	وَمَا فِي الْاَرْضِ	اور جو زمین میں ہے
يُوْحِيْٓ	وحی کرتے ہیں	الْعَزِيْزُ	زبردست	وَهُوَ الْعَلِيُّ	اور وہ برتر
اِلَيْكَ	آپؐ کی طرف	الْحَكِيْمُ	حکمت والے	الْعَظِيْمُ	بڑے ہیں

(۱) کذلك: کاف: حرفِ تشبیہ، ذلك: اسم اشارہ، مشبّہ بہ یہی سورت، جیسے: هذه مقدمة میں مشارٌ الیہ مقدمة ہی ہوتا ہے

(۲) اللہ: یوحی کا فاعل ہے، رعایتِ فاصلہ کی وجہ سے مؤخر کیا ہے۔

تكاد(1)	قریب ہیں	وما انت	اورنہیں ہیں آپ	في السعير	دہکتی آگ میں ہوگی
السموت	آسمان	عليهم	ان کے	ولو شاء	اوراگر چاہتے
يتفطرن	(کہ) پھٹ جائیں	بوكيل	کچھ ذمہ دار	الله	اللہ تعالیٰ
من فوقهن(2)	ان کے اوپر سے	وكذلك(5)	اوراسی طرح	لجعلهم	توبناتے ان کو
والملئكة	اورفرشتے	اوحينا	بھیجی ہم نے	امة واحدة	ایک گروہ
يسبحون	پاکی بیان کرتے ہیں	اليك	آپ کی طرف	ولكن يدخل	لیکن داخل کریں گے
بحمد	خوبی کے ساتھ	قرانا(6)	پڑھنے کی کتاب	من يشاء	جس کو چاہیں گے
ربهم	ان کے ربّ کی	عربيا(7)	فصیح وبلیغ عربی میں	في رحمته	اپنی رحمت میں
ويستغفرون	اوراستغفار کرتے ہیں	لتنذر	تاکہ ڈرائیں آپ	والظلمون	اورظالم (مشرک)
لمن في الارض	ان کے لئے جوزمین میں ہیں	ام القرى	مرکزی بستی کو	ما لهم	نہیں ہوگا ان کے لئے
الا ان الله	سنو! بے شک اللہ	ومن حولها	اوران کو جواس کے	من ولي	کوئی کارساز
هو الغفور	ہی بڑے بخشنے والے		اردگرد ہیں	ولا نصير	اورنہ کوئی مددگار
الرحيم	نہایت مہربان ہیں	وتنذر	اورڈرائیں آپ	ام اتخذوا	کیا بنائے انھوں نے
والذين	اورجنھوں نے	يوم الجمع	اکٹھا ہونے کے دن سے	من دونه	اللہ سے کم تر
اتخذوا	بنائے	لا ريب	نہیں ذرا شک	اولياء	کارساز
من دونه	اللہ سے ورے	فيه	اس میں	فالله	پس اللہ
اولياء(3)	کارساز	فريق	ایک جماعت	هو الولي	ہی کارساز ہیں
الله(4)	اللہ تعالیٰ	في الجنة	جنت میں ہوگی	وهو يحي	اوروہ زندہ کریں گے
حفيظ عليهم	نگراں ہیں ان پر	وفريق	اوردوسری جماعت	الموتى	مُردوں کو

(1) کاد: محل اثبات میں نفی کرتا ہے، اور محل نفی میں اثبات کرتا ہے، یہاں محل اثبات میں ہے یعنی آسمان پھٹے نہیں، مقصد: ملائکہ کی کثرت کا بیان ہے (2) پھٹنے کی دوصورتیں ہیں: ایک: پھٹ کر دوٹکڑے ہوجانا یا سوراخ ہوجانا، یہ مراد نہیں۔ دوم: کریک ہوجانا، جیسے زمین اوپر سے پھٹتی ہے، یہ معنی مراد ہیں (3) أولیاء: اتخذوا کا مفعول بہ ہے (4) اللہ: مبتدا، حفیظ علیھم: خبر حفیظ (فعیل) بمعنی حافظ ہے (5) کذلك: مشبہ بہ سابقہ کتابیں ہیں (6) قرآنا: قرء (ف) کا قِراءۃ کی طرح مصدر ہے: پڑھنا، مراد پڑھنے کی کتاب ہے (7) عربی کے مفہوم میں وضاحت وفصاحت داخل ہے۔

وَهُوَ	اور وہ	عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ	ہر چیز پر	قَدِیْرٌ	پوری قدرت رکھنے والے ہیں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سورت کا نام اور موضوع

آیت ۳۸ میں مشورہ کا ذکر آیا ہے، اس کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے سورت کا نام الشوریٰ رکھا گیا، اس کے نزول کا نمبر ۶۲ ہے، تمام حوامیم بالترتیب نازل ہوئی ہیں، حوامیم سورۃ المؤمن سے سورۃ الاحقاف تک ہیں، بلکہ سورۃ الزمر بھی متصل ہی نازل ہوئی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۵۹ ہے، پھر تا احقاف بالترتیب نمبرات ہیں، یہ سورتیں مکی دور کے نصف آخر میں اتری ہیں، یہ پورا کش مکش کا دور تھا، اسلام کی، نبی ﷺ کی اور مسلمانوں کی مخالفت زوروں پر تھی، ان سورتوں کا انداز بھی نرالا ہے اور یہ سورت تو مضامین کا گنجینہ ہے، اس لئے یہ سورتیں حفظ وفہم کے اعتبار سے اہم ہیں، ان کو توجہ سے پڑھنا چاہئے۔

حوامیم کے مضامین مشترک ہیں، اور وہ یہ ہیں:

۱- توحید مع ابطالِ شرک، اور اسی سلسلہ میں صفاتِ کمال، افعالِ حکمت اور عمومِ نعمت کا بیان ہے۔

۲- رسالت مع دلیل رسالت (قرآنِ کریم) اور اس کی عظمت وضرورت کا بیان ہے۔

۳- معاد وآخرت اور بعث وجزاء کا بیان ہے، اور استعجال کا جواب دیا ہے، اور اسی سلسلہ میں انہماک فی الدنیا کی مذمت اور طلبِ آخرت کی ترغیب ہے، نیز مؤمنین کا حسنِ اعمال وحسن مآل اور کفار کا قبح اعمال اور قبح مآل بیان کیا ہے۔

اور گذشتہ سورت دلیلِ رسالت یعنی قرآن کے تذکرہ پر ختم ہوئی تھی، یہ سورت اسی بیان سے شروع ہو رہی ہے۔

پانچ حروفِ ہجاء: — سورت کے شروع میں پانچ حروفِ ہجاء ہیں: — حا، میم، عین، سین، قاف — ان کو ایک ساتھ لکھا گیا ہے، مگر پڑھا الگ الگ جاتا ہے، اس لئے ان کو حروفِ مقطعات کہا جاتا ہے، پانچ حروفِ مقطعات سورۃ مریم کے شروع میں بھی ہیں: کاف، ھا، یاء، عین، صاد، مگر وہ ایک آیت ہیں، اور یہاں دو آیتیں ہیں، اس کی وجہ ان کے معانی کی طرح اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔

وحی بھیجنے کا سلسلہ قدیم سے جاری ہے

جس طرح یہ سورت آپ کی طرف وحی کی جارہی ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی عادت آپ کی طرف اور دوسرے انبیاء کی طرف وحی بھیجنے کی رہی ہے، جس سے اس کی شانِ حکمت وحکومت کا اظہار ہوتا ہے (فوائد)

آیتِ کریمہ: ﴿ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ﴾

ترجمہ: اسی طرح وحی بھیجتے ہیں اللہ تعالیٰ جو زبردست بڑے حکمت والے ہیں آپؐ کی طرف اور ان پیغمبروں کی طرف جو آپؐ سے پہلے گذرے ہیں —— یعنی اللہ تعالیٰ زبردست اور غالب ہیں، وہی معبود برحق ہیں، اس لئے اپنی الوہیت واضح کرنے کے لئے اور کم تر خداؤں کی سخافت (بوداپن) ظاہر کرنے کے لئے از آدم تا ایں دم وحی بھیجتے رہتے ہیں، اور اس وحی میں دانشمندی کی باتیں ہوتی ہیں، تاکہ لوگ احمقانہ نظریات سے احتراز کریں اور سیدھی راہ پر چلیں۔

کائنات اللہ تعالیٰ کی ملک ہے

اور اللہ تعالیٰ ہی معبود اس لئے ہیں کہ وہی کائنات کے مالک ہیں، وہی برتر وبالا اور وہی عظیم الشان ہیں، دوسرا کوئی ایک ذرہ کا مالک نہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ سے رتبہ میں بھی کم تر ہیں، اور ان کی کوئی شان بھی نہیں، پھر وہ معبود کیسے ہوسکتے ہیں؟

آیتِ کریمہ: ﴿ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾

ترجمہ: انہی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور وہ برتر بڑے مرتبہ والے ہیں۔

اللہ کی عبادت کے لئے فرشتے بہت ہیں

اگر کوئی اللہ کو معبود نہیں مانتا، اور ان کی عبادت نہیں کرتا تو اللہ کا کیا نقصان ہے؟ ان کی عبادت کے لئے فرشتے بہت ہیں، ان کے بوجھ سے آسمان پھٹا جارہا ہے، آسمانوں میں چار انگشت جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سر بسجود نہ ہو (حدیث) —— اور وہ تمام زمین والوں کے لئے (بہ شمول مشرکین وکفار) دعائے مغفرت کرتے ہیں، مؤمنین کے لئے گناہوں سے حفاظت کی اور کفار ومشرکین کے لئے ہدایت کی، تاکہ وہ آخرت میں کامیاب ہوں۔

آیتِ کریمہ: ﴿ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾

ترجمہ: کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں —— یعنی کریک ہوجائیں، اوپر سے پھٹنے کا یہی مطلب ہے، اور یہ استعارہ ہے، کثرتِ ملائکہ کا بیان مقصود ہے، فرشتوں کا ثقیل (بوجھ والا) ہونا اس سے لازم نہیں آتا —— اور فرشتے اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہیں ان کی خوبیوں کے ساتھ —— یہ بات پہلی بات سے مربوط ہے یعنی بے شمار فرشتے حمد وتسبیح میں لگے ہوئے ہیں، اگر کچھ نالائق انسان اس کی بندگی سے سرتابی کرتے ہیں تو اللہ کا کیا نقصان ہے؟ انہی کا نقصان ہے! —— اور ان لوگوں کے لئے جو زمین میں ہیں استغفار کرتے ہیں —— یعنی دعا کرتے ہیں کہ مؤمنین کی

خطاؤں اور لغزشوں کو معاف فرما، اور کفار ومشرکین کو ہدایت نصیب فرما، تاکہ وہ آخرت میں کامیاب ہوں —— غیر مسلموں کے لئے ان کی حیات میں استغفار جائز ہے، کیونکہ زندگی میں استغفار کا مطلب ہے ہدایت سے سرفراز کرنا تاکہ موت کے بعد ان کی بخشش ہو، البتہ جب کفر وشرک پر کسی کی موت ہوجائے تو اب استغفار جائز نہیں، یہ مسئلہ سورۃ التوبہ (آیت ۱۱۳) میں ہے، اور فرشتے بھی اب ان پر لعنت بھیجتے ہیں، دعائے مغفرت حیات تک ہی کرتے ہیں، چنانچہ فرشتوں کی دعاء کی برکت سے وہ ایک دم نہیں پکڑے جاتے، ایک عرصہ کے لئے مہلت دی جاتی ہے —— سنو! بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑی مہربانی فرمانے والے ہیں!

نالائق بندے اللہ کی گرفت سے باہر نہیں

اللہ تعالیٰ دنیا میں مشرکین وکفار کو مہلت تو دیتے ہیں، مگر وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہمیشہ کے لئے بچ گئے، ان کے سب اعمال واحوال اللہ کے علم میں ہیں اور وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں، وقت آنے پر ان کا حساب چکا دیا جائے گا —— اور رسول اللہ ﷺ پر ان کی کچھ ذمہ داری نہیں کہ وہ مانتے کیوں نہیں، آپ کا کام صرف پیغامِ حق پہنچانا ہے، آگے اللہ جانیں!

آیتِ کریمہ: ﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ ﴾

ترجمہ: اور جن لوگوں نے اللہ سے کم تر بندوں کو کارساز بنایا ہے وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں، اور آپ ان کے کچھ ذمہ دار نہیں!

عربوں میں کام کی ذمہ داری نبی ﷺ پر تھی

نبی ﷺ کی بعثت تمام انسانوں کے لئے ہے، سورۃ سبا کی (آیت ۲۸) ہے: ﴿وَمَآ أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾: اور ہم نے آپ کو سبھی لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے، خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں!

مگر کام کرنے کے اعتبار سے سورۃ الجمعہ میں آپ کی امت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: ایک: امیین یعنی عرب۔ دوم: آخرین یعنی غیر عرب، اول میں کام کرنے کی ذمہ داری نبی ﷺ کی تھی، اور دوسروں میں کام کرنے کی ذمہ داری پہلی امت کی تھی، سورۃ آلِ عمران (آیت ۱۱۰) میں ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾: تم (علم الٰہی میں) بہترین امت تھے، جس کو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے وجود میں لایا گیا ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ یہ آیت خاص صحابہ کے حق میں ہے (حیات الصحابہ جلد اول، باب سوم)

چنانچہ عربوں میں کام پورا ہونے کا وقت آیا، مکہ مکرمہ فتح ہو گیا، اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے تو سورۃ النصر نازل ہوئی، اور آپؐ کو قربِ وفات کی اطلاع دی گئی، کیونکہ آپؐ کے ذمہ جو کام تھا وہ پورا ہو گیا، یہاں بھی یہی مضمون ہے۔

آیتِ کریمہ:﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ﴾

ترجمہ: اور اسی طرح وحی کی ہم نے آپؐ کی طرف واضح فصیح عربی زبان میں پڑھنے کی کتاب — عربوں میں کام کرنے کے لئے ایسی کتاب ضروری تھی، جیسا ابھی سورۃ حٰمٓ السحدۃ (آیت ۴۴) میں گذرا — تاکہ آپؐ مرکزی بستی کو اور ان کو جو اس کے اردگرد ہیں نتائج اعمال سے آگاہ کریں — أم القریٰ (مرکزی بستی) یعنی مکہ مکرمہ، اور اس کا اردگرد: یعنی جزیرۃ العرب، سارا عرب حج کے لئے مکہ آتا تھا، اس لئے ان میں کام کی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ کو سونپی گئی تھی۔

انبیاء کے مشن میں قیامت اور اس کے احوال سے آگاہ کرنا بھی ہے

انبیاء کرام سب سے پہلے توحید کی دعوت دیتے ہیں، اور ساتھ ہی آخرت سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ ایک دن آنے والا ہے، جب تمام اگلے پچھلے اللہ کے حضور میں حساب کے لئے جمع کئے جائیں گے، یہ ایک طے شدہ بات ہے، اس میں ادنیٰ شک کی گنجائش نہیں، اس دن لوگ دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے، ایک فریق جنت میں جائے گا دوسرا جہنم میں، لوگوں کو چاہئے کہ اس دن کی تیاری کریں تاکہ جہنم سے بچ جائیں۔

آیتِ کریمہ:﴿ وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝ ﴾

ترجمہ: اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں، جس کے آنے میں ذرا شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور دوسرا گروہ دوزخ میں!

جن ّو انس کی صلاحیتیں دیگر مخلوقات سے مختلف ہیں، اس لئے انجام بھی مختلف ہوگا

اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی فطرت یک رخی بنائی ہے اور جن ّو انس کی دو رخی، فرشتے ہمیشہ عبادت کرتے ہیں، سورج، چاند، تارے، ہوا، سمندر اور چرند و پرند اپنا کام کرتے ہیں، جس کو جس مقصد کے لئے بنایا ہے: اس کی تکمیل میں لگا ہوا ہے، اور مکلّف مخلوق (جن ّو انس) جزوی اختیار رکھتی ہے، وہ اپنی مرضی سے طاعت بھی کر سکتی ہے اور نافرمانی بھی، اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو ان کو بھی ایک رخ کی فطرت دے سکتے تھے، مگر ان کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ ان کو دونوں طرح کی صلاحیت دی جائے، اس لئے ان کا انجام دوسری مخلوقات سے مختلف ہوگا، جو اطاعت کرے گا وہ اللہ کی رحمت کا حقدار ہوگا اور جو نافرمانی

کرے گا آخرت میں اس کا نہ کوئی کارساز ہوگا نہ مددگار!

آیتِ کریمہ:﴿ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۝ ﴾

ترجمہ:اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان (انسانوں) کو ایک ہی امت بناتے —— یعنی ایک طرح کی صلاحیت دیتے، تاکہ آخرت میں ان کے دو گروہ نہ بنتے، ایک ہی انجام ہوتا یعنی سب مٹی کر دیئے جاتے —— لیکن وہ (اللہ تعالیٰ) جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت میں داخل کرتے ہیں —— ﴿وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ﴾:اور اسی (مہربانی کے) لئے ان کو پیدا کیا ہے [ہود ۱۱۹] یعنی اللہ تعالیٰ نے مکلّف مخلوق کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی مہربانی کے سزاوار بنیں، ان کی اطاعت وعبادت کر کے ان کی جنت کے حقدار بنیں، مگر لوگ ہیں کہ بھلا برا سوچے بغیر دوزخ کی طرف دوڑے جارہے ہیں —— اور ظالموں (مشرکوں اور کافروں) کے لئے نہ کوئی کارساز ہے نہ مددگار!

کارساز بنانا ہے تو اللہ کو بناؤ جو ہر کام کر سکتے ہیں، بے چاروں کو کیا مددگار بناتے ہو!

رفیق ومددگار بنانے کے لائق اللہ تعالیٰ ہیں، انہی کو کارساز بناؤ، وہ ہر کام کر سکتے ہیں، وہی مُردوں کو زندہ کریں گے، وہ ہر چیز پر قادر ہیں، تمہارے معبود بے چارے عاجز ومجبور ہیں، وہ کچھ نہیں کر سکتے، ان سے کیا امید باندھے بیٹھے ہو!

آیتِ کریمہ:﴿ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝ ﴾

ترجمہ: کیا انھوں نے اللہ سے کم تر کو کارساز بنایا ہے؟ —— یہ ان کی نادانی ہے! —— پس اللہ ہی کارساز ہیں —— سب کام وہی کر سکتے ہیں، پس انہی کو کارساز بناؤ —— وہی مُردوں کو زندہ کریں گے، اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں!

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖۚ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۝ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۝ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۝

وَمَا	اور جو	فَاطِرُ	پیدا کرنے والے	وَهُوَ	اور وہ
اخْتَلَفْتُمْ	اختلاف کیا تم نے	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کے	السَّمِيْعُ	خوب سننے والے
فِيْهِ[1]	اس میں	وَالْاَرْضِ	اور زمین کے	الْبَصِيْرُ	خوب دیکھنے والے ہیں
مِنْ شَيْءٍ	کسی بھی چیز سے	جَعَلَ لَكُمْ	بنایا اس نے تمہارے لئے	لَهُ	ان ہی کے پاس
فَحُكْمُهُ	پس اس کا فیصلہ	مِّنْ اَنْفُسِكُمْ	تمہاری جنس سے	مَقَالِيْدُ[5]	چابیاں ہیں
اِلَى اللّٰهِ	اللہ کی طرف ہے	اَزْوَاجًا	جوڑے	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کی
ذٰلِكُمُ[2]	وہی	وَّمِنَ الْاَنْعَامِ	اور پالتو چوپایوں کے	وَالْاَرْضِ	اور زمین کی
اللّٰهُ	اللہ	اَزْوَاجًا	جوڑے	يَبْسُطُ	کشادہ کرتے ہیں وہ
رَبِّيْ	میرے ربّ ہیں	يَذْرَؤُكُمْ	تعداد بڑھاتا ہے تمہاری	الرِّزْقَ	روزی
عَلَيْهِ	ان پر	فِيْهِ[3]	اس کے ذریعہ	لِمَنْ يَّشَاۗءُ	جس کیلئے چاہتے ہیں
تَوَكَّلْتُ	بھروسہ کیا میں نے	لَيْسَ	نہیں ہے	وَيَقْدِرُ	اور تنگ کرتے ہیں
وَاِلَيْهِ	اور اسی کی طرف	كَمِثْلِهٖ[4]	اس کے مانند	اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ	بے شک وہ ہر چیز کو
اُنِيْبُ	رجوع کرتا ہوں میں	شَيْءٌ	کوئی چیز	عَلِيْمٌ	خوب جاننے والے ہیں

اللہ تعالیٰ کی مادّی کارسازی

ابھی آیا کہ اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہیں، اب اس کی تفصیل کرتے ہیں، اللہ نے انسان کی مصلحت سے آسمان وزمین پیدا کئے، پھر انسان کو پیدا کیا، اور اس کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا، اور دونوں سے نسل چلائی، جس سے زمین بھر گئی، اسی طرح اس کی ضرورت کے لئے پالتو جانور پیدا کئے، ان کے بھی ہم جنس جوڑے بنائے، اور ان کو بھی زمین میں پھیلا دیا۔ اب بتاؤ! کون ہے جو یہ کام کرتا ہو یا کرسکتا ہو؟ کوئی نہیں! اللہ تعالیٰ ہی یہ کام کرتے ہیں، پس کہو: یہی اللہ میرے ربّ ہیں، اسی پر میرا بھروسہ ہے، اور اسی سے میں لو لگاتا ہوں، وہ بے مثل ہیں، ان کے مانند کوئی نہیں، وہ ہر چیز کو دیکھتے سنتے ہیں، اور

(۱) فیه: کی ضمیر مَا موصولہ کی طرف لوٹتی ہے اور من شیئ: ما کا بیان ہے، اور موصول صلہ مل کر مبتدا ہیں اور فحکمه: خبر ہے (۲) ذلکم: جمع کی ضمیر تعظیم کے لئے ہے۔ (۳) فی تعلیل کے لئے، جیسے: ﴿فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ﴾: یہی وہ ہے جس کی وجہ سے تم مجھے لعن طعن کرتی ہو [یوسف ۳۲] اور فیه کی ضمیر جَعْل کی طرف لوٹتی ہے، ذَرَأَ فلان الشيئَ: تعداد بڑھانا، زیادہ کرنا۔ (۴) کاف یا مثل زائد ہے (۵) مقالید: مِقْلاد کی جمع: خزانہ، کنجی۔

آسمان وزمین کے خزانوں کی چابیاں انہی کے پاس ہیں، وہ جس کو چاہتے ہیں زیادہ روزی دیتے ہیں، اور جس کو چاہتے ہیں کم دیتے ہیں، اور کم وبیش کی تعیین اپنے علم وحکمت کے مطابق کرتے ہیں (اور یہ مادی کارسازی کا بیان ہے اور روحانی ضروریات کی تکمیل کا بیان آگے آئے گا، اوران آیات میں دو اصولی باتیں بھی ہیں، ان کی تفصیل تفسیر میں ہے)

آیاتِ پاک: —— اور جس بات میں بھی تم (اہل حق سے) اختلاف کرتے ہو، کوئی سی بات ہو، اس کا فیصلہ اللہ کے حوالے ہے —— یہ پہلی اصولی بات ہے، سب جھگڑوں کے فیصلے اللہ کے سپرد ہونے چاہئیں، عقائد، احکام، عبادات یا معاملات جس میں بھی اختلاف پڑجائے اس کا فیصلہ قرآن وسنت سے کرانا چاہئے، سورۃ النساء (آیت ۵۹) میں ہے: ''پھر اگر تم کسی امر میں باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کے حوالے کردیا کرو'' پھر قرآن وسنت سے صراحۃً یا اشارۃً جو فیصلہ ملے اس کو بے چون وچرا قبول کیا جائے، یہی بہتر اور اس کا انجام خوش تر ہے۔

اور یہ اصولی بات یہاں اس لئے ذکر کی ہے کہ مشرکین توحید کے مسئلہ میں مسلمانوں سے اختلاف کرتے تھے، ان سے کہا جارہا ہے کہ اس کا فیصلہ اللہ کے حوالے کرو، وہ آگے فیصلہ فرمارہے ہیں، ان کا فیصلہ خوش دلی سے قبول کرو، اور کہو: —— یہی اللہ میرے ربّ ہیں، میں انہی پر بھروسہ کرتا ہوں، اور انہی کی طرف رجوع کرتا ہوں!

اللہ تعالیٰ کی کارسازی کا بیان: —— وہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں —— یعنی آسمان وزمین انسان کی مصلحت کے لئے پیدا کئے ہیں —— اور انھوں نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنائے —— تاکہ ایک کو دوسرے سے سکون حاصل ہو، ناجنس جوڑا ہوتا تو یہ مقصد حاصل نہ ہوتا —— اور پالتو چوپایوں کے (بھی) جوڑے بنائے، پھر وہ تمہاری نسل چلاتے ہیں جوڑے ملانے کے ذریعہ!

دوسری اصولی بات: —— کوئی چیز ان کے مثل نہیں، اور وہ ہر بات سننے والے، ہر چیز دیکھنے والے ہیں —— یعنی جیسی کارسازی اللہ تعالیٰ بندوں کی کرتے ہیں کوئی دوسرا نہیں کرسکتا، وہ سمیع وبصیر ہیں، حکمت ومصلحت کے مطابق کام بناتے ہیں، مثلاً: —— انہی کے اختیار میں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں، جس کو چاہتے ہیں زیادہ روزی دیتے ہیں، اور جس کو چاہتے ہیں کم دیتے ہیں، بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں!

نہ ذات میں اللہ کا کوئی مماثل نہ صفات میں

اوپر دوسری اصولی بات یہ آئی ہے کہ کوئی چیز اللہ کے مثل نہیں، اور وہ سمیع وبصیر ہیں، جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا کما حقہ ادراک ممکن نہیں، کیونکہ ان کا نہ تو کسی محسوس چیز سے اندازہ کیا جاسکتا ہے، اور نہ کسی معقول چیز سے تخمینہ لگایا جاسکتا ہے، ان کی شانِ عالی: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ ہے، نہ ذات میں ان کا کوئی

مماثل ہے نہ صفات میں، وہ سمیع وبصیر بے شک ہیں، مگر ان کا دیکھنا سننا مخلوق کے دیکھنے سننے کی طرح نہیں، کمالات ان کی ذات میں بے شمار ہیں، مگر کوئی کمال ایسا نہیں جس کی کیفیت بیان کی جاسکے، کیونکہ ان کی نظیر موجود نہیں، وہ مخلوق کی مشابہت ومماثلت سے بالکلیہ پاک، مقدس ومنزّہ ہیں، پھر ان کا قیاس واندازہ کیسے کیا جائے، انسان کے معقولات بھی تمام تر محسوسات سے مستفاد ہوتے ہیں، وہ محسوسات سے پوری طرح بلند ہوکر نہیں سوچ سکتا، اس لئے حق تعالیٰ کی ذات وصفات کے کما حقہ ادراک کی کوئی صورت نہیں (تفصیل کے لئے رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ جلد اول از صفحہ ۶۳۳ تا ۶۵۵ دیکھیں)

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝۱۳

شَرَعَ(1)	تعیین کی	وَصَّيْنَا	مکلّف کیا ہم نے	عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ	مشرکین پر
لَكُمْ	تمہارے لئے	بِهٖٓ	اس کا	مَا	جو
مِّنَ الدِّيْنِ	مذہب کی	اِبْرٰهِيْمَ	ابراہیم	تَدْعُوْهُمْ	بلاتے ہیں آپ ان کو
مَا وَصّٰى(2)	جو مکلّف کیا	وَمُوْسٰى	موسیٰ	اِلَيْهِ	اس کی طرف
بِهٖ	اس کا	وَعِيْسٰٓى	اور عیسیٰ کو	اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
نُوْحًا	نوح کو	اَنْ اَقِيْمُوا	کہ قائم کرو	يَجْتَبِيْٓ(4)	چنتے ہیں
وَّالَّذِيْٓ	اور جو	الدِّيْنَ	مذہب کو	اِلَيْهِ	اپنی طرف
اَوْحَيْنَآ(3)	بھیجا ہم نے	وَلَا تَتَفَرَّقُوْا	اور نہ جدا جدا ہوؤ	مَنْ يَّشَآءُ	جس کو چاہتے ہیں
اِلَيْكَ	آپ کی طرف	فِيْهِ	اس میں	وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ	اور راہ دکھاتے ہیں اپنی
وَمَا	اور جو	كَبُرَ	بھاری گذرتا ہے	مَنْ يُّنِيْبُ	جو رجوع کرتا ہے

(۱) شَرَعَ الدینَ: مذہب کی تعیین ووضاحت کرنا، مشروع کرنا (۲) وَصّٰی بالشیئ: مأمور ومکلّف کرنا، تاکید کرنا (۳) أوحینا: میں التفات ہے، پہلے وَصّٰی: غائب آیا تھا، اب جمع متکلم آیا (۴) اجتباء: چننا، برگزیدہ کرنا۔

روحانی کارسازی کا بیان

حیوانات کی ایک ضرورت ہے، اور وہ مادی ہے یعنی ان کی جسمانی ضرورت ہے، جو اللہ نے مہیا کی ہے، اور انسان کی دو ضرورتیں ہیں: ایک: مادّی یعنی جسم کی ضرورت، دوسری: روحانی یعنی روح کی تربیت کے لئے ہدایت، دونوں ضرورتیں اللہ نے پوری کی ہیں، مادی کارسازی کا بیان ہو چکا، اب ایک آیت میں روحانی کارسازی کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی دینی ضرورت کا انتظام ہر زمانہ میں کیا ہے، نوح علیہ السلام سے لے کر خاتم النّبیین ﷺ تک برابر اللہ تعالیٰ انسانوں کی دینی راہ نمائی فرماتے رہے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: —— اللہ تعالیٰ نے —— مقرر کیا تمہارے لئے وہی دین جس کا مکلّف کیا نوح کو، اور جو ہم نے آپؐ کی طرف اتارا، اور جس کا مکلّف کیا ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو —— یہی روحانی کارسازی ہے، جو الوہیت کے لئے ضروری ہے، اور دین یعنی مذہب: عقائد واصول کا نام ہے، جو ہمیشہ ایک رہا ہے، اور تمام مذاہب عقائد، اخلاق اور اصول دیانات میں متفق رہے ہیں، اور اصل الاصول تین عقیدے ہیں: توحید، رسالت اور آخرت۔ تمام مذاہب میں انہی بنیادی باتوں پر زور رہا ہے، اور یہاں پانچ اولوالعزم (بڑے درجہ کے) رسولوں کا ذکر کیا ہے، باقی حضرات ان کے ضمن میں آگئے، سورۃ احزاب (آیت ۷) میں بھی انہیں پانچ کا ذکر ہے۔

سوال: سب سے پہلے پیغمبر تو حضرت آدم علیہ السلام ہیں، انبیاء کا ذکر ان سے کیوں نہیں شروع کیا؟

جواب: ان کے زمانہ میں شرک وکفر نہیں تھا، کفر وشرک کا مقابلہ نوح علیہ السلام سے شروع ہوا، اس لحاظ سے نوح علیہ السلام پہلے پیغمبر ہیں جن کو اس طرح کے معاملات پیش آئے، اس لئے سلسلۂ بیان نوح علیہ السلام سے شروع کیا۔

اقامتِ دین فرض اور اس میں اختلاف حرام ہے

(اور ہم نے حکم دیا) کہ قائم کرو اس دین کو، اور اس میں جدا جدا مت ہو جاؤ —— اس دین کو: یعنی جو دین سب انبیاء میں مشترک چلا آرہا ہے، اور وہ اصولِ عقائد، اصولِ عبادت اور اصولِ اخلاق ہیں —— اور فروع احکام میں شریعتوں میں جزوی اختلاف رہا ہے، اس کا تذکرہ سورۃ المائدۃ (آیت ۴۸) میں ہے کہ ہم نے ہر ایک کے لئے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی ہے، اسی طرح فروعی مسائل میں جہاں قرآن وحدیث میں کوئی واضح حکم موجود نہیں یا بظاہر تعارض ہے: وہاں ائمہ کا اجتہاد سے کوئی حکم متعین کرنا تفرقِ ممنوع میں داخل نہیں، ایسا اختلاف صحابہ میں عہدِ رسالت سے چلا آرہا ہے، جس کو حدیث میں رحمت کہا گیا ہے۔

اور آیتِ کریمہ میں جو دو حکم ہیں وہ درحقیقت ایک ہی حکم ہے، اقامتِ دین کا حکم مثبت پہلو سے ہے اور تفرق کی

ممانعت منفی پہلو سے، قرآنِ کریم میں اور سنتِ قائمہ میں جو احکام منصوص ہیں، جن میں تاویل کا کوئی احتمال نہیں: وہ آیت کا مصداق ہیں، ان میں تفرق واختلاف ممنوع اور موجب ہلاکت ہے۔

توحید کی دعوت مشرکین پر گراں گذرتی ہے

انبیاء کے دین کا رکن اعظم توحید ہے، مگر لوگ شرک کے ایسے عادی ہوگئے ہیں کہ توحید کی دعوت ان کو بڑی بھاری معلوم ہوتی ہے، ارشاد فرماتے ہیں: —— مشرکین پر بڑی گراں گذرتی ہے وہ بات جس کی طرف آپ لوگوں کو بلاتے ہیں —— یہ ایک مثال ہے مذکورہ بالا حکم کی، توحید تمام انبیاء کی مشترک دعوت ہے، چاہئے تھا کہ لوگ اس کو فوراً قبول کرتے، مگر مشرکین اس دین حق کو قائم نہیں کرتے، انہیں توحید کی طرف آنا بڑا بھاری معلوم ہوتا ہے، وہ تفرقہ ڈالتے ہیں، جو حرام ہے۔

حسنِ استعداد والے توحید کو قبول کرتے ہیں

مشرکین میں جو اہل سعادت ہیں وہ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی دستگیری کرتے ہیں، اور وہ کامیاب ہوجاتے ہیں، اور جن کو یہ دعوت بھاری معلوم ہوتی ہے وہ ان کی سوءِ استعداد کی وجہ سے ہے، ارشاد فرماتے ہیں: —— اللہ تعالیٰ اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں، اور اپنی راہ دیتے ہیں اس کو جو (ان کی طرف) رجوع کرتا ہے۔

وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿١٤﴾ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿١٥﴾

وَمَا تَفَرَّقُوْٓا (۱)	اور نہیں جدا ہوئے	اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ (۲)	مگر بعد	مَا جَآءَهُمُ	ان کے پاس آنے

(۱) تَفَرَّقَ الشیئُ: بکھر جانا، جدا جدا ہونا، تَفَرَّقَ الرجلان: ہر ایک کا اپنی اپنی راہ لینا (۲) بعد: مضاف ہے اور ما جاء ھم مضاف الیہ، اور مَا: مصدریہ ہے۔

الْعِلْمُ	علم کے	مِّنْهُ	اس (عقیدۂ توحید)	بَيْنَكُمْ	تمہارے درمیان
بَغْيًا (۱)	ضد کی وجہ سے		کے بارے میں	اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
بَيْنَهُمْ	آپس کی	مُرِيْبٍ	بے چین کرنے والے	رَبُّنَا	ہمارے پروردگار
وَلَوْلَا	اور اگر نہ ہوتی	فَلِذٰلِكَ	پس اُس کے لئے	وَرَبُّكُمْ	اور تمہارے پروردگار ہیں
كَلِمَةٌ	ایک بات	فَادْعُ	پس آپؐ بلائیں	لَنَآ	ہمارے لئے
سَبَقَتْ	جو پہلے سے طے ہو چکی ہے	وَاسْتَقِمْ	اور مضبوط رہیں	اَعْمَالُنَا	ہمارے کام ہیں
مِنْ رَّبِّكَ	تیرے رب کی طرف سے	كَمَآ اُمِرْتَ	جیسا آپؐ حکم دیئے گئے ہیں	وَلَكُمْ	اور تمہارے لئے
اِلٰٓى اَجَلٍ	مدت تک	وَلَا تَتَّبِعْ	اور نہ پیروی کریں آپ	اَعْمَالُكُمْ	تمہارے کام ہیں
مُّسَمًّى	متعین	اَهْوَآءَهُمْ	ان کی خواہشات کی	لَا حُجَّةَ (۴)	نہیں بحث مباحثہ
لَّقُضِيَ	ضرور فیصلہ کیا جاتا	وَقُلْ	اور کہیں	بَيْنَنَا	ہمارے درمیان
بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان	اٰمَنْتُ	میں ایمان لایا	وَبَيْنَكُمْ	اور تمہارے درمیان
وَاِنَّ الَّذِيْنَ	اور بے شک جو لوگ	بِمَآ اَنْزَلَ	اس پر جو اتاری	اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
اُوْرِثُوا	وارث بنائے گئے	اللّٰهُ	اللہ نے	يَجْمَعُ	جمع کریں گے
الْكِتٰبَ	آسمانی کتاب کے	مِنْ كِتٰبٍ (۳)	یعنی کتاب (قرآن)	بَيْنَنَا	ہمارے درمیان
مِنْۢ بَعْدِهِمْ (۲)	ان (اگلوں) کے بعد	وَاُمِرْتُ	اور حکم دیا گیا ہوں میں	وَاِلَيْهِ	اور اسی کی طرف
لَفِيْ شَكٍّ	یقیناً شک میں ہیں	لِاَعْدِلَ	کہ انصاف کروں	الْمَصِيْرُ	لوٹنا ہے

توحید: ادیانِ سماویہ کا متفقہ عقیدہ کہاں ہے؟ عیسائی تثلیث کے قائل ہیں؟

اب ایک سوال کا جواب دیتے ہیں، مکہ میں عیسائی تھے، یہودی نہیں تھے، وہ مدینہ میں تھے، وہاں عیسائی نہیں تھے، مکہ کے مشرکین عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث سے واقف تھے، اور قرآنِ کریم نے ابھی کہا ہے کہ پانچ الوالعزم رسولوں کا دین ایک ہے، اور اس کی بنیادی تعلیم توحید ہے، یعنی معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، ان کی خدائی میں کوئی حصہ دار نہیں۔ اس پر

---

(۱) بغیا: مفعول لہ ہے (۲) من بعدھم: اگلوں کے بعد یعنی نزولِ قرآن کے زمانہ کے اہل کتاب (۳) من کتاب: مِن: بیانیہ، ما کا بیان ہے، اور کتاب سے مراد قرآنِ کریم ہے (۴) الحجة: دلیل، برہان، حَاجَّه مُحَاجَّة: حجت بازی کرنا، بحث ومباحثہ کرنا۔

مشرکین کہہ سکتے ہیں کہ عیسائی تو تین خدا مانتے ہیں، پھر توحید ادیانِ سماویہ کا متفقہ عقیدہ کہاں رہا؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ تثلیث عیسائیت کا اصل عقیدہ نہیں، بعد کے عیسائیوں کا بگاڑا ہوا مذہب ہے، عیسیٰ علیہ السلام نے تو توحید خالص کی تعلیم دی تھی، بعد میں پولس نے خود عیسیٰ علیہ السلام کو خدائی میں حصہ دار بنا دیا، اور تیسرا حصہ دار روح القدس (جبرئیل علیہ السلام) کو یا حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو قرار دیا۔

اور اس تحریف کا سبب ضد وعناد بنا یعنی یہ جذبہ کہ میری چلے، یہی جذبہ دین کو بگاڑتا ہے، اسلام میں جو گمراہ فرقے وجود میں آئے ہیں اس کا سبب بھی یہی جذبہ بنا ہے۔ یہ تو اللہ کا شکر ہے کہ قرآن محفوظ ہے، اس لئے ایک طائفہ ہمیشہ دین حق پر قائم رہتا ہے، اور اس میں جب بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو مجدّد جھاڑو لے کر آتا ہے اور مکڑی کے جالوں کو صاف کر دیتا ہے، اور گذشتہ مذاہب کی آسمانی کتابیں محفوظ نہیں رہیں، اس لئے جب وہ بگڑے تو بگڑتے ہی چلے گئے، اور حقیقت گم ہوگئی۔

آیتِ پاک: —— اور وہ لوگ (عیسائی) باہم متفرق نہیں ہوئے، مگر ان کے پاس (توحید کا) علم آجانے کے بعد آپس کی ضدا ضدی سے —— یعنی توحید میں انھوں نے رخنہ ڈالا وہ کچھ غلط فہمی یا اشتباہ کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ نفسانیت اور ضد سبب تھا، گمراہی پیدا کرنے والا اپنی بات چلانا چاہتا ہے، اور اس کو کچھ ماننے والے مل جاتے ہیں، پس اس کی پارٹی بن جاتی ہے، اور اس کا مذہب چل پڑتا ہے۔

دین بگاڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ سزا کیوں نہیں دیتے؟

سوال: جن لوگوں نے عیسائیت کو بگاڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے سزا کیوں نہیں دی؟

جواب: اس دنیا میں اللہ کا قانونِ امہال کام کرتا ہے، اگر وہ چاہتے تو اختلاف کرنے والوں کو یک دم ختم کر دیتے، لیکن ایسا کرنا تکوین کی غرض کے منافی ہے، ان کی حکمت کا فیصلہ یہ ہے کہ اختلافات کا دوٹوک فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے، اس لئے مجرم پنپ رہے ہیں۔

آیتِ کریمہ: —— اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات قرار نہ پا چکی ہوتی: معین وقت تک مہلت کی تو ضرور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا!

کیا عیسائی عقیدۂ تثلیث پر مطمئن ہیں؟

سوال: عیسائیوں نے عقیدۂ توحید کو بگاڑ کر جو تثلیث کا نظریہ چلایا ہے: کیا وہ اس پر مطمئن ہیں؟

جواب: ہرگز نہیں، وہ اپنے عقیدہ کے سلسلہ میں بے چین کرنے والے شک میں ہیں، ان کا بڑے سے بڑا پادری تثلیث کو نہیں سمجھا سکتا، ایک کے تین اور تین کا ایک: ایسا چکرّ ہے جس کو مذہب کا راز کہہ کر باور کرایا جاتا ہے، ان کی یہ بے اطمینانی دلیل ہے کہ وہ نظریہ باطل ہے، اگر دین کا بنیادی عقیدہ ہی قابل فہم نہ ہو تو وہ دین کیا ہوا!

آیتِ کریمہ: —— اور بے شک جو لوگ آسمانی کتاب (انجیل) کے وارث بنائے گئے اُن (اگلوں) کے بعد یقیناً وہ اس (تثلیث) میں بے چین کرنے والے شک میں ہیں!

عیسائیوں سے دوٹوک دس باتیں:

آخر میں ایک آیت میں عیسائیوں سے دس باتیں کہی گئی ہیں[1]:

۱—— پس آپؐ اسی کی دعوت دیں —— عیسائی بھی تثلیث کو توحید کا نام دیتے ہیں، وہ تین خداؤں کا لڈو بناتے ہیں، صحیح توحید وہ ہے جو قرآنِ کریم بیان کرتا ہے، آپؐ عیسائیوں کو اس کی دعوت دیں۔

۲—— اور آپؐ مستقیم رہیں جیسا آپ کو حکم دیا گیا ہے —— یعنی مسلمان قولاً، فعلاً، علماً، عقیدۃً اور حالاً برابر اسی راستہ پر گامزن رہیں جس پر وہ اب تک ہیں۔

۳—— اور آپؐ ان کی خواہشات (باطل نظریات) کی پیروی نہ کریں —— وہ مسلمانوں کے سر اپنا باطل نظریہ تھوپنا چاہیں گے، مسلمان اس سے ہوشیار رہیں۔

۴—— اور آپؐ کہیں: میں اللہ کی اس کتاب (قرآن) پر ایمان لایا، جو اللہ نے مجھ پر نازل فرمائی ہے —— یعنی اس میں توحید کا جو مطلب بیان کیا گیا ہے میں اسی کو مانتا ہوں۔

۵—— اور میں حکم دیا گیا ہوں کہ تمہارے درمیان انصاف کروں —— یعنی تم میں اختلاف ہے، کوئی تثلیث کو مانتا ہے کوئی نہیں مانتا، اسی طرح اقانیم کی تعیین میں بھی اختلاف ہے، تم یہ نزاع میرے پاس لاؤ، میں انصاف سے، کسی کی رعایت کے بغیر فیصلہ کروں گا۔

۶—— اللہ تعالیٰ ہمارے پروردگار ہیں، اور تمہارے پروردگار ہیں —— یہ بنیادی عقیدہ ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔

۷—— ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں —— یعنی ہر کوئی اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔

(۱) اس کی نظیر آیت الکرسی ہے، اس میں بھی ایک ہی آیت میں دس باتیں ہیں ۱۲

۸ —— ہمارے اور تمہارے درمیان کچھ بحث نہیں —— یعنی میں نے توحید خالص کو دلائل و براہین سے واضح کردیا ہے، اب ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے، آگے دلائل کی گفتگو بے فائدہ ہے۔

۹ —— اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکٹھا کریں گے —— یعنی قیامت کے دن، اس دن حق و باطل کا عملی فیصلہ ہوجائے گا۔

۱۰ —— اور اسی کی طرف لوٹنا ہے —— اس کو تم بھی مانتے ہو، پھر تین خدا کہاں سے آگئے؟ اگر کوئی اور خدا ہوتا تو وہ اپنے بندوں کو اپنی طرف لوٹاتا۔

وَالَّذِيْنَ يُحَاۗجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝۱۶ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ۝۱۷ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝۱۸ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝۱۹ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝۲۰

وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	حُجَّتُهُمْ	ان کی دلیل	عَذَابٌ	عذاب ہے
يُحَاۗجُّوْنَ (۱)	بحث کرتے ہیں	دَاحِضَةٌ (۳)	باطل ہے	شَدِيْدٌ	سخت
فِي اللّٰهِ	اللہ (کی یکتائی) میں	عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان کے رب کے پاس	اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
مِنْۢ بَعْدِ (۲)	بعد	وَعَلَيْهِمْ	اور ان پر	الَّذِيْٓ	جنھوں نے
مَا اسْتُجِيْبَ	مان لینے کے	غَضَبٌ	غصہ ہے	اَنْزَلَ	اتارا
لَهٗ	اس کو	وَّلَهُمْ	اور ان کے لئے	الْكِتٰبَ	قرآن

(۱) حاجّه مُحاجّةً: بحث مباحثہ کرنا، حجت بازی کرنا (۲) بَعْدَ: مضاف، ما استجیب مضاف الیہ، مَا: مصدریہ، (۳) دَحَضَ: پھسلنا، داحضة: باطلة۔

بِالْحَقِّ	حق کے ساتھ	اَنَّهَا الْحَقُّ	کہ وہ برحق ہے	كَانَ يُرِيْدُ	چاہتا ہے
وَالْمِيْزَانَ	اور ترازو	اَلَآ	سنو!	حَرْثَ	کھیتی
وَمَا يُدْرِيْكَ	اور تجھے کیا خبر	اِنَّ الَّذِيْنَ	بے شک جو لوگ	الْاٰخِرَةِ	آخرت کی
لَعَلَّ السَّاعَةَ	شاید قیامت	يُمَارُوْنَ (۱)	جھگڑا کرتے ہیں	نَزِدْ	زیادہ کرتے ہیں ہم
قَرِيْبٌ	نزدیک ہو	فِي السَّاعَةِ	قیامت میں	لَهٗ	اس کے لئے
يَسْتَعْجِلُ	جلدی مچاتے ہیں	لَفِيْ ضَلٰلٍ	یقیناً گمراہی میں ہیں	فِيْ حَرْثِهٖ	اس کی کھیتی میں
بِهَا	اس کے بارے میں	بَعِيْدٍ	دور کی	وَمَنْ	اور جو
الَّذِيْنَ	جو لوگ	اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	كَانَ يُرِيْدُ	چاہتا ہے
لَا يُؤْمِنُوْنَ	نہیں مانتے	لَطِيْفٌ	مہربان ہیں	حَرْثَ	کھیتی
بِهَا	اس کو	بِعِبَادِهٖ	اپنے بندوں پر	الدُّنْيَا	دنیا کی
وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	يَرْزُقُ	روزی دیتے ہیں	نُؤْتِهٖ	دیتے ہیں ہم اس کو
اٰمَنُوْا	مانتے ہیں	مَنْ يَّشَآءُ	جس کو چاہتے ہیں	مِنْهَا	اس میں سے کچھ
مُشْفِقُوْنَ	ڈرنے والے ہیں	وَهُوَ الْقَوِيُّ	اور وہ زور آور	وَمَا لَهٗ	اور نہیں ہے اس کے لئے
مِنْهَا	اس سے	الْعَزِيْزُ	زبردست ہیں	فِي الْاٰخِرَةِ	آخرت میں
وَيَعْلَمُوْنَ	اور جانتے ہیں وہ	مَنْ	جو	مِنْ نَّصِيْبٍ	کوئی حصہ

توحید میں بحث فضول ہے، اور مشرکین کے دلائل بے بنیاد ہیں

جب تثلیث کی بات آئی تو مشرکین کہنے لگے: جب تین خدا ہو سکتے ہیں تو تین کیوں نہیں ہو سکتے؟ آخر ایک خدا اتنی بڑی دنیا کیسے سنبھال سکتا ہے؟ پھر خدا کی بڑی شان ہے، اس تک وسیلہ کے بغیر کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ ہماری مورتیاں اللہ کی مددگار ہیں، وہ ہمیں اللہ سے نزدیک کریں گی، اس لئے ہم ان کو پوجتے ہیں۔

اس کا جواب دے رہے ہیں کہ عیسائی توحید کے قائل ہیں، اور تم اس میں بکھیڑا ڈالتے ہو، اور تمہارے جوازِ شرک کے دلائل پادر ہوا ہیں، تم سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہیں، وہ تمہیں سخت سزا دیں گے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ توحید کے قائل ہیں، وہ اللہ ہی کو معبود مانتے ہیں، پھر یہود تو توحید میں پکے ہیں

(۱) یمارون: مضارع، مِراء اور مُمَارَاۃ: مصادر باب مفاعلہ: جھگڑنا۔

اور عیسائی کہے ہیں، لندن میں یہود کے بڑے ربائی نے مجھ سے کہا: ہم چرچوں میں نہیں جاسکتے، مسجدوں میں جاسکتے ہیں۔ میں نے پوچھا: کیوں؟ کہنے لگا: چرچوں میں شرک ہوتا ہے اور مسجدوں میں شرک نہیں ہوتا۔ اور عیسائیوں نے ڈالر پر لکھا ہے: توکلنا علی اللہ: ہم اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں، پس وہ بھی توحید کے قائل ہیں، اور اللہ کے لئے نماز پڑھتے ہیں، مگر وہ عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں غلو کرتے ہیں، ان کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں، جیسے غالی بدعتی اللہ کو معبود مانتے ہیں، مگر نبی ﷺ اور اولیاءِ کرام کی شان میں غلو کرتے ہیں، آپ کو جمیع ما کان وما یکون کا عالم اور ہر جگہ حاضر وناظر مانتے ہیں اور اولیاء کو کائنات میں تصرف کرنے والا مانتے ہیں، اس لئے ان کی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔

مگر یہود ونصاریٰ کافر ہیں، سورۃ البینہ میں دوجگہ ان پر کافر کا اطلاق آیا ہے، کیونکہ وہ محمد رسول اللہ کو نہیں مانتے، اور ایمان کے لئے کلمہ کے دونوں اجزاء کو ماننا ضروری ہے، اور بدعتیوں کے کفر کا فتوی نہیں، کیونکہ وہ تاویل سے غلو کرتے ہیں، وہ کلمہ کے دونوں اجزاء پر ایمان رکھتے ہیں، اس لئے وہ گمراہ مسلمان ہیں۔

آیتِ کریمہ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُحَاۗجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝﴾

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ (کی یکتائی) میں بحث کرتے ہیں (یعنی مشرکین) اُس کے لئے (یکتائی) مان لینے کے بعد (یعنی عیسائیوں نے مان لی) ان کی دلیل ان کے پروردگار کے نزدیک باطل ہے، اور ان پر غضب نازل ہونے والا ہے، اور ان کے لئے (قیامت کو) سخت عذاب ہوگا۔

اللہ کی یکتائی سمجھنے کے لئے تین چیزوں کی ضرورت

جب تین باتیں جمع ہونگی تب توحید گلے سے اترے گی:

۱- اللہ کی کتاب کو بغور پڑھنا —— قرآنِ کریم دینِ حق کی تعلیمات پر مشتمل ہے، اور دین کی بنیادی تعلیم: توحید کی تعلیم ہے قرآنِ کریم نے اس کو طرح طرح سے سمجھایا ہے، پس جو شخص قرآن کا بغور مطالعہ کرے گا اس کی سمجھ میں توحید آجائے گی۔

۲- عقلِ سلیم کی ترازو سے قرآن کی باتوں کو تولنا —— اللہ نے ترازو اتاری ہے، مادّی چیزیں بھی اس سے تولی جاتی ہیں، اور معنوی چیزیں بھی، پس جس کو عقلِ سلیم ملی ہے اس کو ایک نعمت ملی ہے، اور اس ترازو سے قرآن کی باتوں کو تولے گا تو ان شاء اللہ محروم نہیں رہے گا۔

۳- آخرت کو ماننا —— مرنے کے بعد دوسری زندگی کا کسی درجہ میں قائل ہو، جبھی قرآن کی باتیں اس کو اپیل کریں گی۔

آیتِ کریمہ: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ

قَرِيْبٌ ۝﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ: جنھوں نے قرآن اتارا، جو دین حق پر مشتمل ہے اور ترازو (بھی) اور تجھے کیا پتہ! شاید قیامت قریب ہو!

قیامت کے ماننے والے اور نہ ماننے والے

جن کو قیامت کا یقین نہیں وہ ہنسی مذاق کے طور پر نہایت بے فکری سے کہتے ہیں: ہاں صاحب وہ قیامت کب آئے گی؟ آخر دیر کیا ہے؟ جلدی کیوں نہیں آجاتی؟ —— لیکن جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان ویقین سے بہرہ ور کیا ہے وہ اُس ہولناک گھڑی کے تصور سے لرزتے اور کانپتے ہیں، اور خوب سمجھتے ہیں کہ یہ چیز ہونے والی ہے، کسی کے ٹلائے ٹل نہیں سکتی، اسی لئے اس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں —— اسی سے سمجھ لو کہ ان جھگڑنے والے منکرین کا حشر کیا ہوگا؟ جب ایک شخص کو قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں تو وہ تیاری کیا خاک کرے گا؟ ہاں جتنا اس حقیقت کا مذاق اڑائے گا گمراہی میں اور زیادہ دور ہوتا چلا جائے گا (فوائد)

آیتِ کریمہ: ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝﴾

ترجمہ: اس کی جلدی مچاتے ہیں وہ لوگ جو اس کا یقین نہیں رکھتے، اور جو یقین رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں، اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے، سنو! جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں وہ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں!

اللہ تعالیٰ منکرین قیامت کی بھی روزی روٹی بند نہیں کرتے

جو لوگ قیامت کی تکذیب وانکار کرتے ہیں، اور اہل حق سے جھگڑتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی روزی روٹی بند نہیں کرتے، کیونکہ وہ بندوں پر مہربان ہیں، ان کو سنبھلنے کا موقع دیتے ہیں —— بلکہ بعض منکرین تو لاکھ مَن کے ہوتے ہیں، کروڑوں میں پلتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو خوب روزی دیتے ہیں —— تاہم وہ اللہ کی قدرت سے باہر نہیں، اللہ تعالیٰ زور آور زبردست ہیں، وقت آنے پر ان کو دیکھ لیں گے۔

آیتِ کریمہ: ﴿ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہیں، جس کو چاہتے ہیں روزی دیتے ہیں، اور وہ زور آور زبردست ہیں۔

منکرین پر عنایت دنیا کی حد تک ہے، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں

اللہ تعالیٰ کا دنیا میں خوانِ نعمت عام بچھا ہوا ہے، پس جو لوگ دنیا پیشِ نظر رکھ کر کھیتی کرتے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ محروم

نہیں کرتے، ان کا کھلیاں بھی کچھ نہ کچھ بھر جاتا ہے، وہ بھی محروم نہیں رہتے، مگر آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں، وہاں وہ بالکل تہی دست ہونگے —— اور جو لوگ آخرت کے لئے کام کرتے ہیں ان کے آخرت میں وارے نیارے ہونگے، ان کی خوب چاندی ہوگی، ایک نیکی کا دس گنا ثواب ملے گا، بلکہ سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ مل سکتا ہے، وہ آخرت میں مالا مال ہونگے، اور دنیا میں ایمان اور عمل صالح کی جو برکت پہنچے گی وہ الگ ہے!

آیتِ کریمہ: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝﴾

ترجمہ: جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہے، ہم اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دیتے ہیں —— یعنی اس کو آخرت میں دونا ثواب ملے گا —— اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا طالب ہے، ہم اس کو دنیا میں سے کچھ دیتے ہیں، اور اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں!

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ قُلْ لَّآ اَسْــَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝

اَمْ	کیا	لَهُمْ	ان کے لئے	بِهِ	اس کی
لَهُمْ	اُن (مشرکین) کے لئے	مِّنَ الدِّيْنِ	کوئی دین	اللّٰهُ	اللہ نے
شُرَكٰٓؤُا	شریک ہیں	مَا (۲)	جو	وَلَوْلَا	اور اگر نہ ہوتی
شَرَعُوْا (۱)	مشروع کیا انھوں نے	لَمْ يَاْذَنْ	اجازت نہیں دی	كَلِمَةُ	ایک بات

(۱) جملہ شرعوا: شرکاء کی صفت ہے، شَرَعَ الدینَ: مذہب کی تعیین و وضاحت کرنا، مشروع کرنا (۲) ما لم یأذن: شرعوا کا مفعول ہے۔

الْفَصْلِ	فیصلہ کن	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے
لَقُضِيَ	ضرور فیصلہ کردیا جاتا	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام
بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان	فِيْ رَوْضٰتِ(۱)	سبزہ زاروں میں ہونگے	قُلْ	کہہ:
وَاِنَّ	اور بے شک	الْجَنّٰتِ	باغات کے	لَآ اَسْـَٔلُكُمْ	نہیں مانگتا میں تم سے
الظّٰلِمِيْنَ	ناانصاف (مشرکین)	لَهُمْ	ان کے لئے ہے	عَلَيْهِ	اس پر
لَهُمْ	ان کے لئے	مَّا يَشَآءُوْنَ	جو چاہیں گے وہ	اَجْرًا	کچھ بدلہ
عَذَابٌ	عذاب ہے	عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان کے رب کے پاس	اِلَّا الْمَوَدَّةَ(۲)	لیکن محبت
اَلِيْمٌ	دردناک	ذٰلِكَ	یہ	فِي الْقُرْبٰى(۳)	رشتہ داری کی وجہ سے
تَرَى	دیکھے گا تو	هُوَ	ہی	وَمَنْ	اور جو شخص
الظّٰلِمِيْنَ	ناانصافوں کو	الْفَضْلُ	بزرگی ہے	يَّقْتَرِفْ(۴)	کمائے گا
مُشْفِقِيْنَ	ڈرنے والا	الْكَبِيْرُ	بڑی	حَسَنَةً	کوئی نیکی
مِمَّا	اس سے جو	ذٰلِكَ	یہ	نَّزِدْ	بڑھائیں گے ہم
كَسَبُوْا	کمایا انھوں نے	الَّذِيْ	وہ ہے جس کی	لَهٗ	اس کے لئے
وَهُوَ	اور وہ (کمایا ہوا)	يُبَشِّرُ	خوش خبری دیتے ہیں	فِيْهَا	اس (نیکی) میں
وَاقِعٌ	پڑنے والا ہے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	حُسْنًا(۵)	خوبی
بِهِمْ	ان پر	عِبَادَهُ	اپنے اُن بندوں کو	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	الَّذِيْنَ	جو	غَفُوْرٌ	بڑے بخشنے والے
اٰمَنُوْا	ایمان لائے	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	شَكُوْرٌ	بڑے حق شناس ہیں

روحانی کارسازی مورتیاں نہیں کرتیں پھر وہ معبود کیسے ہوسکتی ہیں؟

ذرا پیچھے لوٹیں! آیت ۱۳ میں یہ بات گذری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہیں، کیونکہ وہی بندوں کی دینی ضرورت

(۱) روضات: روضة کی جمع: سبزہ زار، ہری کیاری (۲) إلا: استثناء منقطع، بمعنی لکن ہے (۳) فی: سببیہ ہے، جیسے: إِنَّ امرأةً دخلتِ النارَ في هرة: ایک عورت بلّی کی وجہ سے دوزخ میں گئی (روح) (۴) اقترف: کمانا، کہا جاتا ہے: فلان يقترف لعياله۔ (۵) حسنًا: مفعول بہ یا تمیز ہے۔

پوری کرتے ہیں۔اب مشرکین سے سوال ہے: کیا تمہاری مورتیاں تمہاری یہ ضرورت پوری کرتی ہیں؟ کیا انھوں نے اللہ کے مشروع کئے ہوئے دین کے علاوہ کوئی دین مشروع کیا ہے؟ نہیں کیا! پھر وہ معبود کیسے ہوسکتی ہیں؟ معبود ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ مادی اور روحانی چارہ سازی کرے —— اور مادی چارہ سازی کا سوال اس لئے نہیں کیا کہ مشرکین بہ زعم خود اپنی مادی ضرورتیں خود ہی پوری کرتے ہیں، وہ اپنی عقل کو اپنی یہ ضرورت پوری کرنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں، اس سلسلہ میں ان کو کسی کی چارہ سازی کی حاجت نہیں، مگر روحانی راہ نمائی تو عقل نہیں کرسکتی، اس کے لئے تو بالائی راہ نمائی کی ضرورت ہے، پس سوال ہے کہ تمہاری مورتیاں تمہاری یہ ضرورت پوری کرتی ہیں؟ نہیں کرتیں تو وہ معبود کیسے ہوسکتی ہیں؟

آیتِ کریمہ: ﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ ﴾

ترجمہ: کیا مشرکین کے لئے ایسے شرکاء ہیں جنھوں نے تجویز کیا ہو ان کے لئے ایسا دین جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی؟

تفسیر: شرکاء: ساجھی: یعنی مورتیاں اور وہ بندے جن کا پیکر (نظر آنے والی صورت) یہ مورتیاں ہیں یعنی ملائکہ، انبیاء اور اولیاء وغیرہ.........جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی: یعنی خود ساختہ: پس انبیائے کرام وحی کے ذریعہ جو دینی راہ نمائی کرتے ہیں: وہ نکل گئی۔

عذاب بھیج کر حق و باطل کا عملی فیصلہ نہ کرنے کی وجہ

مکہ کے مشرکین بات کسی طرح نہیں مانتے تھے، ایسی صورت میں اللہ کی سنت یہ ہے کہ عذاب آتا ہے، مخالفین تباہ ہوجاتے ہیں، اور مؤمنین بچ جاتے ہیں، مگر حسبِ عادت عذاب بھیج کر مشرکین و مؤمنین کے درمیان عملی فیصلہ نہیں کیا جارہا، اس کی وجہ یہ ہے کہ علم ازلی میں ایک بات مقدر ہے، اور وہ یہ ہے کہ یہی مخالفین ایک وقت کے بعد ایمان لے آئیں گے، اور خیر امت بن کر ایک دنیا کو سنبھالیں گے، اگر یہ بات طے نہ ہوتی تو ضرور عذاب آتا اور عملی فیصلہ کردیا جاتا۔

آیتِ کریمہ: ﴿ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ ﴾

ترجمہ: اور اگر ایک قولِ فیصل نہ ہوتا تو ان (مؤمنین و مخالفین) کے درمیان فیصلہ کردیا جاتا۔

جو مخالفین کفر و شرک پر مریں گے ان کو آخرت کے عذاب سے سابقہ پڑے گا

جب مخالفین پر عمومی عذاب نہیں آئے گا، کیونکہ وہ آئندہ اسلام قبول کرنے والے ہیں، پس جو مخالفین کفر و شرک پر مریں گے وہ سزا سے بچ جائیں گے، حالانکہ ان کو سزا ملنی چاہئے؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ وہ اگرچہ دنیا کے عذاب سے بچ جائیں گے، مگر آخرت کا عذاب ان کا انتظار کررہا ہے، اس سے کسی طرح نہیں بچ سکتے، جب آخرت میں وہ اپنی

بدکرداریوں کا وبال دیکھیں گے تو سہم جائیں گے، مگر وہ وبال بہر حال ان پر پڑ کر رہے گا، وہ اس سے بچ نہیں سکتے!

آیتِ کریمہ: ﴿ وَ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ تَرَى الظّٰلِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ ﴾

ترجمہ: اور مشرکوں کو آخرت میں ضرور دردناک سزا ملے گی، اور آپ مشرکوں کو دیکھیں گے ڈر رہے ہونگے ان اعمال کے وبال سے جو انھوں نے کئے ہیں، اور وہ وبال ان پر پڑ کر رہے گا!

مؤمنین جنت کے سبزہ زاروں میں شادکام ہونگے

کافروں کو دنیا میں سزا ملتی تو مؤمنین کا کلیجہ ٹھنڈا ہوتا، مگر ایسا ہوگا نہیں! اس لئے نیک مؤمنین کو خوش خبری سناتے ہیں جو کفار کا ستم سہہ رہے ہیں کہ آخرت میں تمہاری خوب چاندی ہوگی، تم جنت کے سبزہ زاروں میں عیش کروگے، وہاں جو چاہوگے نصیب ہوگا، اور یہ بڑا انعام ہے، جس کی خوش خبری اللہ تعالیٰ نیک مؤمنین کو دیتے ہیں، اور اللہ کی بات سے سچی بات کس کی ہوسکتی ہے!

آیتِ کریمہ: ﴿ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ ۝ ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ ﴾

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے، اور انھوں نے اچھے کام کئے وہ باغوں کے سبزہ زاروں میں ہونگے، ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس وہ ہے جو وہ چاہیں گے، یہی بڑا انعام ہے، اسی کی اللہ تعالیٰ بشارت دیتے ہیں اپنے ان بندوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے —— روضاتُ الجناتِ: اضافت بیانیہ بھی ہوسکتی ہے اور حقیقیہ بھی، بیانیہ: جیسے خاتَمُ فضةٍ اس صورت میں سارا باغ سبزہ زار ہوگا، اور حقیقیہ کی صورت میں باغات کا خاص حصہ مراد ہوگا، کیونکہ باغ میں ہر جگہ سبزہ نہیں ہوتا، پس یہ خصوصیت در خصوصیت ہے۔

مخالفین سے جدّی رشتہ کی رعایت کی درخواست

مکہ مکرمہ میں قریش آباد تھے، قریش: نضر بن کنانہ کی اولاد کو کہتے ہیں، مکہ کے تمام قبائل کے انساب نبی ﷺ کے اجداد سے جڑتے تھے، پس مکہ والے سارے جدی رشتہ سے نبی ﷺ کے قرابت دار تھے، وہی اسلام کے اولین مخاطب اور کٹر مخالف تھے —— اور اب جبکہ ان پر عمومی عذاب نہ آنا مقدر ہے، اور مسلمان ان کی چیرہ دستیوں سے تنگ آچکے ہیں: تو چارہ کیا ہے؟ اب ایک ہی راہ ہے کہ ان سے جدی رشتہ کا واسطہ دے کر رعایت کی درخواست کی جائے، شاید کچھ ڈھیلے

پڑیں، چنانچہ نبی ﷺ کی زبان سے یہ درخواست کرائی گئی۔

آیتِ کریمہ: ﴿ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ﴾

ترجمہ: آپؐ کہیں: میں تم سے سے (تبلیغ دین) پر کچھ بدلہ نہیں چاہتا، بجز رشتہ داری کی محبت کے!

تفسیر: یعنی قرآن جیسی دولت تم کو دے رہا ہوں، اور ابدی نجات وفلاح کا راستہ بتلاتا اور جنت کی خوش خبری سناتا ہوں: یہ سب محض لوجہ اللہ ہے! اس خیر خواہی اور احسان کا تم سے کچھ بدلہ نہیں مانگتا —— صرف ایک بات چاہتا ہوں کہ تم سے جو میرے نسبی وخاندانی تعلقات ہیں: کم از کم اُن کو نظر انداز مت کرو، آخر تمہارا معاملہ اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ بسا اوقات اُن کی بے موقع بھی حمایت کرتے ہو، میرا کہنا یہ ہے کہ تم اگر میری بات نہیں مانتے نہ مانو، میرا دین قبول نہیں کرتے یا میری تائید وحمایت میں کھڑے نہیں ہوتے نہ سہی، لیکن کم از کم قرابت ورحم (ناتا) کا خیال کر کے ظلم واذیت رسانی سے باز رہو، اور مجھ کو اتنی آزادی دو کہ میں اپنے پروردگار کا پیغام دنیا کو پہنچاتا رہوں، کیا اتنی دوستی اور فطری محبت کا بھی میں مستحق نہیں ہوں؟ (فوائد شبیری)

رعایت در رعایت کی ترغیب

اب ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتے ہیں، جو مسلمانوں کے حق میں اور غیروں کے حق میں یکساں نافذ ہے، اس میں کفار کو رعایت در رعایت کی ترغیب دی ہے، یعنی قرابت کی محبت: ایذاء رسانی اور ظلم وزیادتی سے روکتی ہے، لیکن اگر کوئی اس سے زیادہ نبی ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرے تو اس کی نیکی ضائع نہیں ہوگی، دنیا وآخرت میں وہ نفع بخش ہوگی۔

چند مثالیں:

۱- نبی ﷺ کے چچا ابو طالب نے ہر نازک موڑ پر آپؐ کی حمایت کی ہے، پس ایمان تو ان کے لئے مقدر نہیں تھا، مگر آخرت میں وہ ٹخنوں تک آگ میں ہونگے، یہ نبی ﷺ کی حمایت کا ان کو فائدہ پہنچے گا۔

۲- مطعم بن عدی: عبد مناف کے لڑکے نوفل کی اولاد میں تھے، اور رؤسا میں سے تھے، انھوں نے نبی ﷺ کے ساتھ دو اچھے سلوک کئے:

(الف) جب نبی ﷺ طائف تشریف لے گئے، اور طائف والوں نے بات نہ مانی تو آپ مطعم کی پناہ میں مکہ مکرمہ واپس آئے۔

(ب) جب مکہ والوں نے نبی ﷺ کا بائیکاٹ کیا، اور تین سال گذر گئے، اور بنو ہاشم اور بنو مطلب جاں بلب ہوگئے تو اسی مطعم نے اس بائیکاٹ کو ختم کرنے میں اہم رول ادا کیا۔

مگر اس کے لئے بھی ایمان مقدر نہیں تھا، مگر جب اس کے لڑکے جبیرؓ بدر کے قیدیوں کو بغیر عوض چھڑانے کے لئے مدینہ آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر بڑے میاں زندہ ہوتے، اور وہ مجھ سے ان گندوں کے بارے میں گفتگو کرتے تو میں سب کو مفت چھوڑ دیتا'' —— یہ احسان شناسی ہے۔

۳- حبشہ والوں کا مسلمانوں پر احسان تھا، انھوں نے کٹھن حالات میں مسلمانوں کو پناہ دی تھی، چنانچہ نبی ﷺ نے امت کو حکم دیا: دَعُوا الْحَبَشَةَ مَا وَدَعُوكُمْ: جب تک حبشہ والے تم پر حملہ نہ کریں تم ان پر لشکر کشی نہ کرنا —— یہ بھی احسان شناسی ہے، آج تک مسلمانوں نے حبشہ پر حملہ نہیں کیا۔

آیت ِکریمہ: ﴿وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾

ترجمہ: اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں خوبی بڑھائیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے قدرداں ہیں!

تفسیر: مسلمان جب کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کو دوسری نیکی کی توفیق ملتی ہے، یہ دنیا میں اللہ نے نیکی میں خوبی بڑھائی، حدیث میں ہے: ''ہمیشہ سچ بولو، اس لئے کہ سچ نیکی تک پہنچاتا ہے، اور نیکی جنت تک پہنچاتی ہے'' نیز نیک اعمال سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں: ﴿اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾: نیک کام (نامۂ اعمال سے) برائیوں کو مٹاتے ہیں، وہ بڑے بخشنے والے ہیں، رحمتِ حق بہانہ می جوید، بہائی جوید: بخشنے کے لئے بہانہ چاہئے، پوری قیمت نہیں چاہئے —— اور آخرت میں اجر وثواب کے اعتبار سے خوبی بڑھے گی، یہ اللہ کی قدردانی ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۗ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾

اَمْ(۱)	کیا	يَقُوْلُوْنَ	کہتے ہیں وہ:	افْتَرٰى	گھڑ لیا ہے اس نے

(۱) اَم: منقطعہ ہے، وہ کبھی صرف اضراب (اعراض) کے لئے آتا ہے، اس وقت ترجمہ: 'بلکہ' ہوتا ہے، اور کبھی اس میں استفہام انکاری کے معنی بھی ہوتے ہیں، اس وقت ترجمہ: 'کیا' ہوتا ہے، یہاں دونوں صورتیں ہوسکتی ہیں۔

عَلَى اللّٰهِ	اللہ پر	الْحَقَّ	برحق بات کو	وَ يَعْلَمُ	اور جانتے ہیں
كَذِبًا	جھوٹ	بِكَلِمٰتِهٖ	اپنے فرمودات سے	مَا تَفْعَلُوْنَ	جو کرتے ہو تم
فَاِنْ	پس اگر	اِنَّهٗ	بے شک وہ	وَ يَسْتَجِيْبُ	اور دعا قبول کرتے ہیں
يَّشَاِ	چاہیں	عَلِيْمٌۢ	خوب جاننے والے ہیں	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	ان کی جو ایمان لائے
اللّٰهُ	اللہ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ	سینوں کی باتوں کو	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے
يَخْتِمْ	(تو) مہر کردیں	وَ هُوَ الَّذِيْ	اور وہی ہیں جو	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام
عَلٰى قَلْبِكَ (۱)	تیرے دل پر	يَقْبَلُ	قبول کرتے ہیں	وَيَزِيْدُهُمْ	اور زیادہ دیتے ہیں ان کو
وَ يَمْحُ (۲)	اور مٹائیں گے	التَّوْبَةَ	توبہ	مِّنْ فَضْلِهٖ	اپنے فضل سے
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	عَنْ عِبَادِهٖ	اپنے بندوں کی	وَالْكٰفِرُوْنَ	اور انکار کرنے والے
الْبَاطِلَ	غلط بات کو	وَيَعْفُوْا	اور معاف کرتے ہیں	لَهُمْ عَذَابٌ	ان کیلئے عذاب ہے
وَ يُحِقُّ	اور ثابت کریں گے	عَنِ السَّيِّاٰتِ	برائیاں	شَدِيْدٌ	سخت

مخالفت کی اصل وجہ: ایک سنگین الزام

مکہ کے مشرکین مخالفت پر تُلے ہوئے ہیں! جانتے ہو! اس کی اصل وجہ کیا ہے؟ وہ نبی ﷺ پر ایک سنگین الزام لگاتے ہیں، کہتے ہیں: اس شخص نے نبوت کا ڈھونگ رچا ہے، قرآن خود بناتا ہے اور اللہ کا نام لیتا ہے، یہ اللہ پر بہتان ہے، ایسے جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانا چاہئے!

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ ایسا سنگین الزام ہے کہ الزام تراش کے دل پر مہر لگ سکتی ہے، اس کی ایمان کی صلاحیت ختم ہوسکتی ہے، جیسے سورۃ مریم کے آخری رکوع میں ہے کہ جو لوگ اللہ کے لئے اولاد مانتے ہیں: یہ ایسی سنگین بات ہے کہ آسمان وزمین زیروزبر ہوسکتے ہیں، اسی طرح بعض شرارتیں بھی دل سے ایمان کی جڑ اکھاڑ دیتی ہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ یہ غلط بات چلنے والی نہیں، اللہ تعالیٰ اس کو نابود کریں گے، کیونکہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، اور کاغذ کی ناؤ آج نہ ڈوبی کل ڈوبی! اور برحق بات یعنی نبوت کی صداقت اور کلام اللہ کی حقانیت آشکارہ ہوکر رہے گی، خود

---

(۱) علی قلبك: میں التفات ہے، پہلے یقولون: جمع غائب آیا ہے، اب واحد مذکر حاضر کی ضمیر لائے ہیں اور مراد ان قائلین میں سے وہ ایک ہے جو الزام تراش ہے، اس کے دل پر مہر لگ سکتی ہے، دوسرے تو اس کے طنبورے ہیں (۲) یمح کے آخر کا واو قرآنی رسم الخط میں نہیں لکھا گیا، اصل یمحو ہے۔

کلام معجزا اپنی صداقت ثابت کرکے رہے گا، اور اس کی خبریں جب واقعہ بنیں گی تو نبوت اور قرآن کی حقانیت ظاہر ہوکر رہے گی۔

پھر آخر میں فرماتے ہیں کہ تم جو الزام لگاتے ہو وہ دل کی بات پر ریمارک (تبصرہ) کرتے ہو، جبکہ سینوں کے بھید اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر ایسی جسارت کیوں کرتے ہو؟

نوٹ: ﴿فَإِنْ يَّشَأِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ﴾ کی یہ تفسیر قُشیری رحمہ اللہ نے کی ہے، اور آلوسی رحمہ اللہ نے اس کو روح المعانی میں نقل کیا ہے، اور پسند نہیں کیا، مگر میرے نزدیک یہی تفسیر متعین ہے۔

آیتِ کریمہ: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ۗ وَ يَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَ يُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۝ ﴾

ترجمہ: کیا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اُس نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا ہے؟ پس اگر اللہ چاہیں تو تیرے دل پر مہر کردیں —— یہ وعید ہے، اس کا وقوع ضروری نہیں، مقصود الزام کی سنگینی بیان کرنا ہے —— اور اللہ تعالیٰ غلط بات کو مٹائیں گے، اور برحق بات کو ثابت کریں گے اپنے فرمودات کے ذریعہ، بے شک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔

مخالفین کو ایمان کی دعوت اور مؤمنین کو دعا کی ترغیب

اب ان الزام لگانے والوں کو ایمان کی دعوت دیتے ہیں کہ اپنی حرکتوں سے باز آؤ، اللہ کی بارگاہ مایوسی کی بارگاہ نہیں، تم نے جو کچھ کیا ہے: سب اللہ کو معلوم ہے، توبہ کرلو، سب برائیاں معاف کردیں گے۔

اور نیک مؤمنین کو ترغیب دیتے ہیں کہ وہ ان مخالفین کے لئے ایمان کی دعا کریں، اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں سنیں گے، اور ان کی برکت سے مخالفین کو دولتِ ایمان سے نوازیں گے، اور نہیں ایمان لائیں گے تو ان کے لئے سخت عذاب تیار ہے، تمہارا کچھ نقصان نہیں ہوگا، تم دعا کے اجر و ثواب سے محروم نہیں رہوگے، کیونکہ دعا خود عبادت ہے، اس کا صلہ تمہیں ضرور ملے گا۔

﴿ وَ هُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَ يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۗ وَ الْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝ ﴾

ترجمہ: اور وہی ہیں جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتے ہیں، اور ان کی برائیوں سے درگذر فرماتے ہیں، اور جانتے ہیں جو تم کرتے ہو() اور ان لوگوں کی دعائیں قبول کرتے ہیں جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے، اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیتے ہیں —— یعنی دعا کی برکت سے ان کو ایمان ملے گا، اور اس کے علاوہ تمہیں دعا کرنے کا ثواب بھی ملے گا —— اور انکار کرنے والوں کے لئے سخت عذاب ہے!

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾

وَلَوْ	اور اگر	لِعِبَادِهٖ	اپنے بندوں کی	وَمِنْ اٰيٰتِهٖ	اور انکی نشانیوں میں سے ہے
بَسَطَ	پھیلائیں	خَبِيْرٌ	خوب خبر رکھنے والے	خَلْقُ	پیدا کرنا
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	بَصِيْرٌ	خوب دیکھنے والے ہیں	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں
الرِّزْقَ	روزی	وَهُوَ الَّذِيْ	اور وہی ہیں جو	وَ الْاَرْضِ	اور زمین کا
لِعِبَادِهٖ	اپنے بندوں کے لئے	يُنَزِّلُ	اتارتے ہیں	وَمَا بَثَّ	اور بکھیرنا
لَبَغَوْا(۱)	(تو) ضرور شرارت کریں وہ	الْغَيْثَ	بارش	فِيْهِمَا	دونوں میں
فِي الْاَرْضِ	زمین میں	مِنْ بَعْدِ	بعد	مِنْ دَآبَّةٍ(۴)	چلنے والی مخلوق کا
وَلٰكِنْ	لیکن	مَا قَنَطُوْا(۳)	آس توڑنے کے	وَهُوَ	اور وہ
يُنَزِّلُ	اتارتے ہیں	وَيَنْشُرُ	اور پھیلاتے ہیں	عَلٰى جَمْعِهِمْ	ان کو اکٹھا کرنے پر
بِقَدَرٍ	اندازے سے	رَحْمَتَهٗ	اپنی مہربانی	اِذَا يَشَآءُ	جب چاہیں
مَّا يَشَآءُ(۲)	جو چاہتے ہیں	وَهُوَ الْوَلِيُّ	اور وہ کارساز	قَدِيْرٌ	پوری قدرت رکھنے
اِنَّهٗ	بے شک وہ	الْحَمِيْدُ	ستودہ ہیں		والے ہیں

مکہ کے مالداروں کے لئے مؤمنین کی غریبی ایمان کی راہ کا روڑا بنی ہوئی تھی

اللہ کی سنت یہ ہے کہ جب بھی کوئی ملت وجود میں آتی ہے تو معاشی حیثیت سے کمزور لوگ بڑھ کر اس کا استقبال کرتے ہیں، اور سر برآوردہ لوگ پیچھے رہتے ہیں، وہ نبی کی پیروی میں اپنی توہین محسوس کرتے ہیں، ان کی مونچھ نیچی

(۱) بغی (ض) بَغْيًا: سرکشی، زیادتی، میانہ روی سے بڑھنے کی خواہش (۲) مایشاء: ینزل کا مفعول بہ ہے (۳) ما قنطوا: مضاف الیہ، ما: مصدریہ ہے (۴) دابۃ: چلنے والا، رینگنے والا، ذی حیات (فرشتوں کے پر ہیں مگر وہ چلتے بھی ہیں) اور ما: مصدریہ ہے اور خلق پر معطوف ہے۔

ہوجاتی ہے، اور غریبوں کے ساتھ بیٹھنا ان کو گوارا نہیں ہوتا، مکہ کے مالداروں کے لئے بھی یہی چیز ایمان کی راہ کا روڑا بنی ہوئی تھی، ان کو سمجھاتے ہیں کہ مالداری اور غریبی کا تعلق اللہ کی حکمت سے ہے، عزت وذلت سے اس کا تعلق نہیں، پس یہ چیز ایمان کے لئے مانع نہیں بنی چاہئے۔

پھر یہ بات مثالوں سے واضح کی ہے:

پہلی مثال: بارش: نعمت (مال) کی مثال ہے، وہ ہر سال کم زیادہ برستی ہے، سب جگہ یکساں نہیں برستی، زمین کی حالت اور لوگوں کی حاجت کا لحاظ رکھا جاتا ہے، مضبوط زمین میں پانی زیادہ پڑتا ہے اور کمزور زمین میں کم، اور کبھی سخت قحط پڑتا ہے، اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بارش سال بہ سال گھٹتی جاتی ہے، یہاں تک کہ بالکل نہیں ہوتی یا برائے نام ہوتی ہے، اور لوگ سخت پریشان ہوجاتے ہیں، پھر خوش حالی آتی ہے، اور خوب بارش ہوتی ہے، لوگ اللہ کی رحمت سے آسودہ ہوجاتے ہیں، جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصر میں سات سال کا کال پڑا، ہر سال بارش اور پیداوار گھٹتی گئی، پھر آٹھویں سال خوب مُن (زر) برسا، اور لوگ آسودہ ہوگئے، اور تجربہ یہ ہے کہ پچاس سال میں ایک مرتبہ ایسا سخت کال پڑتا ہے، مگر ساری زمین پر ایک ساتھ نہیں پڑتا، علاقہ واری پڑتا ہے۔ یہی معاملہ مال ودولت کا ہے، سب لوگوں کو یہ نعمت یکساں نہیں ملتی، اور اس میں بندوں کی مصلحت پیش نظر رہتی ہے، اس کا عزت وذلت سے کچھ تعلق نہیں۔

دوسری مثال: اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی معاشی ضرورت پوری کرنے کے لئے آسمان وزمین بنائے ہیں، آسمان برستا ہے اور زمین اگاتی ہے، اس سے تمام مخلوقات کو روزی ملتی ہے، اور اللہ نے آسمان وزمین میں ہلنے چلنے والی مخلوق ہر سو پھیلائی ہے، جن کو ان کی ضرورت کے مطابق روزی پہنچاتے ہیں، اسی سنت کے مطابق انسانوں کو بھی حسب مصلحت کم وبیش روزی پہنچاتے ہیں، اور یہ پھیلی ہوئی مخلوقات اللہ کی قدرت سے باہر نہیں، جب چاہیں گے سکنڈوں میں سمیٹ لیں گے۔

دولت کی عام فراوانی فساد کا سبب ہے

دنیا میں ہر فرد پر ہر قسم کے رزق کی اور ہر قسم کی نعمت کی فراوانی کردی جائے تو بغی وفساد حد سے بڑھ جائے، اس لئے کہ دولت کی فراوانی کی وجہ سے نہ کوئی کسی کا محتاج رہے گا نہ کوئی کسی سے دبے گا، پھر دولت مندی کی ایک خاصیت یہ ہے کہ جتنی دولت بڑھتی ہے اتنا ہی حرص وہوس میں اضافہ ہوتا ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی املاک پر قبضہ جمانے کے لئے زوروزبردستی کا استعمال عام ہوجاتا ہے، لڑائی جھگڑے، سرکشی اور دوسری بداعمالیاں حد سے بڑھ جاتی ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر فرد کو ہر قسم کا رزق اور ہر قسم کی نعمت دینے کے بجائے ان نعمتوں کو اپنے بندوں پر اس طرح

تقسیم کیا ہے کہ کسی کے پاس مال ودولت زیادہ ہے، کوئی صحت وقوت میں دوسرے سے بڑھا ہوا ہے، کوئی حسن وجمال سے مالا مال ہے، کسی کے پاس علم وحکمت کی دولت دوسروں سے زیادہ ہے، غرض: ہر شخص کسی نہ کسی چیز کے لئے دوسرے کا محتاج ہے، اور اسی باہمی احتیاج پر تمدن کی عمارت قائم ہے (معارف القرآن شفیعی)

اللہ تعالیٰ نعمتیں دیتے بھی مصلحت سے ہیں اور لیتے بھی مصلحت سے ہیں

اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ کس شخص کے لئے کونسی نعمت کتنی مناسب ہے اور کونسی نقصان دہ ہے، لہٰذا اس نے ہر شخص کو مناسب نعمتیں دی ہیں، اور اگر کسی سے کوئی نعمت سلب کی ہے (یا نہیں دی) تو وہ اس کی اور پورے عالم کی مصلحت ہی کی بنا پر سلب کی ہے (یا نہیں دی) اور یہ مصلحت ہر فرد کی سمجھ میں آجائے یہ ضروری نہیں، کیونکہ ہر شخص اپنی معلومات کے دائرہ میں سوچتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پوری کائنات کی مصلحتیں ہیں۔

اس کی ایک نظیر: یہ ہے کہ حکومت ایک قانون بناتی ہے، جو بعض افراد کے خلاف پڑتا ہے، اس قانون کی وجہ سے اس کا نقصان ہوتا ہے، اس لئے وہ اپنے دائرہ میں سوچتا ہے اور حکومت کے اقدام کو غلط سمجھتا ہے، جبکہ وہ قانون ملک وقوم کے مفاد میں ہوتا ہے، اور جس کی نظر ملک وقوم کے حالات پر ہوتی ہے وہ اس اقدام کو مناسب سمجھتا ہے، اسی طرح رب کائنات جو پوری کائنات کا نظام چلا رہا ہے: اس کی حکمتوں کا احاطہ کون کرسکتا ہے؟ وہ کوئی نعمت کسی کو دیتا ہے یا لیتا ہے یا نہیں دیتا تو اس میں بھی مصلحت ہوتی ہے، یہ نکتہ ذہن میں رہے تو بہت سی الجھنوں سے نجات مل جائے گی۔

(ماخوذ از معارف القرآن)

تمام انسانوں کا مال ودولت میں مساوی ہونا نہ ممکن ہے نہ مطلوب اور نہ نظام عالم کی مصلحتیں اس کا تقاضا کرتی ہیں (معارف)

سوال: اشتراکی (کمیونسٹ) نظریہ پر عمل کرنے والے ملکوں میں سب لوگ معیشت میں برابر ہوتے ہیں، اور وہاں کوئی بگاڑ پیدا نہیں ہوتا!

جواب: وہ لوگ ناداری میں برابر ہوتے ہیں، مالداری میں برابر نہیں ہوتے، اور بگاڑ مالداری میں مساوات سے پیدا ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں: وہ مساوات دکھاوے کی ہے یا صرف دعوی ہے، آپ چین اور روس جا کر دیکھیں: ایک وزیر اور ایک عام آدمی معیشت میں برابر نہیں، وہاں بھی احتیاج ہے، ایک دوسرے کا محتاج ہے۔

سوال: جنت میں سب لوگ نعمتوں میں ہونگے، اور وہاں کوئی فساد نہیں ہوگا!

جواب: وہاں حرص وہوس نہیں ہوگی، اس لئے کوئی بگاڑ نہیں ہوگا، فساد کی جڑ آز (حرص) ہے۔

سوال: اس دنیا میں بھی آز کو ختم کر کے سب کو نعمتوں میں برابر کر دیا جائے تو کیا حرج ہے؟

جواب: یہ دنیا خیر وشر کا مجموعہ ہے، یہاں ایثار کے ساتھ حرص ہے، اور یہ اس عالم کا مقتضیٰ ہے اور جنت خیر محض ہے، وہاں متضاد صلاحیتیں نہیں ہونگی، اس لئے وہاں بگاڑ پیدا نہیں ہوگا، سب لوگ نعمتوں میں سرشار (مست) ہونگے۔

اس کی ایک نظیر: یہ ہے کہ اس دنیا میں نسیان (بھول) ایک نعمت ہے، اسی کے سہارے لوگ پنپ رہے ہیں، بڑا نقصان ہوجاتا ہے تو آدمی کا برا حال ہوجاتا ہے، مگر چند دن کے بعد آدمی صدمہ بھول جاتا ہے، اور زندگی نارمل (معمول کے مطابق) ہوجاتی ہے ـــــ آخرت میں اس نعمت کی ضرورت نہیں رہے گی، پس وہاں پہنچ کر ہر بات یاد آجائے گی: ﴿یَوْمَ یَتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰی﴾: اس دن انسانوں کو سب کیا کرایا یاد آجائے گا [النازعات ۳۵]

آیتِ کریمہ: ﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ۝۲۷﴾

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے (سب) بندوں کے لئے روزی کشادہ کر دیتے تو وہ ضرور زمین میں شرارتیں کرتے، لیکن اللہ تعالیٰ (روزی) اتارتے ہیں اندازے سے جتنی چاہتے ہیں، بے شک وہ بندوں (کے احوال) سے خوب واقف دیکھنے والے ہیں!

جب لوگ بارش سے مایوس ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ رحمت کی بارش برساتے ہیں

ظاہری اسباب وحالات پر نظر کر کے جب لوگ بارش سے ناامید ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ رحمت کی گھٹا بھیجتے ہیں جو چاروں طرف پھیل جاتی ہے اور خوب برستی ہے اور بندے جان لیتے ہیں کہ اسبابِ رزق اللہ کے قبضہ میں ہیں اور جس طرح وہ روزی ایک خاص اندازہ سے عطا فرماتے ہیں بارش بھی خاص اوقات اور خاص مقدار میں برساتے ہیں۔

آیتِ کریمہ: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ ۝۲۸﴾

ترجمہ: اور وہی ہیں جو بارش برساتے ہیں لوگوں کے ناامید ہوجانے کے بعد ـــــ یعنی سخت کال کے بعد ـــــ اور اپنی رحمت پھیلاتے ہیں ـــــ عطف تفسیری ہے، بارش اور رحمت ایک ہیں ـــــ اور وہی کارساز ستودہ ہیں!

آیتِ کریمہ: ﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ ۝۲۹﴾

ترجمہ: اور اللہ کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے ـــــ یعنی مخلوق کو روزی پہنچانے کے لئے اللہ

تعالیٰ نے اسبابِ سماویہ اور ارضیہ پیدا کئے ہیں ـــــ اور دونوں میں چلنے والی مخلوق کا پھیلانا ہے ـــــ یعنی ان اسباب سے ان پھیلی ہوئی مخلوق کو روزی پہنچاتے ہیں ـــــ اور وہ ان کو سمیٹنے پر جب چاہیں قادر ہیں ـــــ بکھری ہوئی مخلوق کو قیامت کے دن اکٹھا کریں گے۔

وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾

وَمَا	اور جو	وَمَا لَكُمْ	اور نہیں ہے تمہارے لئے	يُسْكِنِ	تھما دیں
اَصَابَكُمْ	پہنچی تمہیں	مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ کے سوا	الرِّيْحَ	ہوا کو
مِّنْ مُّصِيْبَةٍ	کچھ مصیبت	مِنْ وَّلِيٍّ	کوئی کام بنانے والا	فَيَظْلَلْنَ (۵)	پس ہو کر رہ جائیں
فَبِمَا كَسَبَتْ (۱)	پس بہ سبب کمائی	وَّلَا نَصِيْرٍ	اور نہ کوئی مدد کرنے والا	رَوَاكِدَ (۶)	ٹھہری ہوئیں
اَيْدِيْكُمْ	تمہارے ہاتھوں کے ہے	وَمِنْ اٰيٰتِهٖ	اور اس کی نشانیوں میں	عَلٰى ظَهْرِهٖ	اس کی پیٹھ پر
وَيَعْفُوْا	اور درگذر کرتے ہیں		سے ہیں	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	بے شک اس میں
عَنْ كَثِيْرٍ (۲)	بہت سے (گناہوں سے)	الْجَوَارِ (۳)	کشتیاں	لَاٰيٰتٍ	یقیناً نشانیاں ہیں
وَمَا اَنْتُمْ	اور نہیں ہو تم	فِي الْبَحْرِ	سمندر میں	لِّكُلِّ صَبَّارٍ	ہر صبر شعار
بِمُعْجِزِيْنَ	ہرانے والے	كَالْاَعْلَامِ (۴)	پہاڑوں جیسی	شَكُوْرٍ	شکر گذار کے لئے
فِي الْاَرْضِ	زمین میں	اِنْ يَّشَاْ	اگر چاہیں وہ	اَوْ يُوْبِقْهُنَّ (۷)	یا ہلاک کر دیں ان کو

(۱) فبما: ف جزائیہ، ب سببیہ، ما مصدریہ ہے (۲) عن كثير: أي من الذنوب۔ (۳) الجوار: الجارية کی جمع: کشتی، پانی کا جہاز (۴) أعلام: عَلَم کی جمع: پہاڑ (۵) يظللن: فعل مضارع ناقص، صیغہ جمع مؤنث غائب: وہ ہو جائیں۔ (۶) رواكد: راكد کی جمع: ایستادہ، کھڑی ہوئی، فعل ناقص کی خبر ہے (۷) يوبق: مضارع، واحد مذکر غائب، إِيْباق (افعال): ہلاک کرنا، وَبَقَ (ض) وَبْقًا: ہلاک ہونا۔

بِمَا كَسَبُوْا	لوگوں کی کرتوتوں کی وجہ سے	وَّ يَعْلَمَ[2]	اور جانتے ہیں وہ	مَا[3]	نہیں ہے
وَ يَعْفُ	اور معاف کرتے ہیں وہ	الَّذِيْنَ	ان کو جو	لَهُمْ	ان کے لئے
عَنْ كَثِيْرٍ[1]	بہت سے (لوگوں کو)	يُجَادِلُوْنَ	جھگڑتے ہیں	مِّنْ مَّحِيْصٍ	کوئی جائے پناہ
		فِيْٓ اٰيٰتِنَا	ہماری آیتوں میں	۞	۞

مکذبین جب مصائب سے دوچار ہوتے ہیں تو وہ اس کو نبی کی نحوست سمجھتے ہیں

اللہ کی ایک سنت یہ ہے کہ جب کوئی نبی مبعوث کئے جاتے ہیں، اور لوگ تکذیب سے پیش آتے ہیں تو تنبیہ کے لئے بیماری، قحط سالی اور مختلف قسم کی سختیاں اور تکلیفیں مسلط کی جاتی ہیں، تاکہ مکذبین ڈھیلے پڑیں اور شرارتوں سے باز آئیں، سورۃ الاعراف (آیت ۹۴) میں اس کا ذکر ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ﴾: اور کسی بستی میں ہم نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہاں کے باشندوں کو سختی اور پریشانی میں پکڑا کہ شاید وہ عاجزی اختیار کریں۔

مگر ہوتا یہ ہے کہ مکذبین پیش آمدہ حالات کو نبی کی اور مؤمنین کی نحوست سمجھتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ہم پہلے آرام چین کی زندگی بسر کر رہے تھے تم نے آکر رنگ میں بھنگ ڈال دیا، یٰسٓ شریف میں تین رسولوں کی سرگذشت ہے، لوگوں نے ان سے کہا تھا: ﴿إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ﴾: ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں! تمہارے نامبارک قدم کیا آئے کہ ہم مصائب میں مبتلا ہوگئے!

مکہ کے مکذبین بھی جب مصائب سے دوچار ہوئے تو انھوں نے بلاء نبی ﷺ اور مؤمنین کے سر ڈالی، ان آیات میں ان سے کہا جارہا ہے کہ مصائب تو تمہارے کرتوتوں کا نتیجہ ہیں، اور تمہاری بہت سی حرکتوں سے اللہ تعالیٰ نے درگذر کیا ہے، مگر آگے ان کی بھی سزا ملے گی، تم نہ خشکی میں کہیں بھاگ کر بچ سکتے ہو نہ سمندر میں کہیں سفر کر کے جاسکتے ہو، زمین تمہیں نگل سکتی ہے، اور کشتیاں تمہاری ڈوب سکتی ہیں، پانی میں جو بڑے بڑے جہاز نظر آتے ہیں وہ اللہ کے رحم وکرم پر چل رہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ہوا کو روک دیں تو یہ دیوپیکر جہاز کھڑے کے کھڑے رہ جائیں، اور چاہیں تو ان کو غرقاب کردیں ـــــ اور سنو! اللہ کی باتوں میں بکھیڑا ڈالنے والوں کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، ان کو اللہ سے بچ کر کہیں پناہ نہیں مل سکتی!

آیتِ کریمہ: ﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ

(۱) عن کثیر: أی من الناس (۲) یعلمَ: منصوب، مقدر پر معطوف ہے أی يَغْرِقُهُمْ لِيَنْتَقِمَ منهم ويعلمَ (جلالین) اور الذین: مفعول (۳) ما: مشابہ بلیس ہے اور جملہ مستقلہ ہے۔

فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: اور تم کو ـــــ اے تکذیب کرنے والو! ـــــ جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں کا نتیجہ ہے ـــــ یعنی تمہاری بعض شرارتوں کی سزا ہے ـــــ اور بہت (سی حرکتوں) سے تو وہ درگذر ہی کر جاتے ہیں! ـــــ ابھی سزا نہیں دیتے ـــــ اور تم زمین میں ـــــ یعنی خشکی میں ـــــ بھاگ کر ہرانے والے نہیں اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی حامی ہے نہ مددگار!

آیتِ کریمہ: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: اور اللہ (کے قابو یافتہ ہونے) کی نشانیوں میں سے کشتیاں ہیں، (جو چل رہی ہیں) سمندر میں (جو) پہاڑوں کی طرح (نظر آتی ہیں) اور اگر اللہ چاہیں تو ہوا کو روک دیں، پس کشتیاں سمندر کی سطح پر کھڑی کی کھڑی رہ جائیں، بے شک اس میں ہر صبر شعار شکر گذار کے لئے نشانیاں ہیں۔

تفسیر: پہاڑوں کی طرح: یعنی جیسے زمین کی سطح پر پہاڑ ابھرے ہوئے ہیں سمندر کی سطح پر بڑے بڑے جہاز ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں (فوائد) ـــــ ہوا کو روک دیں: یعنی ہوا بھی اللہ کے قبضہ میں ہے، اگر ہوا کو ٹھہرا رکھیں، چلنے نہ دیں تو تمام بادبانی جہاز دریا کی پیٹھ پر جہاں کے تہاں کھڑے رہ جائیں، غرض پانی اور ہوا سب اس کے زیر فرمان ہیں (فوائد) ـــــ دریائی سفر میں موافق اور ناموافق دونوں قسم کے حالات سے سابقہ پڑتا ہے، اس لئے بہت ضروری ہے کہ انسان موافق حالات پر شکر، اور ناموافق حالات پر صبر کرتا ہوا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نعمت کو پہچانے (فوائد)

باقی ترجمہ: یا ان کشتیوں کو لوگوں کے اعمال کے سبب تباہ کر دیں، اور بہت سے لوگوں سے تو درگذر کر جاتے ہیں، اور ان لوگوں کو جانتے ہیں جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں، ان کے لئے کوئی بچاؤ کی جگہ نہیں!

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا

يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۰ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۴۱ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴۲ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۴۳ ع

فَمَآ	پس جو	وَاِذَا مَا (۲)	اور جب	اَصَابَهُمُ	پہنچی ان کو
اُوْتِيْتُمْ	دیئے گئے تم	غَضِبُوْا	غضبناک ہوتے ہیں	الْبَغْيُ	زیادتی
مِّنْ شَيْءٍ	کوئی بھی چیز	هُمْ	وہ	هُمْ	وہ
فَمَتَاعُ	پس برتنے کا سامان ہے	يَغْفِرُوْنَ	معاف کردیتے ہیں	يَنْتَصِرُوْنَ	بدلہ لیتے ہیں
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	دنیوی زندگی میں	وَالَّذِيْنَ	اوران لوگوں کیلئے جنہوں نے	وَجَزٰٓؤُا	اور بدلہ
وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ	اور جو اللہ کے پاس ہے	اسْتَجَابُوْا (۳)	حکم مانا	سَيِّئَةٍ	برائی کا
خَيْرٌ	(وہ) بہتر	لِرَبِّهِمْ	اپنے رب کا	سَيِّئَةٌ	برائی ہے
وَّاَبْقٰى	اور دیرپا ہے	وَاَقَامُوا	اور اہتمام کیا انھوں نے	مِّثْلُهَا	اس کے مانند
لِلَّذِيْنَ	ان لوگوں کے لئے جو	الصَّلٰوةَ	نماز کا	فَمَنْ عَفَا	پس جس نے معاف کیا
اٰمَنُوْا	ایمان لائے	وَاَمْرُهُمْ	اور ان کا کام	وَاَصْلَحَ	اور سنوارا
وَعَلٰى رَبِّهِمْ	اور اپنے رب پر	شُوْرٰى (۴)	مشورہ سے ہوتا ہے	فَاَجْرُهٗ	پس اس کا ثواب
يَتَوَكَّلُوْنَ	بھروسہ کرتے ہیں	بَيْنَهُمْ	باہم	عَلَى اللّٰهِ	اللہ پر ہے
وَالَّذِيْنَ (۱)	اور ان لوگوں کے لئے جو	وَمِمَّا	اور اس میں سے جو	اِنَّهٗ	بے شک وہ
يَجْتَنِبُوْنَ	بچتے ہیں	رَزَقْنٰهُمْ	روزی دی ہم نے ان کو	لَا يُحِبُّ	نہیں پسند کرتے
كَبٰٓئِرَ	بڑے	يُنْفِقُوْنَ	خرچ کرتے ہیں	الظّٰلِمِيْنَ	ظالموں کو
الْاِثْمِ	گناہوں سے	وَالَّذِيْنَ	اور ان لوگوں کے لئے جو	وَلَمَنِ	اور البتہ جس نے
وَالْفَوَاحِشَ	اور بے حیائی کے کاموں سے	اِذَآ	جب	انْتَصَرَ	بدلہ لیا

(۱) یہ الذین اور بعد والے الذین معطوف ہیں پہلے الذین پر (۲) إذا ما میں ما زائدہ (۳) استجاب له: کہا ماننا، قبول کرنا، لبیک کہنا (۴) شوری: مصدر ہے: مشورہ کرنا۔

بَعْدَ ظُلْمِهٖ (۱)	اس پر ظلم کئے جانے کے بعد	يَظْلِمُوْنَ	ظلم کرتے ہیں	اَلِيْمٌ	درناک
فَاُولٰٓئِكَ	پس وہ لوگ	النَّاسَ	لوگوں پر	وَلَمَنْ	اور البتہ جس نے
مَا عَلَيْهِمْ	نہیں ہے ان پر	وَيَبْغُوْنَ	اور چاہتے ہیں	صَبَرَ	صبر کیا
مِّنْ سَبِيْلٍ	کوئی راہ	فِي الْاَرْضِ	زمین میں	وَغَفَرَ	اور معاف کیا
اِنَّمَا	سوائے اس کے نہیں	بِغَيْرِ الْحَقِّ	ناحق بات	اِنَّ ذٰلِكَ	بے شک یہ بات
السَّبِيْلُ	(کہ) راہ	اُولٰٓئِكَ	یہ لوگ	لَمِنْ عَزْمِ	البتہ مضبوط امور میں
عَلَى الَّذِيْنَ	ان لوگوں پر ہے جو	لَهُمْ عَذَابٌ	ان کیلئے عذاب ہے	الْاُمُوْرِ	سے ہے

دنیا کی چیزیں چند روزہ استعمال کے لئے ہیں

گذشتہ آیات میں منکرین سے کہا تھا کہ نہ خشکی میں بھاگ کر اللہ کو ہرا سکتے ہو، نہ تری میں تیر کر اللہ سے بچ سکتے ہو، تمہاری کشتیاں غرقاب ہوسکتی ہیں، اب ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ تم اپنی جگہ بھی بچے ہوئے نہیں ہو، تمہیں دنیا میں جو بھی چیزیں دی گئی ہیں وہ چند روزہ استعمال کا سامان ہیں، دنیا میں انسان کو بدن اور مال سامان ملتا ہے، کیونکہ روح تو عالم ارواح سے آتی ہے، جو گذر جاتی ہے، عالم برزخ میں پہنچ جاتی ہے، البتہ بدن مٹی سے بنا ہے، وہ اس عالم کی چیز ہے، اور چونکہ اس دنیا کی زندگی مختصر ہے اس لئے بدن کمزور بنا ہے، اسی طرح انسان کو جو مال سامان ملا ہے وہ بھی دیرپا نہیں، یہاں کی ہر چیز ناپائدار ہے، مختصر وقفہ کے بعد آدمی راہیِ ملکِ عدم ہوجاتا ہے، اور مال سامان بھی ایک وقت کے بعد ختم ہوجاتا ہے، پس مکذبین کس چیز پر نازاں ہیں؟ اور کس برتے (طاقت) پر کودتے ہیں، ان کا بدن اور مال کئی روز کا ہے؟ غرض وہ اپنی جگہ میں بھی اللہ کی گرفت سے بچے ہوئے نہیں ہیں۔

آخرت کی نعمتیں بہتر اور دیرپا ہیں، اور وہ اُن مؤمنین کے لئے ہیں جن میں آٹھ باتیں ہوتی ہیں

قیامت کے دن جب نئی زندگی شروع ہوگی تو بدن اسی مٹی سے دوبارہ بنیں گے، اور بڑے ڈیل ڈول کے نہایت قوی اور مضبوط بنیں گے، ہر شخص کا قد ساٹھ ہاتھ کا ہوگا، اور اسی قدر موٹا بھی ہوگا، اس لئے وہ بدن ہمیشہ چلے گا، کمزور نہیں پڑے گا، اور جنت کی نعمتیں بھی دائمی ہیں، کبھی ختم نہیں ہونگی، مگر وہ ان مؤمنین کے لئے ہیں جن میں آٹھ باتیں ہوں:

پہلی بات: —— وہ اللہ پر بھروسہ کریں —— مکی دور میں مخالفت زوروں پر تھی، مسلمان دبے ہوئے تھے، اور دورِ ابتلاء کب ختم ہوگا یہ معلوم نہیں تھا، ایسے وقت میں آسرا اللہ ہی کا تھا، ایسے وقت میں اللہ پر بھروسہ کی زیادہ ضرورت ہوتی

(۱) ظلم: مصدر مجہول مضاف ہے، عربی میں مصدر معروف اور مصدر مجہول میں فرق نہیں ہوتا، قرائن سے فرق پہچانا جاتا ہے۔

ہے، چنانچہ سب سے پہلے یہی وصف ذکر کیا کہ مسلمان اللہ پر بھروسہ کریں، وہ سب کچھ ٹھیک کردیں گے۔

دوسری بات: — وہ بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچے رہیں — متفق علیہ روایت میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو!'' لوگوں نے دریافت کیا: وہ کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا (۲) جادو (کرنا کرانا) (۳) ناحق کسی کو قتل کرنا (۴) سود لینا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) جہاد میں جب مڈبھیڑ ہو پیٹھ پھیرنا (۷) پاک دامن مسلمان گناہ سے بےخبر عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا'' (مشکات ۵۲)

اور دوسری متفق علیہ روایت میں ہے: ایک شخص نے پوچھا: اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کا شریک ٹھہرانا، درانحالیکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے'' — یعنی دوسرا کوئی پیدا کرنے والا نہیں، پھر کوئی اللہ کا شریک کیسے ہوسکتا ہے؟ — سائل نے پوچھا: پھر کونسا گناہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اپنی اولاد کو مار ڈالنا اس ڈر سے کہ اس کو کھلانا پڑے گا'' سائل نے پوچھا: پھر کونسا گناہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرنا'' (مشکات ۴۹)

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ کبائر کی تعداد روایات میں مختلف آئی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

''حق بات یہ ہے کہ کبائر کی تعداد متعین نہیں۔ ان کو حد (تعریف) ہی سے پہچانا جاسکتا ہے کہ جس کام پر قرآن کریم میں اور احادیث صحیحہ میں جہنم کی وعید آئی ہے یا اس پر سزا مقرر کی گئی ہے یا نصوص میں اس کو کبیرہ کہا گیا ہے یا اس کے مرتکب کو ملت سے خارج قرار دیا گیا ہے یا اس کی خرابی اُن گناہوں سے بڑھی ہوئی ہے یا ان کے برابر ہے جن کے کبیرہ ہونے کی رسول اللہ ﷺ نے صراحت فرمائی ہے''

اور واحدی رحمہ اللہ نے تعداد متعین نہ ہونے کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ اگر کبائر کی تعداد متعین کردی جاتی تو لوگ صغائر کا ارتکاب شروع کردیتے، اور ان کو جائز سمجھ لیتے کہ یہ تو معمولی گناہ ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے بندوں سے کبائر کی تعداد مخفی رکھی تاکہ لوگ ہر منہی عنہ سے بچیں، یہ خیال کرکے کہ کہیں وہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کربیٹھیں۔ جیسے صلوٰۃ وسطیٰ کا، شب قدر کا اور جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کا علم مخفی کردیا گیا ہے، تاکہ لوگ ہر نماز کو درمیانی نماز خیال کرکے اس کا اہتمام کریں اور رمضان کی ہر رات میں شب قدر کو تلاش کریں اور جمعہ کے دن بوقت نماز بھی، عصر کے بعد بھی اور دیگر ساعات میں بھی دعا کریں (روح المعانی ۵:۱۷)

اور فواحش: فاحشة کی جمع ہے: ہر بری بےشرمی کی بات یا کام، جیسے زنا، اغلام، چپٹی، گالی گلوچ وغیرہ، علماء سے اس کے معنی بھی مختلف مروی ہیں، جیسے حد سے بڑھی ہوئی بدی، ایسی بے حیائی جس کا اثر دوسروں پر پڑے۔

تیسری بات: — جب سخت غصہ آئے تو معاف کریں — مکی دور میں کھری کھری سنانے کی کوئی صورت نہیں تھی، مسلمانوں کا ہاتھ دبا ہوا تھا، اور مخالفین کبھی بے ہودگی پر اتر آتے تھے، پس سخت غصہ آجاتا تھا، تاہم اس وقت

مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ معاف کردیا جائے۔

چوتھی بات: —— **اللہ کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا** —— احکام بتدریج نازل ہورہے تھے اور بعض احکام بھاری معلوم ہوتے تھے، جیسے سورۃ البقرۃ کی (آیت ۲۸۴) نازل ہوئی ﴿وَإِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾: اور اگر ظاہر کروگے اپنے جی کی بات یا چھپاؤگے اس کو حساب لیں گے اللہ تعالیٰ اس کا تم سے۔ یہ آیت صحابہ پر بھاری پڑی، انھوں نے نبی ﷺ سے شکوہ کیا، آپؐ نے فرمایا: سمعنا و أطعنا کہو، چنانچہ کہا، پس ہمیشہ دل میں یہ جذبہ رہنا چاہئے کہ اللہ کا جو بھی حکم آئے گا ہم فوراً اس کو قبول کریں گے، چاہے ہمارا جی نہ چاہے۔

پانچویں بات: —— **نماز کا اہتمام کرنا** —— عباداتِ بدنیہ میں سب سے اہم نماز ہے، وہ دین کا بنیادی ستون ہے، اور جو نماز کا اہتمام کرتا ہے وہ دیگر اوامر کا بھی امتثال کرتا ہے، نیز کٹھن حالات میں نماز سے ڈھارس بھی بندھتی ہے، اور یہ سورت سخت حالات میں نازل ہوئی ہیں، اس وقت نماز سے مدد لینے کی خاص ضرورت تھی۔

چھٹی بات: —— **باہمی مشورہ سے کام کرنا** —— مشورہ سے کام کرنا اللہ کو پسند ہے، دین کا ہو یا دنیا کا، البتہ مشورہ کی ضرورت ان کاموں میں ہے جو مہتم بالشان ہوں، اور جو قرآن وسنت میں منصوص نہ ہوں، جو چیز منصوص ہو اس میں رائے اور مشورہ کے کوئی معنی نہیں، اور ہر چھوٹے بڑے کام میں اگر مشورہ ہوا کرے تو کوئی کام نہ ہوسکے (فوائد)

جاننا چاہئے کہ یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے، اس وقت تک مکہ مکرمہ غیر اسلامی ملک تھا، اقتدار اعلی مسلمانوں کے ہاتھ میں نہیں تھا، غیروں کے ہاتھ میں تھا، ایسے ملک میں مسلمان اپنے معاملات باہمی مشورہ سے طے کریں گے، فقہ میں جزئیہ ہے: يَصِيْرُ القاضى قاضيًا بِتَرَاضِىْ المسلمين: مسلمان باہمی مشورہ سے قاضی مقرر کرسکتے ہیں، اسی طرح مساجد کے ائمہ، جمعہ کا امام اور امیر بھی مقرر کرسکتے ہیں، اگرچہ امیر کو قوتِ نافذہ حاصل نہیں ہوگی، مگر مسلمان اپنے اوپر کسی کو اختیار دے کر چھوٹے موٹے معاملات نمٹا سکتے ہیں، غیر اسلامی ملک میں اس طرح معاملات طے کرنا اس آیت سے ماخوذ ہے۔

ساتویں بات: —— **خیر خیرات کرنا** —— مکی سورتوں میں زکات کا لفظ مطلق انفاق کے معنی میں استعمال ہوا ہے، شروع میں اسلام قبول کرنے والے معیشت کے اعتبار سے کمزور تھے، اس لئے اس وقت خیر خیرات کی ضرورت تھی، اسی زمانہ میں حکم دیا تھا کہ اپنی ضرورت سے جو بچے اسے خرچ کیا کرو (البقرۃ ۲۱۹)

آٹھویں بات: —— **ظلم کا برابر کا بدلہ لے سکتے ہیں مگر معاف کرنا باعث اجر ہے** —— پہلے یہ بات جان لیں کہ غصہ کسی بات پر آتا ہے، کوئی بدکلامی یا بیہودگی کرتا ہے تو پارا چڑھ جاتا ہے، اور ترکی بہ ترکی جواب دے سکتا ہے، مگر غصہ پی جائے اور معاف کردے تو اچھی بات ہے، اس کا ذکر تیسری بات میں آگیا —— اور ظلم: حق تلفی کا نام ہے، جانی یا مالی

نقصان پہنچانا ظلم ہے، اس کا بدلہ لینے کی اجازت ہے، بشرطیکہ برابر سرابر کا بدلہ ہو، بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرے، اور معاف کردے تو اس سے بہتر کیا بات ہوسکتی ہے؟ معاف کرنے سے باہمی تعلقات سنور جاتے ہیں، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرماتے ہیں۔

ظلم کا بدلہ لینے کی اجازت پر ایک سوال کا جواب

سوال: ظلم کا بدلہ لینے سے نقصان ڈبل ہوجائے گا، کسی نے کسی کا ظلماً ہاتھ کاٹ دیا، اب اگر مظلوم قصاص میں اس کا ہاتھ کاٹے گا تو دو ہاتھ کٹے، یک نہ شد دو شد!

جواب: اس کی ذمہ داری ظالم پر ہے، مظلوم پر نہیں، مظلوم کا ہاتھ گیا، اب بدلہ بھی نہ لے سکے تو اس کا دوہرا نقصان ہوگا، اور ظالم کا جو ہاتھ کٹا وہ اس کے ظلم کا بدلہ ہے، اس میں مظلوم کا کیا قصور؟ —— مگر معاف کرنا ہمت کا کام ہے، اپنا دوہرا نقصان برداشت کرلے تو آخرت میں اجر عظیم کا حقدار ہوگا۔

آیت کریمہ: ﴿فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚ﴾

ترجمہ: پس جو کچھ بھی تم دیئے گئے ہو وہ دنیوی زندگی میں چند روز فائدہ اٹھانے کا سامان ہے! —— یہ مکذبین سے خطاب ہے، مگر ارشاد عام ہے، سبھی انسانوں کو دنیا میں جو کچھ ملا ہے وہ متاع ہے —— دنیا میں انسان کو دو ہی چیزیں ملتی ہیں: بدن اور اسبابِ معیشت، دونوں عارضی چیزیں ہیں، ایک وقت کے بعد بدن کمزور پڑجاتا ہے، اور مال سامان پرانا ہوکر ختم ہوجاتا ہے —— اور کہنا یہ ہے کہ ان ناپائدار چیزوں پر کیا اتراتے ہو اور کیوں مسلمانوں کے سر ہوتے ہو!

اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور دیرپا ہے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے —— پس تم بھی ایمان لاؤ اور ان اخروی نعمتوں کے مستحق بنو، مگر ایمان کے ساتھ چند اوصاف بھی ضروری ہیں، پہلا وصف: —— اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

آیات: ﴿وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۖ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۖ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾

ترجمہ: دوسرا وصف: —— اور جو لوگ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں —— تیسرا وصف: —— اور ان کو غصہ آتا ہے تو وہ معاف کردیتے ہیں —— ترکی بہ ترکی جواب نہیں دیتے۔ چوتھا وصف: —— اور (آخرت کی نعمتیں) ان کے لئے ہیں جنھوں نے اپنے رب کا حکم مانا —— یعنی سرِ تسلیم خم کئے رہتے ہیں۔ پانچواں وصف: ——

اور نماز کا اہتمام کرتے ہیں —— چھٹا وصف: —— اور ان کا کام مشورہ سے ہوتا ہے —— ساتواں وصف: —— اور ہم نے ان کو جو روزی دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں —— آٹھواں وصف: —— اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں —— یہ جواز کا بیان ہے —— اور برائی (ظلم) کا بدلہ برائی ہے اس کے مانند —— برائی کے بدلہ کو مشاکلۃً برائی کہا ہے، نیز اس میں اشارہ ہے کہ برائی کا بدلہ لینا اچھا نہیں، کیونکہ وہ بھی گونہ برائی ہے —— پس جس نے معاف کیا اور (باہمی تعلقات کو) سنوارا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے، بے شک اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتے —— یعنی ظالم نے تو برا کام کیا، مگر اس کو معاف کرنا اچھا کام ہے۔

آیات: ﴿ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ ﴾

ترجمہ: سوال کا جواب: —— اور جو شخص بدلہ لے اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں —— یعنی اس کا کچھ قصور نہیں —— الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں، اور ناحق زمین میں سرکشی کرتے ہیں —— اودھم مچاتے ہیں، بگاڑ پیدا کرتے ہیں —— ایسوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اور جو صبر کرے اور معاف کردے تو یہ بے شک بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے —— اس کو اس لئے مکرر لائے کہ یہ خیال نہ ہو کہ شاید معاف کرنے کی فضیلت ختم ہوگئی، بدلہ لینا ہی چاہئے، نہیں معاف کرنے کی فضیلت برقرار ہے۔

ظالم کو معاف کرنا اس وقت افضل ہے جب وہ اپنے فعل پر نادم ہو، اور ظلم پر اس کی جرأت بڑھ جانے کا اندیشہ نہ ہو

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَاۗءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۝

وَمَنْ	اور جسے	يُعْرَضُوْنَ	پیش کئے جارہے ہونگے	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	قیامت کے دن
يُّضْلِلِ	بے راہ کردیں	عَلَيْهَا (۲)	دوزخ پر	اَلَآ	سنتا ہے!
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	خٰشِعِيْنَ	سہمے ہوئے	اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ	بے شک ظالم لوگ
فَمَا لَهٗ	پس نہیں اس کے لئے	مِنَ الذُّلِّ	ذلت سے	فِيْ عَذَابٍ	عذاب میں ہونگے
مِنْ وَّلِيٍّ	کوئی کارساز	يَّنْظُرُوْنَ	دیکھ رہے ہوں گے	مُّقِيْمٍ	دائمی
مِّنْۢ بَعْدِهٖ	اللہ کے بعد	مِنْ طَرْفٍ	آنکھ سے	وَمَا	اور نہیں
وَتَرَى	اور دیکھے گا تو	خَفِيٍّ	چھپی	كَانَ لَهُمْ	ہوگا ان کے لئے
الظّٰلِمِيْنَ	ظالموں کو	وَقَالَ	اور کہا	مِّنْ اَوْلِيَآءَ	(کوئی) کارسازوں میں سے
لَمَّا رَاَوُا	جب دیکھیں گے وہ	الَّذِيْنَ	ان لوگوں نے جو	يَنْصُرُوْنَهُمْ	(جو) مدد کرے ان کی
الْعَذَابَ	عذاب کو	اٰمَنُوْٓا	ایمان لائے	مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ سے وَرے
يَقُوْلُوْنَ	کہیں گے وہ	اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ	بیشک گھاٹا پانے والے	وَمَنْ	اور جس کو
هَلْ	کیا	الَّذِيْنَ	وہ لوگ ہیں جنھوں نے	يُّضْلِلِ	بے راہ کردیں
اِلٰى مَرَدٍّ (۱)	واپسی کی	خَسِرُوْٓا	گنوایا (کھویا)	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
مِّنْ سَبِيْلٍ	کوئی راہ ہے	اَنْفُسَهُمْ	اپنی جانوں کو	فَمَا لَهٗ	پس نہیں اس کے لئے
وَتَرٰىهُمْ	اور دیکھے گا تو ان کو	وَاَهْلِيْهِمْ	اور اپنے گھر والوں کو	مِنْ سَبِيْلٍ	کوئی بھی راہ

آخرت میں مشرکوں اور کافروں کی حالت

گذشتہ آیات میں مؤمنین کا حال بیان کیا تھا، مؤمنین کو آخرت میں جو کچھ ملے گا وہ دنیا کی چیزوں سے بہتر اور دیرپا ہوگا۔ اب ان آیات میں آخرت میں مشرکوں اور کافروں کی بدحالی کا بیان ہے، اور بات یہاں سے شروع کی ہے کہ ہدایت وضلالت کی جگہ دنیا ہے، اور دونوں اللہ کے اختیار میں ہیں، اور جو ہدایت سے محروم گیا وہ دنیا میں واپس آنا چاہے گا، مگر هَيْهَاتَ: ناممکن! گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں!

جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کریں اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا: —— ہر چیز کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں، دوسرا کوئی کسی چیز کا خالق نہیں، اور اہل السنہ والجماعہ کے نزدیک بندوں کے اختیاری افعال کے خالق بھی اللہ تعالیٰ ہیں، انسان جب اچھے

(۱) مَرَدّ: اسم فعل: لوٹایا جانا، ظرف: لوٹانے کا وقت یا جگہ (۲) علیھا: ضمیر نار کی طرف لوٹتی ہے، جو عذاب سے مفہوم ہے۔

برے کام کا کسب کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ وجود بخشتے ہیں، پس جن لوگوں نے گمراہی اختیار کی ان کی گمراہی اللہ نے پیدا کی، اب اللہ کے سوا ان کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ ارشاد فرماتے ہیں: —— اور جس کو اللہ گمراہ کریں اس کے لئے اللہ کے بعد کوئی چارہ ساز نہیں —— جو اس کو ہدایت سے سرفراز کرے، پس کافروں اور مشرکوں کو چاہئے کہ ہدایت اللہ سے طلب کریں، ہدایت کا سامان کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کو پیدا کردیں گے۔

ہدایت یہاں سے لے کر آخرت میں جانا ہے: —— ہدایت حاصل کرنے کی جگہ یہ دنیا ہے، جو اس سے آخرت میں تہی دست گیا وہ بڑی تمنا کرے گا کہ دنیا کی طرف لوٹنے کا موقع مل جائے، تاکہ وہاں سے ہدایت لے آئے، مگر گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں، اب جو گمراہی لے کر آخرت میں پہنچا ہے وہاں اس کا وبال بھگتنا پڑے گا، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور آپ اُن ظالموں (کافروں اور مشرکوں) کو دیکھیں گے جب وہ عذاب کا معائنہ کریں گے تو کہتے ہونگے: کیا واپسی کی کوئی صورت ہے؟ —— یعنی کیا کوئی ایسی سبیل ہے کہ ہم دنیا کی طرف واپس کردیئے جائیں، اور وہاں سے ہدایت لے کر آئیں؟ —— کوئی سبیل نہیں۔

آخرت میں گمراہی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا: —— اور آپ ان (مشرکین وکفار) کو دیکھیں گے کہ پیش کئے جارہے ہونگے دوزخ پر —— یعنی جہنم میں ٹھونسنے کے لئے ان کو جہنم پر لے جایا جائے گا —— آنکھیں جھکانے والے ہونگے ذلت سے —— یعنی ڈرے سہمے ہونگے، اور رسوائی سے نظر اوپر نہیں اٹھا سکیں گے —— دزدیدہ نظروں سے دیکھ رہے ہونگے —— یعنی کن انکھیوں سے دیکھیں گے، دیکھنا نہیں چاہیں گے مگر دیکھیں گے!

اور (اس وقت) ایماندار کہیں گے: بے شک گھاٹا پانے والے وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو گنوا بیٹھے —— یعنی کم بخت اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی لے ڈوبے، سبھی کو تباہ وبرباد کر کے چھوڑا!

سنو! بے شک ظالم (کافر ومشرک) دائمی عذاب میں ہونگے، اور ان کے لئے (وہاں) اللہ سے نیچے ایسے کارساز نہیں ہونگے جو ان کی مدد کریں —— یعنی ان کو جہنم کے عذاب سے بچالیں —— اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کریں اس کے لئے (نجات کا) کوئی راستہ نہیں! —— اللہ تعالیٰ بااختیار بندوں کو گمراہی اختیار کرنے پر گمراہ کرتے ہیں، خواہ مخواہ گمراہ نہیں کرتے۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿٤٨﴾

اِسْتَجِيْبُوْا(۱)	حکم مان لو	فَاِنْ	پس اگر	رَحْمَةً	کوئی مہربانی
لِرَبِّكُمْ	اپنے رب کا	اَعْرَضُوْا	اعراض کریں وہ	فَرِحَ	(تو) خوش ہوتا ہے
مِّنْ قَبْلِ	پہلے	فَمَآ	تو نہیں	بِهَا	اس کی وجہ سے
اَنْ يَّاْتِيَ	اس سے کہ آئے	اَرْسَلْنٰكَ	بھیجا ہم نے آپ کو	وَاِنْ	اور اگر
يَوْمٌ	وہ دن	عَلَيْهِمْ	ان پر	تُصِبْهُمْ	پہنچتی ہے ان کو
لَّا مَرَدَّ لَهٗ	پھرنا نہیں اس کے لئے	حَفِيْظًا	نگہبان (بنا کر)	سَيِّئَةٌۢ	کوئی برائی
مِنَ اللّٰهِ(۲)	اللہ کی طرف سے	اِنْ عَلَيْكَ	نہیں ہے آپؐ کے ذمہ	بِمَا	ان کاموں کی وجہ سے جو
مَا لَكُمْ	نہیں ہوگی تمہارے لئے	اِلَّا الْبَلٰغُ	مگر پہنچانا	قَدَّمَتْ	آگے بھیجے
مِّنْ مَّلْجَاٍ	کوئی جائے پناہ	وَاِنَّآ اِذَآ	اور بے شک ہم جب	اَيْدِيْهِمْ	ان کے ہاتھوں نے
يَّوْمَىِٕذٍ	اس دن	اَذَقْنَا	چکھاتے ہیں	فَاِنَّ	تو بے شک
وَّمَا لَكُمْ	اور نہیں ہوگا تمہارے لئے	الْاِنْسَانَ	انسان کو	الْاِنْسَانَ	انسان
مِّنْ نَّكِيْرٍ(۳)	کوئی روک ٹوک کرنے والا	مِنَّا	اپنی طرف سے	كَفُوْرٌ	بڑا ناشکرا ہے

منکرین کو نصیحت کہ قیامت سے پہلے ایمان لے آؤ

چونکہ ہدایت دنیا سے لے کر آخرت میں جانا ہے، اس لئے مکذبین کو نصیحت کرتے ہیں کہ آخرت آئے اس سے پہلے ایمان لے آؤ، اگر آخرت میں ایمان سے تہی دست گئے تو وہاں تمہارے لئے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمہاری طرف سے اللہ کی کورٹ میں کوئی اعتراض داخل کرنے والا ہوگا، حکم شدشد! ارشاد فرماتے ہیں: —— تم اپنے رب کا حکم مان لو، اس سے پہلے کہ اللہ کی طرف سے وہ دن آ جائے جس کے لئے 'پھرنا' نہیں، اس دن تمہارے لئے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی، اور نہ تمہاری طرف سے کوئی روک ٹوک کرنے والا ہوگا!

رسول کی ذمہ داری صرف بات پہنچانے کی ہے

اور اگر مکذبین ایمان نہیں لاتے تو سن لیں: ہمارا رسول زبردستی نہیں منوا سکتا، اس کا کام پیغام پہنچانا ہے، اور وہ یہ فریضہ

(۱) استجاب له: لبیک کہنا، کہا ماننا (۲) من الله: یأتی سے متعلق ہے (۳) نکیر (فعیل) بمعنی اسم فاعل: منکِر ہے۔

انجام دے چکا، آگے تم جانو تمہارا کام! ـــــ پس اگر وہ لوگ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان کا نگران بنا کر نہیں بھیجا، آپ کے ذمہ صرف پہنچانا ہے۔

نہیں مانوگے تو آخرت میں سزا پاؤگے اور وہ تمہارے کرتوتوں کا نتیجہ ہوگی

انسان کی فطرت بھی عجیب ہے: میٹھا ہپ کڑوا تھو! اللہ تعالیٰ بلا استحقاق انعام فرمائیں تو باچھیں کھل جائیں اور اُس کے کرتوتوں کی بدولت کوئی افتاد پڑے تو سب نعمتیں بھول جائے اور ناشکرا بن جائے، اسی فطرت کے مطابق دنیا میں اللہ نے اس کو بغیر استحقاق کے نعمتوں سے نوازا تو اکڑتا پھرتا ہے، اتراتا ہے اور اس کو اپنا استحقاق بتلاتا ہے، مگر جب قیامت کے دن اس کے آگے بھیجے ہوئے کاموں کی سزا ملے گی تو اپنی ماں کو روئے گا۔ اب کیا روتا ہے! یہ تو تیرے بوئے ہوئے کا پھل ہے! اگر اس کسیلے پھل سے بچنا ہے تو آج موقع ہے، ایمان لے آ، تاکہ کل کی سزا سے بچ جائے۔

آیتِ کریمہ: ـــــ اور بے شک ہم جب انسان کو اپنی طرف سے ـــــ یعنی استحقاق کے بغیر ـــــ مہربانی کا مزہ چکھاتے ہیں ـــــ یعنی کچھ عیش دیتے ہیں، کیونکہ کامل عیش تو آخرت میں ملے گا، اور وہ مؤمنین ہی کو ملے گا ـــــ تو وہ خوش ہوجاتا ہے ـــــ یعنی اس کو اپنے ہنر کا کمال سمجھتا ہے ـــــ اور اگر ان کو کوئی برائی پہنچتی ہے ـــــ دنیا میں یا آخرت میں ـــــ ان اعمال کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں تو انسان بڑا ناشکرا ہوجاتا ہے!

مؤمنین فراخی میں شکر اور تنگی میں صبر کرتے ہیں، اور کسی حال میں اللہ کے احسانات کو فراموش نہیں کرتے

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

لِلّٰهِ	اللہ کے لئے ہے	مَا يَشَاۗءُ	جو چاہتے ہیں	لِمَنْ يَّشَاۗءُ	جسے چاہتے ہیں
مُلْكُ	حکومت	يَهَبُ	بخشتے ہیں	الذُّكُوْرَ	لڑکے
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	لِمَنْ يَّشَاۗءُ	جسے چاہتے ہیں	اَوْ يُزَوِّجُهُمْ (۱)	یا جوڑا بناتے ہیں ان کا
وَالْاَرْضِ	اور زمین کی	اِنَاثًا	لڑکیاں	ذُكْرَانًا	لڑکوں
يَخْلُقُ	پیدا کرتے ہیں	وَّيَهَبُ	اور بخشتے ہیں	وَّاِنَاثًا	اور لڑکیوں کا!

(۱) یزوجھم: تَزْوِیج: جمع کرنا، جوڑا بنانا، ھم کا مرجع اولاد ہے اور ذکرانا وإناثا: ھم سے بدل ہیں۔

وَيَجْعَلُ	اور بناتے ہیں	عَقِيْمًا [1]	بانجھ	عَلِيْمٌ	سب کچھ جاننے والے
مَنْ يَّشَاءُ	جسے چاہتے ہیں	اِنَّهٗ	بے شک وہ	قَدِيْرٌ	بڑی قدرت والے ہیں

جس کا راج اس کا تاج

راج: حکومت، تاج: بادشاہت یعنی الوہیت۔ اب آخر میں توحید ورسالت کا بیان ہے، توحید: یعنی معبود ایک ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، کیونکہ کائنات پر حکومت انہی کی ہے، چنانچہ وہ جو چیز چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں، کوئی ان کے کام میں دخل نہیں دے سکتا، مثلاً: کسی کو صرف بیٹیاں دیتے ہیں، کسی کو صرف بیٹے، اور کسی کو جڑواں: بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی، اور کسی کو بے اولاد رکھتے ہیں، جو ان کی حکمت اور بندوں کی مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے کرتے ہیں، وہ علیم ہیں، البتہ ان کی قدرت میں سب کچھ ہے، جن کو لڑکیاں دی ہیں ان کو لڑکے بھی دے سکتے ہیں، اور اس کے برعکس بھی کر سکتے ہیں، یہی اللہ تعالیٰ معبود برحق ہیں، ان پر ایمان لاؤ، اور انہی کی بندگی کرو۔

آیتِ کریمہ: —— اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں —— یہ توحید کی دلیل ہے —— وہ جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں —— یہ دلیل کا مقتضی ہے، پھر اس کی مثال ہے: —— جس کو چاہتے ہیں بیٹیاں عنایت فرماتے ہیں —— لوگ لڑکیوں کو پسند نہیں کرتے، عرب مشرک بھی پسند نہیں کرتے تھے، زندہ درگور کر دیتے تھے، اس لئے ان کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے ان کا تذکرہ پہلے کیا —— اور جس کو چاہتے ہیں بیٹے عنایت فرماتے ہیں، یا ان کو دونوں دیتے ہیں: بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی —— خواہ ایک پیٹ سے یا الگ الگ پیٹوں سے —— اور جس کو چاہتے ہیں بے اولاد رکھتے ہیں —— بے شک وہ سب کچھ جاننے والے، بڑی قدرت والے ہیں!

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

(۱) عقیم: بانجھ، وہ عورت جس کے مادہ میں بیضے نہ ہوں اور وہ مرد جس کے مادے میں جرثومے نہ ہوں، دونوں صورتوں میں اولاد نہیں ہوتی۔

وَمَا كَانَ [1]	اور نہیں تھا	وَكَذٰلِكَ	اور اسی طرح	مِنْ عِبَادِنَا	اپنے بندوں میں سے
لِبَشَرٍ	کسی بھی انسان کیلئے	اَوْحَيْنَا	پہنچائی ہم نے	وَاِنَّكَ	اور بے شک آپ
اَنْ يُّكَلِّمَهُ	کہ بات کریں اس سے	اِلَيْكَ	آپ کی طرف	لَتَهْدِيْٓ	البتہ دکھاتے ہیں
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	رُوْحًا	زندگی	اِلٰى صِرَاطٍ	راستہ کی طرف
اِلَّا وَحْيًا [2]	مگر اشارہ خفیہ کے طور پر	مِّنْ اَمْرِنَا	یعنی ہمارا دین	مُّسْتَقِيْمٍ	سیدھے
اَوْ مِنْ وَّرَآئِ	یا پیچھے سے	مَا كُنْتَ	نہیں تھے آپ	صِرَاطِ [3]	راستہ
حِجَابٍ	پردہ کے	تَدْرِيْ	جانتے	اللّٰهِ	اللہ کا
اَوْ يُرْسِلَ	یا بھیجیں وہ	مَا الْكِتٰبُ	کتاب کیا ہے	الَّذِيْ لَهٗ	جس کے لئے ہے
رَسُوْلًا	کوئی پیغام بر	وَلَا الْاِيْمَانُ	اور نہ ایمان	مَا	جو
فَيُوْحِيَ	پس پہنچائے وہ	وَلٰكِنْ	لیکن	فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں
بِاِذْنِهٖ	اس کی اجازت سے	جَعَلْنٰهُ	بنایا ہم نے اس کو	وَمَا فِي الْاَرْضِ	اور جو زمین میں ہے
مَا يَشَآءُ	جو چاہیں وہ	نُوْرًا	روشنی	اَلَآ	سنتا ہے!
اِنَّهٗ	بے شک وہ	نَّهْدِيْ	راہ دکھاتے ہیں ہم	اِلَى اللّٰهِ	اللہ کی طرف
عَلِيٌّ	بہت برتر	بِهٖ	اس کے ذریعہ	تَصِيْرُ	ہونگے
حَكِيْمٌ	بڑی حکمت والے ہیں	مَنْ نَّشَآءُ	جس کو چاہتے ہیں	الْاُمُوْرُ	تمام امور

رسالت کا بیان

مخلوق کی راہنمائی خالق کی ذمہ داری ہے

کائنات کی سلطنت اللہ کی ہے، اسی نے ہر مخلوق پیدا کی ہے، اور مخلوق کو دنیا میں زندگی کیسی گذارنی چاہئے؟ یہ راہ نمائی بھی خالق و مالک کی ذمہ داری ہے، پھر حیوانات کی صرف جسمانی ضرورتیں ہیں، ان کو پورا کرنے کے لئے ان کو عقل دی، جس سے وہ اپنی ضرورتیں پوری کرتے ہیں، اور انسان کی دو ضرورتیں ہیں: جسمانی اور روحانی، اول کے لئے انسان کو بھی عقل دی، جس سے وہ اپنی حاجتیں بہم پہنچاتا ہے، اور روحانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے نبوت کا سلسلہ قائم کیا، عالم بالا

(۱) ما کان: أي ما صَحَّ (روح) یعنی نہیں ہوسکتا (۲) الوحی: مصدر وَحیٰ یَحِیْ وَحْیًا (ض): کسی سے اس طرح بات کرنا کہ دوسرا اس نہ سکے، چپکے سے بات کرنا، أَوْحیٰ إیحاء: کسی کو کسی بات کا اشارہ کرنا (۳) پہلے صراط سے بدل ہے۔

سے ان پر علوم کا فیضان کیا، اس سے وہ اپنی روح کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہود نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ہم آپؐ پر کیسے ایمان لائیں، جبکہ آپؐ نہ خدا کو دیکھتے ہیں، نہ اس سے بالمشافہ کلام کرتے ہیں، جس طرح موسیٰ علیہ السلام کلام کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو دیکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو جواب دیا: یہ غلط ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کو دیکھا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝﴾

ترجمہ: کسی بشر کے لئے ممکن نہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائیں —— مانع انسان کا ضُعف بصر (نگاہ کی کمزوری) ہے، اللہ کی طرف کوئی مانع نہیں، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر فرمایا: ﴿لَنْ تَرٰىنِیْ﴾: تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے، یہ نہیں فرمایا کہ میں ہرگز نہیں دکھ سکتا، جیسے دوپہر میں سورج کو نہیں دیکھ سکتے، آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں، تو قصور آنکھوں کا ہے، سورج کا قصور نہیں۔ اور نگاہ کی یہ کمزوری اس دنیا میں ہے، آخرت میں نظر قوی ہوجائے گی: ﴿فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ﴾: سو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے (قٓ۲۲) اس لئے جنت میں پہنچ کر اللہ کی زیارت ہوگی، اس پر اہل حق کا اتفاق ہے —— مگر بطور اشارہ خفیہ، یا پردہ کے پیچھے سے، یا بھیجیں پیغام بر (فرشتہ) پس وہ وحی کرے باذنِ الٰہی جو اللہ چاہیں، بے شک وہ بہت برتر بڑی حکمت والے ہیں! —— برتر ہیں: اس لئے رُودررُو کلام ممکن نہیں، اور حکیم ہیں: اس لئے انسانوں کی راہ نمائی بھی ضروری ہے، چنانچہ تین طرح راہ نمائی فرماتے ہیں:

فیضانِ علوم (وحی) کی تین صورتیں

پہلی صورت: —— اشارہ سے علوم کا فیضان کرنا —— یعنی اللہ تعالیٰ کوئی مضمون دل میں ڈالتے ہیں، اور اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

۱- کبھی نیند میں بصورت خواب القاء فرماتے ہیں، نبی کا خواب وحی ہوتا ہے، غیر نبی کا خواب وحی نہیں ہوتا، اس میں شیطانی تصرف کا احتمال ہوتا ہے، اس صورت میں الفاظ عموماً اللہ کی طرف سے نہیں ہوتے، صرف ایک مضمون اللہ تعالیٰ دل میں ڈالتے ہیں، جس کو پیغمبر اپنے الفاظ میں تعبیر کرتے ہیں۔

۲- اور کبھی بیداری میں جب بندہ غیب (اللہ تعالیٰ) کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کوئی واضح علم، جو غور وفکر کا نتیجہ نہیں ہوتا، نبی کے دل میں پیدا کرتے ہیں، بہت سی احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی''

اس آیت میں فیضانِ علوم کی ان دونوں صورتوں کو لفظ وحی سے تعبیر کیا ہے، وحی کے لغوی معنی ہیں: اشارہ خفیہ، جو

مذکورہ دونوں صورتوں کو شامل ہے۔اور عرف میں وحی کا لفظ عام ہے، فیضانِ علوم کی تمام صورتوں کو وحی کہا جاتا ہے۔

دوسری صورت: ـــــ پردہ کے پیچھے سے کلام کرنا ـــــ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ پردہ کے پیچھے سے بندے کو کوئی منظّم و مرتب کلام سناتے ہیں، بندہ خوب سمجھتا ہے کہ وہ خارج سے سن رہا ہے، مگر بندے کو کوئی بولنے والا نظر نہیں آتا یعنی نبی کی قوتِ سامعہ استماع کلام سے لذت اندوز ہوتی ہے، مگر آنکھیں دولتِ دیدار سے متمتع نہیں ہوتیں ـــــ کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اسی طریقہ سے وحی فرمائی تھی، اور شبِ معراج میں سید الانبیاء ﷺ کو کلام کی اسی صورت سے نوازا گیا تھا۔

تیسری صورت: ـــــ فرشتہ کا نبی کے پاس آنا اور پیام پہنچانا ـــــ حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے تھے، اور نبی ﷺ سے اس طرح بات کرتے تھے جس طرح ایک آدمی دوسرے آدمی سے بات کرتا ہے، وحی کا عام طریقہ یہی رہا ہے، قرآنِ کریم پورا اسی طریقہ سے بواسطہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوا ہے، پھر اس کی دو صورتیں ہوتی تھیں:

۱- جبرئیل علیہ السلام عالم ملکوت میں رہتے تھے، اور نبی ﷺ عالم ناسوت سے عالم ملکوت کی طرف ترقی کرتے تھے، اور وحی اخذ کرتے تھے، یہ صورت نبی پر بھاری ہوتی تھی، چنانچہ سخت جاڑے میں نبی ﷺ کی پیشانی سے پسینہ موتیوں کی طرح ٹپکنے لگتا تھا، اس صورت میں فرشتہ آپؐ کے علاوہ کسی کو نظر نہیں آتا۔

۲- جبرئیل علیہ السلام عالم ناسوت میں تنزل فرماتے تھے، یہ صورت نبی ﷺ پر بھاری نہیں ہوتی تھی، اور اس صورت میں دوسرے بھی جبرئیل علیہ السلام کو دیکھتے تھے، جیسا کہ حدیث جبرئیل میں ہے۔

وحی کی ایک چوتھی صورت جو حدیث میں ہے

جب بندہ عالم ملکوت کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کے حواس مغلوب ہو جاتے ہیں یعنی کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں تو نبی کو ایک گھنٹے کی سی آواز سنائی دیتی ہے اور اس ذریعہ سے وحی کی جاتی ہے۔متفق علیہ حدیث میں ہے کہ حضرت حارث بن ہشامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپؐ پر وحی کس طرح آتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

"میرے پاس وحی کبھی گھنٹے کی آواز کی طرح آتی ہے۔اور وحی کی یہ صورت مجھ پر بہت بھاری ہوتی ہے۔ پھر وہ مجھ سے موقوف ہوتی ہے اس حال میں کہ میں اس کو اس فرشتہ سے یاد کر چکا ہوتا ہوں" (مشکوٰۃ، کتاب الفضائل باب المبعث وبدء الوحی، حدیث نمبر ۵۸۴۴)

علماء نے بیان کیا ہے کہ وحی کرنے والے فرشتے اور وحی لینے والے نبی میں مناسبت شرط ہے اور یہ مناسبت دو طرح پر پیدا کی جاتی ہے کبھی فرشتہ کی ملکیت اور روحانیت نبی پر غالب آتی ہے اور نبی بشریت سے غائب ہو جاتا ہے تو مذکورہ صورت پیش آتی ہے اور کبھی نبی کی بشریت فرشتہ پر غالب آتی ہے تو فرشتہ بصورت بشر نمودار ہوتا ہے اور دوسری صورت

پیش آتی ہے (مظاہر حق)

﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۝﴾

ترجمہ: اور اسی طرح ـــــ یعنی تیسرے طریقہ پر، ضمیر کے مرجع کی طرح مشارٌ الیہ بھی اقرب ہوتا ہے ـــــ ہم نے آپ کی طرف حیات (زندگی) بھیجی یعنی اپنا دین (نازل فرمایا) ـــــ من أمرنا: روحا کا بیان ہے، مِن بیانیہ ہے، اور أمر سے مراد دین ہے، اور دین کو روح اس لئے کہا ہے کہ وہ روحانی حیات کا سبب ہے ـــــ آپؐ کو کچھ خبر نہیں تھی کہ کتاب کیا ہے؟ ـــــ یعنی قرآن سے آپ نا آشنا تھے ـــــ اور ایمان کیا ہے؟ ـــــ یعنی دین کی تعلیمات سے بھی آپ باخبر نہیں تھے: ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى﴾: اور آپؐ کو دین سے بے خبر پایا پس باخبر کیا! اور دینی تعلیمات کی بنیاد ایمان کی تعلیم ہے، اس اصل الاصول کو ذکر فرمایا ہے، مراد سارا دین ہے ـــــ لیکن ہم نے اس کتاب کو نور بنایا ـــــ یہ قرآن کا بلکہ اللہ کی سب کتابوں کا خاص وصف ہے ـــــ جس کے ذریعہ ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ـــــ یعنی قرآنِ کریم ایک روشنی ہے، اس سے تاریکیوں میں بھٹکتی انسانیت کو راہ ملتی ہے ـــــ البتہ قرآن کی دعوت پر محنت کرنے والا چاہئے، اور وہ نبی ﷺ (اور ان کے ورثاء) ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ اور بے شک آپؐ سیدھا راستہ دکھاتے ہیں یعنی اللہ کا راستہ، جس کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ـــــ پس وہی معبود ہیں، اور قرآن اسی معبود کی راہ دکھاتا ہے، اور آپؐ اسی کی دعوت دیتے ہیں ـــــ سنتا ہے! سب چیزیں اللہ کی طرف لوٹیں گی ـــــ اس میں جزاؤسزا کی طرف اشارہ ہے، یعنی آئیں گے سب ـــــ راہ یاب بھی اور گمراہ بھی ـــــ ہمارے پاس، ان وقت ہدایت یاب سرخ رو ہونگے، اور گمراہ سیاہ چہرہ!

قرآن روح ہے اور قرآن لانے والا فرشتہ روح الامین

قرآنِ کریم جو دین کی تعلیمات پر مشتمل ہے روح (حیات) ہے، اس سے بندوں کی دینی زندگی استوار ہوتی ہے، سورۃ النحل (آیت ۲) میں بھی دین کو روح کہا ہے: ﴿يُنَزِّلُ الْمَلٰۗىِٕكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ﴾: اتارتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتے ہیں، فرشتوں کی معرفت، روح (زندگی) یعنی اپنا دین ـــــ اور دین (احکام) لانے والے فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) کو روح الامین کہا گیا ہے، سورۃ الشعراء میں ہے: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾: اس (قرآن) کو امانت دار فرشتے (جبرئیل علیہ السلام) نے

اتارا ہے، آپؐ کے دل پر، تاکہ آپؐ من جملہ ڈرانے والوں کے ہوں، اور دل کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ دل ہی مدرک (سمجھنے والا) ہے، کان میں بات پڑی اور دل نے نہیں سمجھی تو کیا خاک سنی! غرض: قرآن وحی کے تین طریقوں میں سے تیسرے طریقے پر نازل کیا گیا ہے، کذلك کا یہی مطلب ہے، اور سورۃ التکویر میں قرآن کی اعتباریت کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اوصاف بیان کئے ہیں: ﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِيْنٍ﴾: بے شک قرآن ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا کلام ہے، جو قوت والا ہے، مالکِ عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے، اور آسمانوں میں اس کا کہا مانا جاتا ہے، امانت دار ہے، اسی طرح سورۃ النجم کے شروع میں بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اوصاف بیان کئے ہیں، اور معارف القرآن (۷:۱۴۰) میں مفتی شفیع صاحب نے لکھا ہے:

''تیسری صورت: ﴿أَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلاً﴾ ہے یعنی کسی فرشتہ جبرئیل وغیرہ کو اپنا کلام دے کر بھیجا جائے، وہ رسول کو پڑھ کر سنادے، اور یہی طریقہ عام ہے، قرآنِ مجید پورا اسی طرح بواسطہ ملائکہ نازل ہوا ہے''

اور فوائد شبیری میں جو فرمایا ہے کہ قرآن کی وحی زنجیر کی جھنکار کی طرح آتی تھی: اس سے اتفاق مشکل ہے، اب اگر کوئی سوال کرے کہ زنجیر کی جھنکار کی طرح کونسی وحی آتی تھی؟ اور وہ آواز کس کی ہوتی تھی؟ تو اس کا جواب دینا مشکل ہے، نص میں اس کی تعیین نہیں آئی، شاید احادیثِ قدسیہ کی وحی اس طرح آتی ہوگی۔ واللہ اعلم

قرآنِ کریم شمعِ رسالت ہے

﴿جَعَلْنَاهُ نُوْرًا﴾: ہم نے قرآن کو نور بنایا، قرآن شمعِ رسالت ہے، رسول اس کے ذریعہ ہدایت کی روشنی پھیلاتا ہے، اور یہ وصف اللہ کی سبھی کتابوں کا ہے، سورۃ المائدۃ (آیات ۴۴ و ۴۶) میں تورات وانجیل کو بھی نور کہا گیا ہے، قرآنِ کریم میں کسی شخصیت (نبی) پر نور کا اطلاق نہیں آیا، نہ کسی حدیث صحیح میں یہ اطلاق آیا ہے، اور سورۃ المائدۃ کی (آیت ۱۵) میں جو آیا ہے: ﴿قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَكِتَابٌ مُبِيْنٌ﴾: بالتحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آئی ہے، اس میں نور سے قرآن ہی مراد ہے، اور عطف تفسیری ہے، ذات والا صفات کو مراد لینا سیاقِ کلام کے خلاف ہے، اس لئے کہ آگے ﴿يَهْدِىْ بِهِ﴾ ہے، اس کے ذریعہ یعنی قرآن کے ذریعہ، عطف فی الجملہ مغائرت کے لئے ہوتا تو بھما آتا اور حدیث: أولُ ما خلق الله نوری: بے اصل روایت ہے، مصنف عبدالرزاق میں اس کا کہیں وجود نہیں، نہ کسی دوسری حدیث کی کتاب میں یہ روایت ہے۔

﴿الحمد للہ! ۲۰ رصفر المظفر ۱۴۳۷ھ = ۳ ردسمبر ۲۰۱۵ء کو سورۃ الشوری کی تفسیر مکمل ہوئی﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۚ ﴿١﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۚ ﴿٢﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۚ ﴿٣﴾ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۭ ﴿٤﴾ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ﴿٥﴾ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٧﴾ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٨﴾

حٰمٓ	حا،میم	فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ (۵)	اصل کتاب میں	مُّسْرِفِيْنَ (۸)	حد سے نکلنے والے
وَالْكِتٰبِ (۱)	قسم اس کتاب	لَدَيْنَا	ہمارے پاس	وَكَمْ اَرْسَلْنَا (۹)	اور بہت سے بھیجے ہم نے
الْمُبِيْنِ (۲)	واضح کی	لَعَلِيٌّ	یقیناً برتر (اعلیٰ)	مِنْ نَّبِيٍّ	انبیاء
اِنَّا	بے شک ہم نے	حَكِيْمٌ	پُرحکمت ہے	فِي الْاَوَّلِيْنَ	اگلوں میں
جَعَلْنٰهُ	بنایا اس کو	اَفَنَضْرِبُ (۶)	کیا پس پھیریں ہم	وَمَا يَاْتِيْهِمْ	اور نہیں آیا ان کے پاس
قُرْءٰنًا (۳)	پڑھنا	عَنْكُمُ	تم سے	مِّنْ نَّبِيٍّ	کوئی نبی
عَرَبِيًّا (۴)	فصیح عربی میں	الذِّكْرَ	نصیحت کو	اِلَّا كَانُوْا	مگر تھے وہ
لَّعَلَّكُمْ	تاکہ تم	صَفْحًا	باز میں	بِهٖ	اس کا
تَعْقِلُوْنَ	سمجھو	اَنْ كُنْتُمْ (۷)	(اس وجہ سے) کہ ہو تم	يَسْتَهْزِءُوْنَ	ٹھٹھا کرتے
وَاِنَّهٗ	اور بے شک وہ	قَوْمًا	لوگ	فَاَهْلَكْنَآ	پس برباد کیا ہم نے

(۱)الکتاب: میں الف لام عہدی ہے، مراد قرآن ہے(۲)المبین: إبانة (لازم) سے اسم فاعل ہے: واضح (۳) قرآن: قراءۃ کی طرح مصدر ہے(۴)عَرُب (ک) کے معنی میں جو فصاحت کا مفہوم ہے وہ عربی میں بھی ہے (۵)أم الکتاب: مرکزی کتاب یعنی لوح محفوظ، جس میں ہر چیز ریکارڈ ہے(۶)ضَرَبَ عنه صَفْحًا: پھیرنا، صفحا: پہلو، بازو، یہ ضَرَبَ کا مفعول مطلق ہے، من غیر لفظه (۷)أن سے پہلے لام اجلیہ محذوف ہے(۸)إسراف: حد سے بڑھنا (۹)کم: خبریہ ہے۔

اَشَدَّ (۱)	زیادہ سخت کو	بَطْشًا	پکڑ میں	مَثَلُ (۲)	حال
مِنْهُمْ	ان میں سے	وَّ مَضٰى	اور گذر گیا	الْاَوَّلِيْنَ	اگلوں کا

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان نہایت رحم والے ہیں

سورت کا نام اور موضوع

الزُّخْرُف کے معنی ہیں: سونا، آیت ۳۵ میں سونے کا ذکر آیا ہے، اس لئے سورت کا یہ نام رکھا گیا ہے، جُزء سے کل کا نام رکھنا معروف ہے، اور گذشتہ سورت قرآن کے ذکر پر پوری ہوئی تھی، یہ سورت اسی کے تذکرہ سے شروع ہو رہی ہے، یہ سورت: سورۃ الشوریٰ کے بعد متصلاً نازل ہوئی ہے، اِس کا نزول کا نمبر ۶۳ ہے، اُس کا ۶۲ تھا، اور اِس کو اُس سے متصل ہی رکھا گیا ہے، اس لئے کہ دونوں کا موضوع ایک ہے، تمام حوامیم کا موضوع اسلام کے بنیادی عقائد: توحید، رسالت، دلیلِ رسالت اور آخرت کا بیان ہے، دیگر مضامین ان کے متعلقات ہیں۔

قرآنِ کریم پانچ خوبیوں کی حامل کتاب ہے

قرآنِ کریم کی قسمیں شواہد و دلائل ہوتی ہیں، سورت کے شروع میں قرآن کی قسم کھائی گئی ہے، اور اس کی پانچ خوبیاں بیان کی ہیں، پھر مُسرفوں (حد سے تجاوز کرنے والوں) کی طرف قرآن نازل کرنے کی نظیر بیان کی ہے، اس کے بعد توحید کا بیان شروع ہوا ہے، وہی مدعیٰ (مقصد) ہے، اور قرآنِ کریم اس کی دلیل بیان کرتا ہے۔

قرآنِ کریم کی پانچ خوبیاں یہ ہیں:

۱-قرآن واضح کتاب ہے ـــــ اس میں کوئی پیچیدگی اور گنجلک نہیں، اپنی بات صاف وضاحت کے ساتھ سمجھاتا ہے۔

۲-قرآن فصیح عربی میں ہے ـــــ دوسری آسمانی کتابوں کی طرح نہیں، اس لئے کہ اس کے پہلے مخاطب عرب تھے، جن کو اپنی فصاحت پر ناز تھا، اگر قرآن دوسری کتابوں کی طرح ہوتا تو عرب اس کو درخورِ اعتناء نہ سمجھتے، اب وہ قرآن کی فصاحت و بلاغت سے متأثر ہو کر پڑھیں گے اور سمجھیں گے۔

۳-آسمانی کتابوں میں قرآن سب سے برتر ہے ـــــ آسمانی کتابیں لوح محفوظ میں ریکارڈ ہیں، ان میں اول نمبر قرآن کا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری کتابیں: اللہ کی کتابیں ہیں، وہ نبی کا کلام تھیں یا جبرئیل علیہ السلام کا، اور

(۱) أشد بطشا: اسم تفضیل ہے: سخت زور والا (۲) مثل: کے بہت معانی ہیں، یہاں حالت کے معنی ہیں۔

قرآن اللہ کا کلام ہے، اور **کلامُ الملوکِ ملوکُ الکلام**: بادشاہ کی بات سب سے اوپر ہوتی ہے، اسی قاعدہ سے قرآن برتر ہے اور **لدینا** (ہمارے پاس) اس لئے بڑھایا ہے کہ اللہ کی دوسری کتابیں دنیا میں اصلی حالت میں نہیں رہیں، پھر ان کے ساتھ موازنہ کیسے کریں گے؟ ہاں اللہ کے ہاں لوح محفوظ میں اصلی حالت میں ہیں، وہاں موازنہ کرکے بتلایا ہے کہ قرآن سب سے برتر و بالا ہے۔

۴- **قرآن پُر حکمت ہے** —— دانشمندی کی باتیں اس کے لفظ لفظ سے ٹپکتی ہیں، اور حدیث میں ہے: **لا تَنْقَضِیْ عَجَائِبُه**: اس کی حیرت زا باتیں کبھی ختم نہیں ہوتیں، ایسی کوئی دوسری کتاب نہیں ہوسکتی۔

۵- **قرآن خیر خواہی پر مشتمل ہے** —— اس میں لوگوں کی بھلائی کی باتیں ہیں، اور اس لحاظ سے قرآن بہت آسان ہے: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ﴾: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت پذیری کے لئے آسان کردیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسی خوبیوں کی حامل کتاب اتاری، لوگوں کی نالائقی کی وجہ سے اس کو لپیٹ کر نہیں رکھا، اب لوگوں کا کام ہے: اس کو ماننا، داعی تو دل سوزی کے ساتھ خیر خواہی کی باتیں کہتا ہے۔

نظیر: —— مثال نہیں تھی، اس لئے نظیر پیش کی، دوسری کتابیں قرآن کے ہم پلّہ نہیں، اس لئے نظیر پیش کی ہے کہ انبیاء کی بعثت کا سلسلہ قدیم سے جاری ہے، لوگ ان کا مذاق اڑاتے رہے مگر اللہ نے نبیوں کے بھیجنے کا سلسلہ بند نہیں کیا، پھر جو لوگ نالائق ثابت ہوئے وہ اگرچہ زور آور تھے، مگر اللہ نے ان کو ہلاک کیا، اور بربادی کا یہ سلسلہ قدیم سے جاری ہے اور مکہ کے مخالفین بھی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں، وہ قرآن نہیں چاہتے، مگر ہم نازل کررہے ہیں، اگر وہ نہیں مانیں گے اور مخالفت سے باز نہیں آئیں گے تو اپنا انجام سوچ لیں، پہلوں سے کچھ مختلف نہیں ہوگا۔

آیاتِ پاک: —— حا، میم —— یہ رموز واشارات ہیں، ان کے معانی اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں —— اس واضح کتاب کی قسم! —— یہ قرآن کی پہلی خوبی ہے —— بے شک ہم نے اس کو فصیح عربی زبان میں پڑھنے کی کتاب بنایا ہے تاکہ تم سمجھو! —— یہ دوسری خوبی ہے —— تیسری اور چوتھی خوبی: —— اور بے شک وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑے رتبہ کی پُر حکمت کتاب ہے —— کیا پس ہم اس نصیحت کو تم سے پھیر کر ایک طرف کردیں اس وجہ سے کہ تم حد سے گذرنے والے لوگ ہو؟ —— اس میں پانچویں خوبی ہے، اور اس میں یہ بات بھی ہے کہ تم نانہجار ہو، امید نہیں کہ مانوگے، تاہم نازل کررہے ہیں، ہم اس کو لپیٹ کر ایک طرف نہیں رکھیں گے، اپنے بندوں کی طرف ضرور بھیجیں گے، سعید روحیں اس سے مستفید ہونگی، اور منکرین پر اتمام حجت ہوگا۔

نظیر: ـــــ اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیج چکے ہیں، اور ان لوگوں کے پاس جب بھی کوئی نبی پہنچا تو انھوں نے اس کا ٹھٹھا ہی کیا ـــــ مگر اس کی وجہ سے بعثت کا سلسلہ بند نہیں کیا ـــــ پس ہم نے ان کے مضبوط پکڑ والے کو برباد کردیا ـــــ اس میں مکذبین کے لئے ایک اشارہ ہے کہ اگر تم بھی تکذیب پر تُلے رہے تو تمہارا بھی وہی انجام ہوگا ـــــ اور اگلوں کا یہ حال گذر چکا ہے ـــــ یعنی مکذبین کی تباہی کی مثالیں پیش آچکی ہیں، جب وہ لوگ جو زور وقوت میں تم سے زیادہ تھے پکڑ سے نہ بچ سکے تو تم کاہے پر مغرور ہوتے ہو! سیدھے سیدھے قرآن کو مان لو اور ایک اللہ کی بندگی کرو! مَضٰی (گذر چکا) یعنی ماضی میں تسلسل کے ساتھ یہ سنت جاری رہی ہے، پس آج بھی اس پر عمل ہوگا۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰي ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

وَلَئِنْ	اور بخدا! اگر	الْعَلِيْمُ	سب کچھ جاننے والے نے	فِيْهَا	اس میں
سَاَلْتَهُمْ	پوچھیں آپ ان سے:	الَّذِيْ	جس نے	سُبُلًا	راستے
مَّنْ خَلَقَ	کس نے پیدا کئے	جَعَلَ	بنایا	لَّعَلَّكُمْ	تاکہ تم
السَّمٰوٰتِ	آسمان	لَكُمُ	تمہارے لئے	تَهْتَدُوْنَ	راہ پاؤ
وَالْاَرْضَ	اور زمین	الْاَرْضَ	زمین کو	وَالَّذِيْ	اور جس نے
لَيَقُوْلُنَّ	ضرور کہیں گے وہ	مَهْدًا(۱)	نرم	نَزَّلَ	اتارا
خَلَقَهُنَّ	پیدا کیا ان کو	وَّجَعَلَ	اور بنائے	مِنَ السَّمَاۗءِ	آسمان سے
الْعَزِيْزُ	زبردست	لَكُمْ	تمہارے لئے	مَاۗءًۢ	پانی

(۱) المَهْد: نرم وہموار زمین، اس کے معنی گہوارہ اور بچھونا بھی کرتے ہیں۔

بِقَدَرٍ	اندازے سے	لَكُمْ	تمہارے لئے	وَ تَقُوْلُوا	اور کہو تم
فَاَنْشَرْنَا(۱)	پس جان ڈالی ہم نے	مِّنَ الْفُلْكِ	کشتیوں سے	سُبْحٰنَ	پاک ذات ہے
بِهٖ	اس کے ذریعہ	وَالْاَنْعَامِ	اور چوپایوں سے	الَّذِيْ	جس نے
بَلْدَةً	علاقہ میں	مَا(۴)	جو	سَخَّرَ(۶)	کام میں لگایا
مَّيْتًا(۲)	ویران	تَرْكَبُوْنَ	سواری کرتے ہو (اس پر)	لَنَا	ہمارے
كَذٰلِكَ	اسی طرح	لِتَسْتَوٗا(۵)	تاکہ ٹھیک بیٹھ جاؤ	هٰذَا	اس کو
تُخْرَجُوْنَ	نکالے جاؤ گے تم	عَلٰى ظُهُوْرِهٖ	اس کی پیٹھ پر	وَمَا كُنَّا	اور نہیں تھے ہم
وَالَّذِيْ	اور جس نے	ثُمَّ تَذْكُرُوْا	پھر یاد کرو	لَهٗ	اس کو
خَلَقَ	پیدا کیں	نِعْمَةَ	احسان	مُقْرِنِيْنَ(۷)	قابو میں کرنے والے
الْاَزْوَاجَ(۳)	اقسام	رَبِّكُمْ	اپنے رب کا	وَاِنَّآ	اور بے شک ہم
كُلَّهَا	ساری	اِذَا اسْتَوَيْتُمْ	جب ٹھیک بیٹھ جاؤ	اِلٰى رَبِّنَا	ہمارے رب کی طرف
وَجَعَلَ	اور بنایا	عَلَيْهِ	اس پر	لَمُنْقَلِبُوْنَ	پلٹنے والے ہیں

توحید کا بیان اور قدرت کی پانچ کارفرمائیاں

توحید: یعنی اللہ کی یکتائی، معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ جو کارنامے انجام دیتے ہیں کوئی نہیں دے سکتا، پھر کوئی اور معبود کیسے ہوسکتا ہے؟ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے پانچ کارنامے بیان کئے ہیں، غور کریں! اللہ کے سوا کون ہے جو یہ کام کرسکتا ہے؟

۱- اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، جن کی پہنائی کا کوئی اندازہ ہی نہیں کرسکتا، اللہ کے سوا کون ہے جو ایسی عظیم مخلوقات پیدا کرے؟

۲- اللہ تعالیٰ نے زمین کو نرم وگداز بنایا، اس پر زندگی بسر کرنا ایسا ہے جیسا نرم بستر پر آرام کرنا، انسان اپنی ہر ضرورت

---

(۱) أَنْشَرَ الأرضَ: پانی دے کر زمین میں جان پیدا کرنا (۲) میتا: مذکر اس لئے ہے کہ بلدۃ بمعنی بلد اور مکان ہے (روح)
(۳) أزواج کے معنی یہاں جوڑے نہیں، بلکہ اقسام وانواع ہیں: فالزوج هنا بمعنى الصنف، لا بمعناه المشهور (روح)
(۴) ما: آگے سب مذکر ضمیریں اسی ما کی طرف لوٹیں گی (۵) اسْتَوىٰ عليه: متمکن ہونا، استوى على العرش: تخت نشیں ہوا
(۶) سَخَّرہ: کسی کو ایسے کام کا پابند کرنا جسے وہ نہ چاہتا ہو، کسی کام کے لئے مجبور کرنا (۷) مُقْرِن: اسم فاعل، إقران: قابو میں لانا۔

اس سے پوری کرتا ہے، کوئی پتھر کی چٹان پر زندگی گذار کر دیکھے تو اسے زمین کی نرمی کی قدر ہو!

۳- زمین کی مصلحت سے اللہ نے زمین میں بڑے بڑے پہاڑ ڈالے، اور ان کے درمیان راستے بنائے، اسی طرح ہموار زمین میں بھی راستے بنائے، تاکہ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ سکیں، اگر یہ راستے نہ ہوتے تو لوگ ایک جگہ گھر کر رہ جاتے، اور بھٹکتے پھرتے!

۴- اللہ تعالیٰ بارش برساتے ہیں، اور ہر جگہ کے مناسبِ حال برساتے ہیں، اس سے مردہ زمین میں جان پڑتی ہے اور سبزہ اُگ آتا ہے، اس طرح حیوانات کی معیشت کا انتظام کیا (اسی طرح قیامت کے دن خاص بارش ہوگی جس سے مُردے زمین سے نکل آئیں گے اور قیامت شروع ہوجائے گی)

۵- اللہ تعالیٰ نے زمین میں انسان کے فائدے کے لئے ہر قسم کی انواع واقسام پیدا کیں، پھلوں کی قسمیں، غلّوں کی انواع، پھولوں کے رنگ، بھانت بھانت کے حیوانات، اور معلوم نہیں کیا کیا اقسام پیدا کیں، گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینتِ چمن!

مختلف انواع کی ایک مثال: مختلف سواریاں ہیں، سمندر میں سفر کے لئے کشتیاں پیدا کیں، اور خشکی میں سفر کے لئے چوپایے، جن پر لوگ لدے لدے پھرتے ہیں، اور بہ سہولت ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتے ہیں (اور اب تو ہوا میں اڑنے والی سواریاں بھی مہیا کیں، جن سے مہینوں کی مسافت منٹوں میں طے ہوجاتی ہے) پس بندوں کو چاہئے کہ جب ان سواریوں پر بیٹھیں تو اللہ کا احسان یاد کریں۔

آیاتِ پاک مع تفسیر: ــــ اور اگر آپ ان (مشرکین) سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے: ان کو زبردست خبردار اللہ نے پیدا کیا ہے! ــــ مشرکین بھی جواہر (وہ چیزیں جو بذاتِ خود قائم ہیں) کا خالق اللہ کو مانتے ہیں، اس لئے وہ یہی جواب دیں گے ــــ لوگ اعراض (وہ چیزیں جو دوسری چیزوں کے ذریعہ قائم ہیں) میں اختلاف کرتے ہیں، مثلاً: بندوں کے اختیاری افعال اللہ تعالیٰ پیدا کرتے ہیں یا بندے خود پیدا کرتے ہیں؟ معتزلہ کہتے ہیں: بندے خود پیدا کرتے ہیں، حالانکہ اللہ کے علاوہ کوئی خالق نہیں، سورۃ الرعد (آیت ۱۶) میں ہے: ﴿اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾: اللہ ہی ہر چیز کے خالق ہیں، یہی بات سورۃ الزمر (آیت ۶۲) میں بھی ہے۔

اسی طرح کائنات میں تصرف کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے یا انبیاء اور اولیاء کا بھی؟ مشرکین اور غالی بدعتی کہتے ہیں: مورتیاں اور اولیاء بھی تصرف کرتے ہیں، اسی لئے ان کی پرستش کی جاتی ہے، قرآنِ کریم بار بار مختلف انداز سے اس کی تردید کرتا ہے، مگر جواہر میں کوئی اختلاف نہیں، اس لئے مشرکین بھی یہی جواب دیں گے۔

سوال: مشرکین اللہ کی صفات العزیز اور العلیم کو نہیں جانتے، اگر جانتے تو شرک میں کیوں مبتلا ہوتے؟ پھر انھوں

نے جواب میں یہ صفات کیسے ذکر کیں؟

جواب: یہ سوال بالفعل (سردست) نہیں کیا گیا، نہ انھوں نے بالفعل جواب دیا ہے، بلکہ سوال بالقوہ ہے یعنی اگر یہ سوال کیا جائے تو وہ یہ جواب دیں گے، بالفعل جواب ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

اللہ کا دوسرا کارنامہ: —— جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا —— یعنی زمین کی ظاہری صورت آرام دِہ ہونے میں فرش کی طرح ہے، اور زمین گول ہے، مگر اتنی بڑی ہے کہ بستر بن سکتی ہے، بڑے گنبد پر چیونٹی اس طرح چلتی ہے جیسے ہم زمین پر چلتے ہیں۔

اللہ کا تیسرا کارنامہ: —— اور تمہارے لئے اس میں راستے بنائے تاکہ تم راہ پاؤ —— یعنی ہموار زمین میں، پہاڑوں میں، سمندروں میں اور فضا میں راستے بنائے، انہی راستوں پر لوگ کشتیاں اور ہوائی جہاز چلاتے ہیں، اگر اُس راہ سے ہٹ جائیں تو کہیں سے کہیں جا پڑیں!

اللہ کا چوتھا کارنامہ: —— اور جس نے آسمان سے اندازے سے پانی برسایا، پس ہم نے اس کے ذریعہ ویران زمین میں جان ڈالی، اسی طرح تم نکالے جاؤ گے —— آخری بات بطور فائدہ کے بیان کی ہے، زمین کی حیات سے مُردوں کی حیات پر استدلال کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا پانچواں کارنامہ: —— اور جس نے تمام اقسام پیدا کیں —— یعنی مخلوقات کی بے شمار انواع واقسام پیدا کیں۔

تنوع کی مثال: —— اور بنائے تمہارے لئے کشتیوں اور چوپایوں سے وہ جن پر تم سواری کرتے ہو —— اب ان میں سائیکلوں، موٹر سائیکلوں، کاروں اور ہوائی جہازوں کو بھی شامل کرلو، اور آگے دیکھو: سواریوں کی کیا قسمیں پیدا ہوتی ہیں۔

سواریاں اللہ کی نعمت ہیں، ان کا شکر بجالاؤ: —— تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر جم کر بیٹھو، پھر اپنے رب کا احسان یاد کرو جب ان پر ٹھیک سے بیٹھ جاؤ —— یہ دعا پڑھنے کا وقت ہے —— اور کہو: ''پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے کام میں لگایا اس کو، اور نہیں تھے ہم اس کو قابو میں کرنے والے، اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف یقیناً لوٹنے والے ہیں —— پاک ہے وہ ذات: یعنی وہ سواری کی محتاج نہیں —— قابو میں کرنے والے نہیں تھے: یہ بات مشینی سواریوں پر بھی صادق آتی ہے، اس طرح کہ اللہ نے انسانی دماغ کو یہ طاقت بخشی کہ اس نے ایسی سواریاں ایجاد کیں، پھر ان کے لئے خام مال پیدا کیا جس سے یہ سواریاں تیار ہوئیں —— اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں: ان لفظوں میں تعلیم دی گئی ہے کہ ہر دنیوی سفر کے وقت آخرت کے کٹھن سفر کو یاد کرنا چاہئے، اور سوار ہو کر بھی اللہ کا ذکر جاری رکھنا چاہئے، تاکہ

آخرت کا سفر بھی بہ سہولت طے ہو جائے۔

جب سواری پر پاؤں رکھے تو بسم اللہ کہے، پھر سوار ہو جانے کے بعد الحمد للہ کہے، پھر یہ کلمات کہے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِىْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا، وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ، وَإِنَّا إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ؕ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ﴿۱۹﴾

ع ۵

وَجَعَلُوْا	اور بنایا انھوں نے	بَنٰتٍ	بیٹیوں کو	ظَلَّ	(تو) پڑ جاتا ہے
لَهٗ	اس کے لئے	وَّاَصْفٰكُمْ (۱)	اور مخصوص کئے تمہارے لئے	وَجْهُهٗ	اس کا چہرہ
مِنْ عِبَادِهٖ	اس کے بندوں میں سے	بِالْبَنِيْنَ	بیٹے	مُسْوَدًّا	کالا
جُزْءًا	جزء (اولاد)	وَاِذَا	اور جب	وَّهُوَ	اور وہ
اِنَّ الْاِنْسَانَ	بے شک انسان	بُشِّرَ	خوش خبری دیا جاتا ہے	كَظِيْمٌ (۲)	گھٹنے والا ہے
لَكَفُوْرٌ	البتہ ناشکرا ہے	اَحَدُهُمْ	ان میں سے کوئی	اَوَمَنْ	کیا اور جو
مُّبِيْنٌ	واضح	بِمَا	اس صنف کی جس کے ساتھ	يُنَشَّؤُا (۳)	پرورش پائے
اَمِ اتَّخَذَ	کیا اختیار کیا اس نے	ضَرَبَ	ماری ہے اس نے	فِي الْحِلْيَةِ	زیور میں
مِمَّا	ان میں سے جن کو	لِلرَّحْمٰنِ	مہربان اللہ کے لئے	وَهُوَ	اور وہ
يَخْلُقُ	پیدا کرتے ہیں وہ	مَثَلًا	مثال	فِي الْخِصَامِ (۴)	مباحثہ میں

(۱) أَصْفَى فلانا بكذا: کسی کے لئے کوئی چیز خاص کرنا، یا اسے اس چیز میں ترجیح دینا (۲) کظیم (فعیل) کظمه الغیظُ: غصہ نے اسے دبا لیا (۳) يُنَشَّأُ: مضارع مجہول، واحد مذکر غائب، نَشَّأَ تَنْشِئَةً الصبىَ: تربیت کرنا، نُشِّأَ فى النعيم: آسودگی میں پرورش پائی۔ (۴) الخِصام: جھگڑا، یہاں لمبی گفتگو اور مباحثہ مراد ہے۔

غَیْرُ مُبِیْنٍ	صاف بات کرنے والا نہ ہو	عِبٰدُ	بندے ہیں	خَلْقَھُمْ	ان کی بناوٹ کے وقت
وَجَعَلُوا	اور بنایا انھوں نے	الرَّحْمٰنِ	مہربان ذات کے	سَتُکْتَبُ	عنقریب لکھیں گے ہم
الْمَلٰٓئِکَۃَ	فرشتوں کو	اِنَاثًا	عورتیں	شَھَادَتُھُمْ	ان کی گواہی
الَّذِیْنَ ھُمْ	جو وہ	اَشَھِدُوْا	کیا موجود تھے وہ	وَیُسْئَلُوْنَ	اور پوچھے جائیں گے وہ

ابطالِ شرک: اللہ کی اولاد! وہ بھی بیٹیاں! العیاذ باللہ!

اللہ کی یکتائی کے بیان کے بعد اب شرک (بھاگی داری) کو باطل کرتے ہیں یعنی معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، ان کی خدائی میں کوئی حصہ دار نہیں، مشرکین اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد مانتے ہیں، وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں، اس کی تردید میں پانچ باتیں فرمائی ہیں:

۱- اگر اللہ کی اولاد ہوگی تو وہ بھی خدا ہوگی، علاقۂ جزئیت وبعضیت کا یہی تقاضا ہے، پھر توحید کہاں رہی؟

۲- آدمی اپنے حصہ میں اچھی چیز لگاتا ہے اور صنفِ نازک مشرکین کے خیال میں اچھی صنف نہیں، پھر کیا یہ بات معقول ہے کہ اللہ نے لڑکیاں لیں اور مشرکین کو لڑکوں کے ساتھ خاص کیا؟

۳- بیٹیوں کو مشرکین پسند نہیں کرتے، ان کو اپنے لئے عیب سمجھتے ہیں، پھر وہ یہ عیب اللہ کے لئے کیوں ثابت کرتے ہیں؟ اللہ تو بے عیب ہیں!

۴- اولاد ہونا ایک صفت ہے، اور اللہ کی تمام صفات: صفاتِ کمالیہ ہیں، اور عورتیں کمزور صنف ہیں، وہ گہنوں میں پلنے کی وجہ سے مباحثہ میں پھسڈی ثابت ہوتی ہیں، پس اللہ کے لئے بیٹیاں ماننا: اللہ کے لئے صفتِ ناقص ثابت کرنا ہے، یہ کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟

۵- فرشتے نہ مذکر ہیں نہ مؤنث، وہ الگ جنس ہیں، جیسے آسمان وزمین وغیرہ نہ مذکر ہیں، نہ مؤنث، پس ان کو عورتیں قرار دینا ایک طرح کا الزام ہے، یہ الزام ریکارڈ کیا جارہا ہے، مشرکین کو قیامت کے دن یہ جھوٹی بات ثابت کرنی پڑے گی، نہیں کرسکیں گے تو جوتے پڑیں گے!

آیاتِ پاک مع تفسیر: —— اور بنایا انھوں نے اللہ کے لئے اس کے بندوں میں سے جزء —— یعنی اولاد —— اولاد ماں باپ کا جزء ہوتی ہے، اسی جزئیت وبعضیت کی وجہ سے زوجین پر ایک دوسرے کے اصول وفروع حرام ہوتے ہیں، اور اولاد: ماں باپ کی ہم جنس بھی ہوتی ہے، ناجنس اولاد بڑا عیب ہے، کسی کے گھر میں کتا بلی جنم لیں تو وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔ پس اگر اللہ کی اولاد ہوگی تو وہ ہم جنس یعنی خدا اور معبود ہوگی، پھر توحید کہاں رہی؟ —— علاوہ

ازیں: اولاد غیر کی دَین ہوتی ہے، اور فرشتے وغیرہ اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں، وہ اللہ کی اولاد کیسے ہوسکتے ہیں؟
—— غرض آیت میں دو طرح سے اولاد ہونے کا ردّ کیا ہے: ایک: ﴿مِنْ عِبَادِهٖ﴾ میں دوسرے: ﴿جُزْءًا﴾ میں ——
بے شک انسان صریح ناشکرا ہے —— یہ تیسری طرح تردید کی ہے کہ اللہ کے لئے اولاد ماننا اللہ کی بدیہی ناشکری ہے، غلام: حقیقی آقا کے ساتھ کسی کو خواہ مخواہ آقا مان لے تو یہ حقیقی آقا کی ناقدری ہے —— علاوہ ازیں: فاصلہ میں ماقبل سے ربط کی طرف بھی اشارہ ہے، توحید کے بیان میں اللہ کی نعمتوں کا ذکر آیا ہے، بندوں کو چاہئے کہ وہ ان نعمتوں کو پہچان کر شکر بجالائیں، مگر انھوں نے گستاخی شروع کردی، اللہ کے لئے ایک نازیبا صفت (اولاد ہونا) ثابت کی، یہ الٹی گنگا بہائی، یہی ناشکری ہے۔

دوسری آیت: ﴿ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِیْنَ ﴾

ترجمہ: کیا اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے بیٹیوں کو پسند کیا اور تمہارے لئے بیٹے مخصوص کئے —— یعنی اللہ نے اپنے حصہ میں گھٹیا اور ناقص چیز رکھی اور تمہارے حصہ میں عمدہ اور بڑھیا چیز لگائی؟ یہ نہایت نامعقول بات ہے۔

تیسری آیت: ﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِیْمٌ ﴾

ترجمہ: اور جب ان میں سے کوئی اس صنف کی خوش خبری دیا جاتا ہے جس کی وہ رحمان کے لئے مثال دیتا ہے تو اس کا منہ کالا پڑ جاتا ہے اور وہ دل میں گھٹتا رہتا ہے! —— لڑکیاں: مشرکین کے نزدیک ناقص صنف تھیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ان کے گھر میں لڑکی آتی تو ان کے چہروں پر بولیٹ (سیاہی) برستی، اور وہ دل ہی دل میں گھٹتے رہتے کہ ہائے کیسی بری اولاد سے ہم نوازے گئے! پھر یہ بری صفت اللہ کے لئے کیوں ثابت کرتے ہو، وہ تو بے عیب ہیں اور ان کی صفات تو صفاتِ کمالیہ ہیں۔

چوتھی آیت: ﴿ اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ وَهُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ ﴾

ترجمہ: کیا اور جو زیور میں نشو ونما پائے، اور وہ مباحثہ میں بھی زور بیان نہ رکھے! —— وہ ناقص صنف اللہ کی صفت ہوسکتی ہے؟ نہیں ہوسکتی، اللہ کی صفات: صفاتِ کمالیہ ہیں —— اور آیت سے معلوم ہوا کہ جو آرائش وزیبائش میں نشو ونما پاتا ہے وہ رائے اور عقل میں ضعیف ہوتا ہے، اسی وجہ سے مردوں کے لئے سونا اور ریشم حرام ہیں۔

پانچویں آیت: ﴿ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَیُسْـَٔلُوْنَ ﴾

ترجمہ: اور انھوں نے فرشتوں کو جو اللہ کے بندے ہیں عورتیں قرار دیا —— یعنی فرشتوں کا حال تم جانتے ہو یا اللہ؟

وہ اللہ کے بندے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا حال بہتر جانتے ہیں، تم کیا جانو! —— کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے —— نہیں تھے! پھر قطعیت کے ساتھ یہ بات کیوں کہتے ہیں؟ —— اب ان کا یہ دعوی لکھ لیا جائے گا —— یعنی یہ جھوٹا دعوی ریکارڈ کر لیا گیا ہے —— اور وہ باز پرس کئے جائیں گے —— یعنی ان سے کہا جائے گا: اپنا یہ دعوی ثابت کرو، ورنہ جوتے کھاؤ! —— اور ثابت نہیں کر سکیں گے، کیونکہ فرشتے ان کی نظروں کے سامنے ہونگے، ان کی حالت دیکھ رہے ہونگے، پس وہ جوتوں سے نوازے جائیں گے (ردّ اشراک پر ابھی گفتگو باقی ہے)

وَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ كَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَ لَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖۤ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِیْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾

وَ قَالُوْا	اور کہا انھوں نے	بِذٰلِكَ	اس بارے میں	مِّنْ قَبْلِهٖ	اس سے پہلے
لَوْ شَآءَ	اگر چاہتے	مِنْ عِلْمٍ	کچھ علم	فَهُمْ بِهٖ	پس وہ اس کو
الرَّحْمٰنُ	نہایت مہربان	اِنْ هُمْ	نہیں ہیں وہ	مُسْتَمْسِكُوْنَ (۲)	مضبوط پکڑنے والے ہیں
مَا	(تو) نہ	اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (۱)	مگر اٹکل کرتے	بَلْ قَالُوْۤا	بلکہ کہا انھوں نے
عَبَدْنٰهُمْ	پوجتے ہم ان کو	اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ	کیا دی ہم نے ان کو	اِنَّا وَجَدْنَاۤ	بے شک ہم نے پایا
مَا لَهُمْ	نہیں ان کے لئے	كِتٰبًا	کوئی کتاب	اٰبَآءَنَا	ہمارے اسلاف کو

(۱) خَرَصَ (ن،ض) خَرْصًا الشیئَ: اٹکل اور اندازے سے بات کہنا، قیاس دوڑانا (۲) اِسْتَمْسَكَ بالشیئِ: مضبوطی سے پکڑے رہنا، استدلال کرنا

عَلٰٓى اُمَّةٍ(۱)	ایک مذہب پر	اَوَلَوْ	کیا اگرچہ	وَاِذْ قَالَ	اور (یاد کرو) جب کہا
وَّاِنَّا	اور بے شک ہم	جِئْتُكُمْ	لایا میں تمہارے پاس	اِبْرٰهِيْمُ	ابراہیمؑ نے
عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ	ان کے نقش قدم پر	بِاَهْدٰى(۳)	بہتر	لِاَبِيْهِ	اپنے باپ سے
مُّهْتَدُوْنَ	راہ پانے والے ہیں	مِمَّا	اس سے جو	وَقَوْمِهٖٓ	اور اپنی قوم سے
وَكَذٰلِكَ	اور اسی طرح	وَجَدْتُّمْ	پایا تم نے	اِنَّنِيْ	بے شک میں
مَآ اَرْسَلْنَا	نہیں بھیجا ہم نے	عَلَيْهِ	اس پر	بَرَآءٌ(۴)	بیزار ہوں
مِنْ قَبْلِكَ	آپؐ سے پہلے	اٰبَآءَكُمْ	تمہارے اسلاف کو	مِّمَّا	ان سے جن کو
فِيْ قَرْيَةٍ	کسی بستی میں	قَالُوْٓا	جواب دیا انھوں نے	تَعْبُدُوْنَ	پوجتے ہو تم
مِّنْ نَّذِيْرٍ	کوئی ڈرانے والا	اِنَّا بِمَآ	بے شک ہم اس کا جو	اِلَّا الَّذِيْ	مگر جس نے
اِلَّا قَالَ	مگر کہا	اُرْسِلْتُمْ	بھیجے گئے ہو تم	فَطَرَنِيْ	پیدا کیا مجھے
مُتْرَفُوْهَآ(۲)	اس کے خوش عیش لوگوں نے	بِهٖ	اس کے ساتھ	فَاِنَّهٗ	پس بے شک وہ
اِنَّا وَجَدْنَآ	بے شک پایا ہم نے	كٰفِرُوْنَ	انکار کرنے والے ہیں	سَيَهْدِيْنِ	اب راہ دکھائے گا مجھے
اٰبَآءَنَا	ہمارے اسلاف کو	فَانْتَقَمْنَا	پس بدلہ لیا ہم نے	وَجَعَلَهَا	اور بنایا اس کو
عَلٰٓى اُمَّةٍ	ایک مذہب پر	مِنْهُمْ	ان سے	كَلِمَةًۢ	بات
وَّاِنَّا	اور بے شک ہم	فَانْظُرْ	پس دیکھ	بَاقِيَةً	باقی رہنے والی
عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ	ان کے نقشِ قدم کی	كَيْفَ كَانَ	کیسا ہوا	فِيْ عَقِبِهٖ	اپنی نسل میں
مُّقْتَدُوْنَ	پیروی کرنے والے ہیں	عَاقِبَةُ	انجام	لَعَلَّهُمْ	تا کہ وہ
قٰلَ	کہا (پیغمبر نے)	الْمُكَذِّبِيْنَ	جھٹلانے والوں کا	يَرْجِعُوْنَ	باز آئیں

شرک کے جواز واستحسان پر مشرکین کی عقلی دلیل اور اس کا جواب

مشرکین کہتے ہیں: اگر رحمان ورحیم چاہتے تو ہم ان کے سوا کسی کو نہ پوجتے، جب ہم برابر مورتیوں کی پوجا کر رہے

(۱) أمة کے متعدد معانی ہیں، یہاں مذہب اور طریقہ کے معنی ہیں (۲) مُترَف: اسم مفعول، أَترَفَ فلانا: عیش پرست بنانا (۳) أهدیٰ: اسم تفضیل: لغوی معنی میں ہے، اصطلاحی ہدایت مراد نہیں (۴) براء: مصدر ہے جو صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے، اصل میں اس کے معنی ہیں: ہر وہ چیز جس کا پاس رہنا برا لگتا ہو، جس سے چھٹکارا ڈھونڈھا جائے

ہیں اور وہ قادرِ مطلق ہیں، پھر بھی ہمیں نہیں روکتے تو یہ دلیل ہے کہ ہمارا کام بہتر ہے، اور اللہ کو پسند ہے۔

جواب: مشرکین مسئلہ سمجھے بغیر اٹکل اڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو کسی فعل پر قدرت دینا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ اس فعل پر راضی بھی ہیں، سورۃ الزمر (آیت ۷) میں گذرا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کا منکر ہونا پسند نہیں کرتے اور ان کا شکر گذار ہونا پسند کرتے ہیں، یعنی یہ سچ ہے کہ اللہ کے چاہے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا، مگر تمہارے افعال کا تمہارے حق میں بہتر ہونا اس سے نہیں نکلتا، اگر ایسا ہونے لگے تو پھر دنیا میں کوئی چیز بری نہ رہے، ہر ظالم خونخوار کہہ دے کہ میرا کام اللہ کو پسند ہے جبھی کرنے دیا، بہر حال مشیت اور رضا کو ایک کر دینا محض اٹکل کا تیر ہے۔

﴿ وَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: اور انھوں نے (مشرکوں نے) کہا: اگر مہربان اللہ چاہتے تو ہم ان (مورتیوں) کی عبادت نہ کرتے، انہیں اس مسئلہ کی کچھ تحقیق نہیں، وہ محض اٹکل اڑاتے ہیں!

جوازِ شرک کی کوئی نقلی دلیل نہیں، بس باپ دادوں کی اندھی تقلید ہے

سوال: دلیلِ عقلی کا حال تو تم سن چکے، اب بتاؤ! تمہارے پاس جوازِ شرک کی کوئی نقلی دلیل بھی ہے؟ یعنی قرآن سے پہلے اللہ کی اتاری ہوئی کوئی کتاب تمہارے پاس ہے، جس میں شرک کا اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہونا لکھا ہو؟ اور وہ تمہارا مستدل ہو؟

جواب: ایسی کوئی سند ان کے پاس نہیں، وہ تو اپنے باپ دادوں کے طریقہ پر چل رہے ہیں اور اسی کو ہدایت کا راستہ سمجھتے ہیں یعنی گمراہ اسلاف کی اندھی تقلید کے سوا ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، یہی ان کی زبردست دلیل ہے۔ اور یہی دلیل ہر زمانہ کے مشرک پیش کرتے آئے ہیں۔

﴿ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ۝ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: کیا ہم نے ان کو قرآن سے پہلے کوئی کتاب دی ہے، پس وہ اس سے استدلال کرتے ہیں؟ —— ایسی کوئی آسمانی کتاب ان کے پاس نہیں —— بلکہ انھوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے، اور بے شک ہم ان کے نقشِ قدم پر چل کر ہی راہ یاب ہیں —— یعنی وہ اسی کو ہدایت کا راستہ تصور کرتے ہیں —— اور یہی جواب ہر زمانہ کے مشرکوں نے دیا ہے: —— اور اسی طرح ہم نے آپؐ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں بھیجا،

مگراس کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کوایک طریقہ پر پایا ہے، اور بے شک ہم ان کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے والے ہیں ـــــ یعنی کچھ بھی ہو: ہم اسلاف کا طریقہ نہیں چھوڑ سکتے۔

بطلانِ شرک کی نقلی دلیل ہے، مگر مشرکین اس کو کہاں مانتے ہیں!

پیغمبر ﷺ نے کہا: تمہارے پاس تو جوازِ شرک کی دلیل نقلی نہیں، مگر میرے پاس بطلانِ شرک کی نقلی دلیل ہے، اللہ نے مجھ پر قرآن نازل کیا ہے، اس میں شرک کو دلائل سے باطل کیا ہے، اور اس میں تمہارے مذہبی طریقہ سے بہتر طریقہ کی تعلیم دی ہے، اس کو قبول کرو۔

مشرکین نے جواب دیا: ہم نہ تمہاری کتاب کو مانتے ہیں، نہ اس کے بتلائے ہوئے طریقہ کو، ہم تو اپنی راہ پر ہی رہیں گے! ـــــ یہی جواب گذشتہ امتوں نے بھی اپنے پیغمبروں کو دیا ہے، پھران کا انجام کیا ہوا؟ اور کیا تمہارا انجام ان سے مختلف ہوگا؟

﴿ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: (مذکورہ جواب پر) پیغمبر نے کہا: کیا اگرچہ لایا ہوں میں تمہارے پاس اس سے بہتر جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے؟ ـــــ یعنی میں تمہارے باپ داودوں کی راہ سے اچھی راہ بتلاؤں تو بھی تم میری بات قبول نہیں کروگے، اور پرانی لکیر پیٹتے رہوگے؟ ـــــ انھوں نے جواب دیا: بے شک ہم اس دین کو جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو نہیں مانتے! ـــــ یعنی ہم آبائی طریقہ ترک نہیں کرسکتے ـــــ سو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس دیکھ! تکذیب کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ ـــــ وہ عذاب میں پکڑے گئے، اور صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے۔

مشرکین کے جد امجد نے باپ کی اور قوم کی راہ غلط دیکھ کر چھوڑ دی تھی پس کیا ان کے لئے اس میں اسوہ نہیں!

ابطالِ شرک کی گفتگو اس پر ختم کی جارہی ہے کہ قریش کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کی اور قوم کی راہ غلط دیکھ کر چھوڑ دی تھی، اور صاف توحید کا اعلان کر دیا تھا، پس اگر آبا وَاجداد کی تقلید کرنی ہے تو اُس بڑے باپ کی راہ پر چلو، جس نے مکہ میں توحید کا جھنڈا گاڑا ہے، ایک اللہ کی عبادت کے لئے کعبہ شریف تعمیر کیا ہے، اور اپنی اولاد کو وصیت کی ہے کہ وہ ایک اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجیں۔

﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ۝ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: بے شک میں بیزار ہوں ان (مورتیوں) سے جن کی تم پوجا کرتے ہو، لیکن جس نے مجھ کو پیدا کیا، پس بے شک وہ اب مجھے راہ دکھائے گا —— اِلَّا: استثناء منقطع بمعنی لکن ہے، کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کے مشرکین اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے، پس اللہ تعالیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں —— اور وہ اس (عقیدۂ توحید) کو اپنی اولاد میں ایک باقی رہنے والی بات بنا گئے —— یعنی اولاد کو توحید کی وصیت کر گئے —— تا کہ وہ شرک سے باز آئیں —— اور راہِ حق کی طرف رجوع کریں۔

اولاد کو صحیح دین پر رکھنے کی فکر انسان کے فرائض میں داخل ہے، ان کو دین کی تعلیم دے اور ان کی دینی استقامت کے لئے دعا کا اہتمام کرے

بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ۝ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ۝ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

بَلْ	بلکہ	عَلٰى رَجُلٍ	آدمی پر	سُخْرِيًّا (٣)	خدمت گار
مَتَّعْتُ	برتنے کا سامان دیا میں نے	مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ	دو بستیوں کے	وَرَحْمَتُ	اور مہربانی
هٰٓؤُلَآءِ	اِن لوگوں کو	عَظِيْمٍ (١)	بڑے	رَبِّكَ	تیرے رب کی
وَاٰبَآءَهُمْ	اور ان کے اسلاف کو	اَهُمْ	کیا وہ	خَيْرٌ	بہتر ہے
حَتّٰى	یہاں تک کہ	يَقْسِمُوْنَ	بانٹتے ہیں	مِّمَّا	اس سے جو
جَآءَهُمُ	پہنچا ان کے پاس	رَحْمَتَ	مہربانی	يَجْمَعُوْنَ	سمیٹتے ہیں وہ
الْحَقُّ	حق (قرآن)	رَبِّكَ	تیرے رب کی	وَلَوْلَآ اَنْ	اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ
وَرَسُوْلٌ	اور پیغامبر	نَحْنُ قَسَمْنَا	ہم نے بانٹی ہے	يَّكُوْنَ	ہو جائیں گے
مُّبِيْنٌ	کھول کر بیان کرنے والا	بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان	النَّاسُ	لوگ
وَلَمَّا	اور جب	مَّعِيْشَتَهُمْ (٢)	ان کی معاش	اُمَّةً	گروہ (جماعت)
جَآءَهُمُ	پہنچا ان کے پاس	فِي الْحَيٰوةِ	زندگی میں	وَّاحِدَةً	ایک
الْحَقُّ	حق (قرآن)	الدُّنْيَا	دنیا کی	لَّجَعَلْنَا	(تو) ضرور بناتے ہم
قَالُوْا	(تو) کہا انھوں نے	وَرَفَعْنَا	اور بلند کیا ہے ہم نے	لِمَنْ	اس کے لئے جو
هٰذَا سِحْرٌ	یہ جادو ہے	بَعْضَهُمْ	ان کے بعض کو	يَّكْفُرُ	انکار کرے
وَّاِنَّا بِهٖ	اور بے شک ہم اس کا	فَوْقَ بَعْضٍ	بعض پر	بِالرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان کا
كٰفِرُوْنَ	انکار کرنے والے ہیں	دَرَجٰتٍ	مراتب میں	لِبُيُوْتِهِمْ (٤)	ان کے گھروں کیلئے
وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے	لِّيَتَّخِذَ	تا کہ بنائیں	سُقُفًا	چھتیں
لَوْلَا نُزِّلَ	کیوں نہیں اتارا گیا	بَعْضُهُمْ	ان کے بعض	مِّنْ فِضَّةٍ	چاندی کی
هٰذَا الْقُرْاٰنُ	یہ قرآن	بَعْضًا	بعض کو	وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا (٥)	اور سیڑھیاں جن پر

(١) عظیم: رجل کی صفت ہے (٢) مَعِيْشَة: اسم مصدر: سامانِ زندگی، معاش: وہ چیز جس سے بسر اوقات کی جائے (٣) سَخَرَ (ف) فلاناً سُخْرِيًّا: کسی سے جبراً کام لینا، جو اس نے اپنی مرضی سے کیا ہو۔ (٤) لبیوتھم: لمن یکفر سے بدل اشتمال ہے، اور بدل مبدل مل کر جعل کا مفعول اول اور سُقُفا مفعول ثانی ہے۔ (٥) علیھا: یظھرون سے متعلق ہے، اور جملہ معارج کی صفت ہے۔

يَظْهَرُوْنَ	چڑھیں وہ	الْحَيٰوةِ	زندگی کا	لَهٗ	اس کے لئے
وَلِبُيُوْتِهِمْ (۱)	اوران کے گھروں کیلئے	الدُّنْيَا	دنیا کی	شَيْطٰنًا	ایک شیطان
اَبْوَابًا	کواڑ	وَالْاٰخِرَةُ	اورآخرت	فَهُوَ لَهٗ	پس وہ اس کا
وَّسُرُرًا	اور تختے	عِنْدَ رَبِّكَ	تیرے رب کے یہاں	قَرِيْنٌ	ساتھی ہے
عَلَيْهَا (۲)	جن پر	لِلْمُتَّقِيْنَ	پرہیزگاروں کیلئے ہے	وَاِنَّهُمْ	اور بے شک وہ
يَتَّكِـُٔوْنَ	ٹیک لگائیں وہ	وَمَنْ	اور جو شخص	لَيَصُدُّوْنَهُمْ	ضرور روکتے ہیں ان کو
وَزُخْرُفًا (۳)	اور سونے کے	يَّعْشُ (۵)	صرفِ نظر کرتا ہے	عَنِ السَّبِيْلِ (۷)	سیدھے راستہ سے
وَاِنْ (۴)	اور نہیں	عَنْ ذِكْرِ	نصیحت (قرآن) سے	وَيَحْسَبُوْنَ	اور گمان کرتے ہیں
كُلُّ ذٰلِكَ	یہ سب	الرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان کی	اَنَّهُمْ	کہ وہ
لَمَّا مَتَاعُ	مگر برتنے کا سامان	نُقَيِّضْ (۶)	(تو) مقدر کرتے ہیں ہم	مُّهْتَدُوْنَ (۸)	راہ یاب ہیں

رسالت اور دلیلِ رسالت کا بیان

مکہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی کو نبی بنا کر اس پر قرآن کیوں نازل نہیں کیا گیا؟

توحید اور ابطالِ شرک سے فارغ ہوکر اب رسالت اور دلیل رسالت کا تذکرہ شروع کرتے ہیں، اور بات یہاں سے شروع کی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جس بات کو اپنی نسل میں باقی رکھا تھا، یعنی شرک سے بیزاری اور توحید پر استواری: وہ بات ان کی نسل میں باقی نہیں رہی، رفتہ رفتہ ان کی نسل شرک میں مبتلا ہوگئی، یہاں تک کہ نبی ﷺ کا عہد میمون آیا، اور قرآن کا نزول شروع ہوا، مکہ کے مشرکین ابراہیم علیہ السلام کی اولاد تھے —— ابراہیم علیہ السلام کی نسل شرک میں مبتلا ہوئی، مگر ان کو سزا نہیں دی گئی، بلکہ ان کو سامانِ عیش دیا گیا، قانونِ امہال کام کرتا رہا، اور وہ خوب پھلے پھولے، پھر جب قرآنِ کریم کا نزول شروع ہوا تو اس کو ماننے سے انکار کردیا، اور اس کو جادو بتلایا، مگر یہ ایسی مضحکہ خیز بات تھی کہ اس کے

(۱) یہ دوسرا لبیوتھم پہلے لبیوتھم کی تکرار ہے۔ (۲) علیھا: یتکئون سے متعلق ہے، اور جملہ سُرُرًا کی صفت ہے (۳) زُخرفا کا عامل جعلنا کے قرینہ سے مقدر ہے أی لجعلنا لھم زخرفا اور زخرف کے دو معنی ہیں: سونا اور زینت (۴) إنْ اور لَمَّا: نفی اثبات حصر کے لئے ہیں۔ (۵) یَعْشُ: فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب، آخر سے واو (حرفِ علت) محذوف ہے، عَشَا (ن) عَشْوًا عن الشیئ: صرفِ نظر کرنا (۶) قَیَّضَ اللّٰہ لہ: مقدر کرنا، نصیب میں کرنا (۷) السبیل میں الف لام عہدی ہے (۸) مُهْتَدٌ: اسم مفعول: راہ یاب۔

جواب کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

البتہ ان کی دوسری بات سنجیدگی سے لی، اوراس کا مفصل جواب دیا، مشرکین نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ کو قرآن اتارنا تھا تو مکہ یا طائف کے کسی سردار کو نبی بناتے اوراس پر قرآن اتارتے، پس ہم مان لیتے، اب ہم یہ بات کیسے مانیں کہ بڑے بڑے دولت مند سرداروں کو چھوڑ کر ایک بے حیثیت آدمی کو نبی بنایا اوراس پر قرآن اتارا؟

اس کا جواب دیتے ہیں کہ کیا اللہ کی رحمت یعنی نبوت تم بانٹو گے؟ یعنی تم جس کو اہل قرار دو اس کو نبوت ملے، ﴿ اللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾: اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں اس جگہ کو جہاں وہ اپنا پیغام رکھتے ہیں [الانعام ۱۲۴] یعنی کون نبوت کا اہل ہے کون نہیں؟ اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں تم کیا جانو؟

اور نبوت تو بڑی چیز ہے، تمہاری روزی روٹی ہم بانٹتے ہیں، اس میں تمہارا کوئی دخل نہیں، پھر ہم مال سامان سب کو برابر نہیں دیتے، تفاوت رکھتے ہیں، تاکہ بعض بعض سے کام لیتے رہیں، اگر سب مالدار ہوتے یا سب نادار ہوتے تو کوئی کسی کا کام نہ کرتا، کیوں کرتا؟ اور کس امید پر کرتا؟ اور کس کو کم یا زیادہ دینا ہے یہ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں، تمہارا اس میں کچھ دخل نہیں، جبکہ دنیاوی مال سامان: نبوت کی بہ نسبت معمولی چیز ہے، اس میں تمہارا اختیار نہیں تو نبوت میں تمہارا کیا حصہ ہوسکتا ہے؟

﴿ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾﴾

ترجمہ مع تفسیر: —— بلکہ میں نے ان کو اوران کے باپ دادوں کو سامانِ عیش دیا —— یعنی ابراہیم علیہ السلام کی نسل شرک میں مبتلا ہوگئی، مگر ان کو ہلاک نہیں کیا، بلکہ سامانِ عیش دیا، اور وہ خوب پلے بڑھے —— یہاں تک کہ ان کے پاس سچا قرآن اور صاف صاف دین کی باتیں بتانے والا رسول پہنچا —— یعنی نبی ﷺ کا مبارک زمانہ آیا، اور قرآن کا نزول شروع ہوا —— اور جب ان کو یہ سچا قرآن پہنچا تو انھوں نے کہا: یہ جادو ہے، اور ہم اس کو نہیں مانتے —— مشرکین کی اس بات کا جواب نہیں دیا، یہ مضحکہ خیز بات ہے، جادو کو کون نہیں جانتا کہ کیا ہوتا ہے!

اور انھوں نے کہا: کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن دو بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر؟ —— یعنی مکہ یا طائف کے کسی سردار کو نبی بنایا جاتا، اوراس پر یہ قرآن اتارا جاتا تو ہم مان لیتے —— کیا وہ اللہ کی رحمت (نبوت) بانٹ رہے ہیں ——

یعنی وہ جس کو کہیں ہم اس کو نبوت سے سرفراز کریں؟ ــــ ہم نے ان کے درمیان دنیوی زندگی میں ان کی معاش بانٹی ہے ــــ جس میں ان کا کچھ دخل نہیں ــــ اور بعض کو بعض سے مراتب میں اونچا کیا ہے، تاکہ ان کے بعض بعض سے کام لیں ــــ یعنی کسی کو بے شمار دولت دیدی ہے، کسی کو اس سے کم، اور کوئی تہی دست ہے، ہم نے یہ مراتب قائم کئے ہیں، تاکہ احتیاج رہے، اور ایک: دوسرے کا کام کرے ــــ اور تیرے رب کی رحمت (نبوت) بہتر ہے اس سے جس کو وہ جمع کرتے ہیں ــــ یعنی نبوت ورسالت کا شرف تو مال وجاہ اور دنیوی ساز وسامان سے کہیں اعلی ہے، جب اللہ نے دنیا کی روزی ان کی تجویز پر نہیں بانٹی، نبوت ان کی تجویز پر کیونکر دیں گے!

دنیا کا مال سامان اللہ کے نزدیک بے وقعت اور حقیر ہے

اوپر ضمناً یہ بات آئی ہے کہ نبوت کی بہ نسبت دنیا کا مال ومتاع ہیچ ہے۔ اب اس کی تفصیل کرتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک دنیوی مال ودولت کی کوئی قدر نہیں، نہ اس کا دیا جانا کچھ قُرب ووجاہت کی دلیل ہے، یہ تو ایسی بے قدر اور حقیر چیز ہے کہ اگر ایک مصلحت مانع نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافروں کے مکانوں کی چھتیں، زینے، دروازے، چوکھٹ، اور تخت چوکیاں سب چاندی اور سونے کے بنا دیتے، مگر اس صورت میں لوگ یہ دیکھ کر کہ کافروں ہی کو ایسا سامان ملتا ہے عموماً کفر کا راستہ اختیار کر لیتے، اور یہ چیز مصلحتِ خداوندی کے خلاف ہوتی، اس لئے ایسا نہیں کیا گیا، حدیث میں ہے کہ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے بازو کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتے، بھلا جو چیز اللہ کے نزدیک اس قدر حقیر ہو، اسے سیادت ووجاہت عند اللہ اور نبوت ورسالت کا معیار قرار دینا کہاں تک صحیح ہوگا؟ (ماخوذ از فوائد شبیری)

﴿وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ۝ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ۝ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾

ترجمہ مع تفسیر: ــــ اور اگر یہ (اندیشہ) نہ ہوتا کہ لوگ ایک ہی طریقہ پر چل پڑیں گے ــــ یعنی سب کفر کا راستہ لے لیں گے ــــ تو ہم بناتے اس کے لئے جو مہربان اللہ کا انکار کرتا: ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی، اور زینے جن پر وہ چڑھتے ہیں، اور ان کے گھروں کے کواڑ، اور تخت جن پر وہ ٹیک لگا کر بیٹھتے ہیں، اور سونے کے ــــ یعنی کسی کی یہ سب چیزیں چاندی کی ہوتیں اور کسی کی سونے کی ــــ اور یہ سب چیزیں صرف دنیوی زندگی کا چندروزہ سامان ہیں ــــ دیر سویر ان سب چیزوں کو ختم ہو جانا ہے ــــ اور آخرت تیرے پروردگار کے پاس خدا ترسوں کے

لئے ہے —— اور ان کافروں کے لئے وہاں دہکتی آگ کے سوا کچھ نہیں!

کافروں میں سرمایہ دار ہیں تو مسلمانوں میں بھی ہیں، اور مسلمانوں میں غریب ہیں تو کافروں میں بھی ہیں، پس لوگ اس کو حق و باطل کا معیار نہ سمجھیں

جو شخص قرآن سے اعراض کرتا ہے اس پر شیطان مسلط کیا جاتا ہے

دلیلِ رسالت (قرآن) کی گفتگو اس پر پوری کرتے ہیں کہ جو شخص اللہ کی نصیحت یعنی قرآنِ کریم سے روگردانی کرتا ہے، اس پر ایک شیطان مسلط کیا جاتا ہے، جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے، اور طرح طرح سے اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے، اور نیکی کی راہ سے روکتا ہے، مگر لوگوں کی عقلیں ماری گئی ہیں، وہ گمراہی کو سیدھا راستہ سمجھتے ہیں، اور ان میں نیکی اور بدی کی تمیز باقی نہیں رہی، پس لو[illegible] آن کریم سے تعلق جوڑو، راہِ راست پاؤ گے۔

﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ [illegible] شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝۳۶ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۳۷ ﴾

ترجمہ: —— اور جو شخص اللہ کی نصیحت ر[illegible] اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں، پس وہ (ہر وقت) اس کے ساتھ رہتا ہے، اور وہ (شیاطین) [illegible] اور وہ (لوگ) خیال کرتے ہیں کہ وہ راہِ راست پر ہیں۔

قرآن وہ راستہ بتاتا ہے جو نہایت سیدھا ہے اور نیکوکار مؤمنین کو خوش خبری سناتا ہے کہ ان کو بڑا ثواب ملنے والا ہے

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۝۳۸ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝۳۹ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۴۰ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۝۴۱ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ۝۴۲ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴۳ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ

نَسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾

حَتّٰٓى اِذَا	یہاں تک کہ جب	اَفَاَنْتَ	کیا پس آپ	مُّقْتَدِرُوْنَ	قابو پانے والے ہیں
جَآءَنَا	آیا وہ ہمارے پاس	تُسْمِعُ	سنائیں گے	فَاسْتَمْسِكْ	پس مضبوط تھام
قَالَ	کہا اس نے	الصُّمَّ	بہرے کو	بِالَّذِيْٓ	اس کو جو
يٰلَيْتَ	اے کاش	اَوْ تَهْدِي	یا راہ دکھائیں گے	اُوْحِيَ	وحی کیا گیا
بَيْنِيْ	میرے درمیان	الْعُمْيَ	اندھے کو	اِلَيْكَ	تیری طرف
وَبَيْنَكَ	اور تیرے درمیان	وَمَنْ كَانَ	اور اس کو جو	اِنَّكَ	بے شک تو
بُعْدَ	دوری ہوتی	فِيْ ضَلٰلٍ	گمراہی میں ہے	عَلٰى صِرَاطٍ	راہ پر ہے
الْمَشْرِقَيْنِ	مشرق ومغرب کی	مُّبِيْنٍ	کھلی	مُّسْتَقِيْمٍ	سیدھی
فَبِئْسَ	پس برا ہے	فَاِمَّا(۴)	پس اگر	وَاِنَّهٗ	اور بیشک وہ (قرآن)
الْقَرِيْنُ(۱)	ساتھی (تو)	نَذْهَبَنَّ	لے جائیں ہم	لَذِكْرٌ	البتہ یاد ہے
وَلَنْ	اور ہرگز نہیں	بِكَ	آپ کو	لَّكَ	آپ کے لئے
يَّنْفَعَكُمُ(۲)	نفع پہنچائے گا وہ تم کو	فَاِنَّا مِنْهُمْ	پس بے شک ہم ان سے	وَلِقَوْمِكَ	اور آپ کی قوم کے لئے
الْيَوْمَ	آج (قیامت کے دن)	مُّنْتَقِمُوْنَ	بدلہ لینے والے ہیں	وَسَوْفَ	اور عنقریب
اِذْ ظَّلَمْتُمْ	جب شرک کیا تم نے	اَوْ نُرِيَنَّكَ	یا دکھلائیں ہم آپ کو	تُسْـَٔلُوْنَ	پوچھے جاؤ گے تم
اَنَّكُمْ(۳)	(کیوں) کہ تم	الَّذِيْ	وہ جس کا	وَسْـَٔلْ(۵)	اور پوچھو
فِي الْعَذَابِ	عذاب میں	وَعَدْنٰهُمْ	وعدہ کیا ہے ہم نے ان سے	مَنْ اَرْسَلْنَا	جن کو بھیجا ہم نے
مُشْتَرِكُوْنَ	اکٹھے ہو	فَاِنَّا عَلَيْهِمْ	پس بیشک ہم ان پر	مِنْ قَبْلِكَ	آپؐ سے پہلے

(۱) مخصوص بالذم أنت محذوف ہے (۲) لن ينفعكم میں فاعل هو ضمیر مستتر کا مرجع قرین (ہم زاد یعنی روائتی شیطان) ہے۔ (۳) أنكم: جملہ تعلیلیہ ہے، لام اجلیہ محذوف ہے أي لأنكم، اور اسی جملہ کے قرینہ سے هو کا مرجع قرین کو بنایا ہے (۴) إمّا: إنْ شرطیہ کا ما زائدہ میں ادغام کیا ہے۔ (۵) وَسْـَٔلْ: قاعدہ: سَأَلَ يَسْأَلُ کا امر اسْـَٔلْ واو یا فاء کے بعد آئے تو قرآنی رسم الخط میں ہمزہ نہیں لکھا جاتا (رائیہ)

ایسے معبود	اٰلِهَةً	نیچے	مِنْ دُوْنِ	ہمارے رسولوں میں سے	مِنْ رُّسُلِنَآ
جن کی پوجا کی جائے؟	يُّعْبَدُوْنَ (۱)	نہایت مہربان کے	الرَّحْمٰنِ	کیا بنائے ہم نے	اَجَعَلْنَا

کل کا دوست آج کا دشمن!

یہ دلیلِ رسالت (قرآن) اور رسالت کا باقی مضمون ہے۔ فرماتے ہیں: جب قرآن سے اعراض کرنے والا اپنے برے ساتھی کے ساتھ قیامت کے دن ہمارے پاس آئے گا تو کل کا دوست آج کا دشمن ہوگا، اور وہ حسرت اور غصہ سے کہے گا: کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا، اور ایک لمحہ بھی تیری صحبت میں نہ گذرتا، تو دنیا میں میرا برا ساتھی تھا —— اس طرح کا برا ساتھی شیطان بھی ہوسکتا ہے اور انسان بھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تیرا یہ ساتھی آج تجھے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا، کیونکہ تم ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہو[۲] سبھی مشرک ہو، اور آج سب عذاب میں گرفتا ہو، جو خود کو عذاب سے نہیں چھڑا سکتا وہ دوسرے کو کیا بچائے گا، دنیا میں آدمی برے ساتھی سے کسی نفع کی امید پر پینگ[۳] بڑھاتا ہے، مگر آخرت میں وہ تعلق کچھ کام نہیں آئے گا۔

﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۝ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: یہاں تک کہ جب وہ (قرآن سے اعراض کرنے والا) ہمارے پاس آئے گا تو (اپنے برے ساتھی) سے کہے گا: اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوتی! پس تو برا ساتھی ہے! —— اور ہرگز نفع نہیں پہنچائے گا وہ (برا ساتھی) تم کو آج (قیامت کے دن) جبکہ تم نے شرک کیا، کیونکہ تم سب عذاب میں اکٹھے ہو!

بنجر زمین میں بیج نہیں اُگتا

جس کے دل کے کان بہرے ہوں: نبی ﷺ اس کو قرآن کی آواز نہیں سنا سکتے: جس کے دل کی آنکھیں اندھی ہوں: اس کو قرآن کے ذریعہ راہ نہیں دکھا سکتے، اور جو دیدہ و دانستہ گمراہی میں بھٹک رہا ہو: اس کو بھی سچائی کی صاف سڑک پر نہیں لا سکتے، قرآنِ کریم کے ذریعہ نفع اسی کو پہنچایا جا سکتا ہے جس میں صلاحیت ہو، کسی درجہ میں حق کا متلاشی ہو، مکہ والے بات اس لئے قبول نہیں کر رہے تھے کہ وہ بہرے اندھے تھے اور عقل کے پیچھے لٹھ لے کر دوڑ رہے تھے یعنی انتہائی بے فکر بھی تھے۔

(۱) جملہ یعبدون: آلهة کی صفت ہے۔ (۲) چٹے بٹے: بچوں کے چھوٹے بڑے کھلونے (۳) پینگ (ی مجہول) جھولے کا لمبا جھونک۔

﴿ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾

ترجمہ: پس کیا آپؐ بہروں کو سنا سکتے ہیں؟ یا اندھوں کو راہ دکھا سکتے ہیں، اور ان کو جو کھلی گمراہی میں ہیں؟

عذاب وقت پر آئے گا، پیغمبر کے سامنے آنا ضروری نہیں

سوال: جب مکہ والے قرآنِ کریم سنتے ہی نہیں اور ماننے کے لئے تیار نہیں تو ان کو عذاب بھیج کر نمٹا کیوں نہیں دیا جاتا؟

جواب: عذاب وقت پر آئے گا، آپؐ کی وفات کے بعد آئے تب، اور آپؐ کے سامنے آئے تب، بہر حال وہ اللہ کے قابو سے باہر نہیں، وقت پر ان کو سزا ضرور ملے گی، پیغمبر ﷺ کی حیات میں عذاب آنا ضروری نہیں۔

﴿ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۝ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: پس اگر ہم آپ کو دنیا سے اٹھالیں پس بے شک ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں —— یعنی انکار کی سزا دینے والے ہیں —— یا ہم آپؐ کو دکھلائیں وہ عذاب جس کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں —— یعنی دھمکی دے رہے ہیں —— تو بے شک ہم کو ان پر پوری طرح قدرت ہے!

اب قرآن کے ماننے والے کیا کریں؟

جب مکہ والے مانتے نہیں، اور عذاب آتا نہیں، تو اب قرآن کے ماننے والے کیا کریں؟ —— جواب: وہ اپنا فریضہ انجام دیں، اور جو وحی ان کی طرف بھیجی گئی ہے اس پر مضبوطی سے عمل کریں، اور جان لیں کہ دنیا کہیں اور کسی راستہ پر جائے: وہ سیدھی راہ پر ہیں، اس لئے ایک قدم اُس سے اِدھر اُدھر نہ ہٹیں۔

﴿ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ﴾

ترجمہ: پس آپؐ اُس قرآن کو مضبوط لئے رہیں جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، بے شک آپؐ سیدھے راستہ پر ہیں!

قرآنِ کریم دولتِ صد افتخار ہے!

قرآنِ کریم نبی ﷺ کے لئے اور آپؐ کی قوم قریش کے لئے فضل و شرف کا سبب ہے کہ اللہ کا کلام اور انسانیت کی نجات و فلاح کا دستور ان کی زبان میں اترا، ان کو اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر کرنی چاہئے، اُن سے کل قیامت کو پوچھا جائے گا کہ اس نعمت کی کیا قدر کی؟ پس ایمان لاؤ، اس پر عمل کرو، اور چار دانگ عالم اس کی اشاعت کرو، تا کہ کل سر اٹھا کر کہہ سکو کہ مولیٰ! ہم نے آپ کے بخشے ہوئے فضل و شرف کا پورا حق ادا کیا، اب ہمیں صلہ عطا فرمائیے!

﴿ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: اور بے شک وہ قرآن بڑا شرف ہے آپؐ کے لئے اور آپؐ کی قوم کے لئے، اور عنقریب تم پوچھے جاؤ گے!

جو قرآنِ کریم کی دعوت ہے وہی تمام انبیاء کی دعوت ہے

قرآنِ کریم کی بنیادی تعلیم توحید ہے، یہی تمام انبیاء کی مشترک دعوت ہے، شرک کی تعلیم کسی نبی نے نہیں دی، کسی دین میں اس بات کو جائز نہیں رکھا گیا کہ اللہ کے سوا کسی کی پرستش کی جائے، اہل کتاب اور ان کی کتابیں موجود ہیں، دوسرے انبیاء کی تعلیمات تو مٹ گئیں، انھیں سے پوچھ دیکھو، وہ تمہیں بتائیں گے کہ اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہیں! اور ان سے پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں، قرآنِ کریم خود آگے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر کر رہا ہے، انھوں نے فرعون کو جو خدائی کا دعویدار تھا توحید کی دعوت دی تھی، اور عیسائیوں نے جو عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں غلو کیا ہے اس کی حقیقت بھی کھولی ہے۔

﴿ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿٤٥﴾ ﴾

ترجمہ: اور آپؐ پوچھیں اُن پیغ[illegible] — یعنی ان کی امتوں سے — جن کو ہم نے آپؐ سے پہلے بھیجا: کیا رحمان سے وَرے اللہ نے اب[illegible]ت کی جائے؟

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَ[illegible]ـَٔالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٦﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿٤٧﴾ [illegible] هِىَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ز وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّه[illegible] لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ج اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٤٩﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ج اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٥١﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿٥٢﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿٥٣﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٥٤﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٥﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾ ع

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	اَرْسَلْنَا	بھیجا ہم نے	مُوْسٰى	موسیٰ کو

بِاٰيٰتِنَآ	ہماری نشانیوں کے ساتھ	بِالْعَذَابِ	عذاب میں	قَالَ	اس نے کہا:
اِلٰى فِرْعَوْنَ	فرعون کی طرف	لَعَلَّهُمْ	تا کہ وہ	يٰقَوْمِ	اے میری قوم!
وَمَلَا۟ئِهٖ	اور اس کے سرداروں	يَرْجِعُوْنَ	(شرک سے) باز آئیں	اَلَيْسَ لِيْ	کیا نہیں ہے میرے لئے
	کی طرف	وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے	مُلْكُ مِصْرَ	مصر کی حکومت
فَقَالَ	پس کہا موسیٰ نے	يٰۤاَيُّهَ	اے	وَ هٰذِهِ	اور یہ
اِنِّيْ رَسُوْلُ	بیشک میں بھیجا ہوا ہوں	السّٰحِرُ	جادوگر! (با کمال)	الْاَنْهٰرُ	نہریں
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے پالنہار کا	ادْعُ لَنَا	دعا کیجئے ہمارے لئے	تَجْرِيْ	بہہ رہی ہیں
فَلَمَّا جَآءَهُمْ	پس جب پہنچا وہ ان	رَبَّكَ	اپنے رب سے	مِنْ تَحْتِيْ	میرے نیچے
	کے پاس	بِمَا عَهِدَ (۱)	اس پیمان کی وجہ سے جو	اَفَلَا	کیا پس نہیں
بِاٰيٰتِنَآ	ہماری نشانیوں کے ساتھ	عِنْدَكَ	آپ کے پاس ہے	تُبْصِرُوْنَ	سمجھتے تم
اِذَا هُمْ	(تو) اچانک وہ	اِنَّنَا	بے شک ہم	اَمْ (۳) اَنَا	کیا (نہیں ہوں) میں
مِّنْهَا	ان نشانیوں پر	لَمُهْتَدُوْنَ	ضرور راہ پر آجائیں گے	خَيْرٌ	بہتر
يَضْحَكُوْنَ	ہنسنے لگے	فَلَمَّا كَشَفْنَا	پس جب کھول دیا ہم نے	مِّنْ هٰذَا	اس سے
وَمَا نُرِيْهِمْ	اور نہیں دکھلائی ہم نے	عَنْهُمُ	ان سے	الَّذِيْ هُوَ	جو کہ وہ
	ان کو	الْعَذَابَ	عذاب	مَهِيْنٌ	بے قدر ہے
مِّنْ اٰيَةٍ	کوئی نشانی	اِذَا هُمْ	یکا یک وہ	وَّلَا يَكَادُ (۴)	اور نہیں قریب ہے
اِلَّا هِيَ	مگر وہ	يَنْكُثُوْنَ (۲)	عہد توڑ رہے ہیں	يُبِيْنُ	(کہ) صاف بیان کرے
اَكْبَرُ	بڑی تھی	وَنَادٰى	اور بلند آواز سے کہا	فَلَوْلَا	پس کیوں نہیں
مِنْ اُخْتِهَا	اس کی بہن سے	فِرْعَوْنُ	فرعون نے	اُلْقِيَ عَلَيْهِ	ڈالے گئے اس پر
وَاَخَذْنٰهُمْ	اور پکڑا ہم نے ان کو	فِيْ قَوْمِهٖ	اپنی قوم میں	اَسْوِرَةٌ (۵)	کنگن

(۱) بما عهد: ما: موصولہ بھی ہوسکتا ہے اور مصدریہ بھی، اور باء سببیہ ہے، عَهِدَ (س) عهدًا: پیمان باندھنا۔ (۲) نکث (ن) نَكْثًا العهدَ: پیمان توڑنا (۳) أم: منقطعہ، متضمن معنی استفہام انکاری ہے (۴) کاد: محلِ نفی میں ہے اس لئے اثبات کرتا ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام مشکل سے سہی، مگر صاف بیان کرتے تھے (۵) أسورة: سِوَار کی جمع، کنگن، کلائی میں پہننے کا ایک زیور۔

مِّنْ ذَهَبٍ	سونے کے	فَاَطَاعُوْهُ	پس کہنا مان لیا انھوں نے اس کا	مِنْهُمْ	ان سے
اَوْ جَآءَ	یا (کیوں نہیں) آئے	اِنَّهُمْ كَانُوْا	بے شک وہ تھے	فَاَغْرَقْنٰهُمْ	پس ڈبو دیا ہم نے ان کو
مَعَهُ	اس کے ساتھ	قَوْمًا	لوگ	اَجْمَعِيْنَ	سب کو
الْمَلٰٓئِكَةُ	فرشتے	فٰسِقِيْنَ	نافرمان	فَجَعَلْنٰهُمْ	پس بنایا ہم نے ان کو
مُقْتَرِنِيْنَ (۱)	پرا باندھے	فَلَمَّآ	پس جب	سَلَفًا	پیش رو
فَاسْتَخَفَّ (۲)	پس ہلکا کر دیا اس نے	اٰسَفُوْنَا	غصہ دلایا انھوں نے ہم کو	وَّمَثَلًا	اور کہانی
قَوْمَهُ	اپنی قوم کو	انْتَقَمْنَا	(تو) بدلہ لیا ہم نے	لِّلْاٰخِرِيْنَ	پچھلوں کے لئے

فرعون خود کو رب اعلیٰ (سب سے بڑا پروردگار) کہتا تھا

اس کا دماغ ٹھیک کرنے کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا

پچھلی آیت میں فرمایا ہے: ''آپؐ ان پیغمبروں سے پوچھیں جن کو ہم نے آپؐ سے پہلے بھیجا ہے کہ کیا اللہ کے سوا کوئی قابلِ پرستش ہستی ہے؟'' —— یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ گذشتہ انبیاء تو گذر چکے ان سے کوئی کیسے پوچھے گا؟ جواب یہ ہے کہ ان پر نازل ہونے والے صحیفوں سے تحقیق کریں اور ان کی امتوں سے پوچھیں، انبیائے بنی اسرائیل کے صحیفے آج بھی موجود ہیں، ان میں بہت سی تحریفات کے باوجود توحید کی تعلیم اور شرک سے بیزاری کی تعلیم موجود ہے۔

اور دور کیوں جائیں؟ قرآنِ کریم تو انبیاء کے صحیفوں کا محافظ ہے [المائدۃ ۴۸] اور ان کی کجی کو بھی دور کرتا ہے [ہود ۱۲۰] پس قرآن کا بیان ہمارے لئے کافی ہے، اسی مقصد سے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

واقعہ کا خلاصہ: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نو نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی حکومت کے بڑے لوگوں کی طرف بھیجا، انھوں نے جاتے ہی توحید کی دعوت دی، فرمایا: ''میں تمام جہانوں کے پالنہار کا بھیجا ہوا ہوں'' اس میں توحید کی تعلیم ہے کہ پروردگار: اللہ کے سوا کوئی نہیں، اور میں اسی کا فرستادہ ہوں —— موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے عصا اور ید بیضاء تو بڑے معجزات تھے، باقی سات میں آزمائش کا پہلو بھی تھا، یعنی سیلاب، ٹڈی ڈل، جوئیں، خون، مینڈک، قحط سالی اور پھلوں کی کمی: ایسی نشانیاں تھیں جن میں عذاب کا پہلو بھی تھا۔

یہ نشانیاں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوئی ہیں، اور جب بھی ظاہر ہوتیں لوگ ان کا مذاق اڑاتے، کہتے: یہ کیا معجزات ہیں؟ یہ تو

(۱) مقترین: اسم فاعل، اقترن الشیئُ بغیرہ: مل جانا، ساتھ ہونا، پَرا: صف، قطار، پَرا باندھنا: صف بنانا، قطار بنانا (۲) اِسْتَخَفَّهُ: ہلکا کرنا یعنی بے وقوف بنانا۔

معمولی واقعات اور حوادث ہیں، قحط سالیاں وغیرہ تو ویسے بھی ہو جاتی ہیں ــــ مگر جب بھی وہ گرفتار بلاء ہوتے تو موسیٰ علیہ السلام سے دعا کراتے، اور ان کی دعا سے بلاء دور ہوتی، اس کا اثر یہ ہوا کہ قوم کا میلان موسیٰ علیہ السلام کی طرف بڑھا، اور فرعون نے اس کو خطرہ سمجھا، اس نے پوری قوم کو جمع کیا اور زور کا بھاشن (بیان) دیا اور قوم کو عقل سے پیدل کر دیا، چنانچہ وہ اس کی خدائی پر مطمئن ہو گئے، بالآخر شرک کی پاداش میں غرقاب کر دیئے گئے، اور وہ ایک قصۂ پارینہ بن کر رہ گئے!

فرعون کی تقریر: ــــ فرعون نے اپنی تقریر میں تین باتیں کہیں:

پہلی بات: ــــ اپنی خدائی دو دلیلوں سے ثابت کی:

۱- میں مصر کا بادشاہ ہوں، اُس زمانہ میں مصر کا بادشاہ بہت بڑا سمجھا جاتا تھا، جیسے آج کا سپر پاور۔

۲- میں نے نہروں کا جال بچھا رکھا ہے، یعنی میں اَن داتا (رزاق) ہوں ــــ مصر میں بارش کم ہوتی ہے، اور وسطی افریقہ سے دریائے نیل بہہ کر مصر سے گذرتا ہے، اور بحر ابیض متوسط میں گرتا ہے، حکومتِ مصر نے اس پر ڈیم باندھ کر نہریں نکالی تھیں، اس کو فرعون نے اپنی خدائی کی دلیل میں پیش کیا ہے۔

دوسری بات: ــــ دو باتوں کے ذریعہ قوم کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف مائل ہونے سے روکا:

۱- اپنی برتری اور موسیٰ علیہ السلام کی بے وقعتی بیان کی کہ میں ہر طرح موسیٰ سے افضل ہوں، پھر تم مجھے چھوڑ کر موسیٰ کی طرف کیوں مائل ہو رہے ہو؟ کیا تم سمجھتے نہیں!

۲- اپنی زور بیانی اور موسیٰ علیہ السلام میں اس کی کمی بیان کی کہ وہ صاف بات نہیں کر سکتا، پھر تم کیوں اس کو مجھ پر ترجیح دیتے ہو؟

تیسری بات: ــــ کوئی خیال کر سکتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہیں، پس وہ افضل ہیں، اس کو دو دلیلوں سے ردّ کیا ہے:

۱- اگر وہ بڑی سرکار کا نمائندہ ہے تو اس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن کیوں نہیں؟ میں تو اپنے نمائندے کو کنگن پہنا کر بھیجتا ہوں!

۲- اگر وہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے تو اس کے ساتھ فرشتہ اردلی کیوں نہیں آیا؟ میں تو اپنے ایلچی کو اردلی کے ساتھ بھیجتا ہوں!

آیاتِ پاک مع تفسیر: ــــ اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو ہمارے معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کے ارکانِ دولت کی طرف بھیجا ــــ موسیٰ علیہ السلام کو نو نشانیاں دی گئی تھیں، ان میں سے سات از قبیل آزمائش تھیں ــــ فرعون کی قوم مورتیوں کو پوجتی تھی، اور فرعون خود کو سب سے بڑا خدا قرار دیتا تھا، اُس شرک کو باطل کرنے کے لئے اور توحید

کی تعلیم دینے کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا ــــ پس موسیٰ نے کہا: میں بالیقین سارے جہانوں کے پالنہار کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں! ــــ اس میں مورتیوں اور فرعون کی الوہیت کی نفی ہے کہ پالنہار سارے جہانوں کا ایک اللہ ہے، وہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں اسی ربّ کا فرستادہ ہوں۔

پس جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیوں کے ساتھ پہنچا، تو وہ یکا یک ان نشانیوں پر ہنسنے لگے ــــ یعنی اُن نشانیوں کا مذاق اڑانے لگے، کہنے لگے: یہ کیا معجزات ہیں؟ ہوا چلی: یہ بھی معجزہ، بارش ہوئی: یہ بھی معجزہ، اور برسات میں مینڈک پیدا ہوگئے: یہ بھی معجزہ، قحط سالی اور پھلوں کی کمی تو ویسے بھی ہو جاتی ہے۔

اور ہم ان کو جو بھی نشانی دکھاتے تھے وہ اُس کی بہن سے بڑی ہوتی تھی ــــ یہ ایک محاورہ ہے، یعنی ہم نے ان کو ایک سے ایک بڑھ کر نشانیاں دکھائیں، مطلب یہ ہے کہ سب نشانیاں بڑی تھیں، کیونکہ جب کئی چیزوں کا کمال بیان کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں: ایک سے ایک بڑھ کر (بیان القرآن)

اور ہم نے ان کو تکلیف میں پکڑا ــــ مراد سات نشانیاں ہیں جو ازقبیل ابتلاء تھیں ــــ تا کہ وہ (شرک سے) باز آئیں ــــ مگر وہ ماننے والے کب تھے ــــ البتہ جب بھی کوئی نشانی ظاہر ہوتی جو عذاب کا رنگ لئے ہوئے تھی، اور اس سے اُن کا ناک میں دَم آجاتا تو موسیٰ علیہ السلام سے دعا کراتے، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ آزمائش ان کی دعوت قبول نہ کرنے کے نتیجہ میں آئی ہے۔

اور انھوں نے کہا: اے جادوگر! ــــ یہ اعزاز کا لقب ہے یعنی اے باکمال! ــــ مصر میں جادو کا بڑا زور تھا، اور جادوگر باکمال سمجھے جاتے تھے، جیسے آج کل پی، ایچ، ڈی والے ڈاکٹر! ــــ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے دعا کریں، اس پیمان کی وجہ سے جو انھوں نے آپ کے ساتھ باندھا ہے ــــ یعنی نبوت سے سرفراز کیا ہے ــــ ہم ضرور راہ پر آجائیں گے! ــــ یعنی شرک سے توبہ کرلیں گے!

پس جب ہم نے وہ عذاب ان سے ہٹادیا تو یکا یک انھوں نے اپنا عہد توڑ دیا! ــــ یعنی ایمان نہیں لائے ــــ مگر بار بار کی آزمائش سے، اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آفت ٹلتی دیکھ کر قوم کا کچھ کچھ میلان موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہوگیا، تو فرعون کو خطرہ محسوس ہوا کہ ریوڑ ہاتھ سے نکل نہ جائے، چنانچہ اس نے ساری قوم کو جمع کیا، اور بہ آوازِ بلند تقریر کی، کیونکہ مجمع بڑا تھا اور تقریر پُر جوش تھی، ارشاد فرماتے ہیں: ــــ اور فرعون نے اپنی قوم میں پکارا، اس نے کہا: ــــ :نادی میں قول کا مفہوم ہے، پھر قال مکرر لائے، تا کہ پہلا جملہ الگ ہو جائے، اور وہ اس پر دلالت کرے کہ مجمع بہت بڑا تھا اور تقریر پُر جوش تھی ــــ اور اس کی نظیر: ﴿وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ﴾ ہے، یہاں بھی فقال لاکر پہلے جملہ کو الگ کیا ہے یعنی نوح

علیہ السلام نے بے تابی سے پکارا، جب بیٹے کو نظروں کے سامنے ڈوبتے دیکھا، پس بے تاب ہو کر اللہ کو پکارا۔

فرعون نے پہلے دو دلیلوں سے اپنی خدائی ثابت کی، اس نے کہا: ــــ اے میری قوم! ــــ یہ محبت بھرا خطاب ہے، جیسے: ''اے وہ لوگو جو مجھ پر ایمان لائے ہو!'' ــــ کیا مصر کی سلطنت میری نہیں! ــــ اس زمانہ میں مصر کا بادشاہ بہت بڑا سمجھا جاتا تھا، یہ اس نے اپنی خدائی کی پہلی دلیل پیش کی ہے ــــ اور یہ نہریں میرے زیر انتظام بہہ رہی ہیں ــــ اُن سے تمہیں روزی روٹی ملتی ہے، پس میں تمہارا رزق رساں ہوں، یہ اس کی دوسری دلیل ہے ــــ کیا پس تم سمجھتے نہیں! ــــ کہ میں ہی تمہارا پروردگار ہوں!

اور لوگوں کا ذہن موسیٰ علیہ السلام سے ہٹانے کے لئے بھی اس نے دو باتیں کہیں: پہلی بات: ــــ کیا میں اُس سے افضل نہیں ہوں جو کہ وہ بے قدر ہے! ــــ یعنی موسیٰ کے پاس نہ مال ومنال، نہ حکومت، نہ عزت اور میں ہر چیز سے مالا مال، پس سوچو کون افضل ہے؟ ــــ دوسری بات: ــــ اور وہ قوتِ بیانیہ بھی نہیں رکھتا ــــ جیسی میں فصیح وبلیغ تقریر کر رہا ہوں وہ صاف بات بھی نہیں کر سکتا، پھر تم کاہے کو اس کی طرف مائل ہو رہے ہو! ــــ پھر اس نے دفع دخل مقدر کیا، کوئی کہہ سکتا تھا کہ موسیٰ رسول ہیں، اس لئے وہ تجھ سے افضل ہیں، پس اس نے اس خیال کی تردید میں بھی دو باتیں کہیں، پہلی بات: ــــ پس وہ سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنایا گیا ــــ سرکار تو اپنے نمائندے کو سونے کے کنگن پہنا کر بھیجتی ہے، دوسری بات: ــــ اور اس کے جلو میں فرشتے پَرا باندھے ہوئے کیوں نہیں ہیں؟ ــــ حکومت کے نمائندے کے آگے پیچھے تو فوج رہتی ہے۔

پس اس نے اپنی قوم کو عقل سے ہلکا کر دیا ــــ یعنی ان کا اُلّو بنا دیا ــــ پس انھوں نے اس کی بات مان لی ــــ ان کی فطرت میں نافرمانی تھی جو رنگ لائی۔

پس جب انھوں نے ہمیں غصہ دلایا ــــ یعنی انھوں نے ایسے کام کئے کہ سزا کے حقدار ہو گئے ــــ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا ــــ یعنی سزا دی ــــ پس ہم نے سب کو ڈبو دیا ــــ بحرِ قلزم کی موجوں کے حوالے کر دیا! ــــ پس ہم نے ان کو پچھلوں کے لئے پیش رَو اور عبرت کا نمونہ بنا دیا ــــ یعنی وہ صفحۂ ہستی سے مٹ گئے، اور ان کا برا نام باقی رہ گیا۔

توحید اور صُحفِ انبیاء

انبیائے بنی اسرائیل کی کتابیں آج بھی موجود ہیں، ان میں بہت سی تحریفات کے باوجود توحید کی تعلیم موجود ہے:

۱- تورات (استثناء ۴: ۳۵) میں ہے: ''تاکہ تو جانے کہ خداوند ہی خدا ہے، اور اس کے سوا کوئی ہے ہی نہیں''

۲- استثناء (۶: ۴) میں ہے: ''سن اے اسرائیل: خداوند ہمارا ایک ہی خدا ہے''

۳-اور انجیل (مرقس ۱۲:۲۹ و متی ۲۲:۳۶) میں ہے: ''اے اسرائیل! سن! خداوند ہمارا ایک ہی خداوند ہے، اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان، اور اپنی پیاری عقل، اور اپنی پیاری طاقت سے محبت رکھ''

(بحوالہ معارف القرآن شفیعی)

توحید اور آج کے یہود

میں نے لندن میں یہود کے سب سے بڑے عالم (ربائی) سے ایک ملاقات میں ان کے عقائد معلوم کئے، تو اس نے مجھے یہ عقائد انگریزی میں مطبوعہ دیئے:

۱-اللہ موجود ہے ۲-اللہ ایک اور بے مثال ہے ۳-اللہ مادّہ سے بنا ہوا نہیں ۴-اللہ ہمیشہ سے ہے ۵-عبادت صرف اللہ کے لئے ہے ۶-اللہ تعالیٰ انسان کی سوچ اور عمل کو جانتا ہے ۷-اللہ نیکی کا ثواب اور برائی کی سزا دے گا[۱]

توحید میں یہود ہم سے مختلف نہیں، رسالتِ محمدی میں اختلاف کرتے ہیں، اس لئے وہ کافر (منکر) ہیں نجات کے لئے کلمہ کے دونوں اجزاء پر ایمان لانا ضروری ہے

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿٥٧﴾ وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴿٥٨﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿٦٠﴾ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٦٢﴾

وَلَمَّا ضُرِبَ	اور جب ماری گئی	مَثَلًا	مثال	مِنْهُ	اس (مثال) سے
ابْنُ مَرْيَمَ	مریم کے بیٹے کی	إِذَا قَوْمُكَ	یکایک آپ کی قوم	يَصِدُّونَ[۲]	چلّا رہی ہے

(۱) باقی چھ عقائد یہ ہیں: (۱) انبیاء نے سچ بولا (۲) موسیٰ علیہ السلام نبیوں میں سب سے افضل ہیں (۳) لکھی ہوئی اور زبانی تورات موسیٰ کو دی گئی (۴) اور کوئی تورات نہیں ہوگی (۵) یہود کا مسیح آئے گا (۶) بعث بعد الموت ہوگی۔

(۲) صَدَّ (ض) منه صَدًّا: چلّانا، شور مچاتے ہوئے ہٹ جانا، اور باب نصر سے عن صلہ کے ساتھ معنی ہیں: منہ پھیرنا، اعراض کرنا۔

وَقَالُوْٓا	اور کہا انھوں نے	اَنْعَمْنَا	انعام فرمایا ہم نے	وَاِنَّهٗ	اور بے شک وہ
ءَاٰلِهَتُنَا (۱)	کیا ہمارے معبود	عَلَيْهِ	ان پر	لَعِلْمٌ (۳)	البتہ علم (کا ذریعہ) ہے
خَيْرٌ	بہتر ہیں	وَجَعَلْنٰهُ	اور بنایا ہم نے ان کو	لِّلسَّاعَةِ	قیامت کے لئے
اَمْ هُوَ	یا وہ (عیسیٰ)	مَثَلًا	ایک مثال	فَلَا تَمْتَرُنَّ	پس ہرگز شک مت کرو
مَا ضَرَبُوْهُ	نہیں ماری انھوں نے مثال	لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	اسرائیل کے بیٹوں کیلئے	بِهَا	اس (قیامت) میں
لَكَ	آپ کے سامنے	وَلَوْ نَشَآءُ	اور اگر چاہیں ہم	وَاتَّبِعُوْنِ	اور پیروی کرو میری
اِلَّا جَدَلًا	مگر جھگڑنے کے لئے	لَجَعَلْنَا	البتہ بنائیں ہم	هٰذَا صِرَاطٌ	یہ راستہ ہے
بَلْ هُمْ	بل کہ وہ	مِنْكُمْ	تم میں سے	مُّسْتَقِيْمٌ	سیدھا
قَوْمٌ	لوگ ہیں	مَّلٰٓئِكَةً	فرشتے	وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ	اور ہرگز نہ روکے تم کو
خَصِمُوْنَ	جھگڑالو	فِي الْاَرْضِ (۲)	زمین میں	الشَّيْطٰنُ	شیطان
اِنْ هُوَ	نہیں وہ (عیسیٰ)	يَخْلُفُوْنَ	ایک دوسرے کے پیچھے	اِنَّهٗ لَكُمْ	بے شک وہ تمہارا
اِلَّا عَبْدٌ	مگر ایک بندے		آئیں وہ	عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ	کھلا دشمن ہے

عیسائیت میں توحید کہاں؟ وہ تو عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں!

بیان یہ چل رہا ہے کہ تمام انبیاء نے توحید کا سبق پڑھایا ہے، شرک کی تعلیم کسی پیغمبر نے نہیں دی، اسی کے ثبوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ سنایا ہے، اس پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ عیسائیوں کے یہاں توحید کہاں؟ وہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، اور بیٹا باپ کا ہم جنس ہوتا ہے، پس ایک خدا کہاں رہا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عیسائیوں کو یہ تعلیم عیسیٰ علیہ السلام نے نہیں دی، یہ تو بعد میں ظالموں نے دین بگاڑا ہے، پس اس کی ذمہ داری عیسیٰ علیہ السلام پر نہیں، انھوں نے تو توحید کی تعلیم دی تھی، جیسا کہ اگلی آیات میں آرہا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ سورۃ الانبیاء کی (آیت ۹۸) نازل ہوئی: ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ

---

(۱) استفہام تقریری ہے، اس میں مخاطب سے کسی بات کا اعتراف کرایا جاتا ہے، خواہ وہ اس کو مانتا ہو یا نہ مانتا ہو (مغنی اللبیب ص ۲۶) مشرکین اپنے معبودوں کا: عیسیٰ علیہ السلام سے بہتر ہونے کا نبی ﷺ سے اقرار کرانا چاہتے ہیں، جس کو آپؐ نہیں مانتے ہیں۔ (۲) فی الأرض: یخلفون سے متعلق ہے، خَلَفَ (ن) فلانا: جانشین ہونا، قائم مقام ہونا (۳) لعلم: میں مجاز بالحذف ہے أی لَسَبَبُ علمٍ۔

جَهَنَّمَ﴾: بے شک تم (اے مشرکو!) اور جن کو تم اللہ سے وَرے پوجتے ہو سب جہنم میں جھونکے جاؤ گے! —— یہ آیت مشرکین پر بھاری پڑی، اس کا جواب ان سے بن نہ پڑا، پس عبداللہ بن الزِّبعریٰ نے —— جو اس وقت کافر تھے —— کہا: اس آیت کا بہترین جواب میرے پاس ہے، نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں، اور یہود حضرت عزیر علیہ السلام کی، تو کیا یہ دونوں بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے؟ یہ بات سن کر قریش کے مشرکین بہت خوش ہوئے کہ جواب ہوگیا، اس پر (آیت ۱۰۱) نازل ہوئی: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنٰى أُوْلٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ﴾: بے شک جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔

اس وضاحت کے بعد بھی مشرکین نبی ﷺ سے چلا کر یعنی زور شور سے مطالبہ کرتے تھے کہ یہ بات مان لو کہ ہمارے معبود عیسیٰ علیہ السلام سے بہتر ہیں، کیونکہ یہ آپؐ کی قوم کے معبود ہیں، اور عیسیٰ غیر قوم کے معبود ہیں، اور جب عیسیٰ جہنم میں نہیں جائیں گے تو ہمارے معبود بدرجۂ اولیٰ نہیں جائیں گے۔

یہاں یہ بات تمہید میں ذکر کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پانچ خصوصیات بیان کی ہیں، اور ان کے مطالبہ کو یہ کہہ کر ٹال دیا ہے کہ یہ تو محض جھگڑا کھڑا کرنے کی بات ہے، پھر نہلے پہ دہلا[1] رکھا ہے کہ قریش کی تو فطرت ہی جھگڑالو ہے، ان سے کوئی نمٹ سکتا ہے!

﴿ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ۝ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ مع تفسیر: —— اور جب (عیسیٰ) ابن مریم کی مثال دی گئی —— یہ مثال عبداللہ بن الزبعری نے دی تھی —— تو یکایک آپؐ کی قوم اس مثال کو لے کر چلانے لگی، اور انھوں نے کہا: کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ —— یعنی ہمارے معبودوں کو بہتر مان لو پس جواب ہو جائے گا —— انھوں نے یہ مثال آپؐ کے سامنے نہیں ماری مگر جھگڑنے کے لئے —— یہ مثال یعنی ءَ آلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ؟ —— مشرکین کے معبودوں کو عیسیٰ علیہ السلام سے بہتر ماننے کا کیا سوال ہے؟ —— بلکہ وہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو! —— سیدھی سچی بات ان کے دماغ میں نہیں اترتی، دور از کار جھگڑے نکالنے میں ان کا ذہن خوب چلتا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے پانچ باتیں

﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي

(۱) نہلا: تاش کا وہ پتہ جس پر نو بندیاں (نشانات) ہوتے ہیں، اور دہلا: وہ پتہ جس پر دس بندیاں ہوتی ہیں، یہ پتہ نہلے کو کاٹتا ہے ۱۲

الْاَرْضِ یَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَا یَصُدَّنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۶۲﴾

ترجمہ: (۱) وہ تو محض ایک بندے ہیں (۲) ہم نے ان پر فضل فرمایا ہے (۳) اور ہم نے ان کو بنی اسرائیل کے لئے ایک مثال بنایا ہے (۴) اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بناتے جو زمین میں یکے بعد دیگرے رہا کرتے (۵) اور بے شک وہ قیامت کا علم ہیں ـــــ پس تم قیامت میں ہرگز شک مت کرو، اور میری پیروی کرو، یہ سیدھا راستہ ہے، اور تم کو شیطان ہرگز نہ روکے، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے!

تفسیر: ان آیات میں عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے پانچ باتیں بیان کی ہیں، پھر بات آگے بڑھائی ہے:

۱- عیسیٰ علیہ السلام محض اللہ کے بندے ہیں، نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے، اور عبدیت (بندہ ہونا) ان کے لئے باعثِ فخر ہے، جیسے ہمارے نبی ﷺ کے لئے بھی اللہ کا بندہ ہونا طرّہ امتیاز تھا۔

۲- عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز کیا ہے، بلکہ انبیائے بنی اسرائیل کا خاتم بنایا ہے، یہ ان پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔

۳- چونکہ عیسیٰ علیہ السلام انبیائے بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر ہیں، اس لئے ان کے بعد جب نبوت کے تمام سلسلوں کے خاتم مطلق آئیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام کا خاتم ہونا بنی اسرائیل کے لئے ایک مثال بنے گا، اور ان کے لئے خاتم النّبیین ﷺ پر ایمان لانا آسان ہوگا۔

۴- عیسیٰ علیہ السلام میں ملکوتی شان تھی، کیونکہ ان کا حمل فرشتہ کی پھونک سے ٹھہرا تھا، اور اسی لئے ان کو آسمان پر اٹھایا گیا، سورۃ النساء (آیت ۱۵۸) میں صراحت ہے: ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾: بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا، مگر بایں امتیاز وہ اللہ کے بندے ہی رہے ـــــ نیز ان کا رفع سماوی معراجِ نبوی کو سمجھنے کے لئے بھی ایک مثال ہے۔

اور ان میں ملکوتی شان ہونے سے اور ان کے رفع سماوی سے وہ خدا نہیں بن گئے، بندے ہی رہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اگر چاہیں تو سبھی انسانوں میں یہ شان پیدا کر سکتے ہیں، پھر وہ زمین ہی میں رہیں گے، اور ان کی نسل بھی چلتی رہے گی، جیسے نزول کے بعد عیسیٰ علیہ السلام شادی کریں گے، اور ان کی اولاد بھی ہوگی، اسی طرح انسانوں کی بھی ملکوتی شان کے باوجود نسل چلے گی، مگر وہ انسان ہی رہیں گے، خدا نہیں ہوجائیں گے۔

۵- جب قیامت کے قریب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو سب لوگ جان لیں گے کہ اب قیامت قریب آگئی ہے، پس ان کا نزول قیامت کے علم کا سبب بنے گا، یہ آیت نزول میں صریح جیسی ہے، اور احادیثِ متواترہ میں اس کی

تفصیل ہے۔

پھر بات آگے بڑھائی ہے: کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تب تو سب کو قیامت کا یقین آجائے گا، مزہ تو جب ہے کہ آج اس کو مان لو، نبی ﷺ کی بات سنو اور اس کی پیروی کرو، یہی سچا راستہ ہے، شیطان جو پٹی پڑھا رہا ہے اس کی مت سنو، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے، وہ تمہیں بھلائی کا راستہ دکھا ہی نہیں سکتا!

وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾

وَلَمَّا جَآءَ	اور جب آئے	الَّذِيْ	وہ باتیں جو	هٰذَا صِرَاطٌ	یہ راستہ ہے
عِيْسٰى	عیسیٰ	تَخْتَلِفُوْنَ	اختلاف کرتے ہوتم	مُّسْتَقِيْمٌ	سیدھا
بِالْبَيِّنٰتِ	واضح دلائل کے ساتھ	فِيْهِ	اس میں	فَاخْتَلَفَ	پس اختلاف کیا
قَالَ	کہا انھوں نے	فَاتَّقُوا	پس ڈروتم	الْاَحْزَابُ	جماعتوں نے
قَدْ جِئْتُكُمْ	تحقیق آیا ہوں میں	اللّٰهَ	اللہ سے	مِنْۢ بَيْنِهِمْ	ان کے درمیان
	تمہارے پاس	وَاَطِيْعُوْنِ	اور کہا مانو میرا	فَوَيْلٌ	پس خرابی ہے
بِالْحِكْمَةِ	دانشمندی کی باتوں کے ساتھ	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	لِّلَّذِيْنَ	ان کے لئے جنھوں نے
وَلِاُبَيِّنَ	اور تاکہ واضح کروں میں	هُوَ رَبِّيْ	ہی میرے رب ہیں	ظَلَمُوْا	ظلم (شرک) کیا
لَكُمْ	تمہارے لئے	وَرَبُّكُمْ	اور تمہارے رب ہیں	مِنْ عَذَابِ	عذاب سے
بَعْضَ	بعض	فَاعْبُدُوْهُ	پس ان کی عبادت کرو	يَوْمٍ اَلِيْمٍ	دردناک دن کے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی، پھر بعد میں عیسائیوں میں اختلاف ہوا

اور جب عیسیٰ (علیہ السلام) معجزات لے کر آئے —— ان کے معجزات یہ تھے: (۱) گارے سے پرندے کی شکل بناتے، اور اس میں پھونک مارتے تو وہ زندہ ہوجاتا (۲) مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو چنگا کرتے (۳) مردے کو بہ حکم الٰہی زندہ

کرتے وغیرہ — کہا انھوں نے: میں تمہارے پاس سمجھ کی باتیں لے کر آیا ہوں — بارہ برس کی عمر میں یہود کے سامنے انھوں نے ایسے حکیمانہ دلائل وبراہین بیان فرمائے کہ تمام علماء عاجز ومبہوت رہ گئے، اور سامعین عش عش کرنے لگے — اور تاکہ بیان کروں میں تمہارے لئے بعض وہ باتیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو — یہود میں بعض چیزوں کے حلال وحرام ہونے میں اختلاف ہو گیا تھا، عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو کھول کر بیان کیا — پس تم اللہ سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو — یعنی اپنا اختلاف ختم کرو اور میں جو حکم شرعی بتاتا ہوں اس کو مان لو — بے شک اللہ تعالیٰ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، پس اسی کی عبادت کرو، یہی (توحید) سیدھا راستہ ہے! — یہ تھی حضرت مسیح علیہ السلام کی دعوت!

پس مختلف گروہوں نے باہم اختلاف کیا — یہود نے تو ان کو دجال قرار دیا، اور ان کے قتل کے درپے ہوئے، اور عیسائیوں میں سے کسی نے ان کو خدا ہی مان لیا اور کسی نے خدا کا بیٹا — سو بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جنھوں نے ظلم کیا ایک دردناک دن کے عذاب سے — یعنی ان کو سزا قیامت کے دن ملے گی، اس طرح آگے قیامت کا بیان شروع ہو گیا ہے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾

هَلْ (۱)	نہیں	اَنْ تَاْتِيَهُمْ	کہ پہنچے وہ ان کو	لَا يَشْعُرُوْنَ	بے خبر ہوں
يَنْظُرُوْنَ	انتظار کرتے وہ	بَغْتَةً	اچانک	اَلْاَخِلَّاۗءُ (۲)	دوست
اِلَّا السَّاعَةَ	مگر قیامت کا	وَّهُمْ	درانحالیکہ وہ	يَوْمَىِٕذٍ	اس دن

(۱) هل: استفہام انکاری بمعنی نفی ہے، أن: تفسیر یہ ہے اور جملہ أن تأتیهم: الساعة سے بدل ہے (۲) الأخلاء: الخلیل کی جمع: دوست۔

بَعۡضُهُمۡ	ان کے بعض	اُدۡخُلُوا	داخل ہو	الۡاَعۡيُنُ	آنکھیں
لِبَعۡضٍ	بعض کے	الۡجَنَّةَ	جنت میں	وَاَنۡتُمۡ	اور تم
عَدُوٌّ	دشمن ہونگے	اَنۡتُمۡ	تم	فِيۡهَا	اس میں
اِلَّا الۡمُتَّقِيۡنَ	مگر پرہیزگار	وَاَزۡوَاجُكُمۡ	اور تمہاری بیویاں	خٰلِدُوۡنَ	ہمیشہ رہنے والے ہو
يٰعِبَادِ(۱)	اے میرے بندو!	تُحۡبَرُوۡنَ(۲)	سرور بخشے جاؤ گے	وَتِلۡكَ	اور یہ
لَا خَوۡفٌ	نہیں ڈر	يُطَافُ	گھمائی جائیں گی	الۡجَنَّةُ	جنت
عَلَيۡكُمُ	تم پر	عَلَيۡهِمۡ	ان پر	الَّتِىۡۤ	جو
الۡيَوۡمَ	آج	بِصِحَافٍ	رکابیاں	اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا	وارث بنائے گئے تم اس کے
وَلَاۤ اَنۡتُمۡ	اور نہ تم	مِّنۡ ذَهَبٍ	سونے کی	بِمَا	بدلہ میں اس کے ہے جو
تَحۡزَنُوۡنَ	غمگین ہوؤ گے	وَّاَكۡوَابٍ(۳)	اور کٹورے (سونے کے)	كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ	تم کیا کرتے تھے
اَلَّذِيۡنَ	جو لوگ	وَفِيۡهَا	اور اس میں	لَكُمۡ فِيۡهَا	تمہارے لئے اس میں
اٰمَنُوۡا	ایمان لائے	مَا	جو	فَاكِهَةٌ	میوے ہیں
بِاٰيٰتِنَا	ہماری باتوں پر	تَشۡتَهِيۡهِ	چاہیں گے اس کو	كَثِيۡرَةٌ	بہت
وَكَانُوۡا	اور تھے وہ	الۡاَنۡفُسُ	دل	مِّنۡهَا	بعض ان میں سے
مُسۡلِمِيۡنَ	فرمان بردار	وَتَلَذُّ	اور مزہ لیں گی	تَاۡكُلُوۡنَ	کھاؤ گے تم

ظالموں کا قیامت کے دن برا حال ہوگا

ظالم: یعنی ناانصاف، اور یہاں مراد اللہ تعالیٰ کے حق میں ناانصافی ہے، اور سب سے بڑی ناانصافی کفر وشرک ہے، پھر چھوٹی ناانصافی: مامورات کا ترک اور منہیات کا ارتکاب ہے، گذشتہ آیت میں فرمایا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسائی فرقے باہم مختلف ہوگئے، ان میں سے جنھوں نے ظلم کیا، یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت میں شریک کیا، ان کے لئے بڑی خرابی ہے دردناک دن کے عذاب سے، یہ عذاب کب ملے گا؟ وہ دن کب آئے گا؟ فرماتے ہیں: وہ قیامت کا دن ہے، اس دن وہ عذاب سے دوچار ہونگے، اور قیامت کا دن ڈھول بجا کر نہیں آئے گا، بلکہ اچانک آئے گا، سان گمان بھی نہیں

(۱) عباد: کے آخر سے ی محذوف ہے (۲) حَبَرَہ (ن) حُبُوْرًا: خوش کرنا، کیف وسرور بخشنا (۳) أکواب: کے بعد من ذھب مقدر ہے۔

ہوگا کہ قیامت قائم ہوجائے گی، اس دن دنیا کی دوستیاں دشمنی سے بدل جائیں گی، کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ البتہ اہل ایمان جو شرک سے بچے رہے ہیں ان کی دوستیاں کام آئیں گی۔

﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝﴾

ترجمہ: یہ لوگ ـــــ یعنی وہ ظالم جنھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت میں شریک کیا ـــــ بس قیامت کا انتظار کررہے ہیں کہ ان پر دفعۃً آپڑے، درانحالیکہ ان کو احساس بھی نہ ہو ـــــ یعنی ابھی ان کو ان کی حرکت کی سزا نہیں دی جارہی، قیامت کو آنے دو، اس دن ان کا برا حال ہوگا ـــــ سبھی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہونگے ـــــ پچھتائیں گے کہ فلاں سے دوستی کیوں کی جو آج گرفتار مصیبت ہونا پڑا، اس دن جگری دوست بھی دوست کی صورت سے بیزار ہوگا ـــــ مگر اللہ سے ڈرنے والے ـــــ مستثنیٰ ہیں، جو شرک وکفر سے اور گناہوں سے بچے رہے ان کی دوستیاں باقی رہیں گی اور کام آئیں گے، وہ ایک دوسرے کے لئے سفارش کرسکیں گے۔

پرہیزگار آخرت میں شادکام ہوں گے

جب متقیوں کا ذکر آیا تو آخرت میں ان کا نیک انجام بیان فرماتے ہیں، متقی: یعنی بچنے والے، جو کفر وشرک سے بھی بچے رہے اور ہر طرح کی برائیوں سے بھی، فرائض وواجبات کو چھوڑنا کبیرہ گناہ ہے، آج کل مسلمان نماز تک نہیں پڑھتے پھر مرتے ہی جنت میں پہنچنے کی امید باندھے ہوئے ہیں، اسی طرح کبیرہ گناہوں سے احتراز نہیں کرتے، اور جنت کی بے سزا امید رکھتے ہیں، یہ محال ہے! ایمان کے ساتھ اسلام بھی ضروری ہے، اور دونوں میں تعلق ایسا ہے جیسا درخت کے تنے میں اور شاخوں میں، تنے کے بغیر شاخیں نہیں ہوسکتیں، اور شاخوں کے بغیر تنا بے ثمر ہے، بلکہ اس کا زندہ رہنا بھی مشکل ہے، پس مسلمان ہوش کے ناخن لیں، اعمال پر مضبوط ہوجائیں، اور گناہوں سے بچیں، تاکہ آخرت میں شادکام ہوں۔

﴿يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: اے میرے بندو! ـــــ یہ پیار بھرا خطاب ہے ـــــ تم پر آج کوئی خوف نہیں، اور نہ غمگیں ہوؤگے ـــــ خوف: آگے کا ہوتا ہے کہ معلوم نہیں کیا پیش آئے! اور غم: پیچھے کا ہوتا ہے جو رہ گیا، پس جنتیوں کے لئے نہ آگے کا ڈر ہوگا کہ

سب کچھ ٹھیک ہوگا، اور نہ پیچھے کا غم کہ ان کا اللہ والی ہے —— (یہ) وہ بندے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے —— یہ ایمان ہے —— اور وہ ہمارے فرمانبردار تھے —— یہ اسلام ہے، ایمان: دل سے یقین کرنا ہے، اور اسلام: جوارح (اعضاء) سے احکام پر عمل کرنا ہے، یہی پرہیزگار بندے ہیں، جو اللہ کے چہیتے ہیں، باقی نام کے مسلمان ہیں۔

داخل ہوجاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں، خوش کئے جاؤ گے تم —— تُحْبَرُوْنَ: مستقل جملہ ہے، اس کا بیان آگے ہے —— ان کے پاس لائی جائیں گی سونے کی رکابیاں اور گلاس —— یہ غلمان (جنت کے خدّام) لائیں گے —— اور یہ خوش کرنے کی ایک صورت ہے —— اور جنت میں وہ چیزیں ہیں جن کو ان کا جی چاہے گا اور جن سے آنکھوں کو لذت حاصل ہوگی —— اور سب سے اعلیٰ چیز جس سے آنکھیں ٹھنڈی ہونگی وہ جمالِ حق کا دیدار ہوگا، جو جنت میں پہنچ کر حاصل ہوگا —— اور تم ان میں ہمیشہ رہو گے —— یہ ایک مستقل نعمت ہے، چند روز کا قیام سہانا خواب ہوتا ہے —— یہ وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، ان نیک کاموں کے عوض میں جو تم کیا کرتے تھے —— اس آیت میں دو اہم باتیں ہیں، جن کو میں آگے دو عنوانوں کے تحت ذکر کروں گا، ابھی ہم آیتیں پوری پڑھ لیں، آخری آیت: —— تمہارے لئے اس میں بہت سارے میوے ہیں، جن میں سے تم کھاؤ گے —— کثیرۃ: بہت: یعنی مختلف انواع کے اور بڑی مقدار میں، جن میں سے چن چن کر جنتی کھائیں گے۔

وارث بنانے اور نائب بنانے میں فرق

﴿أُوْرِثْتُمُوْهَا﴾: تم جنت کے وارث بنائے گئے: یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ملکیت کے طور پر ہمیشہ کے لئے جنت دیدی، اب جس طرح چاہو اس میں تصرف کرو، نہ واپس لی جائے گی، نہ داروگیر کی جائے گی —— اور اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جو مال سامان دیا ہے: اس کا مالک نہیں بنایا، بلکہ نائب بنایا ہے، سورۃ الحدید (آیت ۷) میں ہے: ﴿وَأَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ﴾: اور خرچ کرو اس مال میں سے جس میں اللہ نے تم کو قائم مقام بنایا ہے، جیسے دکان کا منیجر سیٹھ کا نائب ہوتا ہے، دکان کا مالک نہیں ہوتا، اسی طرح اس دنیا میں جو کچھ اللہ نے بندوں کو دیا ہے: وہ اللہ ہی کا ہے، چنانچہ بندوں کے تصرف پر بھی پابندی ہے، اور اس کا حساب بھی لیا جائے گا، اور آخرت میں جنت کا وارث بنایا جائے گا، وہاں مالکانہ تصرف کا حق ہوگا، اور کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔

جاننا چاہئے کہ وارث بننا مورث کی موت کے بعد ہوتا ہے، اور وارث بنانا مورث کی حیات میں ہوتا ہے، آدمی مرتا ہے تو ورثاء اس کے ترکہ کے وارث بنتے ہیں، اور آدمی کبھی آخر حیات میں مال جائداد بطور میراث ورثاء میں تقسیم کرتا ہے، تاکہ بعد میں جھگڑے نہ ہوں، پس ورثاء اس کے مالک ہوجاتے ہیں، اور جو چاہیں تصرف کرسکتے ہیں، جبکہ مورث ابھی

زندہ ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ جو حَیٌّ لایموت ہیں آخرت میں جنت جنتیوں کو بطور ملکیت عنایت فرمائیں گے، اور یہ اہل جنت پر اللہ کا خاص فضل ہوگا۔

مغفرت کا حقیقی سبب فضلِ خداوندی ہے اور اعمالِ صالحہ سببِ ظاہری ہیں

قرآنِ کریم میں جگہ جگہ یہ بات آئی ہے کہ مؤمنین کو جنت ان کے نیک اعمال کے صلہ میں دی جائے گی، یہ سبب ِ ظاہری کا بیان ہے، اور یہ مؤمنین کی قدر افزائی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل سے جنت میں نہیں جائے گا، جو جائے گا وہ اللہ کے فضل وکرم سے جائے گا، یہ سببِ حقیقی کا بیان ہے، اور سببِ حقیقی برائے اعتقاد ہوتا ہے، اس پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے، اور سببِ ظاہری برائے عمل ہوتا ہے یعنی اس کو اختیار کرنا ضروری ہے۔

جیسے تقدیر کا لکھا اٹل ہے، یہ عقیدہ کا بیان ہے، اور اسبابِ معیشت کا اختیار کرنا فریضہ کے بعد فریضہ ہے، یہ برائے عمل ہے، ہر شخص اسباب اختیار کرتا ہے، تقدیر پر کوئی تکیہ نہیں کرتا، مگر ملتا اتنا ہی ہے جتنا تقدیر میں لکھا ہے، اسی طرح یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ جو جنت میں جائے گا: اللہ کے فضل وکرم سے جائے گا، مگر اسبابِ ظاہری یعنی اعمالِ صالحہ کا اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔

سورۃ الاعراف (آیت ۴۳) میں دونوں باتیں جمع ہیں، جنت میں جنتی خوش وخرّم باتیں کریں گے: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا، وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللّٰهُ، لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ﴾: جنتی کہیں گے: اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے، جس نے ہمیں اس مقام (جنت) تک پہنچایا، اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی، اگر اللہ تعالیٰ ہم کو راستہ نہ دکھاتے، واقعی بات یہ ہے کہ ہمارے رب کے رسول سچی باتیں لے کر آئے، یہ جنتی دخولِ جنت کے حقیقی سبب کا اعتراف کریں گے پس اللہ کی طرف سے ان کو پکار کر کہا جائے گا: ﴿وَنُوْدُوْا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾: اور پکار کر ان سے کہا جائے گا یعنی دور سے ندا آئے گی کہ یہ جنت تم کو دی گئی ہے تمہارے کئے ہوئے اعمال کے بدلہ میں۔ یہ سببِ ظاہری کا بیان ہے، اور یہ اہل جنت کی قدر افزائی ہے کہ تمہاری محنت رائگاں نہیں گئی، یہ جنت اس کا صلہ ہے۔

إِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝ أَمْ أَبْرَمُوْا

اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ ۭ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ	بے شک گنہگار	وَنَادَوْا	اور پکارا انھوں نے	كٰرِهُوْنَ	ناپسند کرنے والے ہیں
فِیْ عَذَابِ	عذاب میں ہونگے	يٰمٰلِكُ	اے مالک	اَمْ اَبْرَمُوْٓا (۳)	کیا طے کی ہے انھوں نے
جَهَنَّمَ	دوزخ کے	لِيَقْضِ	چاہئے کہ فیصلہ کردے	اَمْرًا	کوئی بات
خٰلِدُوْنَ	ہمیشہ رہنے والے ہیں	عَلَيْنَا	ہم پر	فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ	پس ہم بھی طے کرنے
لَا يُفَتَّرُ (۱)	نہیں سست کیا جائے	رَبُّكَ	آپ کا پروردگار		والے ہیں
	گا عذاب	قَالَ	جواب دیا اس نے	اَمْ يَحْسَبُوْنَ	کیا گمان کرتے ہیں وہ
عَنْهُمْ	ان سے	اِنَّكُمْ	بے شک تم	اَنَّا لَا نَسْمَعُ	کہ ہم نہیں سن رہے
وَهُمْ فِيْهِ	اور وہ اس میں	مّٰكِثُوْنَ	ٹھہرنے والے ہو	سِرَّهُمْ	ان کے بھید
مُبْلِسُوْنَ (۲)	امید توڑنے والے ہونگے	لَقَدْ	بخدا! واقعہ یہ ہے	وَنَجْوٰىهُمْ	اور ان کی سرگوشی
وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ	اور نہیں ظلم کیا ہم نے ان پر	جِئْنٰكُمْ	آئے ہم تمہارے پاس	بَلٰى	کیوں نہیں
وَلٰكِنْ كَانُوْا	لیکن تھے وہ	بِالْحَقِّ	دین حق کے ساتھ	وَرُسُلُنَا	اور ہمارے بھیجے ہوئے
هُمُ	ہی	وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ	لیکن تمہارے اکثر	لَدَيْهِمْ	ان کے پاس
الظّٰلِمِيْنَ	ظلم کرنے والے	لِلْحَقِّ	دین حق کو	يَكْتُبُوْنَ	لکھ رہے ہیں

بدکاروں کا انجامِ بد

نیکوکاروں کے انجام کے بالمقابل بدکاروں کا انجام بیان فرماتے ہیں، اور مجرم سے آخری درجہ کا مجرم مراد ہے، یعنی کافر ومشرک، گنہگار مؤمن مراد نہیں، ارشاد فرماتے ہیں:—— بے شک بدکار لوگ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے —— جہنم: شرک وکفر کی سزا ہے، اور شرک وکفر عقیدہ ہے، اور عقیدہ مستمر (ابدی) ہوتا ہے، اس لئے اس کی سزا بھی دائمی

(۱) فَتَّرَ الشیئ: تکلیف دہ چیز کی تکلیف کم کرنا (۲) مُبْلِس: اسم فاعل از إبْلاس، أبْلَسَ من رحمة الله: اللہ کی رحمت سے ناامید ہوگیا، إبلیس: رحمتِ خداوندی سے مایوس، ثلاثی مجرد سے مستعمل نہیں، باب افعال سے تمام مشتقات کے ساتھ مستعمل ہے (۳) أبْرَمَ الأمْرَ: قطعی فیصلہ کرنا۔

ہے — وہ عذاب ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا — پس ملتوی ہونے کا کیا سوال؟ — اور وہ اس عذاب میں مایوس پڑے رہیں گے — یعنی ناامید ہوجائیں گے کہ اب یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں — اور ہم نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود ہی ظلم کرنے والے تھے — اللہ تعالیٰ نے تو ان کو دنیا میں رسولوں کے ذریعہ بھلائی برائی سمجھادی تھی، پھر بھی نہ مانے اور اپنی غلط راہوں سے نہ پھرے تو یہ برادن دیکھنا پڑا، پس انھوں نے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری، اللہ نے ان پر ذرا ظلم نہیں کیا۔

اور وہ پکاریں گے: اے مالک! چاہئے کہ آپ کا پروردگار ہمارا کام تمام کردے — مالک: جہنم کے ذمہ دار فرشتہ کا نام ہے، اور جنت کے ذمہ دار فرشتہ کا نام رضوان ہے — دوزخی: مالک کو پکاریں گے، یعنی دور سے درخواست کریں گے کہ اپنے رب سے کہہ کر ہمارا کام تمام کرادے، ہمیں جنت نہیں چاہئے، بس یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں فنا کردے، جیسے حیوانات کو مٹی کردیا، ہمیں بھی مٹادے — وہ جواب دے گا: بے شک تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے — یہ جواب بھی ہزار سال کے بعد ملے گا!

ان مجرموں کو یہ سزا کیوں ملی؟ — بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے سچا دین تمہیں پہنچایا، لیکن تم میں سے اکثر لوگ سچے دین سے چڑتے تھے! — اور نہ صرف یہ کہ دین حق سے نفرت کرتے تھے، بلکہ اس کے خلاف منصوبے گانٹھتے اور اسکیمیں بناتے تھے — کیا انھوں نے کوئی قطعی منصوبہ بنایا ہے؟ سو ہم نے بھی ایک قطعی منصوبہ بنایا ہے! — کافروں نے مل کر مشورہ کیا کہ تمہارے تغافل سے اس نبی کی بات بڑھی، آئندہ جو اس دین میں داخل ہو، اس کے رشتہ دار اس کو مار مار کر الٹا پھیریں، اور جو باہر کا آدمی شہر میں آئے اس کے کان بھریں، تاکہ وہ اس شخص کے پاس نہ بیٹھے — یہ انھوں نے قطعی طور پر ایک بات طے کی — اور اللہ نے قطعی طور پر یہ بات طے کی کہ اسلام پھیلے گا اور دین اسلام کو عروج حاصل ہوگا، چنانچہ اللہ کا ارادہ غالب رہا، اور دین اسلام کا چار دانگِ عالم ڈنکا بجا!

کیا ان لوگوں کا خیال ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور ان کی سرگوشیوں کو نہیں جانتے؟ — اس سے مراد اوپر والی پلاننگ ہے — کیوں نہیں! — سب کچھ اللہ کے علم میں ہے — اور ہمارے مقرر کئے ہوئے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں — یعنی مسل تیار ہو رہی ہے جو قیامت کے دن ان کے سامنے پیش کردی جائے گی، تاکہ ان پر حجت تمام ہو۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝٨٢ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَ يَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝٨٣ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝٨٤ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝٨٥ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝٨٦ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝٨٧ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝٨٨ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝٨٩ ع

قُلْ	کہیں:	عَمَّا يَصِفُوْنَ	ان باتوں سے جو وہ	اِلٰهٌ	معبود ہے
اِنْ كَانَ (1)	اگر ہوتی		بیان کرتے ہیں	وَّفِي الْاَرْضِ	اور زمین میں
لِلرَّحْمٰنِ	مہربان اللہ کی	فَذَرْهُمْ	پس چھوڑیں ان کو	اِلٰهٌ	معبود ہے
وَلَدٌ	اولاد	يَخُوْضُوْا (2)	باتوں میں لگے رہیں	وَهُوَ	اور وہ
فَاَنَا اَوَّلُ	تو میں پہلا	وَ يَلْعَبُوْا	اور کھیلیں	الْحَكِيْمُ	حکمت والا
الْعٰبِدِيْنَ	عبادت کرنے والا ہوتا	حَتّٰى يُلٰقُوْا	یہاں تک کہ ملاقات کریں وہ	الْعَلِيْمُ	خوب جاننے والا
سُبْحٰنَ	پاک ہے (اولاد سے)	يَوْمَهُمُ	ان کے اس دن سے	وَ تَبٰرَكَ	اور بڑی برکت والا ہے
رَبِّ	پروردگار	الَّذِيْ (3)	جس کا	الَّذِيْ لَهٗ	وہ جس کے لئے
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کا	يُوْعَدُوْنَ	وہ وعدہ کئے جارہے ہیں	مُلْكُ	حکومت ہے
وَالْاَرْضِ	اور زمین کا	وَهُوَ الَّذِيْ	اور وہی ہے جو	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کی
رَبِّ الْعَرْشِ	تختِ شاہی کا مالک	فِي السَّمَآءِ	آسمان میں	وَالْاَرْضِ	اور زمین کی

(۱) إن: شرطیہ ہے، اس میں امکان ہوتا ہے، جیسے إن شاء الله: اگر اللہ چاہیں، اسی لئے یہ مماشات مع الخصم ہے، اور لَو: شرطیہ میں امکان نہیں ہوتا، بالفرض کلام ہوتا ہے، جیسے: لو کان بعدی نبی لکان عمر: اگر (بالفرض) میرے بعد نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔ (۲) خَاضَ فی الحدیث (ن) خوضًا: لوگوں کا باتوں میں لگنا، گفتگو میں مشغول ہونا (۳) الذی یوعدون: موصول صلہ مل کر یوم کی صفت ہیں۔

وَمَا بَيْنَهُمَا	اوراس کی جو دونوں	اِلَّا مَنْ	مگر جنھوں نے	يُؤْفَكُوْنَ	پھیرے جاتے ہیں وہ
	کے درمیان ہے	شَهِدَ	گواہی دی	وَقِيْلِهٖ (۲)	اور رسول کے کہنے کو
وَعِنْدَهٗ	اوراس کے پاس ہے	بِالْحَقِّ	حق بات کی	يٰرَبِّ	(کہ) اے میرے ربّ!
عِلْمُ السَّاعَةِ	قیامت کا علم	وَهُمْ	درانحالیکہ وہ	اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ	بے شک یہ
وَاِلَيْهِ	اوراسی کی طرف	يَعْلَمُوْنَ	جانتے ہیں	قَوْمٌ	لوگ
تُرْجَعُوْنَ	لوٹائے جاؤ گے تم	وَلَئِنْ	اور بخدا! اگر	لَّا يُؤْمِنُوْنَ	ایمان نہیں لاتے
وَلَا يَمْلِكُ	اور نہیں مالک ہیں	سَاَلْتَهُمْ	پوچھیں آپ ان سے	فَاصْفَحْ	پس رخ پھیر لیں آپ
الَّذِيْنَ (۱)	وہ لوگ جن کو	مَّنْ خَلَقَهُمْ	کس نے پیدا کیا ان کو	عَنْهُمْ	ان سے
يَدْعُوْنَ	پکارتے ہیں وہ	لَيَقُوْلُنَّ	ضرور کہیں گے وہ	وَقُلْ سَلٰمٌ	اور کہیں: سلام لو!
مِنْ دُوْنِهِ	اللہ سے ورے	اللّٰهُ	اللہ نے	فَسَوْفَ	پس عنقریب
الشَّفَاعَةَ	سفارش کے (کسی کیلئے)	فَاَنّٰى	پھر کہاں	يَعْلَمُوْنَ	جان لیں گے وہ

توحید کا اثبات اور ولدیت کی نفی

پہلے ذکر آیا ہے کہ عیسائی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں، وہ تثلیث کے قائل ہیں، یعنی خدا تین ہیں، پھر وہ تین کا لڈو بنا کر توحید کے بھی قائل ہیں، اور مکہ کے قریش بھی فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مانتے ہیں، اور اپنی مورتیوں کو ان کا پیکر (نظر آنے والی صورت) کہتے ہیں، اور ان کی پوجا اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ سے قریب کریں گی، اور ان کی سفارش کریں گی۔ اب سورت کے آخر میں دونوں جماعتوں کی تردید ہے، اور توحید کا اثبات ہے۔ سورت کی یہ آخری آیتیں نہایت اہم ہیں، ہر آیت نیا مضمون لئے ہوئے ہے، اس لئے غور سے پڑھیں۔

مماشات مع الخصم: مماشات: ساتھ لے چلنا، خصم: مخالف، مماشات مع الخصم: مخالف کو رواداری سے تھوڑی دور ساتھ لے چلنا، پھر جب موقع آئے تو جوت بجانا، چنانچہ پہلی آیت میں فرمایا کہ اگر اللہ کی اولاد ہوتی تو میں ان کی عبادت سے گریز نہ کرتا، بڑھ کر ان کی بندگی کرتا —— اور اللہ تعالیٰ کا ذکر صفتِ رحمان سے اس لئے کیا کہ اللہ کے لئے اولاد ماننا ایسی بھدی اور بھونڈی بات ہے کہ اللہ کا قہر ٹوٹ سکتا ہے، مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہیں، دنیا میں ان کی رحمت ہر کسی

(۱) الذين يَدْعُوْن: موصول صلہ مل کر لا يملك کا فاعل ہے (۲) وقيله: قيل: مصدر، الساعة پر معطوف ہے، أي عنده علمُ قيله: اللہ کو رسول کی بات کا بھی علم ہے۔

کو عام ہے، اس لئے فوراً سزا نہیں دیتے، سورۃ مریم (آیات ۸۸-۹۵) میں بھی یہ مضمون ہے، اُن میں چار مرتبہ صفتِ رحمان کا ذکر اسی مقصد سے آیا ہے۔

پھر دوسری آیت میں تھپڑ مارا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے کہاں؟ وہ اولاد سے پاک ہیں، وہ پوری کائنات کے پروردگار ہیں اور تختِ شاہی کے مالک ہیں، یعنی کائنات پر انہی کا کنٹرول ہے، اگر ان کی اولاد ہوتی تو باپ اپنے ملک کا کچھ حصہ اولاد کو دے کر ان کو مختار بناتا، دنیا کے بادشاہ ایسا ہی کرتے ہیں، جبکہ ایسا نہیں ہے، کوئی دوسرا مختار نہیں، پس دونوں جماعتوں کی بات پادَر ہوا ہوئی۔

﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۞ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۞﴾

ترجمہ: آپؐ کہیں: اگر نہایت مہربان ہستی کی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا ـــــ یعنی بڑھ کر اُن کی پوجا کرتا، انکار ہرگز نہ کرتا۔ یہ تھوڑی دیر مخالف کو ساتھ لے چلنا ہے، پھر تھپڑ رسید کرتے ہیں: ـــــ پاک ہے آسمانوں اور زمین کا پروردگار، تختِ شاہی کا مالک ان باتوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں! ـــــ یعنی اولاد سے جو یہ دونوں جماعتیں مانتی ہیں۔

لوگ قیامت تک بوگس دلائل سے اللہ کے لئے اولاد ثابت کرتے رہیں گے

عیسائی پادری اپنے بوگس دلائل سے اپنے پیروؤں کو تثلیث سمجھاتے ہیں، پھر تین خداؤں کو ایک بھی کرتے ہیں، ان کے دلائل چیستاں ہوتے ہیں، نہ سمجھنے کے نہ سمجھانے کے! اسی طرح ہندو پنڈت بھی مورتیوں کی معبودیت ثابت کرتے ہیں، مگر ان کے دلائل مکڑی کے جالے ہوتے ہیں، اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا، روزِ قیامت ہی پردہ اٹھے گا اور ان کی زبان بند ہوگی، ارشاد فرماتے ہیں: ان کو ان کی باتوں میں مشغول رہنے دو اور غیر حقیقی دلائل سے کھیلنے دو، تا آنکہ قیامت کی گھڑی آجائے۔

آیتِ کریمہ: ﴿فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۞﴾

ترجمہ: ـــــ پس آپؐ ان کو چھوڑیں ـــــ یعنی ان کی مخالفت وہفوات کی طرف التفات نہ کریں ـــــ باتوں میں مشغول رہیں وہ اور کھیلیں ـــــ یعنی اپنے مصنوعی دلائل سے اللہ کی اولاد ثابت کرتے رہیں، اور یہی ان کا کھیل تماشہ ہے ـــــ یہاں تک کہ ان کو اس دن سے سابقہ پڑے جس کا وہ وعدہ کئے جاتے ہیں ـــــ یعنی قیامت کا دن آجائے،

اس دن ان کو اپنے دلائل کی حقیقت معلوم ہوجائے گی، اور ان کی گستاخیوں اور شرارتوں کا مزہ چکھایا جائے گا۔

کائنات میں اللہ ہی معبود ہیں

نہ آسمان میں فرشتے معبود ہیں، نہ چاند سورج معبود بن سکتے ہیں، نہ زمین میں مورتیاں اور انبیاء اولیاء معبود ہیں، سب آسمان وزمین والوں کا معبود اکیلا اللہ تعالیٰ ہے، جو عرش سے فرش تک اپنی حکمت وعلم سے نظام چلا رہا ہے۔ پس اللہ کے لئے اولاد کا کیا سوال؟ اگر وہ بالفرض ہوتی تو معبود ہوتی، اور توحید گاؤخورد ہوجاتی۔

آیتِ کریمہ: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَاۗءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ؀ ﴾

ترجمہ: اور وہی ہیں جو آسمان میں معبود ہیں، اور زمین میں معبود ہیں، اور وہ حکمت والے خوب جاننے والے ہیں۔

تاج وتخت اللہ کے لئے ہے، اور وہی جانتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی

ابھی اوپر آیا ہے کہ تختِ شاہی کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں، اب فرماتے ہیں کہ کائنات کی سلطنت کا تاج بھی انہی کے لئے ہے۔ اور وہی جانتے ہیں کہ قیامت کب برپا ہوگی، اور جب بھی قائم ہوگی سب کو لوٹ کر انہی کے پاس حاضر ہونا ہے، پس وہی معبود ہیں، اگر کوئی اور معبود ہوتا تو اپنے عابدوں کو اپنی طرف لوٹاتا۔

﴿ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ؀ ﴾

ترجمہ: اور بڑی عالی شان ہے وہ ذات جس کے لئے آسمانوں اور زمین اور درمیانی چیزوں کی حکومت ہے، اور انہی کو قیامت کی خبر ہے، اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

مشرکین کی مورتیاں سفارش نہیں کرسکیں گی

مشرکین مورتیوں کو اسی لئے پوجتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن ان کی سفارش کریں گی، مگر ان کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا، ان کو شفاعت کا کوئی اختیار نہیں ہوگا، قیامت کے دن اہل ایمان ہی بہ اذنِ الٰہی سفارش کرسکیں گے۔

﴿ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ؀ ﴾

ترجمہ: اور اللہ کے سوا جن معبودوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ سفارش کا اختیار نہیں رکھتے، مگر جس نے حق بات (کلمۂ توحید) کا اقرار کیا، درانحالیکہ وہ جانتے ہیں ــــــ وہ سفارش کرسکیں گے ــــــ اسی سے احناف کے یہاں ایک رائے یہ ہے کہ ایمان: تصدیق قلبی اور اقرار کا نام ہے ــــــ مگر کہا گیا کہ اقرار: دنیا میں اسلامی احکام جاری کرنے کے لئے ضروری ہے، ورنہ نجات کا مدار تصدیق قلبی پر ہے، اور وہی نفس ایمان ہے۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

اگر کوئی مشرکین سے پوچھے کہ تمہیں کس نے پیدا کیا؟ تو وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے! پھر دوسرا معبود کہاں سے آ گیا؟ جو خالق ہے وہی معبود ہے! اسی کو کہتے ہیں: جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے یعنی بات وہی برحق ہے جس کا مخالف بھی اقرار کرے ـــــ پھر جب تم نے اپنے منہ سے اللہ کے معبود ہونے کا اقرار کرلیا تو اب الٹے کہاں جارہے ہو؟ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی پرستش کیوں کررہے ہو؟

﴿ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾

ترجمہ: اور اگر آپؐ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! پس کہاں وہ الٹے پھیرے جارہے ہیں؟

رسول کی فریاد اور تسلی

نبی ﷺ نے ہر جتن کرلیا، مگر لوگوں نے مان کر نہیں دیا، پس اس نے بارگاہِ خداوندی میں فریاد کی کہ الٰہی! یہ لوگ آپ کی یکتائی نہیں مانتے! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہمارے رسول کی یہ فریاد ہمارے علم میں ہے، وہ اس کا غم نہ کھائیں، اپنا فرضِ منصبی ادا کرکے ان سے منہ پھیرلیں، اور کہہ دیں کہ اچھا نہیں مانتے تو ہمارا سلام لو! یہ سلامِ متارکت ہے یعنی چھوڑ وان کو! وہ لوگ بہت جلدی جان لیں گے کہ معبود اللہ ہی ہیں، انہی کے نام کا ڈنکا بجے گا۔

﴿ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: اور رسول کی اس بات کی بھی (اللہ کو خبر ہے) کہ اے میرے رب! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے ـــــ یعنی توحید کو تسلیم نہیں کرتے ـــــ پس آپؐ ان سے رخ پھیرلیں، اور کہہ دیں: سلام لو! پس عنقریب وہ جان لیں گے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حٰمٓ ۚ ۝١ وَالۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ۝٢ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِيۡنَ ۝٣ فِيۡهَا يُفۡرَقُ كُلُّ اَمۡرٍ حَكِيۡمٍ ۙ ۝٤ اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرۡسِلِيۡنَ ۚ ۝٥ رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ۙ ۝٦ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا ۘ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِيۡنَ ۝٧ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ ؕ رَبُّكُمۡ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝٨ بَلۡ هُمۡ فِىۡ شَكٍّ يَّلۡعَبُوۡنَ ۝٩

حٰمٓ	حا،میم	كُلُّ اَمۡرٍ	ہر کام	رَبِّ(۵)	پروردگار
وَالۡكِتٰبِ(۱)	قسم اس کتاب	حَكِيۡمٍ	دانشمندانہ	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کے
الۡمُبِيۡنِ(۲)	واضح کی	اَمۡرًا(۳)	حکم ہوکر	وَالۡاَرۡضِ	اور زمین کے
اِنَّاۤ	بے شک ہم نے	مِّنۡ عِنۡدِنَا	ہمارے پاس سے	وَمَا بَيۡنَهُمَا	اور اسکے جو ان کے بیچ میں ہے
اَنۡزَلۡنٰهُ	اتارا اس کو	اِنَّا كُنَّا	بے شک تھے ہم	اِنۡ كُنۡتُمۡ	اگر ہو تم
فِىۡ لَيۡلَةٍ	ایک رات میں	مُرۡسِلِيۡنَ	بھیجنے والے	مُّوۡقِنِيۡنَ	یقین کرنے والے
مُّبٰرَكَةٍ	بابرکت	رَحۡمَةً(۴)	مہربانی کے لئے	لَاۤ اِلٰهَ	نہیں کوئی معبود
اِنَّا كُنَّا	بے شک ہم تھے	مِّنۡ رَّبِّكَ	آپ کے رب کی	اِلَّا هُوَ	مگر وہ
مُنۡذِرِيۡنَ	خبردار کرنے والے	اِنَّهٗ هُوَ	بے شک وہی	يُحۡىٖ	جلاتا ہے
فِيۡهَا	اس (رات) میں	السَّمِيۡعُ	خوب سننے والے	وَيُمِيۡتُ	اور مارتا ہے
يُفۡرَقُ	جدا کیا جاتا ہے	الۡعَلِيۡمُ	خوب جاننے والے ہیں	رَبُّكُمۡ	تمہارا ربّ

(۱) الکتاب: میں الف لام عہدی ہے، مراد قرآنِ کریم ہے (۲) المبین: اسم فاعل، از إبانة (لازم ومتعدی): واضح اور واضح کرنے والی (۳) أمرًا: مفعول مطلق ہے أَمَرْنَا مقدر کا (۴) رحمةً: مفعول لہٗ ہے اور اس میں عامل أنزلنا ہے (۵) رب: بدل ہے ربك سے۔

وَرَبُّ	اور رب	الْاَوَّلِيْنَ	اگلے	فِيْ شَكٍّ	شک میں
اٰبَآئِكُمُ	تمہارے باپ دادوں کا	بَلْ هُمْ	بلکہ وہ	يَّلْعَبُوْنَ	کھیل رہے ہیں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جونہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سورت کا نام اور موضوع

آیت دس میں لفظ دخان (دھواں) آیا ہے، اس کی وجہ سے سورۃ الدخان نام رکھا گیا ہے، اس سورت کے نزول کا نمبر ۶۴ ہے، یہ سورت: سورۃ الزخرف کے بعد متصلاً نازل ہوئی ہے، اور متصل ہی رکھی گئی ہے، حوامیم: مکّی دور کے وسط کی سورتیں ہیں۔ مکی سورتیں کل ۸۵ ہیں، اور اس سورت کے مضامین حوامیم کی طرح توحید، اور آخرت ہیں، رسالت اور دلیلِ رسالت کا اس سورت میں تفصیلی تذکرہ نہیں! یہی مکی سورتوں کے بنیادی موضوعات ہیں، اور اس سورت کی فضیلت میں ترمذی شریف میں دو ضعیف حدیثیں ہیں: (۱) جو شخص کسی بھی رات سورۃ حٰمٓ الدخان پڑھتا ہے تو صبح تک اس کے لئے ستّر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں (۲) جو شخص جمعہ کی رات سورۃ الدخان پڑھے گا اس کی بخشش کردی جائے گی —— فضائل میں ضعیف حدیثیں چلتی ہیں۔

ربط: گذشتہ سورت توحید کے بیان پر پوری ہوئی تھی، یہ سورت اسی مضمون سے شروع ہورہی ہے، شروع میں واضح قرآن کی قسم کھائی ہے، پھر مقسم بہ (قرآن) کی اہمیت بیان کی ہے، پھر آیت سات سے توحید کا بیان شروع ہوا ہے، جو مقسم علیہ یعنی مدعی ہے، اور قرآنی قسمیں مدعی کے دلائل ہوتے ہیں، پس اس سورت میں جو دو بنیادی مضامین ہیں ان کی دلیل یہ واضح قرآن ہے، مَقْسَم علیه[1] آیت سات سے شروع ہوگا۔

سورت کا آغاز اور حروفِ مقطّعات

حا، میم: حروف ہجا ہیں، ملا کر لکھے جاتے ہیں اور علاحدہ علاحدہ پڑھے جاتے ہیں، اس لئے ان کو حروفِ مقطعات کہتے ہیں یعنی الگ الگ پڑھے جانے والے حروف۔ یہ حروف رموز واشارات ہیں، ان کا مطلب اللہ کو معلوم ہے، نبی ﷺ نے بھی ان کا مطلب بیان نہیں کیا، پھر کوئی کیا بیان کرے؟ اور قیاسی گھوڑا ہر جگہ نہیں دوڑایا جاسکتا:

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ❁ کہ جاہا سپر باید انداختن

(ہر جگہ سواری نہیں دوڑائی جاسکتی ÷ کیونکہ بہت سی جگہ ڈھال ڈال دینی پڑتی ہے)

(۱) مُقْسَم (میم کا پیش) اسم مفعول: از باب افعال، مگر لوگ میم پر زبر بولتے ہیں ۱۲

قسم اور اس کی اہمیت

حروفِ مقطعات کے بعد واضح یا واضح کرنے والی کتاب یعنی قرآنِ کریم کی قسم کھائی ہے، اور قرآنی قسمیں مقسم علیہ (مدعی) کی دلیلیں ہوتی ہیں، اور سورت کا مدعی: توحید اور آخرت ہیں، قرآنِ کریم ان کی دلیل ہے۔

پھر یہ بیان ہے کہ مقسم بہ (قرآن) معمولی چیز نہیں، اس کی اہمیت دو طرح بیان کی ہے:

(الف) قرآنِ کریم ایک بابرکت رات (شبِ قدر) میں اتارا گیا ہے، اس لئے اس کی اہمیت دوبالا ہوگئی ہے، کیونکہ جس طرح اہم چیز کی وجہ سے زمان ومکان میں فضیلت آتی ہے، محترم زمان ومکان کی وجہ سے بھی چیزوں میں فضیلت پیدا ہوتی ہے، جیسے مکہ مکرمہ کو بیت اللہ کی وجہ سے فضیلت حاصل ہوئی ہے، اور بیت اللہ کی وجہ سے وہاں نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کا ملتا ہے، اسی طرح شب قدر میں نزول کی وجہ سے قرآن کی فضیلت دوبالا ہوگئی ہے۔

(ب) اور قرآن کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں لوگوں کو نتائج اعمال سے آگاہ کرتے ہیں، یہ پروردگار، پالنہار اور خالق ومالک کی ذمہ داری ہے، اسی سنتِ قدیمہ کے مطابق قرآن نازل کیا جارہا ہے، تاکہ لوگ باخبر ہوجائیں کہ آنے والی زندگی میں کیا مفید اور کیا مضر ہے؟ اور مقصد کی اہمیت سے بھی کام میں مزیّت پیدا ہوتی ہے، اس طرح بھی قرآنِ کریم کی اہمیت آشکارہ ہوتی ہے۔

بابرکت رات: —— اور شبِ قدر کی فضیلت بایں وجہ ہے کہ اس رات میں ملأ اعلیٰ تمام پُر حکمت معاملات طے کرتے ہیں، اور اپنے طور پر طے نہیں کرتے، بلکہ اللہ کے حکم کے مطابق طے کرتے ہیں، اس لئے وہ رات قابل احترام ہوگئی ہے، اور اسی رات میں قرآنِ کریم کا نزول طے ہوا ہے اور شروع بھی ہوا ہے اس لئے مقسم بہ (قرآنِ کریم) کی اہمیت دوچند ہوگئی ہے۔

شبِ قدر میں طے ہونے والی باتوں کی ایک مثال: —— ہر زمانہ میں رسالت اور اس کی تفصیلات شبِ قدر میں ملأ اعلی میں طے ہوتی ہیں، یہ پُر حکمت معاملات کی ایک مثال ہے، اور یہ رسالت بھی سنتِ قدیمہ ہے: [إِنَّا كُنَّا] کا یہی مطلب ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ نے حجۃ اللہ البالغہ کی قسم اول کے مبحث اول کے تیسرے باب میں جو ملأ اعلی کے سلسلہ میں ہے بیان کیا ہے کہ فیصلۂ خداوندی پہلے ملأ اعلی میں اترتا ہے، اور وہاں شریعتیں متقرر ہوتی ہیں، پھر وہ زمین میں انبیاء پر نازل ہوتی ہیں۔

رسالت رحمت ہے: —— پھر یہ بیان ہے کہ رسالت رحمتِ خداوندی ہے، سورۃ الانبیاء (آیت ۱۰۷) میں ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ﴾: اور ہم نے آپ کو جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے، رسول آکر لوگوں

کو چوکنا کرتا ہے، غفلت میں پڑی دنیا کو بیدار کرتا ہے تاکہ وہ جنت سے ہم کنار ہوں۔

سمیع وعلیم صفتیں: —— پھر اللہ کی دو صفتیں ذکر کی ہیں، ان میں اشارہ ہے کہ رسول کی بعثت کے بعد لوگوں کا ردِّ عمل کیا ہوگا، اور وہ کیا کہیں گے، وہ سب اللہ تعالیٰ سنتے اور جانتے ہیں، یہ بات لوگ سن لیں اور جان لیں۔

یہاں یہ سلسلہ بیان پورا ہوا، آگے مقسم علیہ (مدعی) کا بیان ہے، جس کی دلیل میں قرآن کو پیش کیا ہے، یعنی توحید کا بیان شروع ہوگا۔

فائدہ: مبارک رات کونسی ہے: شبِ قدر یا شبِ براءت؟ —— ان آیات میں بابرکت رات سے مراد شبِ قدر ہے، کیونکہ اس میں نزولِ قرآن کا ذکر ہے، اور سورۃ القدر میں صراحت ہے کہ قرآن شبِ قدر میں نازل ہوا ہے۔ پس جو واعظ/مفسر اس سے شبِ براءت مراد لیتے ہیں: وہ غلطی پر ہیں، شبِ براءت کی کچھ فضیلت نہایت ضعیف احادیث میں آئی ہے، مگر وہ انفرادی اعمال ہیں، لوگ گھروں میں نفلیں پڑھیں، ان کو اجتماعی اعمال بنانا اور مسجدوں میں گردانا بدعت ہے، اسی طرح قبرستان میں چراغاں کرنا بھی بدعت ہے، ہاں اس رات میں اموات کے لئے دعا کرنا مروی ہے، مگر اس کے لئے قبرستان جانا ضروری نہیں، اور پندرہ شعبان کو روزہ رکھنا استحباب کے درجہ کا عمل ہے۔

آیاتِ پاک کا ترجمہ اور تفسیر: —— حا، میم —— اس کا مطلب اللہ تعالیٰ جانتے ہیں —— اس واضح/ واضح کرنے والی کتاب (قرآن) کی قسم! —— بے شک ہم نے اس کو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے —— یہ مقسم بہ کی پہلی اہمیت کا بیان ہے —— بے شک ہم آگاہ کرنے والے تھے —— یہ مقسم بہ کی دوسری اہمیت کا بیان ہے، مقصد کی اہمیت سے ذریعہ کی اہمیت پیدا ہوتی ہے —— اس رات میں ہر حکمت بھرے معاملہ کی تفصیلات طے کی جاتی ہیں، ہمارے پاس سے حکم ہوکر —— یعنی ملأ اعلیٰ میں بحکم الٰہی تفصیلات طے ہوتی ہیں، اور یہ شبِ قدر کی اہمیت کی وجہ ہے —— بے شک ہم رسولوں کو بھیجنے والے تھے —— یہ ملأ اعلیٰ میں طے ہونے والی باتوں میں سے ایک بات کا تذکرہ بطور مثال ہے —— آپؐ کے رب کی مہربانی سے —— یعنی رسالت رحمت ہے، زحمت نہیں —— بے شک وہی خوب سننے والے، ہر بات جاننے والے ہیں —— یعنی رسولوں کو لوگ کیا جواب دیتے ہیں اور ان کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں، وہ سب اللہ کے علم میں ہوگا: اس کو لوگ کان کھول کر سن لیں!

توحید کا بیان

توحید: یعنی معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، ان کے علاوہ سب ڈھکوسلے (فریب، دھوکہ) ہیں، اور اس کی دو دلیلیں ذکر کی ہیں: ایک: آفاق سے، دوسری: انفس سے، اور مدعی دونوں کے بیچ میں آیا ہے ان دلیلوں کو سمجھنے کے لئے پہلے ربّ کے

معنی جان لیں:

ربّ: وہ ہستی ہے جو کسی چیز کو نیست سے ہست کرے، عدم سے وجود میں لائے، پھر وجود میں آنے والی مخلوق کی بقاء کا سامان کرے، تاکہ وہ بجلی کی طرح کوند کر ختم نہ ہوجائے، پھر موجود کو آہستہ آہستہ ترقی دے کر لاسٹ پوئنٹ (منتہائے کمال) تک لے جائے، اب دلیلیں دیکھیں:

دلیلِ آفاق: —— آسمانوں اور زمین اور دونوں کے درمیان کی چیزوں کے رب اللہ تعالیٰ ہیں، انھوں نے ہی کائنات کو وجود بخشا ہے، باقی رکھا ہے، اور موجودہ حالت تک پہنچایا ہے، اور یہ بات مشرکین بھی تسلیم کرتے ہیں، وہ بھی جواہر کا خالق اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں —— پس اگر ان کو یقین کرنا ہے تو یہ دلیل کافی ہے!

دلیلِ انفس: —— اللہ تعالیٰ جلاتے اور مارتے ہیں، مثلاً مشرکین زندہ ہیں، اور ان کے اسلاف مرگئے، یہ اللہ ہی کا کارنامہ ہے، دونوں کا رب اللہ ہے، پہلے مشرکین کے اسلاف کو وجود بخشا، پھر جب وہ اپنی مدتِ حیات پوری کرچکے تو ربّ نے ان کو ماردیا، اور ان کی جگہ موجودہ مشرکین کو پیدا کردیا، یہ بھی ایک دن ختم ہوجائیں گے —— اور ربّ ہی معبود ہوتا ہے، دوسرا کوئی معبود نہیں ہوسکتا۔ مگر لوگ شک میں مبتلا ہیں، اور وہ شرک کے بوگس دلائل کو الٹے پلٹتے رہتے ہیں، اور اُنہیں مصنوعی دلائل سے کھیلتے رہتے ہیں۔

﴿ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝۹ ﴾

ترجمہ: جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کے رب ہیں —— یہ کائنات سے دلیل ہے —— اگر تم کو یقین آئے —— تو یہ دلیل یقین کرنے کے لئے کافی ہے —— اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں —— یہ وہ بات ہے جس کا یقین کرنا ہے، اور اسی لئے مدعی کو دو دلیلوں کے درمیان میں لایا گیا ہے —— وہی جلاتے اور مارتے ہیں —— اس کی ایک مثال: —— وہ تمہارے رب ہیں —— اور تم زندہ ہو، تمہیں اللہ ہی نے زندگی بخشی ہے —— اور تمہارے اگلے باپ دادوں کے رب ہیں —— جو اپنا وقت گذار کر دنیا سے رخصت ہوگئے، ان کو اللہ ہی نے مارا —— بلکہ وہ شک میں کھیل رہے ہیں —— بلکہ: یعنی اب بھی انہیں یقین نہیں آرہا، توحید کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں، اور اپنے شرک کے بوگس دلائل سے کھیل رہے ہیں، انہی کو الٹ پلٹ کر بیان کرتے ہیں، اور اپنے متبعین کو گمراہ کرتے ہیں۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۰ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ

اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾

فَارْتَقِبْ	پس انتظار کر	الْعَذَابَ	عذاب	مَّجْنُوْنٌ	باؤلا ہے
يَوْمَ	اس دن کا	اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ	بے شک ہم ایمان	اِنَّا	بے شک ہم
تَاْتِى	کہ آئے		لانے والے ہیں	كَاشِفُوا	کھولنے والے ہیں
السَّمَآءُ	آسمان	اَنّٰى	کہاں	الْعَذَابِ	عذاب
بِدُخَانٍ	دھویں کے ساتھ	لَهُمُ	ان کے لئے	قَلِيْلًا	تھوڑی دیر کے لئے
مُّبِيْنٍ	واضح	الذِّكْرٰى (۱)	یاد کرنا	اِنَّكُمْ	بے شک تم
يَّغْشَى	چھا جائے وہ	وَقَدْ جَآءَهُمْ	اور تحقیق آیا ان کے پاس	عَآئِدُوْنَ	لوٹنے والے ہو
النَّاسَ	لوگوں پر	رَسُوْلٌ	رسول	يَوْمَ	(یاد کرو) جس دن
هٰذَا عَذَابٌ	یہ سزا ہے	مُّبِيْنٌ	کھول کر بیان کرنے والا	نَبْطِشُ	پکڑیں گے ہم
اَلِيْمٌ	دردناک	ثُمَّ تَوَلَّوْا	پھر پیٹھ پھیری انھوں نے	الْبَطْشَةَ	پکڑ
رَبَّنَا	اے ہمارے ربّ!	عَنْهُ	اس سے	الْكُبْرٰى	بڑی
اكْشِفْ	کھول دے	وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے	اِنَّا	بے شک ہم
عَنَّا	ہم سے	مُعَلَّمٌ	سکھایا ہوا	مُنْتَقِمُوْنَ	بدلہ لینے والے ہیں

پیشین گوئی کہ مکہ والوں کو سخت کال سے کھڑ کھڑایا جائے گا، مگر کتے کی دُم نلکی سے ٹیڑھی نکلے گی!

سورۃ الاعراف (آیت ۹۴) میں ایک سنتِ الٰہی کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بھی کسی بستی میں کوئی نبی بھیجتے ہیں تو وہاں کے باشندوں کو محتاجی اور غریبی کے ذریعہ دھمکاتے ہیں تاکہ وہ ڈھیلے پڑیں، اسی سنت کے مطابق مکہ والوں کو ایک سخت قحط کی خبر دی، اور ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ اس کا کچھ فائدہ ظاہر نہیں ہوگا، کوئی ایمان نہیں لائے گا۔

اور پیشین گوئی کے لئے ضروری نہیں کہ فوراً ظاہر ہو، روم کے غلبہ کی پیشین گوئی سات سال کے بعد پوری ہوئی ہے،

(۱) الذکری: مصدر ہے، ذَکَرَ الشیئَ (ن): یاد کرنا، بھولنے کے بعد یاد آجانا۔

چنانچہ ہجرت کے بعد جب مکہ والے مسلسل مدینہ پر حملے کرنے لگے تو نبی ﷺ نے دعا کی کہ الٰہی! مکہ والوں پر یوسف علیہ السلام کے زمانہ جیسا قحط مسلط فرما! چنانچہ قحط پڑا، جس میں مکہ والوں کو مردار، چمڑے اور ہڈیاں کھانے کی نوبت آگئی، اور بھوک کی شدت سے اور مسلسل بارش نہ ہونے سے فضاء میں دھواں دھواں نظر آنے لگا۔ اس طرح سورۃ الدخان کی پیشین گوئی پوری ہوئی، یہ سورت مکی دور کے وسط کی ہے، اس کی خبر ہجرت کے بعد واقعہ بنی، اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ابو سفیان وغیرہ مدینہ آئے، اور ناتے کا واسطہ دے کر نبی ﷺ سے دعا کی درخواست کی، اور ایمان لانے کا وعدہ کیا، آپؐ نے دعا فرمائی، بارش ہوئی، اور جان میں جان آئی، مگر کتے کی دم ٹیڑھی نکلی، کوئی ایمان نہیں لایا۔

آیاتِ پاک مع تفسیر: ـــ پس تو انتظار کر ـــ یہ اُن لوگوں سے کہا جا رہا ہے جو شرک کے خود ساختہ دلائل سے کھیل رہے ہیں ـــ اُس دن کا کہ آسمان واضح دھواں لائے ـــ یعنی یہ دھواں فضاء میں نظر آئے گا، زمین پر نہیں ہوگا ـــ جو سب لوگوں کو عام ہو جائے گا ـــ یعنی کال سخت ہوگا، ہر کوئی اس سے متاثر ہوگا ـــ یہ دردناک سزا ہے! ـــ معمولی سزا نہیں ـــ جب یہ کال پڑے گا تو وہ دعا اور وعدہ کریں گے ـــ اے ہمارے ربّ! ہم سے یہ مصیبت دور فرما، ہم ضرور ایمان لے آئیں گے! ـــ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ـــ ان کو کہاں نصیحت حاصل ہوگی، درانحالیکہ ان کے پاس واضح کرنے والا رسول آچکا ہے ـــ یعنی قحط وغیرہ واقعات کی تو لوگ ہزار تاویلیں کر لیتے ہیں، سب سے بڑی دلیل تو رسول کی ذات ہے، جو ان کے درمیان موجود ہے، جو ہر بات ان کو کھول کر سمجھا رہے ہیں، مگر اس روشن دلیل کے ساتھ ان کا معاملہ کیا ہے؟ ـــ پھر انھوں نے اس سے پیٹھ پھیری، اور کہا: سکھلایا ہوا پاگل ہے! ـــ **لا حولَ ولا قوۃ إلا باللہ!**

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم ❁ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

(اگر چمگاڈر جیسی آنکھوں والے کو دن میں نظر نہ آئے ÷ تو سورج کی ٹکیا کا اس میں کیا قصور!)

اور شب پرہ گر وصل آفتاب نخواہد ❁ رونقِ بازارِ آفتاب نہ کاہد

(چمگاڈر اگر آفتاب سے ملنا نہ چاہے ÷ تو سورج کے بازار کی رونق نہیں گھٹائے گا)

آگے کی بات: ـــ ہم چندے عذاب کو ہٹائیں گے، پھر تم اپنی حالت پر آجاؤ گے ـــ چنانچہ ایسا ہی ہوا، ایک بھی ایمان نہیں لایا، فرماتے ہیں: ـــ (یاد کرو) جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے اس دن ہم بدلہ لیں گے ـــ قیامت کی پکڑ مراد ہے، کیونکہ یہ کال بدر کی جنگ کے بعد پڑا تھا۔

فائدہ: دخان مبین کے بارے میں دو رائیں ہیں: ایک: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے ہے کہ یہ پیشین گوئی

پوری ہوچکی، دوسری رائے: حضرات علی، ابن عباس، ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی ہے کہ یہ علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت ہے، جو قیامت کے بالکل قریب میں ظاہر ہوگی۔

اور دونوں قولوں میں تطبیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں: ایک: دخانِ مبین (واضح دھواں) دوم: محض دھواں۔ علاماتِ قیامت میں یہ دوم ہے، اور اول کا ذکر سورۃ الدخان میں ہے، اور دوم کا تذکرہ قرآن میں نہیں ہے، صرف حدیثوں میں ہے (دیکھیں تحفۃ الالمعی ۷:۴۴۸) اور یہ بات حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، فرمایا: ''دخان دو ہیں: ایک: گذر چکا، اور دوسرا جو باقی ہے وہ آسمان وزمین کی درمیانی فضاء کو بھر دے گا، اور مؤمن کو اس سے صرف زکام کی کیفیت پیدا ہوگی، اور کافر کے تمام منافذ کو پھاڑ ڈالے گا'' (یہ روایت روح المعانی میں ہے) یعنی سورۃ الدخان والا دھواں صرف آسمان کی طرف نظر آئے گا، اور علامتِ قیامت والا دھواں زمین سے نکلے گا اور پوری فضاء کو بھر دے گا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹﴾ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۲۸﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۲۹﴾

ع ۲۹ / ۱۴

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	وَجَآءَهُمْ	اور آیا ان کے پاس	اَدُّوْٓا	حوالے کرو
فَتَنَّا(۱)	جانچا ہم نے	رَسُوْلٌ	رسول	اِلَيَّ	میرے
قَبْلَهُمْ	ان (مکہ والوں) سے پہلے	كَرِيْمٌ	معزز	عِبَادَ اللّٰهِ	اللہ کے بندے
قَوْمَ فِرْعَوْنَ	فرعون کی قوم کو	اَنْ	کہ	اِنِّيْ لَكُمْ	بیشک میں تمہارے لئے

(۱) فتنّا: ماضی معروف، جمع متکلم، فتنَہ بشیئٍ (ض): کسی چیز سے آزمانا۔

رَسُوْلٌ	پیغامبر ہوں	فَاعْتَزِلُوْنِ	تو جدا ہو جاؤ مجھ سے	مِنْ جَنّٰتٍ	باغات
اَمِیْنٌ	معتبر	فَدَعَا	پس پکارا اس نے	وَّعُیُوْنٍ	اور چشمے
وَّاَنْ	اور یہ کہ	رَبَّہٗۤ	اپنے رب کو	وَّزُرُوْعٍ	اور کھیتیاں
لَّا تَعْلُوْا	نہ بلند ہوؤ	اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ	کہ یہ	وَّمَقَامٍ	اور جگہیں
عَلَى اللّٰهِ	اللہ پر	قَوْمٌ	لوگ ہیں	كَرِيْمٍ	عمدہ
اِنِّیْۤ	بے شک میں	مُّجْرِمُوْنَ	گنہگار	وَّنَعْمَةٍ	اور مال سامان
اٰتِيْكُمْ	لایا ہوں تمہارے پاس	فَاَسْرِ	پس لے چلیں	كَانُوْا فِيْهَا	تھے وہ اس میں
بِسُلْطٰنٍ	دلیل	بِعِبَادِیْ	میرے بندوں کو	فٰكِهِيْنَ	خوش طبعی کرنے والے
مُّبِيْنٍ	واضح	لَيْلًا	رات میں	كَذٰلِكَ	اسی طرح ہوا
وَاِنِّیْ	اور بے شک میں نے	اِنَّكُمْ	بے شک تم	وَاَوْرَثْنٰهَا	اور مالک بنایا ہم نے انکا
عُذْتُ	پناہ لے لی ہے	مُّتَّبَعُوْنَ	پیچھا کیے ہوئے ہو	قَوْمًا اٰخَرِيْنَ	دوسرے لوگوں کو
بِرَبِّیْ	میرے رب کی	وَاتْرُكِ	اور چھوڑ دیں	فَمَا بَكَتْ	پس نہیں رویا
وَرَبِّكُمْ	اور تمہارے رب کی	الْبَحْرَ	سمندر کو	عَلَيْهِمُ	ان پر
اَنْ (۱)	(اس سے) کہ	رَهْوًا (۲)	تھما ہوا	السَّمَآءُ	آسمان
تَرْجُمُوْنِ	سنگسار کرو تم مجھے	اِنَّهُمْ	بے شک وہ	وَالْاَرْضُ	اور زمین
وَاِنْ	اور اگر	جُنْدٌ	ایک لشکر ہے	وَمَا	اور نہیں
لَّمْ تُؤْمِنُوْا	نہیں ایمان لاتے تم	مُّغْرَقُوْنَ	ڈبایا ہوا	كَانُوْا	تھے وہ
لِیْ	مجھ پر	كَمْ (۳) تَرَكُوْا	کتنے چھوڑے انھوں نے	مُنْظَرِيْنَ	مہلت دیئے ہوئے

مکہ والوں سے پہلے فرعونیوں کو جانچا گیا، اور معزز رسول بھی آیا، مگر نتیجہ صفر رہا!

گذشتہ آیات میں مکہ کے مشرکین کو سخت قحط کی دھمکی دی تھی، اور یہ بھی خبر دیدی تھی کہ اس آزمائش کا کچھ فائدہ ظاہر نہیں ہوگا، اب اس کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں، مکہ والوں سے پہلے فرعون کی قوم کو سات آفتوں سے آزمایا گیا، کبھی

(۱) أن سے پہلے مِن محذوف ہے۔ (۲) رَهَا (ن) رَهْوًا: پرسکون ہونا، جوش ٹھنڈا ہونا، جیسے رَهَا البحر: سمندر تھم گیا (۳) کم: خبریہ ہے، یعنی بہت سے۔

پانی کا سیلاب آگیا، کبھی قحط پڑا، کبھی ہر طرف مینڈک پھدکنے لگے، کبھی ٹڈیاں آگئیں اور ہر چیز چاٹ گئیں، کبھی ہر چیز خون آلود ہوگئی، کبھی جوئیں پڑگئیں، یہ سب آفتیں موسیٰ علیہ السلام کی اطلاع کے بعد آتی تھیں، اس لئے وہ ان کے معجزات تھے، جیسے مکہ میں جو قحط پڑا وہ نبی ﷺ کا معجزہ تھا، کیونکہ وہ قرآن کی پیشین گوئی کے مطابق اور نبی ﷺ کی بددعا سے پڑا تھا۔

اور فرعونیوں کے پاس جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی پہنچے تھے، جیسے مکہ والوں کے پاس عظیم المرتبت، سید المرسلین ﷺ آئے ہیں، مگر ہر طرح کی فہمائش کے بعد بھی فرعونی ایمان نہیں لائے، بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوگئے، پس اللہ نے ان کی ہلاکت کا سامان کیا، اور وہ بحر قلزم کی موجوں کے حوالے کردیئے گئے، اور ان کے باغات، چشمے، کھیتیاں اور بہترین جگہیں دھری کی دھری رہ گئیں، اور وہ ساز وسامان بھی پیچھے رہ گیا جس میں وہ خوش گپیاں کرتے تھے، وہ سب دوسروں کے ہاتھ لگا، اور ان کی ہلاکت پر نہ آسمان کو رونا آیا نہ زمین کو، نہ ان کو لمحہ بھر کی مہلت ملی، اس میں مکہ والوں کے لئے سبق ہے، اگر وہ لیں!

آیاتِ پاک کا ترجمہ مع تفسیر: —— اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے (مکہ والوں) سے پہلے فرعون کی قوم کو آزمایا، اور ان کے پاس معزز رسول پہنچا —— اس نے فرعون کے سامنے مطالبہ رکھا —— کہ اللہ کے بندے (بنی اسرائیل) میرے حوالے کرو —— میں ان کو ان کے وطن کنعان (فلسطین) لے جاکر بساؤں —— اور دوسری بات موسیٰ علیہ السلام نے ان سے یہ کہی کہ —— میں تمہارے نفع کے لئے اللہ کا بھیجا ہوا معتبر رسول ہوں —— پس میری بات سنو، اور مانو —— اور تم اپنے رب کے سامنے سرکشی مت کرو —— یعنی اس کے معبود ہونے کا انکار مت کرو، اسی کو خدا مانو، اور اسی کی بندگی کرو —— بے شک میں تمہارے پاس واضح دلیل لایا ہوں —— عصا اور ید بیضاء کے معجزات دکھائے ہیں —— اور میں نے اپنے رب کی اور تمہارے رب کی پناہ لے لی ہے اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو —— یہ موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جب فرعون نے ارکانِ سلطنت سے کہا تھا کہ اگر تم اجازت دو تو میں اس کو قتل کردوں (المؤمن آیت ۲۶) اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم مجھے قتل نہیں کرسکتے، میں اللہ کی پناہ لے چکا ہوں، بہر حال وہ آپؑ کے قتل کے درپے ہوئے، مگر اللہ نے آپؑ کی حفاظت کی —— اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے جدا ہوجاؤ —— یعنی ستاؤ مت، یہ ارشاد ایسا ہے جیسا نبی ﷺ نے قریش سے کہا تھا: ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ﴾: مگر رشتہ داری کی رعایت میں مجھے ستاؤ مت!

پھر جب فرعونیوں کے ایمان سے مایوسی ہوگئی —— تو موسیٰ نے اپنے رب کو پکارا کہ یہ مجرم لوگ ہیں —— یعنی یہ

اپنے جرائم سے باز آنے والے نہیں، پس آپ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے ـــــ حکم ہوا: ـــــ پس لے چلیں میرے بندوں کو رات میں، تمہارا بالیقین تعاقب کیا جائے گا، اور چھوڑ دیں سمندر کو پرسکون، وہ بالیقین ڈبویا ہوا لشکر ہے! ـــــ فرعون مع لشکر سمندر میں خشک راستہ دیکھ کر گھسا، اس کے بعد اللہ کے حکم سے سمندر کا پانی چاروں طرف سے آ کر مل گیا، اور سارا لشکر لقمۂ اجل بن گیا!

کتنے ہی چھوڑ گئے باغات اور چشمے، اور کھیتیاں، اور عمدہ جگہیں، اور ساز وسامان جس میں وہ خوش طبعی کیا کرتے تھے ـــــ اسی طرح ہوا ـــــ یہ نہج بدلا ہے ـــــ اور مالک بنایا ہم نے ان کا ایک دوسری قوم کو ـــــ یعنی جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے، وہ سب سامان ان کے ہاتھ لگا ـــــ اور سورۃ الشعراء (آیت ۵۹) میں جو ہے کہ: ﴿وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ﴾: اور ان کے بعد بنی اسرائیل کو ان کا وارث بنایا: اس کو بھی یہاں مراد لے سکتے ہیں۔

پس نہ تو ان پر آسمان وزمین کو رونا آیا، اور نہ وہ مہلت دیئے ہوئے تھے ـــــ روایات میں ہے کہ مؤمن کے مرنے پر آسمان کا وہ دروازہ روتا ہے جس سے اس کی روزی اترتی تھی یا جس سے اُس کا عمل صالح اُوپر چڑھتا تھا، اور زمین روتی ہے جہاں وہ نماز پڑھتا تھا یعنی افسوس کرتی ہے کہ وہ اس سعادت سے محروم ہوگئی ـــــ اور کافر کے پاس عمل صالح کا بیج ہی نہیں، پھر اس پر آسمان یا زمین کیوں روئے، بلکہ شاید خوش ہوتے ہونگے کہ چلو پاپ کٹا، خس کم جہاں پاک! (فوائد)

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝ مِنْ فِرْعَوْنَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰي عِلْمٍ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰۗؤٌا مُّبِيْنٌ ۝

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	مِنْ فِرْعَوْنَ[1]	فرعون سے	اخْتَرْنٰهُمْ	چُن لیا ہم نے ان کو
نَجَّيْنَا	نجات دی ہم نے	اِنَّهٗ كَانَ	بے شک وہ تھا	عَلٰي عِلْمٍ	اپنے علم کی رُو سے
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	بنی اسرائیل کو	عَالِيًا	سرکش	عَلَي الْعٰلَمِيْنَ	دنیا جہاں پر
مِنَ الْعَذَابِ	مصیبت سے	مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ	حد سے نکلنے والوں سے	وَاٰتَيْنٰهُمْ	اور دی ہم نے ان کو
الْمُهِيْنِ	رسوا کن	وَلَقَدِ	اور البتہ تحقیق	مِّنَ الْاٰيٰتِ	نشانیوں میں سے

(۱) من فرعون: من العذاب المهين سے بدل ہے۔

مَا فِيهِ	وہ جس میں	بَلٰٓؤٌا[1]	آزمائش تھی	مُّبِينٌ	کھلی

بنی اسرائیل کے احوال میں مکہ کے مظلوم مسلمانوں کے لئے تین اشارے

فرعون اور اس کی قوم کے احوال میں کفارِ قریش کے لئے اشارے تھے، اور بنی اسرائیل کے احوال میں مظلوم مسلمانوں کے لئے تین اشارے ہیں، اور اسی لئے اس مضمون کو فرعون کے واقعہ سے الگ کیا ہے:

۱- جس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو رسوا کن مصیبت سے یعنی فرعون سے نجات بخشی، اسی طرح ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو بھی ظالموں کی چیرہ دستیوں سے نجات بخشیں گے، کیونکہ یہ کفار بھی فرعون کی طرح سرکش، حداطاعت سے نکلنے والے ہیں، اس لئے ان کی لٹیا ڈوبے گی، اور حق کا بول بالا ہوگا۔

۲- بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے ان کے زمانہ میں ہدایت وقیادت کے لئے منتخب کیا تھا، نبوت ان میں رکھی تھی، قیادت بھی ان کو سپرد کی تھی، اور یہ انتخاب اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے کیا تھا، وہ چھپی کھلی چیزوں سے واقف ہیں، اُس زمانہ میں بنی اسرائیل ہی اس کام کے لئے موزون تھے — اسی طرح اب آخری دور میں صحابہ کو خیر امت بنایا جائے گا، علم الٰہی میں صحابہ ہی اس کام کے لئے موزون تھے، چنانچہ بعد میں ان کے حق میں سورۃ آل عمران کی (آیت ۱۱۹) نازل ہوئی: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾: تم (علم الٰہی میں) بہترین جماعت تھے، جن کو لوگوں کے فائدے کے لئے وجود میں لایا گیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد مروی ہے کہ یہ آیت خاص صحابہ کے بارے میں ہے، اور بعد کے لوگوں میں سے جو صحابہ والے کام کریں وہ بہترین امت ہیں یعنی وہ صحابہ کے ساتھ لاحق ہیں۔

۳- فرعون کے شکنجہ سے نجات پانے کے بعد بنی اسرائیل کو متعدد انعامات سے نوازا گیا، ان کو اللہ کی عظیم کتاب تورات دی، میدانِ تیہ میں بادلوں نے ان پر سایہ کیا، کھانے کے لئے منّ وسلویٰ اتارا، اور ملک شام ان کو دیا جوان کا آبائی وطن تھا، حکم دیا کہ جہاد کرو اور عمالقہ کو وہاں سے نکالو، اور وہاں جا کر بسو۔

مگر یہ سب آیات ان کے لئے آزمائش بن گئیں، تورات دی گئی تو اس کو سیدھے قبول نہیں کیا، پہاڑ ان کے سروں پر معلق کیا تب قبول کیا، من وسلویٰ کا ذخیرہ کرنا شروع کردیا، اور جہاد سے منہ موڑ لیا پس چالیس سال کے لئے میدانِ تیہ میں محصور کر دیئے گئے۔

اس میں مکہ کے مظلوم مسلمانوں کے لئے اشارہ ہے کہ ان کو بھی آگے بہت سے انعامات سے نوازا جائے گا، مگر ان

(۱) بلاء: مصدر ہے، جب اس کی ماضی باب نصر سے آتی ہے تو امتحان وآزمائش کے معنی ہوتے ہیں، بَلَاهُ (ن) بَلَاءً: آزمانا، گرفتارِ مصیبت کرنا، اس کا ترجمہ مدد اور انعام بھی کرتے ہیں، کیونکہ اس دنیا میں ہر انعام میں آزمائش ہوتی ہے۔

میں آزمائش کا پہلو بھی ہوگا، اللہ کی ہر نعمت میں یہ پہلو ہوتا ہے: ﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾: تمہارے اموال اور تمہاری اولاد بس تمہارے لئے آزمائش کی چیزیں ہیں، دودھاری تلواریں ہیں، احتیاط سے استعمال کروگے تو دشمن کا سر پھوڑے گی، اور بے احتیاطی کروگے تو اپنا سر پھوڑلوگے، پس بنی اسرائیل کی طرح نہ ہوجانا، اس آزمائش میں کامیاب ہونا، چنانچہ ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو انعامات سے نوازا، اور وہ اس آزمائش میں کامیاب ہوئے۔

﴿وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝ مِنْ فِرْعَوْنَ ۚ إِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ۝﴾

ترجمہ: ــــ اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو رسواکن عذاب سے یعنی فرعون سے نجات دی، بے شک وہ سرکش حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا ــــ یعنی فرعون بذاتِ خود مجسم مصیبت تھا، بڑا متکبر اور سرکش تھا، اس سے نجات دی، اس میں پہلا اشارہ ہے ــــ اور ہم نے ان کو فوقیت دی، اپنے علم کی رُو سے، دنیا جہاں والوں پر ــــ اس میں دوسرا اشارہ ہے ــــ اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں جن میں صریح آزمائش تھی ــــ اس میں تیسرا اشارہ ہے۔

إِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ۝ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ۝ فَأْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ أَهْلَكْنٰهُمْ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝ مَا خَلَقْنٰهُمَآ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ أَجْمَعِيْنَ ۝ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۚ إِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

إِنَّ هٰٓؤُلَآءِ	بے شک یہ لوگ	إِلَّا مَوْتَتُنَا	مگر ہماری موت	بِمُنْشَرِيْنَ (۲)	دوبارہ اٹھائے گئے
لَيَقُوْلُوْنَ	ضرور کہیں گے	الْأُوْلٰى	پہلی	فَأْتُوْا	پس لاؤ
إِنْ هِيَ (۱)	نہیں ہے وہ (موت)	وَمَا نَحْنُ	اور نہیں ہیں ہم	بِاٰبَآئِنَا	ہمارے باپ دادوں کو

(۱) ھی: کا مرجع بعد میں ہے، اور وہ موت ہے (۲) مُنْشَر: اسم مفعول: اٹھائے گئے، زندہ کئے گئے إنشار: مصدر باب افعال مجرد نشر: پھیلانا۔

اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	وَالْاَرْضَ	اور زمین کو	يَوْمَ	جس دن
صٰدِقِيْنَ	سچے	وَمَا بَيْنَهُمَا	اور دونوں کی درمیانی	لَا يُغْنِيْ	نہیں کام آئے گا
اَهُمْ	کیا وہ		چیزوں کو	مَوْلًى (۳)	ایک تعلق والا
خَيْرٌ	بہتر ہیں	لٰعِبِيْنَ (۲)	کھیلتے ہوئے	عَنْ مَّوْلًى (۴)	دوسرے تعلق والے کے
اَمْ قَوْمُ	یا قوم	مَا خَلَقْنٰهُمَآ	نہیں پیدا کیا ہم نے دونوں کو	شَيْـًٔا	کچھ بھی
تُبَّعٍ (۱)	تبع کی	اِلَّا بِالْحَقِّ	مگر با مقصد	وَّلَا هُمْ	اور نہ وہ
وَّ الَّذِيْنَ	اور جو	وَلٰكِنَّ	لیکن	يُنْصَرُوْنَ	مدد کئے جائیں گے
مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے؟	اَكْثَرَهُمْ	ان کے اکثر	اِلَّا مَنْ (۵)	مگر جس پر
اَهْلَكْنٰهُمْ	ہلاک کیا ہم نے ان کو	لَا يَعْلَمُوْنَ	جانتے نہیں	رَّحِمَ	مہربانی فرمائیں
اِنَّهُمْ كَانُوْا	بے شک وہ تھے	اِنَّ يَوْمَ	بے شک دن	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
مُجْرِمِيْنَ	بدکار	الْفَصْلِ	فیصلہ کا	اِنَّهٗ هُوَ	بے شک وہی
وَمَا خَلَقْنَا	اور نہیں پیدا کیا ہم نے	مِيْقَاتُهُمْ	ان کا وقتِ مقرر ہے	الْعَزِيْزُ	زبردست
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کو	اَجْمَعِيْنَ	سبھی کا	الرَّحِيْمُ	بڑے رحم والے ہیں

ارتباط کا بیان

سورت توحید کے بیان سے شروع ہوئی ہے، پھر مکہ والوں کو کھڑ کھڑایا تھا کہ اگر توحید کو نہیں مانو گے تو سخت کال پڑے گا، جس سے نانی یاد آجائے گی، ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا تھا کہ تم اس تنبیہ سے بھی ایمان نہیں لاؤ گے، پھر اس کی مثال میں فرعونیوں کا تذکرہ کیا تھا، اس کے بعد بنی اسرائیل پر انعامات کا ذکر آیا تھا، اب کلام پیچھے کی طرف لوٹ رہا ہے، مشرکین مکہ سے خطاب ہے جو بعث بعد الموت کو نہیں مانتے تھے، اب یہی سلسلۂ بیان آخر سورت تک چلے گا، اس سورت میں رسالت اور دلیلِ رسالت (قرآن) کا تفصیلی تذکرہ نہیں ہے۔

(۱) تُبَّع: یمن کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ (۲) لاعبین: حال ہے (۳) مولیٰ: تعلق والا، چار مراتب ہیں: اجنبی، مولیٰ (تعلق والا) صدیق (دوست) اور خلیل (مخلص دوست) (۴) نکرہ کا نکرہ سے اعادہ کیا جائے تو ثانی غیرِ اول ہوتا ہے پس تعلق دوطرفہ ہے، ہر ایک کا دوسرے سے تعلق ہے (۵) إلا: استثناء لاینصرون سے ہے، لایغنی سے نہیں اور دلیل فاصلہ ہے یعنی مؤمنین کی اللہ تعالیٰ مدد کریں گے۔

آخرت کا بیان

مشرکین مکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو نہیں مانتے تھے، وہ کہتے تھے: بس موت یہی دنیا کی موت ہے! یعنی مر گئے اور ختم ہو گئے، پھر کوئی زندگی نہیں، اور تم اے مسلمانو! اگر اپنے عقیدہ میں سچے ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو زندہ کر کے دکھا دو تو ہم مان لیں!

ان پر دو طرح سے ردّ کیا ہے:

۱- یہی بات تبع کی قوم اور ان سے پہلے والے کہتے تھے، ان کو اسی بات کی وجہ سے ہلاک کیا گیا، اگر یہ بات صحیح ہوتی تو ان کو سزا کیوں ملتی؟ اور تم کیا ان سے ساز و سامان میں بہتر ہو؟ نہیں! پھر تم کو سزا کیوں نہیں مل سکتی؟

۲- کائنات کا اتنا بڑا کارخانہ کوئی کھیل تماشا نہیں، یہ بچوں کا گھروندا نہیں کہ کھیلا پھر توڑ دیا! بلکہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کا سب کچھ ایک خاص مقصد سے بنایا گیا ہے، اور وہ مقصد جزاؤ سزا ہے، اور یہ مقصد دوسری زندگی ہی میں پورا ہوگا، اس لئے وہ زندگی ناگزیر ہے۔

پھر فرمایا کہ گذشتہ قوموں کو تو ان کی اس غلط بات کی سزا دنیا میں ملی، مگر قریش کے مجرموں کو دنیا میں سزا نہیں ملے گی، ان کی سزا کا مقررہ وقت فیصلہ کا دن ہے، قیامت کے دن ان کو بھی اور اُن کو بھی سخت سزا ملے گی، دنیا کی سزا پر اُن کا قصہ نمٹ نہیں گیا، اصل سزا آخرت کی سزا ہے، وہ ضرور اِن کو اور اُن کو مل کر رہے گی، اور جب آخرت میں سزا ملے گی تو کوئی تعلق والا دوسرے تعلق والے کے کچھ کام نہیں آئے گا، نہ اللہ کی طرف سے وہ مدد کئے جائیں گے، ہاں مؤمنین کی اللہ تعالیٰ مدد کریں گے، کیونکہ وہ زبردست بڑے رحم والے ہیں، جس کی چاہیں مدد کریں، اور جس پر چاہیں مہربانی فرمائیں!

آیاتِ پاک مع تفسیر: —— بے شک یہ لوگ ضرور کہیں گے: نہیں ہے وہ (موت) مگر بس ہماری پہلی موت —— یعنی دنیا کی موت —— اور نہیں ہیں ہم دوبارہ زندہ کئے ہوئے —— کیونکہ اُس موت کے بعد زندگی ہوگی تو پھر دوسری موت آئے گی ایسا نہیں، بس یہی موت ہے —— پس لاؤ تم ہمارے اسلاف کو اگر تم سچے ہو —— تو ہم جانیں اور مانیں!

پہلا ردّ: —— کیا وہ (ساز و سامان میں) بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور جو ان سے پہلے ہوئے؟ —— تبّع: یمن کے بادشاہوں کا لقب تھا، اور تبابعہ متعدد ہوئے ہیں، آیت میں کونسا تبع مراد ہے؟ اس کی تعیین مشکل ہے، اور کہتے ہیں کہ یہ تبع مؤمن تھا، اور اس کی رعایا کافر تھی، اس لئے قوم تبع کہا —— اور جو ان سے پہلے ہوئے: یعنی عاد و ثمود اور قوم نوح وغیرہ۔ عاد: مکہ سے جنوب میں یمن میں حضر موت کے پاس احقاف میں آباد تھے، اور ثمود: شمال میں وادی القری میں، اور شمال میں قوم لوط اور اصحابِ مدین تھے، اور قرآنِ کریم جزیرۃ العرب میں ہلاک ہونے والی قوموں کا تذکرہ کرتا ہے، ساری دنیا

کی اقوام کا ذکر نہیں کرتا، کیونکہ انہی اقوام سے قرآن کے پہلے مخاطب (عرب) واقف تھے، اور ان سے زمانہ کے اعتبار سے قریب تبع تھے، اس لئے ان سے بات شروع کی ہے، پھر ان سے پہلے گذری ہوئی قوموں کا حوالہ دیا ہے —— ہم نے ان کو ہلاک کیا، وہ بالیقین گنہگار تھے —— یعنی وہ بھی بعث بعد الموت کا انکار کرتے تھے۔

دوسرا ردّ: —— اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو، اور زمین کو، اور جو ان کے درمیان ہے —— اس میں انسان بھی آ گئے —— کھیلتے ہوئے، نہیں پیدا کیا ہم نے دونوں کو —— درمیانی چیزوں کا ذکر چھوڑ دیا، مگر وہ بھی مراد ہیں —— مگر خاص مقصد سے، لیکن ان کے اکثر جانتے نہیں! —— اس کی تفسیر اوپر آ گئی۔

پس فیصلہ کا دن اِن کا سب کا وقتِ مقرر ہے —— اس میں اشارہ ہے کہ مکہ کے مشرکوں کو ان کی غلط بات کی سزا دنیا میں نہیں ملے گی، وہ ہلاک نہیں کئے جائیں گے —— ان کو سزا قیامت کے دن ملے گی، اور أجمعین: اس لئے بڑھایا ہے کہ گذشتہ اقوام کو بھی قیامت کے دن سزا ملے گی، دنیا کی سزا پر ان کا معاملہ نمٹ نہیں گیا۔

جس دن ایک تعلق والا دوسرے تعلق والے کے کچھ بھی کام نہیں آئے گا —— اس دن نفسی نفسی کا عالم ہوگا —— اور نہ (اللہ کی طرف سے) ان کی مدد کی جائے گی —— ہاں مگر جس پر اللہ نے رحم فرمایا —— اور اس کو دنیا میں ایمان کی توفیق دی، اس کی ضرور مدد کی جائے گی —— بے شک وہ زبردست بڑے رحم والے ہیں!

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ﴿۴۴﴾ کَالْمُهْلِ ۚ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

اِنَّ شَجَرَتَ	بے شک درخت	الْاَثِیْمِ (۲)	بڑے گنہگاروں کا	فِی الْبُطُوْنِ	پیٹوں میں
الزَّقُّوْمِ (۱)	زقوم کا	كَالْمُهْلِ (۳)	جیسے پگھلی ہوئی دھات	كَغَلْيِ	کھولنے کی طرح
طَعَامُ	کھانا ہے	يَغْلِيْ	کھولے گا وہ	الْحَمِيْمِ	سخت گرم پانی کے

(۱) زقّوم کے لئے اسی جلد میں سورۃ الصافات کی (آیت ۶۲) دیکھیں (۲) الأثیم: میں الف لام عہدی ہے: بڑا گنہگار یعنی کافر۔ (۳) مُهْل: ہر معدنی چیز، جیسے سونا، چاندی، لوہا، تانبا، اور پگھلی ہوئی دھات کو بھی کہتے ہیں، تیل کی تلچھٹ، گاد بھی اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔

خُذُوْهُ	پکڑو اس کو	فَوْقَ رَاْسِهٖ	اس کے سر پر	الْعَزِيْزُ	زبردست
فَاعْتِلُوْهُ[1]	پھر گھسیٹو اس کو	مِنْ عَذَابِ	عذاب سے	الْكَرِيْمُ	عزت والا ہے
اِلٰى سَوَآءِ	طرف بیچ	الْحَمِيْمِ	جلتے پانی کے	اِنَّ هٰذَا	بے شک یہ
الْجَحِيْمِ	دوزخ کے	ذُقْ	چکھو	مَا كُنْتُمْ بِهٖ	وہ ہے جس میں تھے تم
ثُمَّ صُبُّوْا	پھر ریڑھو	اِنَّكَ اَنْتَ	بے شک تو تو	تَمْتَرُوْنَ	شک کرتے

قیامت کے دن کافروں کا حال

بے شک زقّوم کا درخت بڑے مجرم (کافر) کا کھانا ہے، جیسے پگھلی ہوئی دھات ـــــ یعنی زقوم پیٹ میں پہنچ کر پگھلی ہوئی دھات کی شکل اختیار کرلے گا ـــــ کھولے گا وہ پیٹوں میں تیز گرم پانی کے کھولنے کی طرح ـــــ یہ ایک منظر ہے ـــــ دوسرا منظر: قیامت کے دن فرشتوں کو حکم ہوگا ـــــ پکڑو اس کو، پھر گھسیٹ کر دوزخ کے بیچ میں لے جاؤ، پھر اس کے سر پر گرم پانی کا عذاب چھوڑو، چکھ! تو تو بڑا معزز و مکرم تھا ـــــ یعنی اب کہاں گئی تیری عزت اور سرداری! ـــــ بے شک یہ وہ چیز ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے ـــــ یعنی تمہیں اس کا یقین کہاں تھا، اب دیکھ لیا نہ کہ قرآن کی خبریں سچی تھیں!

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿۵۱﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۵۲﴾ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَ وَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ	بے شک پرہیزگار	اَمِيْنٍ	چین کے ہونگے	وَّ عُيُوْنٍ	اور چشموں میں
فِيْ مَقَامٍ	جگہ میں	فِيْ جَنّٰتٍ	باغات میں	يَّلْبَسُوْنَ	پہنیں گے وہ

(۱) اعتلوا: امر، جمع مذکر، عَتَلَہ (ض) عَتْلاً: بہت زور سے کھینچنا، سختی کے ساتھ گھسیٹنا۔

مِنْ سُنْدُسٍ	پتلے ریشم سے	اٰمِنِيْنَ	بہ اطمینان	ذٰلِكَ هُوَ	یہ وہ
وَّاِسْتَبْرَقٍ	اور دبیز ریشم سے	لَا يَذُوْقُوْنَ	نہیں چکھیں گے وہ	الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ	بڑی کامیابی ہے
مُّتَقٰبِلِيْنَ(۱)	ایک دوسرے کے آمنے	فِيْهَا	اس میں	فَاِنَّمَا	پس اس کے علاوہ نہیں
	سامنے ہوں گے	الْمَوْتَ	موت	يَسَّرْنٰهُ	(کہ) آسان کیا ہم
كَذٰلِكَ(۲)	ایسا ہی ہوگا	اِلَّا الْمَوْتَةَ(۴)	سوائے موت		نے اس کو
وَزَوَّجْنٰهُمْ	اور بیاہ دیں گے ہم ان کو	الْاُوْلٰى	پہلی کے	بِلِسَانِكَ	آپ کی زبان میں
بِحُوْرٍ(۳)	گوری عورتیں	وَوَقٰهُمْ	اور بچایا اللہ نے ان کو	لَعَلَّهُمْ	تاکہ وہ
عِيْنٍ	بڑی آنکھوں والیاں	عَذَابَ	عذاب سے	يَتَذَكَّرُوْنَ	نصیحت حاصل کریں
يَدْعُوْنَ	منگوائیں گے وہ	الْجَحِيْمِ	دوزخ کے	فَارْتَقِبْ	پس آپ انتظار کریں
فِيْهَا	اس میں	فَضْلًا(۵)	مہربانی	اِنَّهُمْ	بے شک وہ
بِكُلِّ فَاكِهَةٍ	ہر میوہ	مِّنْ رَّبِّكَ	تیرے رب کی طرف سے	مُّرْتَقِبُوْنَ	انتظار کرنے والے ہیں

قیامت کے دن پرہیزگاروں کا حال

بے شک پرہیزگار امن چین کی جگہ میں ہونگے —— یاد رہے: قرآن عام مسلمان کا حال بیان نہیں کرتا، نیک مسلمان کا حال بیان کرتا ہے، یہاں بھی پرہیزگاروں کا حال بیان کیا ہے، پس بے عمل اور بدعمل مسلمان چوکنا ہوجائیں —— باغوں میں اور چشموں میں ہونگے —— یعنی یہ دونوں نعمتیں ان کو حاصل ہونگی —— وہ باریک اور دبیز ریشم پہنیں گے —— جنت میں ریشم، شراب اور سونا حلال ہیں —— آمنے سامنے بیٹھے ہونگے —— یعنی جنت میں کوئی کسی سے روگردانی نہیں کرے گا، بے تکلف دوستوں کی طرح آمنے سامنے بیٹھیں گے —— اسی طرح ہوگا —— یہ کلام کا نہج بدلا ہے —— اور ہم ان کا بیاہ کردیں گے —— یعنی باقاعدہ عقدِ نکاح کریں گے یا صرف ملائیں گے —— گوری بڑی آنکھوں والی عورتوں سے —— کالا رنگ ناپسندیدہ ہے، اور چھوٹی آنکھیں عیب ہیں —— منگوائیں گے وہ جنت میں ہر میوہ اطمینان سے —— یعنی یہ اندیشہ نہیں ہوگا کہ خدام کہہ دیں: اسٹاک ختم! —— وہاں موت کا مزہ نہیں چکھیں گے

(۱) متقابلین: حال ہے یلبسون کے فاعل سے (۲) کذلك: أی الأمر كذلك۔ (۳) حور: حوراء کی جمع: گوری عورت اور عین: عیناء کی جمع: بڑی آنکھوں والی عورت (۴) إلا: بمعنی غیر: مابعد کی طرف مضاف ہے، پھر مرکب اضافی الموت کی صفت ہے۔ (۵) فضلاً: فعل مقدر کا مفعول مطلق یا وقاھم کا مفعول لہ ہے۔

سوائے پہلی موت کے —— یہ بات دفع دخل مقدر کے طور پر بڑھائی ہے، ورنہ ''وہاں موت کا مزہ نہیں چکھیں گے'' کہنا کافی تھا، مگر کوئی خیال کرسکتا تھا کہ ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ قاعدہ کلیہ ہے، جنتیوں پر بھی اس کا اطلاق ہوگا، اس لئے فرمایا کہ پہلی موت میں اس کا تحقق ہو چکا، اب دوبارہ اس کا تحقق نہیں ہوگا۔

اور اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ کے عذاب سے بچائیں گے —— یہ منفی پہلو سے مستقل نعمت ہے —— آپؐ کے رب کے فضل سے —— یہ سب ہوگا —— یہی بڑی کامیابی ہے!

پس ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں آسان (نازل) کیا ہے، تاکہ وہ نصیحت پذیر ہوں —— یعنی اپنی مادری زبان میں ہونے کی وجہ سے آسانی سے سمجھ لیں اور ایمان لائیں۔

سو آپؐ انتظار کریں، وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں —— یعنی اگر نہ سمجھیں تو آپؐ چندے انتظار کریں، ان کا انجام بد سامنے آجائے گا، اور وہ بھی منتظر ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی آفت پڑے اور ان کا وجود ختم ہوجائے، مگر ایسا نہیں ہوگا، اسلام کا پودا پھلے گا پھولے گا!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ وَ فِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾

حٰمٓ	حا،میم	وَمَا يَبُثُّ	اور جو پھیلائے	فَاَحْيَا	پس زندہ کیا
تَنْزِيْلُ	اتارنا	مِنْ دَآبَّةٍ (۱)	جانوروں سے	بِهٖ	اس کے ذریعہ
الْكِتٰبِ	اس کتاب کا	اٰيٰتٌ	نشانیاں ہیں	الْاَرْضَ	زمین کو
مِنَ اللّٰهِ	اللہ کی طرف سے ہے	لِّقَوْمٍ	ان لوگوں کے لئے	بَعْدَ	بعد
الْعَزِيْزِ	(جو) زبردست	يُّوْقِنُوْنَ	(جو) یقین کرتے ہیں	مَوْتِهَا	اس کے مرنے کے
الْحَكِيْمِ	بڑی حکمت والا ہے	وَاخْتِلَافِ (۲)	اور ادلنے بدلنے میں	وَتَصْرِيْفِ (۴)	اور رخ بدلنے میں
اِنَّ	بے شک	الَّيْلِ	رات	الرِّيٰحِ	ہواؤں کے
فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں	وَ النَّهَارِ	اور دن کے	اٰيٰتٌ	نشانیاں ہیں
وَ الْاَرْضِ	اور زمین میں	وَمَآ اَنْزَلَ	اور جو اتاری	لِّقَوْمٍ	ان لوگوں کے لئے
لَاٰيٰتٍ	البتہ نشانیاں ہیں	اللّٰهُ	اللہ نے	يَّعْقِلُوْنَ	(جو) سمجھ رکھتے ہیں
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ	ماننے والوں کے لئے	مِنَ السَّمَآءِ	آسمان سے	تِلْكَ	یہ
وَ فِيْ خَلْقِكُمْ	اور تمہارے پیدا کرنے میں	مِنْ رِّزْقٍ (۳)	روزی (بارش)	اٰيٰتُ	آیتیں ہیں

(۱) من دابۃ: ما: موصولہ کا بیان ہے، اور ما یبث کا خلقکم پر عطف ہے (۲) اختلافِ کو فی مقدر نے جر دیا ہے (۳) رزق: سے بارش مراد ہے، سبب بول کر مسبب مراد لیا ہے۔ (۴) تصریف: ہوا کا رخ بدلنا، ایک طرف سے دوسری طرف لے جانا۔

اللّٰہ کے بعد	بَعْدَ اللّٰهِ	ٹھیک ٹھیک	بِالْحَقِّ	اللہ کی	اللّٰهِ
اوراس کی نشانیوں کے بعد	وَ اٰيٰتِهٖ	پس کونسی	فَبِاَيِّ	پڑھتے ہیں ان کو	نَتْلُوْهَا
ایمان لائیں گے وہ	يُؤْمِنُوْنَ	بات پر	حَدِيْثٍۭ	آپ کے سامنے	عَلَيْكَ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سورت کا نام اور موضوع

آیت ۲۸ میں لفظ جاثیۃ آیا ہے، اس سے سورت کا نام رکھا ہے، جاثیۃ: اسم فاعل، واحد مؤنث ہے، اس کے معنی ہیں: دوزانو بیٹھنا اور گھٹنوں کے بل بیٹھنا، فعل ہے جَثَا (ن) جَثْوًا وَجُثُوًّا، فھو جاثٍ، وھی جاثیۃ، قیامت کے دن امتیں اس طرح بیٹھیں گی۔ اس سورت کا نزول کا نمبر ۶۴ ہے، سورہ دخان کا نمبر ۶۳ تھا، یعنی یہ سورت: سورہ دخان کے بعد متصلاً نازل ہوئی ہے، اور متصل ہی رکھی گئی ہے، اس سورت کے بھی بنیادی مضامین توحید، رسالت اور آخرت ہیں، یہی حوامیم کے بنیادی مضامین ہیں —— شروع سے آیت ۱۵ تک توحید کا بیان ہے، پھر آیت ۱۶ سے ۲۰ تک رسالت کا مضمون ہے، پھر آیت ۲۱ سے آخر تک آخرت کا بیان ہے، اور اس سورت کا انداز بیان البیلا (انوکھا) ہے، اس لئے گھٹنے ٹیک کر مطالعہ کریں۔

جاننا چاہئے کہ گذشتہ دوسورتوں کے شروع میں 'کتاب مبین' کی قسم کھائی تھی، اور اس سورت میں اور آئندہ سورت میں ہے: ''یہ کتاب: اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے اتاری جارہی ہے'' یہ تفنّن ہے، یعنی نہج بدلا ہے، مطلب اِس کا بھی وہی ہے کہ قرآنِ کریم تینوں مسائل کی دلیل ہے، آفتاب آمد دلیلِ آفتاب!

قدرت کاملہ کے کارناموں سے توحید پر استدلال

قرآنِ کریم کبھی توحید اس طرح ثابت کرتا ہے کہ اللہ کی قدرت کاملہ کے کارنامے بیان کرتا ہے، اور ان سے توحید الوہیت پر استدلال کرتا ہے، سورۃ النبأ کے شروع میں بھی یہی انداز ہے، یہاں بھی وہی انداز ہے، اللہ کے چھ کارنامے مثال کے طور پر ذکر کئے ہیں، جو اللہ کے ساتھ خاص ہیں، کوئی دوسرا یہ کام نہیں کرسکتا۔

۱- جو شخص آسمانوں اور زمین میں غور کرے گا وہ صرف اللہ کی الوہیت مان لے گا، اتنی بڑی مخلوقات اور کون وجود میں لاسکتا ہے؟ خیال رہے: غور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں نہیں کرنا، اس کا تو راستہ ہی ہمیں معلوم نہیں، بلکہ غور دونوں کی موجودہ ہیئت میں کرنا ہے۔

۲-انسان خود اپنی پیدائش میں غور کرے تو بھی اللہ کی الوہیت کا یقین کر سکتا ہے، اللہ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا، بے جان مادّے کو سات مراحل سے گذارا، اور اشرف المخلوقات انسان بنایا —— پھر اس کو ساری زمین میں پھیلا دیا، قدرتی نظام یہ ہے کہ لڑکی تو دوسرے گھر چلی جاتی ہے، لڑکے کے بھی جب بال وپَر آجاتے ہیں تو وہ اڑنے کی کوشش کرتا ہے، یوں ساری زمین اللہ نے انسانوں سے آباد کردی، اگر اللہ تعالیٰ انسان کی ایسی فطرت نہ بناتے تو اولاد کبھی ماں باپ سے جدا نہ ہوتی، سارے انسان ایک ہی گھر میں بسے ہوئے ہوتے!

۳-دوابّ (حیوانات) اَن گنت ہیں، ان کی پیدائش میں غور کریں، ان کو بھی اللہ نے مٹی سے بنایا ہے، اور زمین میں پھیلایا ہے، یعنی ہر علاقہ کے مناسب حیوانات وہاں پیدا کئے ہیں۔

نوٹ: بثّ: پھیلانے کا مفہوم خلقکم میں ملحوظ ہے، اور تخلیق کا مفہوم دوابّ میں، یعنی دواب کی پیدائش بھی قدرت کی نشانی ہے، اور انسانوں کو پھیلانا بھی قدرت کی نشانی ہے، مضامین کا تبادلہ ہوگا۔

۴-اللہ تعالیٰ شب وروز کو یکے بعد دیگرے لاتے ہیں، بارہ گھنٹے دن رہتا ہے، پھر رات آجاتی ہے، پھر بارہ گھنٹے کے بعد دن شروع ہوجاتا ہے، سوچو! یہ کام اللہ کے سوا کون کر سکتا ہے؟

۵-اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برساتے ہیں، اس سے مردہ زمین لہلہانے لگتی ہے، اور اس طرح اللہ تعالیٰ حیوانات کی معیشت کا انتظام کرتے ہیں، یہ کام بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

۶-ہوائیں رخ بدل بدل کر چلتی ہیں، کبھی مشرق کی طرف سے، کبھی مغرب کی طرف سے، کبھی شمال کی طرف سے، کبھی جنوب کی طرف سے، اور کبھی گرم ہوا چلتی ہے کبھی سرد، اس طرح اللہ تعالیٰ ہوا کو الٹتے پلٹتے ہیں، اگر ایسا نہ ہو، اور ایک ہی طرف سے ہوا چلتی رہے تو ہر چیز جھک جائے، کوئی چیز کھڑی نہ رہ سکے، اور گرم ہوا ہی چلتی رہے تو ہر چیز جھلس جائے، اور ٹھنڈی ہی چلتی رہے تو ہر چیز برف بن جائے۔

ان امور میں آدمی غور کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ کام اُس زبردست قادر وحکیم کے سوا کسی کے بس کی بات نہیں، پس اللہ کو چھوڑ کر دوسرا کون ہے جس کو معبود بنایا جائے؟ اور اس کی باتوں کو چھوڑ کر کس کی بات ماننے کے قابل ہے؟ یہ اللہ کی سچی اور کھری باتیں ہیں ان کو مان لو، اور صرف اسی کو معبود جانو، اور اسی کی بندگی کرو۔

آیاتِ پاک: —— حا،میم —— یہ حروفِ مقطعات ہیں —— اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے یہ کتاب نازل کی جارہی ہے —— اور یہی کتاب سورت میں مذکور تینوں مضامین کی دلیل ہے —— (۱) بے شک آسمانوں اور زمین میں بالتحقیق ماننے والوں کے لئے دلائل ہیں —— (۲) اور تمہارے پیدا کرنے میں (۳) اور ان

جانوروں میں جن کو زمین میں پھیلایا ہے، ان لوگوں کے لئے دلائل ہیں جو یقین کرتے ہیں —— (۴) اور رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں (۵) اور اس روزی (بارش) میں جو اللہ نے آسمان سے اتاری ہے، پھر اس کے ذریعہ زمین کو مر جانے کے بعد زندہ کیا (۶) اور ہواؤں کے رخ بدلنے میں، دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں —— یہ اللہ کی آیتیں ہیں، پڑھتے ہیں ہم ان کو آپ کے سامنے صحیح صحیح —— پس اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کس بات پر لوگ ایمان لائیں گے؟

وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٧﴾ يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا ۖ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٨﴾ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٩﴾ مِّن وَرَائِهِمْ جَهَنَّمُ ۖ وَلَا يُغْنِي عَنْهُم مَّا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠﴾ هَٰذَا هُدًى ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ ﴿١١﴾

۱ع

وَيْلٌ	خرابی ہے	كَأَن لَّمْ	گویا نہیں	أُولَٰئِكَ	یہی لوگ
لِّكُلِّ أَفَّاكٍ (۱)	ہر بڑے جھوٹے کیلئے	يَسْمَعْهَا	سنا ان کو	لَهُمْ	ان کے لئے
أَثِيمٍ	پاپی (گنہگار)	فَبَشِّرْهُ	پس خوش خبری سنا اس کو	عَذَابٌ	سزا ہے
يَسْمَعُ	سنتا ہے	بِعَذَابٍ أَلِيمٍ	دردناک سزا کی	مُّهِينٌ	رسوا کن
آيَاتِ اللَّهِ	اللہ کی آیتیں	وَإِذَا عَلِمَ	اور جب جانا اس نے	مِّن وَرَائِهِمْ	ان کے پرے
تُتْلَىٰ	پڑھی جاتی ہیں	مِنْ آيَاتِنَا	ہماری آیتوں سے	جَهَنَّمُ	دوزخ ہے
عَلَيْهِ	اس کے سامنے	شَيْئًا	کسی چیز کو	وَلَا يُغْنِي	اور نہیں کام آئے گا
ثُمَّ يُصِرُّ (۲)	پھر ضد کرتا ہے	اتَّخَذَهَا	بنایا ان کو	عَنْهُم	ان کے
مُسْتَكْبِرًا	گھمنڈ کرتے ہوئے	هُزُوًا	ٹھٹھا	مَّا كَسَبُوا	جو کمایا انھوں نے

(۱) أفاك: إفك سے مبالغہ کا صیغہ: مہا جھوٹا (۲) أَصَرَّ إِصْرَارًا على الأمر: کسی بات پر جما رہنا، اڑنا، ضد کرنا۔

شَيْـًٔا	کچھ بھی	عَذَابٌ	سزا ہے	بِاٰيٰتِ	آیتوں کا
وَّلَا مَا	اور نہ جو	عَظِيْمٌ	بڑی	رَبِّهِمْ	ان کے رب کی
اتَّخَذُوْا	بنایا انھوں نے	هٰذَا	یہ	لَهُمْ	ان کے لئے
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ کو چھوڑ کر	هُدًى	سجھانا ہے	عَذَابٌ	سزا ہے
اَوْلِيَآءَ	کارساز	وَالَّذِيْنَ	اور جنھوں نے	مِّنْ رِّجْزٍ	گندگی سے
وَلَهُمْ	اور ان کے لئے	كَفَرُوْا	انکار کیا	اَلِيْمٌ	دردناک

توحید کے دلائل سن کر شرک پر اڑے رہنے والے کا انجام

ارشاد فرماتے ہیں: —— ہر مہا جھوٹے پاپی کے لئے بڑی خرابی ہے —— یعنی شرک بہت بڑا جھوٹ ہے، اور وہ ناقابلِ عفو گناہ ہے، اس لئے مشرک کے لئے ہلاکت ہے —— وہ اللہ کی آیتیں سنتا ہے، جو اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں، پھر وہ (شرک پر) تکبر سے اڑا رہتا ہے، گویا اس نے ان کو سنا ہی نہیں، پس آپ اس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنادیں! —— تکبر سے: یعنی اس کو اللہ کی باتیں ماننے میں اپنی سُبکی نظر آتی ہے، کیونکہ اس صورت میں اس کو اللہ کے رسول کی اطاعت کرنی پڑے گی، جو اسے گوارہ نہیں —— اور جب اس نے ہمارے (توحید کے) دلائل میں سے کسی چیز کو جانا تو وہ ان کی ہنسی اڑاتا ہے —— یہ اس نے انکار میں ترقی کی —— انہیں لوگوں کے لئے رسوا کن عذاب ہے —— جزاء جنسِ عمل سے ہوتی ہے، اس نے آیات کی اہانت کی تو سزا اہانت آمیز ملی —— ان کے آگے جہنم ہے —— جو رسوا کن سزا ہے —— اور نہیں کام آئیں گی ان کے وہ چیزیں جو وہ کماتے تھے —— یعنی ان کے اموال واولاد وغیرہ کوئی چیز کام نہ آئے گی جب جہنم سامنے آجائے گی —— اور نہ وہ جن کو انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر کارساز بنا رکھا ہے —— جن سے ان کو مدد کی امید ہے وہ امید بھی بَر نہ آئے گی —— اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے —— وہی جہنم کا عذاب! —— یہ سُجھانا ہے —— یعنی اللہ نے تمہیں شرک کے انجام سے آگاہ کردیا، آگے تم جانو! —— اور جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کا انکار کیا ان کے لئے دردناک غلیظ عذاب ہے!

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾

اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	مَّا	اس کو جو	لِلَّذِيْنَ	ان لوگوں سے جو
الَّذِيْ	جنھوں نے	فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں ہے	لَا يَرْجُوْنَ	نہیں ڈرتے
سَخَّرَ	کام میں لگایا	وَمَا	اور اس کو جو	اَيَّامَ اللّٰهِ (۳)	اللہ کے دنوں سے
لَكُمُ	تمہارے لئے	فِي الْاَرْضِ	زمین میں ہے	لِيَجْزِيَ	تاکہ بدلہ دیں وہ
الْبَحْرَ	سمندر کو	جَمِيْعًا (۱)	سب کو	قَوْمًا	لوگوں کو
لِتَجْرِيَ	تاکہ چلیں	مِّنْهُ (۲)	اپنی طرف سے	بِمَا كَانُوْا	ان کاموں کا جو تھے وہ
الْفُلْكُ	کشتیاں	اِنَّ	بے شک	يَكْسِبُوْنَ	کمایا کرتے
فِيْهِ	اس میں	فِيْ ذٰلِكَ	اس میں	مَنْ عَمِلَ	جس نے کیا
بِاَمْرِهٖ	اللہ کے حکم سے	لَاٰيٰتٍ	یقیناً نشانیاں ہیں	صَالِحًا	نیک کام
وَلِتَبْتَغُوْا	اور تاکہ تلاش کرو تم	لِّقَوْمٍ	ان لوگوں کے لئے	فَلِنَفْسِهٖ	تو وہ اسکی ذات کیلئے ہے
مِنْ فَضْلِهٖ	اللہ کے فضل سے	يَّتَفَكَّرُوْنَ	(جو) سوچتے ہیں	وَمَنْ اَسَآءَ	اور جس نے برا کیا
وَلَعَلَّكُمْ	اور تاکہ تم	قُلْ	کہو	فَعَلَيْهَا	سو وہ اسی پر ہے
تَشْكُرُوْنَ	شکر بجالاؤ	لِّلَّذِيْنَ	ان لوگوں سے جو	ثُمَّ (۴)	پھر
وَسَخَّرَ	اور کام میں لگایا	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	اِلٰى رَبِّكُمْ	تمہارے رب کی طرف
لَكُمْ	تمہارے لئے	يَغْفِرُوْا	درگذر کرو	تُرْجَعُوْنَ	لوٹائے جاؤ گے تم

نعمتیں ذکر کرکے ایمان کی دعوت

ابھی توحید ہی کا مضمون چل رہا ہے، اب اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں ذکر کرکے مشرکین کو ایمان پر ابھارتے ہیں:

پہلی نعمت: —— اللہ تعالیٰ نے سمندروں کو پایاب کردیا، جہاز بے تکلف ان میں چلتے ہیں، اور لوگ خشکی کی طرح

(۱) جمیعًا: تاکید ہے (۲) منه: کائنا سے متعلق ہوکر سخر کے فاعل کا حال ہے (۳) أیام الله: اللہ کے دن یعنی واقعات دہر (۴) ثم: یہاں تقدیم وتاخیر ہے۔

سمندر کے راستہ سے بھی تجارت کرتے ہیں، شکار پکڑتے ہیں، اور موتی مونگے نکالتے ہیں، پس بندوں کو اس نعمت کا شکر گذار ہونا چاہئے، اور جھوٹے معبودوں کو چھوڑ کر ایک اللہ پر ایمان لانا چاہئے۔

دوسری نعمت: —— آسمانوں کی بلندی اور زمین کی پستی میں جو کچھ ہے وہ سب انسان کے کام میں لگا ہوا ہے، سورج کی تابانی، چاند کی چاندنی، تاروں کی جگمگاہٹ اور ہواؤں کی فیض رسانی سب انسان ہی کے لئے ہے، ان میں اگر انسان غور کرے تو راستہ پا سکتا ہے، اور ایک اللہ پر ایمان لانے کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔

مسلمان ابھی عفو ودرگذر سے کام لیں

توحید کا مضمون اب پورا ہو رہا ہے، آخر میں مؤمنین کو ہدایت دی ہے کہ وہ ابھی کافروں سے بدلہ لینے کی فکر نہ کریں، اللہ پر چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ خود دنیا میں پیش آنے والے واقعات کے ذریعہ، اور پھر جب وہ اللہ کے پاس پہنچیں گے تو ان کی شرارتوں کی کافی سزا دیں گے، مسلمان فی الحال صبر وتحمل اور عفو ودرگذر سے کام لیں۔

آیاتِ پاک: —— اللہ تعالیٰ ہی نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کیا، تاکہ بہ حکم الٰہی اس میں کشتیاں چلیں، اور تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو، اور تاکہ تم اس کا شکر بجالاؤ —— اور تمہارے کام میں لگائیں اپنی طرف سے تمام وہ چیزیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں، بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں۔

آپؐ مؤمنین سے کہیں کہ اُن لوگوں سے درگذر کریں جو اللہ کے معاملات کا یقین نہیں رکھتے، تاکہ اللہ تعالیٰ بدلہ دیں لوگوں کو ان کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے —— ایام اللہ: اللہ کے دن یعنی واقعاتِ دہر، اللہ کے معاملات یعنی وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ سرکشوں کو سزا دیں اور فرماں برداروں پر فضل فرمائیں —— لیجزی کا تعلق یغفروا سے ہے یعنی ابھی درگذر کرو، آئندہ (ہجرت کے بعد) اللہ تعالیٰ بدر وغیرہ جنگوں میں ان کو سزا دیں گے، آج وہ جو شرارتیں کر رہے ہیں ان کا بھگتان کر دیا جائے گا۔

جس نے اچھا کام کیا —— یعنی ایمان لایا —— اس کا نفع اسی کے لئے ہے —— یعنی اللہ کا اس میں کچھ نفع نہیں —— اور جس نے برا کام کیا —— یعنی شرک پر جما رہا —— تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا —— جو بویا ہے وہ ضرور کاٹے گا —— پھر بے شک تم تمہارے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤگے —— یہ بات مقدم ہے، یعنی دنیا میں پیش آنے والے واقعات میں بھی ان کو ان کی شرارتوں کی سزا ملے گی، پھر جب وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے تو اگر شرک پر برقرار رہے ہیں تو آخرت میں بھی سزا ملے گی، اور ایمان لے آئے ہیں تو اس کا نفع ان کو پہنچے گا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	مِّنَ الْاَمْرِ (۲)	ہمارے دین کے	فِيْمَا كَانُوْا	ان باتوں میں کہ تھے وہ
اٰتَيْنَا	دی ہم نے	فَمَا اخْتَلَفُوْٓا	پس نہیں اختلاف کیا	فِيْهِ	اس میں
بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ	بنی اسرائیل کو		انھوں نے	يَخْتَلِفُوْنَ	اختلاف کرتے
الْكِتٰبَ (۱)	کتاب (تورات)	اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ	مگر بعد	ثُمَّ جَعَلْنٰكَ	پھر بنایا ہم نے آپ کو
وَالْحُكْمَ	اور حکومت	مَا جَآءَهُمُ (۳)	آنے ان کے پاس	عَلٰي شَرِيْعَةٍ	ایک راہ پر
وَالنُّبُوَّةَ	اور نبوت	الْعِلْمُ	علم کے	مِّنَ الْاَمْرِ (۵)	ہمارے دین کی
وَرَزَقْنٰهُمْ	اور روزی دی ہم نے ان کو	بَغْيًۢا (۴)	ضد سے	فَاتَّبِعْهَا	پس پیروی کریں آپؐ
مِّنَ الطَّيِّبٰتِ	ستھری چیزوں سے	بَيْنَهُمْ	آپس کی		اس کی
وَفَضَّلْنٰهُمْ	اور برتری بخشی ہم نے ان کو	اِنَّ رَبَّكَ	بے شک تیرا رب	وَلَا تَتَّبِعْ	اور نہ پیروی کریں آپؐ
عَلَى الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں پر	يَقْضِيْ	فیصلہ کرے گا	اَهْوَاۗءَ	خواہشات کی
وَاٰتَيْنٰهُمْ	اور دیئے ہم نے ان کو	بَيْنَهُمْ	ان کے درمیان	الَّذِيْنَ	ان لوگوں کی جو
بَيِّنٰتٍ	واضح احکام	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	قیامت کے دن	لَا يَعْلَمُوْنَ	نہیں جانتے

(۱) الکتاب: تورات، الف لام عہدی ہے **(۲) من الأمر:** کائنًا سے متعلق ہوکر بنیات کی صفت ہے، اور الأمر سے مراد دین ہے، الف لام عہدی ہے **(۳) ما:** مصدریہ ہے، اور ماجاء هم: مضاف الیہ ہے بعدَ کا **(۴) بغیًا:** مفعول لہٗ ہے اختلفوا کا **(۵) من الأمر:** شریعة کی صفت ہے، اور الأمر سے دین مراد ہے اور شریعة کے معنی ہیں: چھوٹا راستہ، پگڈنڈی۔

اِنَّهُمْ	بے شک وہ لوگ	بَعْضُهُمْ	ان کے بعض	بَصَآئِرُ	سمجھ بوجھ کی باتیں ہیں
لَنْ يُّغْنُوْا	کام نہیں آئیں گے	اَوْلِيَآءُ	کارساز ہیں	لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے
عَنْكَ	آپؐ کے	بَعْضٍ	بعض کے	وَ هُدًى	اور راہ نمائی ہے
مِنَ اللّٰهِ	اللہ سے	وَ اللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	وَّرَحْمَةٌ	اور مہربانی ہے
شَيْئًا	کچھ بھی	وَلِيُّ	کارساز ہیں	لِّقَوْمٍ	ان لوگوں کے لئے
وَ اِنَّ	اور بے شک	الْمُتَّقِيْنَ	بچنے والوں کے	يُّوْقِنُوْنَ	(جو) یقین کرتے ہیں
الظّٰلِمِيْنَ	ظالم (مشرک)	هٰذَا	یہ	۞	۞

رسالت کا بیان

نبوت کوئی انوکھی چیز نہیں جو اس کا انکار کیا جائے

ان آیات کا موضوع نبی ﷺ کی رسالت ہے، مشرکین مکہ اس کو تسلیم نہیں کرتے تھے، بات یہاں سے شروع کی ہے کہ نبوت کوئی انوکھی چیز نہیں جو اس کا انکار کیا جائے، بنی اسرائیل میں ماضی قریب تک نبوت کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت سے انبیاء مبعوث ہوئے ہیں، جو تورات کی تبلیغ کرتے تھے، پھر آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، ان کا زمانہ نبی ﷺ کے زمانہ سے صرف چھ سو سال پہلے ہے ـــــ اور بنی اسرائیل کو اللہ نے جلیل القدر کتاب تورات عنایت فرمائی، سیادت وحکومت بھی سپرد کی، کھانے پینے کے لئے نفیس چیزیں دیں اور ان کو جہاں والوں پر فوقیت دی، یہ سب نبوت کی برکات تھیں، اور اس میں امت مسلمہ کے لئے اشارہ تھا کہ ان کو بھی یہ سب نعمتیں ملیں گی، رسالت وکتاب تو سرِ دست مل چکی ہیں، حکومت اور کھانے پینے کے لئے نفیس چیزیں بھی اللہ تعالیٰ ان کو عنایت فرمائیں گے، یہ مشرکین کو سنایا جارہا ہے، تاکہ وہ ایمان لائیں۔

علاوہ ازیں: بنی اسرائیل کو دین کے واضح احکامات بھی دیئے، جب تک وہ ان پر قائم رہے ان کی سیادت وقیادت اور ان کی خیریت وفوقیت بھی قائم رہی، مگر آگے چل کر ان میں اختلافات رونما ہوئے، اور اختلافات علم وبصیرت کے بعد ہوئے، اور اس کا سبب نفسانیت بنی، غلط راہ نماؤں نے اپنی چلائی، بَغْيًا بَيْنَهُمْ: آپس کی ضد اضدی سے، ہر عالم چاہتا تھا کہ اس کی چلی، اور مقابل کی ہیٹی ہو، یوں اختلافات بڑھتے گئے، اور بے شمار فرقے بن گئے۔

پھر آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، انھوں نے اپنی بعثت کا ایک مقصد یہ بیان کیا ہے: ﴿وَلِأُبَيِّنَ

لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ﴾: اور تاکہ میں بعض وہ باتیں واضح کروں جن میں تم اختلاف کرتے ہو [الزخرف ۶۳] مگر ان لوگوں نے ایک نہیں سنی، بلکہ یہود نے تو ان کو مسیح ضلالت (دجال) قرار دیا، اور ان کے قتل کے درپے ہوئے، اللہ نے یہود کی چالوں سے ان کو بچا کر آسمان پر اٹھا لیا، پھر ان کے رفع کے بعد ان کے متبعین نے ان کا دین بگاڑا، توحید میں شرک کی آمیزش کرلی، اور ان کے بہتر فرقے ہوگئے، اس طرح دین کی حقیقت گم ہوکر رہ گئی، اور اختلافات ایسے راسخ ہوگئے کہ اب دنیا میں حقیقت سے پردہ اٹھنے کی کوئی صورت نہیں، اب ان کے اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔

خاتم النّبیین ﷺ کی نئی شریعت کے ساتھ بعثت

پھر جب بنی اسرائیل میں اختلافات کی وجہ سے دین وشریعت باقی نہ رہی، اور دنیا ہدایت کے لئے پیاسی ہوئی تو گھٹا اٹھی اور ابر رحمت برسا، نبی آخر الزماں ﷺ کو نئی شریعت دے کر مبعوث فرمایا — جاننا چاہئے کہ دین اصول وفروع کا نام ہے، اصول میں تمام انبیاء متحد ہیں، اور فروع میں زمانہ کے تقاضوں کے لحاظ سے تبدیلی ہوتی ہے، پس دین (اصول) نیا نہیں، شریعت نئی ہے۔

پھر امت سے خطاب ہے، امتِ محمدیہ کو چاہئے کہ اس آخری شریعت پر مستقیم رہے، اس کی پیروی کرے، اور کبھی بھول کر بھی جاہلوں اور نادانوں (مشرکوں) کی خواہش پر نہ چلے، ان کی طرف جھکنا اللہ کے یہاں کچھ کام نہ آئے گا، وہ ایک دوسرے کے اعوان وانصار ہیں، اور اس امت کا ناصر ومددگار اللہ ہے، پھر اس کو کیا فکر ہے۔

پھر آخر میں فرمایا کہ یہ قرآن لوگوں کے لئے یعنی مشرکین کے لئے بھی آنکھیں کھولنے والی کتاب ہے، اور یقین کرنے والوں کے لئے یعنی مؤمنین کے لئے ہدایت ورحمت ہے: ﴿فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾: پس لوگوں کو چاہئے کہ اس پر خوش ہوں!

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۱۷﴾

ترجمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو تورات، حکومت اور نبوت دی، اور ہم نے ان کو نفیس چیزیں کھانے کو دیں، اور ہم نے ان کو دنیا جہاں والوں پر فوقیت دی، اور ہم نے ان کو دین کے واضح احکامات دیئے — پس انھوں نے باہم اختلاف کیا، ان کے پاس علم کے آجانے کے بعد، آپس کی ضدا ضدی سے — بے شک آپ کے پروردگار قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کریں گے ان باتوں کا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

﴿ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: پھر ہم نے آپؐ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کیا سو آپ ـــــ یعنی آپؐ کی امت ـــــ اس طریقہ پر چلیں، اور جہلاء کی خواہش پر نہ چلیں، بے شک وہ لوگ خدا کے مقابلہ میں آپ کے ذرا کام نہیں آسکتے، اور بے شک ظالم (مشرک) ایک دوسرے کے کارساز ہیں، اور اللہ تعالیٰ (شرک و معاصی سے) بچنے والے کے کارساز ہیں ـــــ یہ (قرآن) لوگوں کے لئے بصیرت کی باتیں ہیں، اور یقین کرنے والوں کے لئے ہدایت ورحمت ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

ع ۱۰/۱۸

اَمْ حَسِبَ (۱)	کیا گمان کیا	السَّيِّاٰتِ	برائیاں	اٰمَنُوْا	ایمان لائے
الَّذِيْنَ	جنھوں نے	اَنْ نَّجْعَلَهُمْ	کہ بنائیں گے ہم ان کو	وَ عَمِلُوا	اور کئے انھوں نے
اجْتَرَحُوا (۲)	کمائی	كَالَّذِيْنَ	مانندان کے جو	الصّٰلِحٰتِ	اچھے کام

(۱) حَسِبَ الشیئَ کذا: (ف ض) حِسْبَانًا: گمان کرنا، کسی چیز کو کچھ سمجھنا۔ (۲) اِجْتَرَحَ الشیئَ: کمانا، حاصل کرنا، جرم وغیرہ کا ارتکاب کرنا، فلان یجترح لعیاله: فلاں اہل وعیال کے لئے کمائی کرتا ہے، مجرد جَرَحَه (ف) جَرْحا: زخمی کرنا۔

ترکیب: أم: استفہام انکاری، حَسِبَ: فعل متعدی بدو مفعول، الذین: موصول صلہ مل کر فاعل، أن نجعلهم: أن: مصدریہ، نجعلهم: بہ تاویل مصدر ہو کر حسب کا مفعولِ اول، کالذین: حسب کا مفعولِ ثانی، اور جعل کے مفعولِ ثانی کے قائم مقام (تنازعِ فعلان ہے، اس لئے پہلے فعل کو عمل دیا) سواءً: مفعولِ ثانی کا حال، محیاهم ومماتهم: سواءً (مصدر) کا فاعل، اور ھم کا مرجع عام، کافر اور مسلمان دونوں۔

سَوَآءً	یکساں	كُلُّ نَفْسٍ	ہر شخص	وَّخَتَمَ	اور مہر لگادی
مَّحْيَاهُمْ	جینا ان کا	بِمَا كَسَبَتْ	اس کا جو کمایا اس نے	عَلٰى سَمْعِهٖ	اس کی سماعت پر
وَمَمَاتُهُمْ	اور مرنا ان کا	وَهُمْ	اور وہ	وَقَلْبِهٖ	اور اس کے دل پر
سَآءَ	برا ہے	لَا يُظْلَمُوْنَ	حق نہیں مارے جائیں گے	وَجَعَلَ	اور گردانا (کیا)
مَا يَحْكُمُوْنَ	جو فیصلہ کرتے ہیں وہ	اَفَرَءَيْتَ	کیا پس دیکھا تونے	عَلٰى بَصَرِهٖ	اس کی بصارت پر
وَخَلَقَ	اور پیدا کیا	مَنِ اتَّخَذَ	(اس کو) جس نے بنایا	غِشٰوَةً (۴)	پردہ
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ نے	اِلٰهَهٗ (۲)	اپنا معبود	فَمَنْ يَّهْدِيْهِ	پس کون راہ دکھائے
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	هَوٰىهُ	اپنی خواہش کو		اس کو
وَالْاَرْضَ	اور زمین کو	وَاَضَلَّهُ	اور گمراہ کیا اس کو	مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ	اللہ کے بعد؟
بِالْحَقِّ (۱)	خاص مقصد سے	اللّٰهُ	اللہ نے	اَفَلَا	کیا پس
وَلِتُجْزٰى	اور تاکہ بدلہ دیا جائے	عَلٰى عِلْمٍ (۳)	علم کی رُو سے	تَذَكَّرُوْنَ	سمجھتے نہیں تم!

آخرت کا بیان

نیک وبد ہمیشہ یکساں نہیں رہیں گے

اب آخر تک آخرت کا بیان ہے، اور پہلی آیت میں آخرت کی ضرورت کا بیان ہے، دنیا میں برے اور بھلے از ولادت تا وفات یکساں ہیں، برے اگر مالدار، عزت دار اور تن درست ہیں تو بھلوں میں بھی ان کی کمی نہیں، اور نیک بندوں میں اگر غریب اور بیمار ہیں تو بروں میں بھی ان کی کمی نہیں، اور جس طرح کفار ومشرکین پیدا ہوتے اور مرتے ہیں مؤمنین بھی پیدا ہوتے اور مرتے ہیں، غرض: تمام احوال میں بدکار اور نیکوکار مساوی ہیں، اب اگر دونوں کا مرنا جینا یکساں ہو، اور بدی اور نیکی کا فرق ظاہر نہ ہوتو ہیرا اور ٹھیکرا برابر ہوگئے، ایسا کبھی نہیں ہوسکتا، بدی اور نیکی کا فرق ظاہر ہونا ضروری ہے، یہ فرق دوسری زندگی میں ظاہر ہوگا، اور اسی کا نام آخرت ہے۔

ایک مثال: گیہوں کے کھیت میں دانہ، بھوس اور گھاس ایک ساتھ ہوتے ہیں، اگر وہ ہمیشہ ساتھ رہیں تو کھیت بونے کا فائدہ کیا؟ ضروری ہے کہ ایک دن اناج کٹ کر کھلیان میں آئے، اور دانہ: بھوس اور گھاس سے علاحدہ ہوجائے،

(۱) بالحق: خاص مقصد سے: یعنی انسان کی مصلحت کے لئے (۲) إلٰهه: اتخذ کا مفعولِ اول، اور هواه: مفعولِ ثانی (۳) علی علم: یعنی علی وجہ البصیرت (۴) غشاوة: پردہ، جھلّی۔

یہ دنیا بھی آخرت کا کھیت ہے، یہاں نیک و بد ملے ہوئے ہیں، آخرت میں جدا کردیئے جائیں گے: ﴿وَامْتَازُوْا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾: آج (اہل ایمان سے) الگ ہوجاؤ اے مجرمو! کیونکہ مؤمنین کو جنت میں بھیجنا ہے اور کافروں کو دوزخ میں!

﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جنھوں نے برائیاں کمائی ہیں کہ ہم ان کو بنائیں گے ان لوگوں کی طرح جو ایمان لائے، اور انھوں نے اچھے کام کئے: یکساں ہوجائے ان کا جینا اور مرنا؟ —— یعنی دنیا میں از ولادت تا وفات بدکردار اور نیکوکار برابر ہیں، اب اگر بات اسی زندگی پر ختم ہوجائے، اور آگے کوئی زندگی نہ ہو جہاں بھلے برے کا فرق ظاہر ہو تو بھری مونگ پھلی اور بے گری کی مونگ پھلی برابر ہوگئیں، ایسا نہیں ہوسکتا، فرق وامتیاز ہونا ضروری ہے، مگر مشرکین کا خیال ہے کہ آگے کوئی زندگی نہیں —— برا ہے فیصلہ جو وہ کرتے ہیں!

کائنات بامقصد پیدا کی گئی ہے، اگر آخرت نہیں ہوگی تو مقصدِ تخلیق فوت ہوجائے گا

یہ آخرت کی ضرورت کی دوسری دلیل ہے، زمین وآسمان کو یونہی بیکار پیدا نہیں کیا، ان کی تخلیق کا خاص مقصد ہے، اور وہ اللہ کی بندگی ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾: اور میں نے جنات اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں [الذاریات ۵۶] اور جنات کو اور انسانوں کو جزوی (ایک درجہ تک) اختیار دیا ہے کہ وہ چاہیں تو عبادت کریں، اور چاہیں تو نہ کریں، مگر اس کی جزاؤ سزا ضرور ملے گی، ہاں فضل وانعام ہوسکتا ہے، ظلم (حق تلفی) ہرگز نہیں ہوگی، واجبی بدلہ ملے گا، اور یہ بدلہ اس دنیا میں نہیں ملتا، اس دنیا میں تو عبادت کرنے والے اور منہ موڑنے والے برابر ہیں، پس ضروری ہے کہ دوسری دنیا ہو، ورنہ کائنات کی تخلیق کا مقصد فوت ہوجائے گا۔

﴿ وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو خاص مقصد سے پیدا کیا ہے، اور تاکہ ہر شخص بدلہ دیا جائے اس کے کاموں کا —— یہ مقصد تخلیق ہے —— اور ان کا حق نہیں مارا جائے گا —— یعنی نیک عمل کا بدلہ کم دیا جائے یا بدعمل کی سزا زیادہ دی جائے: ایسا نہیں ہوگا۔

جب انسان ہدایت کی صلاحیت کھودیتا ہے تو مہر لگ جاتی ہے اور ہدایت کی راہیں مسدود ہوجاتی ہیں

ضرورتِ آخرت کی اوپر جو دو دلیلیں بیان کی ہیں، ضروری نہیں کہ مشرکین مکہ ان کو سمجھ لیں اور قبول کرلیں، کیونکہ جب

آدمی ہدایت کی صلاحیت کھودیتا ہے تو اس کے کان اور دل پر مہر لگ جاتی ہے، اور آنکھوں پر پردہ پڑجاتا ہے، اور ہدایت کی تمام راہیں مسدود ہوجاتی ہیں، اب اس کو صحیح راستہ پر لانا اور معقول بات سمجھانا تقریباً ناممکن ہوجاتا ہے، اور اس میں نبی ﷺ کے لئے یک گونہ تسلی کا سامان ہے کہ آپ اُن کے پیچھے جان نہ کھوئیں!

جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم حاصل کرنے کے لئے مختلف صلاحیتیں دی ہیں، پانچ حواس ظاہرہ میں سے کان اور آنکھ کا ذکر کیا، شامّہ، ذائقہ اور لامسہ کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ دلائل سمجھنے میں ان کا خاص دخل نہیں، علاوہ ازیں: دل اور عقل بھی دی ہے، جو بات سمجھتے ہیں اور فیصلہ کرتے ہیں، اور نفس ان کے علاوہ ہے، ان سب میں بالادستی عقل کو حاصل ہے، مگر کبھی عقل: نفس کے تابع ہوجاتی ہے، جیسے وہم کا ہمیشہ عقل پر غلبہ رہتا ہے، پھر جب نفس غالب آجاتا ہے تو آدمی من مانی کرنے لگتا ہے، عقل کی نہیں چلتی، یہ خواہش نفس کو خدا بنالینا ہے، ایسی صورت میں آدمی عقل سے پیدل ہوجاتا ہے، اور ہدایت کی صلاحیت کھودیتا ہے۔

﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۲۳ ﴾

ترجمہ: کیا پس بتلا: جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا ــــ یعنی جدھر اس کی خواہش لے چلتی ہے اُدھر ہی چل پڑتا ہے، عقل کی ایک نہیں سنتا ــــ اور اس کو اللہ نے گمراہ کیا علم کی رُو سے ــــ یعنی علم الٰہی میں وہ گمراہی کا مستحق ہے ــــ اور اس کے کان اور دل پر مہر کردی ــــ چنانچہ کان نصیحت کی بات نہیں سنتے، اور دل سچی بات کو نہیں سمجھتا ــــ اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ــــ چنانچہ اس کو آنکھ سے ہدایت کی روشنی نظر نہیں آتی ــــ پس کون اس کو راہ دکھا سکتا ہے اللہ کے بعد؟ ــــ یعنی اللہ کی باتیں تو اس کی سمجھ میں آتی نہیں، دوسرے کی باتیں کیا سمجھے گا؟ ــــ کیا پس تم سمجھتے نہیں! ــــ یہ مسلمانوں سے کہا ہے کہ پھر تم ان کے پیچھے کیوں جان جلا رہے ہو، چھوڑ دو ان کو ان کے حال پر!

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝۲۴ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۲۵ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۶ ع

وَ قَالُوْا	اور کہا انھوں نے	وَ اِذَا	اور جب	قُلِ	کہہ دیں
مَا هِيَ[1]	نہیں وہ (حیات)	تُتْلٰى	پڑھی جاتی ہیں	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
اِلَّا حَيَاتُنَا	مگر ہماری حیات	عَلَيْهِمْ	ان کے سامنے	يُحْيِيْكُمْ	زندہ کرتے ہیں تم کو
الدُّنْيَا	دنیا کی	اٰيٰتُنَا	ہماری آیتیں	ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ	پھر ماریں گے تم کو
نَمُوْتُ	مرتے ہیں ہم	بَيِّنٰتٍ	کھلی کھلی	ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ	پھر جمع کریں گے تم کو
وَ نَحْيَا	اور جیتے ہیں ہم	مَّا كَانَ	نہیں ہوتی	اِلٰى يَوْمِ	دن میں
وَمَا يُهْلِكُنَآ	اور نہیں ہلاک کرتا ہمیں	حُجَّتَهُمْ[2]	ان کی دلیل	الْقِيٰمَةِ	قیامت کے
اِلَّا الدَّهْرُ	مگر زمانہ	اِلَّآ اَنْ	مگر یہ کہ	لَا رَيْبَ	نہیں کچھ شبہ
وَمَا لَهُمْ	اور نہیں ہے ان کے لئے	قَالُوا	کہا انھوں نے	فِيْهِ	اس میں
بِذٰلِكَ	اس بارے میں	ائْتُوْا	لاؤ تم	وَ لٰكِنَّ	لیکن
مِنْ عِلْمٍ	کچھ علم	بِاٰبَآئِنَآ	ہمارے باپ دادوں کو	اَكْثَرَ	اکثر لوگ
اِنْ هُمْ	نہیں وہ	اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	النَّاسِ	لوگ
اِلَّا يَظُنُّوْنَ	مگر گمان کرتے	صٰدِقِيْنَ	سچے	لَا يَعْلَمُوْنَ	جانتے نہیں

خواہش کو خدا بنانے کی دو مثالیں

جو لوگ عقل سے پیدل ہوتے ہیں، وہ خواہش کو خدا بنا لیتے ہیں، وہ کیسی کیسی بے عقلی کی باتیں کرتے ہیں، اس کی دو مثالیں دیکھیں:

پہلی مثال: جو لوگ دوسری زندگی کا انکار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ''بس یہی ہمارا جینا مرنا ہے'' آگے کچھ نہیں، ''اور زمانہ کا چکّر ہی ہمیں ختم کرتا ہے'' —— یہ انھوں نے بے دلیل اٹکل لڑائی ہے۔ کیونکہ زمانہ تو ایک اعتباری چیز ہے، اس کا حقیقی وجود نہیں، مثلاً: کوئی شخص پہیّا گھمائے تو اس کی 'گردش' ایک اعتباری چیز ہے، اس کی طرف کوئی چیز منسوب نہیں کر سکتے، یہ نہیں کہہ سکتے کہ پہیّے کی گردش سے یہ ہوا، اگر پہیّے کے گھومنے سے کسی کو نقصان پہنچتا ہے تو اس کو پہیّا گھمانے والے کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اسی طرح گردشِ لیل ونہار کے معاملہ کو سمجھنا چاہئے، اس سے کوئی چیز وجود میں آتی ہے تو وہ خالقِ لیل ونہار کا فعل ہے، اسی لئے حدیث شریف میں ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دَہر (زمانہ) کو برامت کہو، زمانہ

(۱) هي: کا مرجع بعد میں ہے (۲) حجتهم: کان کی خبر مقدم ہے اور اسم إلا أن ہے، کیونکہ حصر: اسم کا کرنا ہے۔

میں ہی ہوں، یعنی گردشِ لیل ونہار اللہ کا فعل ہے، پس اس سے جو اچھی بری چیزیں وجود پذیر ہوتی ہیں وہ اللہ کے افعال ہیں، اس لئے زمانہ کی برائی اللہ تک پہنچے گی۔

دوسری مثال: جب منکرینِ بعث کو ضرورتِ آخرت کی دلیلیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، تو ان کا جواب بس یہی ہوتا ہے کہ ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر کے دکھا دو تو ہم مانیں! —— ان کو جواب دو: اس کا وقت مقرر ہے، یہ کام وقت پر ہوگا، جیسے طلوعِ شمس کا وقت مقرر ہے، اگر کوئی آدھی رات کو کہے کہ ابھی سورج نکال کر دکھاؤ تو ہم خدا کی قدرت مانیں، تو اس کو بے عقلی کی بات نہیں تو اور کیا کہیں گے!

آیاتِ پاک: —— اور ان لوگوں نے کہا: ہماری اس دنیوی زندگی کے علاوہ کوئی زندگی نہیں، اور ہمیں صرف زمانہ ہلاک کرتا ہے —— اور ان لوگوں کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، وہ محض اٹکل اڑاتے ہیں۔

اور جب ان کے سامنے ہماری واضح دلیلیں پڑھی جاتی ہیں، تو ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا اس کے سوا کہ وہ کہتے ہیں: ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر کے لے آؤ، اگر تم سچے ہو! —— ان کے جواب کو حجت (دلیل) کہہ کر استہزاء کیا ہے کہ دیکھو: یہ ہے ان کی دلیل! جیسے جہنم کی وعید کو خوش خبری کہہ کر استہزاء کیا جاتا ہے۔

جواب: —— آپ کہیں: اللہ نے تم کو زندہ کیا ہے —— یعنی مقررہ وقت پر تم کو حیات بخشی ہے —— پھر وہ تم کو موت دیں گے —— یعنی مقررہ وقت پر —— پھر وہ تم کو —— مقررہ وقت پر زندہ کر کے —— جمع کریں گے قیامت کے دن —— یعنی اس دن تم اور تمہارے اسلاف سب ایک ساتھ زندہ ہو کر جمع ہوؤ گے، ابھی دنیا میں ایک ساتھ زندہ ہو کر جمع نہیں ہو سکتے —— جس میں ذرا شک نہیں —— یعنی قیامت کا دن یقیناً آنا ہے —— لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں —— اس لئے انکار کرتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿٣٠﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣١﴾

عربی	ترجمہ	عربی	ترجمہ	عربی	ترجمہ
وَ لِلّٰهِ	اور اللہ کے لئے	اَلْيَوْمَ	آج	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام
مُلْكُ	حکومت ہے	تُجْزَوْنَ	بدلہ دیئے جاؤ گے تم	فَيُدْخِلُهُمْ	تو داخل کریں گے ان کو
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	مَا	(ان کاموں کا) جو	رَبُّهُمْ	ان کے پروردگار
وَ الْاَرْضِ	اور زمین کی	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ	کیا کرتے تھے تم	فِيْ رَحْمَتِهٖ	اپنی مہربانی میں
وَ يَوْمَ	اور جس دن	هٰذَا	یہ	ذٰلِكَ هُوَ	یہ وہ
تَقُوْمُ	کھڑی ہوگی	كِتٰبُنَا	ہمارا نوشتہ ہے	الْفَوْزُ	کامیابی ہے
السَّاعَةُ	قیامت	يَنْطِقُ	بولتا ہے	الْمُبِيْنُ	واضح
يَوْمَئِذٍ	اُس دن	عَلَيْكُمْ	تمہارے خلاف	وَ اَمَّا الَّذِيْنَ	اور رہے جنھوں نے
يَّخْسَرُ	گھاٹے میں رہیں گے	بِالْحَقِّ	بالکل ٹھیک	كَفَرُوْا	انکار کیا
الْمُبْطِلُوْنَ	باطل پرست	اِنَّا	بے شک ہم	اَفَلَمْ تَكُنْ	کیا پس نہیں تھیں
وَ تَرٰى	اور دیکھے گا تو	كُنَّا نَسْتَنْسِخُ(۲)	لکھوایا کرتے تھے	اٰيٰتِيْ	میری آیتیں
كُلَّ اُمَّةٍ	ہر امت کو	مَا	جو	تُتْلٰى	پڑھی جاتیں
جَاثِيَةً(۱)	گھٹنوں کے بل بیٹھنے والی	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ	تم کیا کرتے تھے	عَلَيْكُمْ	تمہارے سامنے
كُلُّ اُمَّةٍ	ہر امت	فَاَمَّا الَّذِيْنَ	پس رہے وہ جو	فَاسْتَكْبَرْتُمْ	پس گھمنڈ کیا تم نے
تُدْعٰى	بلائی جائے گی	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	وَكُنْتُمْ قَوْمًا	اور تھے تم لوگ
اِلٰى كِتٰبِهَا	اس کے نوشتہ کی طرف	وَ عَمِلُوا	اور کیئے انھوں نے	مُّجْرِمِيْنَ	گناہ گار

قیامت کے احوال

تمہیدی گفتگو کے بعد اب راست قیامت کے احوال بیان فرماتے ہیں، قیامت کے دن حکومت صرف اللہ کی ہوگی، روز جزاء کے وہی مالک ہیں: ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ دنیا میں تو مجازی حکومتیں بھی ہیں، اور لوگوں کا کچھ نہ کچھ اختیار بھی چلتا ہے، مگر قیامت کے دن کوئی سر ابھارنے والا نہیں ہوگا، اختیار سارا اللہ کا ہوگا، چنانچہ سب امتیں باادب بیٹھیں گی، کسی میں شیخی اور غرور باقی نہیں رہے گا، یا سب امتیں ذلیل وخوار ہو کر گھٹنوں کے بل پڑ جائیں گی، اور نامہ اعمال اڑایا جائے گا، جب

(۱) جاثیۃ: اسم فاعل، واحد مؤنث: گھٹنوں کے بل بیٹھنے والی، جیسے قعدہ میں بیٹھتے ہیں، یعنی باادب یا پیروں کے پنجے کھڑے کر کے گھٹنے ٹیک کر بیٹھنے والی یعنی خوف ودہشت سے (۲) استنسخ: لکھوانا، سین ت طلب کے لئے۔

وہ سب کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گا تو اعلان ہوگا کہ آج تم کو تمہارے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ نامۂ اعمال جو تمہارے ہاتھوں میں ہے، ٹھیک ٹھیک تمہارے اعمال کی گواہی دے گا، ہم نے فرشتوں سے لکھوا کر یہ مسل تیار کر رکھی ہے، تا کہ تم پر حجت ہو ـــــ پھر نیکوکار ایماندار جنت میں داخل کئے جائیں گے، جنت اللہ کی رحمت کی جگہ ہے، وہاں ان کی خوب پزیرائی ہوگی ـــــ اور جنھوں نے اللہ کا دین قبول نہیں کیا، ان کو دھمکاتے ہوئے کہا جائے گا: ''تمہیں دنیا میں میری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں، مگر تم نے غرور کی وجہ سے ان کو نہیں مانا، درحقیقت تم تھے ہی مجرم!'' ـــــ اب چکھو اپنے انکار کا مزہ!

آیاتِ پاک: ـــــ اور اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور جس دن قیامت قائم ہوگی: اس دن اہل باطل خسارہ میں رہیں گے ـــــ اور آپ ہر امت کو دیکھیں گے زانو پر بیٹھنے والی! ہر امت اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلائی جائے گی، آج تمہیں تمہارے کئے کا بدلہ ملے گا ـــــ یہ ہمارا نوشتہ ہے، جو تمہارے خلاف ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے، بے شک ہم لکھواتے جاتے تھے جو تم کیا کرتے تھے ـــــ سو جو لوگ ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے، ان کو ان کا پروردگار اپنی مہربانی میں داخل کرے گا، یہی کھلی کامیابی ہے ـــــ اور رہے وہ لوگ جنھوں نے نہیں مانا: کیا میری آیتیں تم کو پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں؟ پس تم نے ان کو قبول کرنے سے گھمنڈ کیا، اور تم لوگ تھے ہی مجرم!

وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾ ع

وَاِذَا قِيْلَ	اور جب کہا گیا	اللّٰهِ	اللہ کا	وَّ السَّاعَةُ	اور قیامت
اِنَّ وَعْدَ	بے شک وعدہ	حَقٌّ	برحق ہے	لَا رَيْبَ	نہیں کچھ شک

فِيْهَا	اس میں	اَلْيَوْمَ	آج	لَا يُخْرَجُوْنَ	نہیں نکالے جائیں گے وہ
قُلْتُمْ	کہا تم نے	نَنْسٰىكُمْ	بھلادیں گے ہم تم کو	مِنْهَا	دوزخ سے
مَّا نَدْرِيْ	نہیں جانتے ہم	كَمَا نَسِيْتُمْ	جیسا بھلادیا تم نے	وَلَا هُمْ	اور نہ وہ
مَا السَّاعَةُ	قیامت کیا ہے؟	لِقَآءَ	ملاقات کو	يُسْتَعْتَبُوْنَ (۲)	معافی منگوائے جائیں گے
اِنْ نَّظُنُّ	نہیں گمان کرتے ہم	يَوْمِكُمْ	تمہارے دن کی	فَلِلّٰهِ	پس اللہ کے لئے ہیں
اِلَّا ظَنًّا	مگر گمان کرنا	هٰذَا	اس	الْحَمْدُ	تمام تعریفیں
وَّمَا نَحْنُ	اور نہیں ہیں ہم	وَمَاْوٰىكُمُ	اور تمہارا ٹھکانہ	رَبِّ	(جو) پروردگار ہیں
بِمُسْتَيْقِنِيْنَ (۱)	یقین کرنے والے	النَّارُ	دوزخ ہے	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کے
وَبَدَا لَهُمْ	اور ظاہر ہوئی ان کیلئے	وَمَا لَكُمْ	اور نہیں ہے تمہارے لئے	وَرَبِّ الْاَرْضِ	اور پروردگار ہیں زمین کے
سَيِّاٰتُ	برائیاں	مِّنْ نّٰصِرِيْنَ	کوئی مددگار	رَبِّ	پروردگار ہیں
مَا	(ان کاموں کی) جو	ذٰلِكُمْ	یہ بات	الْعٰلَمِيْنَ	سارے جہانوں کے
عَمِلُوْا	کئے انھوں نے	بِاَنَّكُمُ	بایں وجہ ہے کہ تم نے	وَلَهُ	اور ان کے لئے
وَحَاقَ	اور گھیر لیا	اتَّخَذْتُمْ	بنایا	الْكِبْرِيَآءُ	بڑائی ہے
بِهِمْ	ان کو	اٰيٰتِ اللّٰهِ	اللہ کی آیتوں کا	فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں
مَّا كَانُوْا	اس (عذاب) نے جو تھے وہ	هُزُوًا	ٹھٹھا	وَالْاَرْضِ	اور زمین میں
بِهٖ	اس کا	وَّغَرَّتْكُمُ	اور دھوکہ دیا تم کو	وَهُوَ	اور وہ
يَسْتَهْزِءُوْنَ	ٹھٹھا کرتے	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا	دنیا کی زندگی نے	الْعَزِيْزُ	زبردست
وَقِيْلَ	اور کہا گیا	فَالْيَوْمَ	پس آج	الْحَكِيْمُ	بڑی حکمت والے ہیں

ابھی قیامت کا یقین مشکل ہے، پھر جب وہ واقعہ بنے گی تو یقین سے فائدہ کیا ہوگا!

اللہ تعالیٰ نے دنیا ایسی دلچسپ بنائی ہے کہ لوگوں کو قیامت کا یقین مشکل سے آتا ہے، منکرین سے تو جب کہا جاتا ہے

(۱) مُسْتَيْقِنٌ: اسم فاعل: یقین کرنے والا، اسْتِيقَانٌ: مصدر (۲) لا يُسْتعتبون: مضارع منفی مجہول، جمع مذکر غائب، اسْتِعْتَاب: باب استفعال، ماخذ عَتْب: ناراضگی، باب افعال إعتَاب: ناراضگی دور کرنا، پس اسْتِعْتَاب کے معنی ہیں طلبِ اعتاب: یعنی ناراضگی دور کرنے کی طلب یعنی کسی سے خواہش کرنا کہ وہ آپ کی ناراضگی دور کردے اور آپ کو رضامند کرلے (لغات ←

کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے، قیامت کا آنا یقینی ہے، اس میں ذرا شک کی گنجائش نہیں تو وہ کہتے ہیں: ہماری سمجھ میں قیامت وقیامت نہیں آتی، ہاں کچھ دھندلا سا تصور آتا ہے، مگر یقین نہیں آتا۔

اور عام مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ زبان سے تو قیامت کا اقرار کرتے ہیں، مگر عمل سے اس کا انکار کرتے ہیں، اگر یقین ہوتا تو نماز پڑھتے اور برائیوں سے بچتے، اسی لئے بہت سی حدیثوں میں آتا ہے کہ جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے وہ یہ کرتا ہے اور یہ نہیں کرتا، کیونکہ قیامت کا یقین ہی اعمال پر ابھارتا ہے۔

مگر قیامت کو بہر حال آنا ہے، اور اس کا آنا ایسا یقینی ہے جیسا آج کے بعد آئندہ کل کا آنا، پھر جب وہ واقعہ بنے گی، اور بدکاروں کو سزا ملے گی تو اس کے یقین کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں، آج یقین کرے تو ایمان اور نیک زندگی مل سکتی ہے۔

﴿ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ۝ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: اور جب کہا جاتا ہے: بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور قیامت میں ذرا شک نہیں، تو تم کہا کرتے تھے: ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے؟ ہاں ایک خیال سا آتا ہے، اور ہمیں یقین نہیں آتا —— پھر جب قیامت برپا ہوئی —— اور ظاہر ہوئی ان کے لئے ان برائیوں کی سزا جو انھوں نے کی ہیں، اور گھیر لیا ان کو اس عذاب نے جس کا وہ ٹھٹھا کیا کرتے تھے —— تب یقین کرنے سے کیا فائدہ ہوگا؟

منکرینِ قیامت کی سزا جنسِ عمل سے ہوگی، اس لئے مستمر ہے

کافروں کو جب جہنم میں جھونکا جائے گا تو ان سے کہہ دیا جائے گا کہ اب ہم تم کو مہربانی سے کبھی یاد نہیں کریں گے، تمھیں ہمیشہ کے لئے عذاب میں چھوڑ دیں گے، کیونکہ ان کی سزا جنسِ عمل سے ہوگی، قیامت کو ماننا ایک عقیدہ ہے، اور عقیدہ مستمر ہوتا ہے، اور کافروں نے قیامت کو بھلا دیا تھا، اس لئے ان کی سزا بھی ابدی ہوگی، اور جہنم میں ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا جو اس عذاب سے چھڑائے۔

﴿ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: اور کہا گیا: آج ہم تم کو بھلا دیں گے، جیسا تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا، اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور تمہارا کوئی بھی مددگار نہیں۔

← القرآن) اس لئے میں نے ترجمہ کیا ہے: معافی منگوانا۔

جہنمیوں کو معافی مانگنے کا موقعہ نہیں دیا جائے گا

جہنمیوں کو نہ تو جہنم سے باہر نکالا جائے گا، نہ ان کو یہ موقع دیا جائے گا کہ وہ معافی تلافی کر کے اللہ کو راضی کر لیں، اس لئے کہ انھوں نے دنیا میں اللہ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی، اور دنیا کے مزوں میں پڑ کر انہیں خیال ہی نہیں آیا تھا کہ کبھی اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے، اس لئے اب ان کے لئے رستگاری کا کوئی موقع نہیں۔

﴿ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: یہ سزا اس وجہ سے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی، اور تمہیں دنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈالے رکھا تھا، پس آج وہ لوگ دوزخ سے نہیں نکالے جائیں گے، اور نہ وہ معافی منگوائے جائیں گے۔

قیامت کی کورٹ برخاست اور نعرۂ حمد!

اس کے بعد قیامت کی کورٹ اٹھ جائے گی، اور نعرۂ حمد لگے گا، سورۃ الزمر کے آخر میں بھی یہی نعرہ ہے: ﴿وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ، وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾: اور (بندوں کے درمیان) ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا، اور کہا جائے گا کہ ساری خوبیاں اللہ کے لئے ہیں، جو تمام جہانوں کے پالنہار ہیں! اور جنتی بھی اپنی مجلسوں کے آخر میں یہی کہیں گے، سورۃ یونس (آیت ۱۰) میں ہے: ﴿وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾: اور ان کی آخری بات ہوگی کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جو سارے جہانوں کے پالنہار ہیں! —— اہل دنیا ایسے موقع پر جے پکارتے ہیں یعنی زندہ باد، پائندہ باد! یہ نعرہ اللہ کے شایانِ شان نہیں، اس سے فنا کی بو آتی ہے وھو حیّ لایموت —— اللہ تعالیٰ کی شانِ عالی کے مناسب نعرۂ حمد ہے یا وہ نعرہ ہے جو غزوۂ احد میں صحابہؓ نے نبی ﷺ کی تعلیم سے لگایا تھا: اللہ أعلیٰ وأجلّ: اللہ تعالیٰ برتر و بزرگ ہیں!

﴿ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ﴾

ترجمہ: پس تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، جو آسمانوں کے پروردگار، اور زمین کے پروردگار، سارے جہانوں کے پروردگار ہیں، اور انہی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں، اور وہ زبردست بڑی حکمت والے ہیں!

﴿الحمدللہ! ۱۸ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ = ۳۰ دسمبر ۲۰۱۵ء بروز بدھ سورۃ الجاثیہ کی تفسیر پوری ہوئی، اب دس دن کے لئے ترکی کا سفر ہے، وہاں اساتذہ اور دراساتِ علیاء کے طلبہ موطا امام محمد پڑھیں گے، وہاں سے لوٹ کر سورۃ الاحقاف کی تفسیر شروع کروں گا، ان شاء اللہ﴾

آیاتها ۳۵ (۴۶) سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ (۶۶) رکوعاتها ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝٢ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝٣ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٤ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝٥ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝٦

حٰمٓ	حا،میم	وَمَا بَيْنَهُمَآ	اور دونوں کے درمیان	مَّا تَدْعُوْنَ	جن کو تم پکارتے ہو
تَنْزِيْلُ(1)	اتارنا		کی چیزوں کو	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ سے ورے
الْكِتٰبِ	اس کتاب کا	اِلَّا بِالْحَقِّ	مگر با مقصد	اَرُوْنِيْ(3)	دکھلاؤ مجھے
مِنَ اللّٰهِ	اللہ کی طرف سے ہے	وَاَجَلٍ مُّسَمًّى	اور مقررہ وقت کے لئے	مَاذَا	کیا
الْعَزِيْزِ	جوز بردست	وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا	اور جن لوگوں نے انکار کیا	خَلَقُوْا	پیدا کیا انھوں نے
الْحَكِيْمِ	بڑی حکمت والے ہیں	عَمَّآ اُنْذِرُوْا(2)	جس بات سے وہ ڈرائے گئے	مِنَ الْاَرْضِ	زمین سے
مَا خَلَقْنَا	نہیں پیدا کیا ہم نے	مُعْرِضُوْنَ	منہ پھیرنے والے ہیں	اَمْ لَهُمْ	یا ان کے لئے
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کو	قُلْ	پوچھو	شِرْكٌ	ساجھا ہے
وَالْاَرْضَ	اور زمین کو	اَرَءَيْتُمْ	بتاؤ	فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں

(۱) الکتاب: میں الف لام عہدی ہے، مراد قرآنِ کریم ہے (۲) عما أنذروا: معرضون سے متعلق ہے رعایتِ فاصلہ میں مقدم کیا ہے۔ (۳) أرونی: أرء یتم کی تکرار ہے اور جملہ أرء یتم کے مفعول ثانی کے قائم مقام ہے۔

اِيْتُوْنِيْ	لاؤتم میرے پاس	يَدْعُوْا	پکارتا ہے	وَاِذَا	اور جب
بِكِتٰبٍ	کوئی کتاب	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ سے وَرے	حُشِرَ	جمع کئے جائیں گے
مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ	اس سے پہلے کی	مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ (۲)	اس کو جو جواب نہیں دیتا	النَّاسُ	لوگ
اَوْ اَثٰرَةٍ (۱)	یا کوئی منقول بات	لَهٗٓ	اس کو	كَانُوْا	ہونگے وہ
مِّنْ عِلْمٍ	علم کی	اِلٰى يَوْمِ	دن تک	لَهُمْ	ان کے لئے
اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	الْقِيٰمَةِ	قیامت کے	اَعْدَآءً	دشمن
صٰدِقِيْنَ	سچے	وَهُمْ	اور وہ	وَّكَانُوْا	اور ہونگے وہ
وَمَنْ اَضَلُّ	اور کون زیادہ گمراہ ہے	عَنْ دُعَآىِٕهِمْ (۳)	ان کی پکار سے	بِعِبَادَتِهِمْ	ان کی بندگی کا
مِمَّنْ	اس سے جو	غٰفِلُوْنَ	بے خبر ہیں	كٰفِرِيْنَ	انکار کرنے والے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سورت کا نام اور موضوع

اس سورت کا نام احقاف ہے، احقاف: حِقْف کی جمع ہے، سورت کے تیسرے رکوع میں قوم عاد کا ذکر آیا ہے، ان کا مسکن احقاف تھا، اس سے سورت کا نام رکھا ہے۔ حِقْف کے معنی ہیں: خم دار اور لمبا ریت کا تودا۔ یہ جگہ حضر موت کے شمال میں واقع ہے، تفصیل تیسرے رکوع میں آئے گی۔

سورۃ الاحقاف مکی سورت ہے، اور یہ حوامیم کی آخری سورت ہے، اس کے نزول کا نمبر ۶۶ ہے، سورۃ الجاثیہ کا نمبر ۶۵ تھا، پس یہ سورت: سورت الجاثیہ کے بعد متصلاً نازل ہوئی ہے، اور متصلاً ہی رکھی گئی ہے۔ اور اس کا موضوع بھی وہی تین مسائل ہیں جو حوامیم کا موضوع ہیں، یعنی توحید، رسالت اور آخرت۔ شروع میں تھوڑا (آیت ۶ تک) توحید کا بیان ہے، پھر تفصیل سے (آیت ۳۲ تک) رسالت اور دلیلِ رسالت (قرآنِ کریم) کا تذکرہ ہے، پھر آخر میں آخرت کا ذکر ہے، اور منکروں کی دنیوی سزا کے تذکرہ پر سورت ختم ہوئی ہے، اور اگلی سورت اسی مضمون سے شروع ہوئی ہے۔

---

(۱) أثارة: مصدر أَثَرَهُ (ن) أَثْرًا و أَثَارَةً وَأُثْرَةَ الحديث: بات نقل کرنا، روایت کرنا اور من علم محذوف سے متعلق ہو کر أثارةٍ کی صفت ہے أى كائنة من علم: یعنی علمی، عقلی اور تحقیقی منقول دلیل، گھڑی ہوئی بوگس بات نہیں۔ (۲) من لا يستجيب: يدعوا کا مفعول بہ ہے (۳) عن دعائهم: غافلون سے متعلق ہے۔

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

سورت توحید کے بیان سے شروع ہوئی ہے، اور سورت کے تینوں مضامین کی دلیل کے طور پر قرآنِ مبین کا ذکر کیا ہے۔ سورۃ الزخرف اور سورۃ الدخان کے شروع میں قرآنِ مبین کی قسم کھائی تھی، اور قرآنی قسمیں مقصد کے دلائل ہوتے ہیں، یعنی سورت میں جو تین بنیادی عقائد ہیں ان کی دلیل بیان القرآن ہے۔ اور سورت الجاثیہ اور اِس سورت میں نہج بدل کر فرمایا ہے کہ یہ کتاب یعنی قرآنِ کریم زبردست اور بڑے حکمت والے اللہ کی طرف سے اتاری جارہی ہے، اور وہی سورت میں مذکور تینوں مسائل کی دلیل ہے۔

کائنات خاص مقصد سے مقررہ میعاد تک کے لئے پیدا کی گئی ہے

آسمان وزمین اور دونوں کے درمیان کی چیزیں ایک خاص مقصد سے اور ایک مقررہ میعاد تک کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ اور وہ خاص مقصد ہے: تکلیفِ شرعی، یعنی مکلّف مخلوقات کو مثبت ومنفی پہلوؤں سے احکام دیئے جائیں، پھر تعمیل وعدم تعمیل پر آخرت (آنے والی دنیا) میں جزاؤسزا ہو، اس خاص مقصد سے یہ کائنات پیدا کی گئی ہے، کوئی کھیل نہیں کیا، اور اس عالم کے لئے ایک وقت مقرر کیا ہے، جب وہ وقت پورا ہوجائے گا بساط الٹ دی جائے گی، صور پھونکا جائے گا اور ہر چیز پردۂ عدم میں چلی جائے گی۔ پھر ایک وقت کے بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا، اور یہی کائنات دوبارہ پیدا ہوگی، اور جزاؤسزا کا مرحلہ شروع ہوگا۔

پھر آیت اس پر ختم ہوئی ہے کہ جو لوگ اس بات کو نہیں مانتے کہ یہ کائنات خاص مقصد سے اور خاص وقت کے لئے پیدا کی گئی ہے وہ آخرت یعنی آنے والی دنیا سے بے رخی برتتے ہیں، لوگوں کو بار بار آنے والے اِس مرحلہ سے ڈرایا جاتا ہے مگر وہ بات ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں، اور آخرت کی کوئی فکر نہیں کرتے۔

﴿حٰمٓ ۞ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۞ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۞﴾

ترجمہ: حامیم، یہ کتاب اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے نازل کی جارہی ہے○ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کی چیزوں کو خاص مقصد اور ایک معین میعاد تک کے لئے پیدا کیا ہے، اور جو لوگ یہ بات نہیں مانتے وہ اُس (آخرت) سے بے رخی برتنے والے ہیں جس سے وہ (بار بار) ڈرائے جاتے ہیں۔

توحید کا بیان اور شرک کی تردید

معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، وہی کائنات (آسمانوں اور زمین) کے خالق ومالک ہیں، دوسرا کوئی نہ خالق ہے نہ مالک،

مشرکین کے معبودوں نے نہ زمین کا کوئی حصہ پیدا کیا ہے، نہ آسمانوں کی تخلیق میں ان کی کوئی بھاگی داری ہے پھر وہ معبود کیسے ہوسکتے ہیں ـــــ پھر بھی مشرکین کو اصرار ہو کہ ان کے معبود (ملائکہ، انبیاء اور اولیاء) قابلِ پرستش ہیں تو وہ اس کی کوئی نقلی یا عقلی دلیل پیش کریں، قرآنِ کریم سے پہلے بہت سی کتابیں نازل ہوچکی ہیں، ان میں سے کوئی دلیل لائیں، یا کوئی منقول علمی (عقلی) دلیل پیش کریں، وہ ہرگز کوئی دلیل پیش نہیں کرسکیں گے، پھر کاہے کو وہ شرک کے دلدادہ ہیں؟ اور اگر ان کے خیال میں ان کے معبود حاجت روا ہیں، اس لئے وہ ان کی پرستش کرتے ہیں، تو وہ جان لیں کہ ان کے معبود قیامت کی صبح تک ان کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے، وہ ان عابدوں کی دعاؤں سے بے خبر ہیں، پھر جواب کیسے دیں؟ یہ تو دنیا کا حال ہے اور قیامت کے دن وہ ان عابدوں کے دشمن ہوں گے، اور ان کی عبادت کا انکار کر بیٹھیں گے، پس جب ان سے نہ کوئی فائدہ دنیا میں متوقع ہے نہ آخرت میں، بلکہ آخرت میں ان کی بندگی ضرر رساں ہے تو وہ ان سے آس کیوں لگائے بیٹھے ہیں؟

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝﴾

ترجمہ: کہئے: بتاؤ: جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو: مجھے دکھلاؤ: انھوں نے زمین کا کونسا حصہ پیدا کیا ہے؟ یا ان کی آسمانوں میں کچھ شرکت ہے؟ ـــــ میرے پاس کوئی کتاب لاؤ جو اس (قرآن) سے پہلے کی ہو، یا کوئی منقول علمی بات لاؤ، اگر تم سچے ہو ـــــ دعوئے شرک میں۔

اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبودوں کی عبادت کرتا ہے جو قیامت تک اس کو جواب نہیں دے سکتے، اور وہ ان کی دعا سے بے خبر ہیں ـــــ اور جب سب لوگ جمع کئے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے، اور وہ ان کی عبادت کا انکار بیٹھیں گے!

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ

إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ ع

وَإِذَا	اور جب	يَقُولُونَ	کہتے ہیں وہ	كَفَىٰ بِهِ (۷)	کافی ہیں وہ
تُتْلَىٰ	پڑھی جاتی ہیں	افْتَرَاهُ	گھڑ لیا ہے اس نے اس کو	شَهِيدًا	گواہ کے طور پر
عَلَيْهِمْ	ان (مشرکین) پر	قُلْ إِنِ	جواب دو: اگر	بَيْنِي	میرے درمیان
آيَاتُنَا	ہماری آیتیں	افْتَرَيْتُهُ	گھڑ لیا ہے میں نے اس کو	وَبَيْنَكُمْ	اور تمہارے درمیان
بَيِّنَاتٍ (۱)	واضح		(تو اللہ مجھے اس کی سزا	وَهُوَ	اور وہ
قَالَ	کہا		دیں گے) (۴)	الْغَفُورُ	بڑے بخشنے والے
الَّذِينَ	جنھوں نے	فَلَا تَمْلِكُونَ (۵)	پس نہیں مالک ہو گے تم	الرَّحِيمُ	بڑے رحم والے ہیں
كَفَرُوا	نہیں مانا	لِي	میرے لئے	قُلْ	کہو
لِلْحَقِّ (۲)	سچی بات (قرآن) کے	مِنَ اللَّهِ	اللہ (کے عذاب) سے	مَا كُنْتُ	نہیں ہوں میں
	بارے میں	شَيْئًا	کچھ بھی (ہٹانے کے)	بِدْعًا (۸)	کوئی انوکھا
لَمَّا جَاءَهُمْ	جب پہنچی وہ ان کو	هُوَ أَعْلَمُ	وہ خوب جانتے ہیں	مِنَ الرُّسُلِ (۹)	رسولوں سے
هَٰذَا سِحْرٌ	یہ جادو ہے	بِمَا	اس بات کو جو	وَمَا أَدْرِي	اور نہیں جانتا میں
مُبِينٌ	کھلا	تُفِيضُونَ (۶)	مشغول ہوتے ہو تم	مَا يُفْعَلُ (۱۰)	کیا کیا جائے گا
أَمْ (۳)	بلکہ	فِيهِ	اس میں	بِي	میرے ساتھ

(۱) بینات: حال ہے (۲) حق سے یہاں مراد قرآنِ کریم ہے، جو دین کی برحق تعلیمات پر مشتمل ہے (۳) أم: اضراب (اعراض) کے لئے ہے، اس کے معنی ہیں: بلکہ (۴) یہ إن: شرطیہ کا محذوف جواب ہے (۵) فلا تملکون: جواب محذوف پر متفرع ہے (۶) تفیضون: از إفاضة، جب اس کا استعمال باتوں کے لئے ہوتا ہے تو مشغول ہونے کے معنی ہوتے ہیں (۷) کفی کے فاعل پر باء زائدہ ہے، اور ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہیں، اور شہیدا: تمیز ہے، نسبت کے ابہام کو دور کرتی ہے (۸) بدعاً: صفتِ مشبہ ہے، جو بمعنی اسم فاعل و اسم مفعول ہوتی ہے، مبدِع: نئی بات کہنے والا، مبدَع: نیا بھیجا ہوا، انوکھا۔ (۹) من الرسل: کائنا سے متعلق ہو کر بدعا کی صفت ہے (۱۰) ما: استفہامیہ اور موصولہ دونوں ہو سکتے ہیں۔

وَلَا بِكُمْ	اور نہ تمہارے ساتھ	أَرَءَيْتُمْ	کیا دیکھا تم نے (بتلاؤ)	إِسْرَآءِيْلَ	یعقوبؑ کی
إِنْ أَتَّبِعُ	نہیں پیروی کرتا میں	إِنْ كَانَ	اگر ہے وہ (قرآن)	عَلٰى مِثْلِهٖ (۱)	اس کے مانند پر
إِلَّا مَا	مگر اس کی جو	مِنْ عِنْدِ	پاس سے	فَاٰمَنَ	پس وہ ایمان لایا
يُوْحٰٓى	وحی کی جاتی ہے	اللّٰهِ	اللہ کے	وَاسْتَكْبَرْتُمْ (۲)	اور تم نے گھمنڈ کیا
إِلَيَّ	میری طرف	وَكَفَرْتُمْ	اور انکار کیا تم نے	إِنَّ	بے شک
وَمَآ أَنَا	اور نہیں ہوں میں	بِهٖ	اس کا	اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ
إِلَّا نَذِيْرٌ	مگر ڈرانے والا	وَشَهِدَ	اور گواہی دی	لَا يَهْدِي	راہ نہیں دیتے
مُّبِيْنٌ	کھول کر	شَاهِدٌ	گواہ نے	الْقَوْمَ	لوگوں کو
قُلْ	کہو	مِّنْ بَنِيْٓ	اولاد سے	الظّٰلِمِيْنَ	ناانصاف

رسالت اور دلیلِ رسالت کا بیان

اب یہ سلسلہ آیت ۳۲ تک چلے گا۔ اور زیرِ تفسیر آیات میں مشرکین مکہ کے رسول اور دلیلِ رسالت (قرآنِ کریم) پر دو تبصرے اور ان کے جوابات ہیں: اول: مشرکین قرآن کو جادو اور نبی ﷺ کو جادوگر کہتے ہیں، اس کا جواب نہیں دیا، بھلا کون اس بلیغ کلام کو جادو قرار دے گا؟ دوم: مشرکین قرآن کو نبی ﷺ کا خودساختہ کلام بتاتے ہیں، یہ بات پہلی بات سے بھاری ہے، اس لئے تفصیل سے اس کے جوابات دیئے ہیں۔

مشرکین کا قرآن پر پہلا تبصرہ کہ وہ کھلا جادو ہے

جادو زوداثر ہوتا ہے، مشرکین کے نزدیک قرآن جادو بھری آواز تھی، سننے والا فوراً متاثر ہوتا تھا، اور اس پر ایمان لے آتا تھا، اور بھائی بھائی سے اور باپ بیٹے سے جدا ہوجاتا تھا —— مگر یہ تو قرآن کی بہت بڑی خوبی تھی، کوئی برائی نہیں تھی، اس لئے اس کا جواب نہیں دیا۔

---

(۱) مثل: مانند، اور ضمیر قرآن کی طرف لوٹتی ہے، اور قرآن کے مانند سے مراد تورات ہے، مثل: زائد نہیں، اور شاھد سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نہیں، کیونکہ یہ سورت مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے، وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، اور مفسرین کرام جو اس آیت کا استثناء کرتے ہیں: وہ تفسیر ہے، روایت نہیں، اور روایات میں جو ابن سلامؓ کو مصداق بنایا ہے وہ بھی مفسرین کا قول ہے، مرفوع روایت نہیں اور سلف احتمالی صورت کو بھی شانِ نزول بناتے تھے (۲) استکبرتم کے بعد إن كان کا جواب مقدر ہے، جس پر إن الله لايهدي دلالت کرتا ہے۔ أي ألستم ظالمين؟

﴿ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ ﴾

ترجمہ: اور جب اُن (مشرکینِ مکہ) کے سامنے ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جن لوگوں نے سچی بات نہیں مانی وہ کہتے ہیں جب ان کو وہ (سچی بات) پہنچی کہ یہ تو کھلا جادو ہے!

مشرکین کا قرآن پر دوسرا تبصرہ کہ وہ خودساختہ کلام ہے

جادو کہنے سے سنگین مشرکین کی یہ بات ہے کہ قرآن خود بناتے ہیں اور اللہ کے نام لگاتے ہیں —— اس کے جواب میں تین باتیں فرمائی ہیں:

پہلی بات: کہو: اللہ پر جھوٹ لگانا بڑا جرم ہے، اگر خدانخواستہ میں مفتری ہوں تو اس کا وبال مجھ پر پڑ کر رہے گا، اور کوئی مجھے اللہ کی گرفت سے بچا نہیں سکے گا —— مگر یہاں ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر میں سچا ہوں، اور قرآن واقعی اللہ کا کلام ہے، پس تم اس پر جو ریمارک (تبصرے) کر رہے ہو ان کو بھی اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں، پس سوچو: تمہارا حشر کیا ہوگا؟

اس کے بعد معاملہ اللہ کے سپرد کیا ہے، وہ خوب جانتے ہیں کہ صحیح کون ہے اور غلط کون؟ فرمایا: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے، کیونکہ ہمارا کوئی معاملہ ان سے پوشیدہ نہیں!

پھر آیت کے آخر میں سوالِ مقدر کا جواب ہے کہ جب مشرکین غلط ہیں تو ان کو سزا کیوں نہیں مل رہی؟ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم بھی ہیں، وہ بندوں کو سنبھلنے کا موقعہ دیتے ہیں، پس قانونِ امہال (ڈھیل دینے) کو کوئی اپنے برحق ہونے کی دلیل نہ بنائے، اپنی حرکت سے باز آئے بخشا جائے گا۔

﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾

ترجمہ: بلکہ وہ کہتے ہیں: اُس (قرآن) کو اِس (رسول) نے گھڑ لیا ہے —— جواب دیں: اگر میں نے اس کو گھڑ لیا ہے (تو اللہ تعالیٰ مجھے اس کی سزا ضرور دیں گے) پس تم مجھے اللہ (کی گرفت) سے ذرا بھی بچا نہیں سکو گے —— وہ خوب جانتے ہیں اس بات کو جس میں تم مشغول ہو رہے ہو! —— ان کی گواہی میرے اور تمہارے درمیان کافی ہے —— اور وہ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

دوسری بات: کہو: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں، نہ کوئی نئی چیز لایا ہوں، مجھ سے پہلے بھی انبیاء آتے رہے ہیں، اور ان پر کتابیں نازل ہوتی رہی ہیں —— اور مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں کہ میری دعوت کا انجام کیا ہوگا؟ اور اللہ تعالیٰ

تمہارے ساتھ کیا معاملہ کریں گے؟ میرا کام صرف وحی الٰہی کی پیروی اور حکم خداوندی کی تابعداری ہے، میں لوگوں کو ان کے برے اعمال کے نتائج سے کھول کر آگاہ کرنے والا ہی ہوں، آگے کے احوال کی مجھے خبر نہیں۔

﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝﴾

ترجمہ: کہیں: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں، اور میں نہیں جانتا جو میرے ساتھ کیا جائے گا، اور نہ (اس کو جو) تمہارے ساتھ کیا جائے گا، میں صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے اور میں کھول کر ڈرانے والا ہی ہوں!

تیسری بات: قریش کی غیرتِ قومی کو للکارا ہے کہ تمہارے چچازاد بھائی یعنی یعقوب علیہ السلام کی اولاد تو تورات کی حقانیت کی گواہی دیتی ہے، وہ اس پر ایمان لائی ہے، اور تمہارے پاس اللہ کی عظیم الشان کتاب آئی، مگر تم اس سے منہ موڑ رہے ہو! عجیب بات! تمہاری غیرت کہاں مرگئی! —— انصاف سے کام لو، مورتیاں کسی طرح معبود نہیں ہوسکتیں، اور اللہ تعالیٰ ناانصافوں کو ہدایت سے سرفراز نہیں کرتے۔

فائدہ: دواور جگہ بھی قرآنِ کریم نے قریش کی غیرتِ قومی کو للکارا ہے:

۱- سورۃ الحج کی آخری آیت میں ہے: ﴿مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ﴾: یعنی نبی ﷺ جو دین پیش کررہے ہیں وہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے، اور باپ کے نام کو روشن کرنے کے لئے اولاد ہر ممکن کوشش کرتی ہے، پس اس دین کو قبول کرو، اور اس کو چاردانگ عالم پھیلانے کی محنت کرو، تمہارے جدامجد کا نام روشن ہوگا۔

۲- سورۃ الزخرف کی (آیت ۴۴) میں ہے: ﴿وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ﴾: قرآن آپؐ کے لئے اور آپؐ کی قوم کے لئے ذکر ہے یعنی رہتی دنیا تک قرآن کے ذریعہ آپؐ کا اور آپ کی قوم کا تذکرہ باقی رہے گا، پس آپؐ کی قوم (قریش) کو چاہئے کہ اس پر ایمان لائیں، اور اس کو اقصائے عالم تک پہنچائیں۔

﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾

ترجمہ: کہیں: بتاؤ: اگر وہ (قرآن) اللہ کے پاس سے ہو، اور تم نے اس کا انکار کیا، اور بنی اسرائیل کے گواہ نے اُس (قرآن) کے مانند کی (یعنی تورات کی) گواہی دی، پس وہ ایمان لایا، اور تم نے گھمنڈ کیا —— اور قرآن پر ایمان نہیں لائے تو تم ناانصاف ٹھہرے یا نہیں؟ —— بے شک اللہ تعالیٰ ناانصافوں کو راہ نہیں دیتے!

سوال: اگر شاھد سے بنی اسرائیل اور مثلہ سے تورات مراد ہے تو شاھد مفرد کیوں ہے، جمع لانا چاہئے تھا۔

جواب: شاھد: اسم جنس ہے، جیسے إنسان، پس وہ قلیل وکثیر پر صادق آتا ہے۔

> وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲﴾

وَقَالَ	اور کہا	يَهْتَدُوْا	راہ پائی انھوں نے	وَّرَحْمَةً	اور مہربانی
الَّذِيْنَ	جنھوں نے	بِهٖ	اس (قرآن) کے ذریعہ	وَهٰذَا كِتٰبٌ	اور یہ کتاب
كَفَرُوْا	نہیں مانا	فَسَيَقُوْلُوْنَ	تو اب کہیں گے	مُّصَدِّقٌ	تصدیق کرنے والی ہے
لِلَّذِيْنَ (۱)	ان کے بارے میں جنھوں نے	هٰذَآ	یہ	لِّسَانًا	درانحالیکہ زبان ہے
اٰمَنُوْا	مان لیا	اِفْكٌ	افتراء ہے	عَرَبِيًّا (۲)	فصیح عربی
لَوْ كَانَ	اگر ہوتا وہ (قرآن)	قَدِيْمٌ	پرانا	لِّيُنْذِرَ	تاکہ ڈرائے وہ
خَيْرًا	بہتر	وَمِنْ قَبْلِهٖ	درانحالیکہ اس سے پہلے	الَّذِيْنَ	ان کو جنھوں نے
مَّا سَبَقُوْنَآ	(تو) نہ آگے بڑھتے وہ ہم سے	كِتٰبُ	کتاب ہے	ظَلَمُوْا	شرک کیا
اِلَيْهِ	اس کی طرف	مُوْسٰٓى	موسیٰ کی	وَبُشْرٰى	اور خوش خبری ہے
وَاِذْ لَمْ	اور جب نہیں	اِمَامًا	پیشوا	لِلْمُحْسِنِيْنَ	نیکوکاروں کے لئے

دو باتیں جو قریش کے گھمنڈ کی دلیل ہیں

گذشتہ آیت میں قریش سے کہا تھا کہ تمہارے ابنائے عم (بنی اسرائیل) تورات کی تصدیق کرتے ہیں، جو ان کو دی گئی ہے اور وہ اس پر ایمان لے آئے ہیں، اور تم ہو کہ گھمنڈ سے بھر گئے، تمہیں اس سے بہتر کتاب دی گئی تو تم نے انکار کر دیا، فَيَا لَلْعَجَب: تعجب کو آواز دو! —— اب ان کے گھمنڈ سے صادر ہونے والی دو باتیں بطور مثال ذکر فرماتے ہیں:

اول: انھوں نے کہا: قرآن میں کوئی خیر نہیں، دلیل یہ ہے کہ اگر اس میں کوئی خیر ہوتی تو ہم بڑھ کر اس کو لیتے، یہ ٹٹ

---

(۱) للذين: میں لام جارّہ تبیین کے لئے ہے یعنی ان کے حق میں کہا، جیسے: ﴿فَتَعْسًا لَّهُمْ﴾: ان کے لئے تباہی ہے [محمد]

(۲) عربی کے مفہوم میں فصاحت داخل ہے۔

پونچیے ہم سے آگے نہ بڑھتے، ہم فرزانہ دانا ہیں، یہ لوگ عقل کے ادھورے ہیں، ہمارا قرآن کو قبول نہ کرنا دلیل ہے کہ وہ جو دین پیش کررہا ہے اس میں کوئی خیر نہیں! ـــــ اس کا جواب نہیں دیا، کیونکہ یہ تو سنتِ الٰہی ہے، انبیاء کے پہلے متبعین ضعفاء (کمزور لوگ) ہوتے ہیں، اونچی ناک والے تو جب ان کی ناک خاک آلود ہوتی ہے تب ایمان لاتے ہیں۔

دوم: جب رؤسائے قریش کو قرآن سے ہدایت نہ ملی، یعنی اس پر ایمان لانا ان کو نصیب نہ ہوا تو خفت مٹانے کے لئے انھوں نے کہا کہ یہ تو پرانا افتراء ہے! یعنی قدیم زمانہ سے لوگ نبوت کا دعوی کرتے آئے ہیں، اور گھڑ کر کتابیں اللہ کے نام لگاتے رہے ہیں۔

جواب: یہ پرانا جھوٹ نہیں، بلکہ پرانی صداقت ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ قرآن سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات نازل ہوچکی ہے، جو لوگوں کی راہ نمائی کرتی ہے، اور لوگوں کو اللہ کی رحمت کا حقدار بناتی ہے، اور اب اس کے بعد یہ کتاب (قرآن مجید) نازل ہوئی ہے، جو تورات کی تصدیق کرتی ہے، جو فصیح عربی میں ہے، جو تمہاری مادری زبان ہے، اور یہ کتاب اس لئے نازل کی گئی ہے کہ پیغمبر مشرکوں کو کھڑ کھڑائے اور جو ایمان لاکر نیک کام کریں ان کو اچھے انجام کی خوش خبری سنائے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾

ترجمہ: اور کہا جنھوں نے نہیں مانا ان لوگوں کے بارے میں جنھوں نے مان لیا کہ اگر ہوتی وہ کوئی اچھی چیز تو وہ لوگ ہم سے اس کی طرف آگے نہ بڑھتے ـــــ اور جب نہیں راہ پائی انھوں نے اس کے ذریعہ تو اب کہیں گے کہ یہ پرانی من گھڑت ہے! ـــــ حالانکہ اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہے، جو راہ نما اور مہربانی ہے، اور یہ کتاب اس کی تصدیق کرنے والی ہے، جو فصیح عربی زبان میں ہے، تاکہ پیغمبر ڈرائے ان لوگوں کو جنھوں نے اللہ کی حق تلفی کی ہے، اور خوش خبری سنائے نیکوکاروں کو!

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ وَحَمْلُهٗ

وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚؕ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۱۵ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝۱۶

اِنَّ الَّذِيْنَ	بے شک جنھوں نے	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	وہ کیا کرتے تھے	بَلَغَ	پہنچا وہ
قَالُوْا	کہا	وَ وَصَّيْنَا	اورتاکید کی ہم نے	اَشُدَّهٗ	اپنی بھرپور قوت کو
رَبُّنَا	ہمارا پروردگار	الْاِنْسَانَ	انسان کو	وَبَلَغَ	اور پہنچا وہ
اللّٰهُ	اللہ ہے	بِوَالِدَيْهِ	اسکے والدین کے بارے میں	اَرْبَعِيْنَ	چالیس
ثُمَّ اسْتَقَامُوْا	پھر وہ ثابت قدم رہے	اِحْسٰنًا (۲)	حسن سلوک کرنے کی	سَنَةً	سال کی عمر کو
فَلَا خَوْفٌ	پس نہیں ڈر	حَمَلَتْهُ	پیٹ میں رکھا اس کو	قَالَ	کہا اس نے
عَلَيْهِمْ	ان پر	اُمُّهٗ	اس کی ماں نے	رَبِّ	اے میرے پروردگار!
وَلَا هُمْ	اور نہ وہ	كُرْهًا	سخت تکلیف سے	اَوْزِعْنِيْٓ (۴)	مجھے توفیق عطا فرما
يَحْزَنُوْنَ	غم گیں ہونگے	وَّوَضَعَتْهُ	اور جنا اس کو	اَنْ اَشْكُرَ	کہ شکر بجالاؤں میں
اُولٰٓئِكَ	یہ لوگ	كُرْهًا	سخت تکلیف ہے	نِعْمَتَكَ	آپ کی نعمتوں کا
اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ	باغ والے ہیں	وَحَمْلُهٗ	اور اسکا (گود میں) اٹھانا	الَّتِيْٓ	جو
خٰلِدِيْنَ	سدا رہنے والے	وَفِصٰلُهٗ	اور اس کا دودھ چھڑانا	اَنْعَمْتَ عَلَيَّ	کیں آپ نے مجھ پر
فِيْهَا	اس میں	ثَلٰثُوْنَ	تیس	وَعَلٰى وَالِدَيَّ	اور میرے والدین پر
جَزَآءً (۱)	بدلہ (دیئے جائیں گے)	شَهْرًا	مہینے ہے	وَاَنْ اَعْمَلَ	اور یہ کہ کروں میں
بِمَا	ان کاموں کا جو	حَتّٰٓى اِذَا (۳)	(جیا وہ) یہاں تک کہ جب	صَالِحًا	نیک کام

(۱) جزاءً: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، أی یُجزَوْن جزاءً (۲) إحسانا: وصینا کا مفعول ثانی ہے (۳) حتی: فعل مقدر عَاشَ (جیا) کی غایت ہے (۴) أَوْزَع اللّٰهُ فلانا الشیئَ: کسی بات کی توفیق دینا، اللہ کا دل میں کوئی بات ڈالنا۔

تَرْضٰىهُ(۱)	جن کو پسند کریں آپ	اُولٰٓئِكَ	یہ لوگ	عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ	ان کی برائیوں سے
وَاَصْلِحْ	اور سنواریں آپ	الَّذِیْنَ	جو	فِیْٓ اَصْحٰبِ(۳)	(وہ) والوں میں
لِیْ	میرے لئے	نَتَقَبَّلُ	قبول کرتے ہیں ہم	الْجَنَّةِ	باغ کے ہیں
فِیْ ذُرِّیَّتِیْ	میری اولاد میں	عَنْهُمْ	ان کی طرف سے	وَعْدَ(۴)	وعدہ
اِنِّیْ تُبْتُ	بیشک میں متوجہ ہوتا ہوں	اَحْسَنَ(۲)	بہترین	الصِّدْقِ	سچا
اِلَیْكَ	آپ کی طرف	مَا عَمِلُوْا	ان کاموں کا جو کئے	الَّذِیْ(۵)	جو
وَاِنِّیْ	اور بے شک میں		انھوں نے	كَانُوْا	تھے وہ
مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ	فرمانبرداروں میں سے ہوں	وَنَتَجَاوَزُ	اور درگذر کرتے ہیں ہم	یُوْعَدُوْنَ	کئے جاتے

قرآنِ کریم کی دعوت قبول کرنے والوں کی زندگی کا نقشہ

جن لوگوں نے قرآنِ مجید کی دعوت قبول کی، اور وہ ایک اللہ پر ایمان لائے، پھر وہ ایمان کے تقاضوں پر استوار رہے، ان کی اخروی اور دنیوی زندگی کا نقشہ کیا ہوتا ہے؟ ان آیات میں اس کا بیان ہے، پہلی دو آیتوں میں اخروی انجام کا بیان ہے، کیونکہ وہ اہم ہے، دوسری زندگی ہی اصل زندگی ہے، پھر ایک آیت میں دنیوی زندگی کا نقشہ ہے، پھر آخری آیت میں ان کا مآل بیان کیا ہے۔

نیک مؤمنین کا اخروی انجام: ــــ جو لوگ ایک اللہ پر ایمان لائے ہیں، پھر اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں یعنی نیک اعمال کرتے ہیں، اور برے اعمال سے بچتے ہیں، صرف نام کے مسلمان نہیں ہیں، کام کے مسلمان ہیں، ان کے لئے آخرت میں نہ کوئی ڈر ہے نہ غم، ڈر آگے کا ہوتا ہے کہ نہ معلوم کیا پیش آئے! انھیں اس کا بالکل خوف نہیں، کیونکہ آگے سب کچھ ٹھیک ہوگا، اور غم پیچھے کا ہوتا ہے، انھیں دنیا چھوڑنے کا بھی غم نہیں، کیونکہ وہ بہتر دنیا میں پہنچ گئے ہیں، وہ بہتر دنیا جنت ہے، جہاں وہ سدا رہیں گے، اور جنت حقیقت میں اللہ کے فضل سے ملے گی، مگر بظاہر وہ نیک اعمال کا صلہ ہوگی۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝﴾

(۱) جملہ ترضاہ: صالحاً کی صفت ہے (۲) أحسن (اسم تفضیل) مابعد کی طرف مضاف ہے (۳) فی أصحاب: کائن سے متعلق ہو کر نتقبل عنھم کی ضمیر مجرور کا حال ہے (۴) وعدَ الصدق: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، أی: وعدھم اللہ وعدَ الصدق۔ (۵) الذی: موصول صلہ مل کر وعدَ الصدق کی صفت ہے، اور مراد نتقبل اور نتجاوز کے وعدے ہیں۔

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ ثابت قدم رہے، ان کو نہ کوئی ڈر ہوگا نہ وہ غم گیں ہونگے، یہی لوگ اہل جنت ہیں، وہ اس میں سدا رہیں گے، ان کاموں کے صلہ میں جو وہ کیا کرتے تھے۔

نیک مؤمنین کے دنیوی احوال: ـــــ دنیا میں انسان کا واسطہ چار ذوات سے پڑتا ہے: پروردگار سے، ماں باپ سے، اپنی ذات سے اور اپنی اولاد سے، ربّ کے ساتھ تعلق سب سے قوی ہے، کیونکہ وہ وجود بخشنے والے ہیں، پھر والدین کا نمبر ہے، کیونکہ وہ بھی وجود کا ظاہری سبب ہیں، مگر اللہ نے انسان کی فطرت کچھ ایسی بنائی ہے کہ جب اس کے بال وپَر نکلتے ہیں تو وہ اڑ جانے کی کوشش کرتا ہے، اور والدین کی طرف اس کا پورا التفات نہیں رہتا، اور اس طرح اللہ کی زمین آباد ہوجاتی ہے، پس اول پروردگار کے حقوق کا بیان آنا چاہئے تھا، مگر والدین کے حقوق کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے پہلے والدین کے حقوق بیان کئے ہیں، خاص طور پر ماں کا حق، پھر اللہ کی نعمتوں کی شکر گذاری کا بیان ہے، اور اپنی ذات اپنی ذات ہے، اس کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، اس لئے تیسرے نمبر پر اس کا تذکرہ کیا ہے، اور آخر میں اولاد کی بہبودی کا ذکر ہے، کیونکہ اولاد سے والدین کا رشتہ اٹوٹ ہے، اولاد چاہے دور چلی جائے ماں باپ کے دل میں بیٹھی رہتی ہے، پھر بالکل آخر میں اللہ کے سامنے انقیاد کا اظہار ہے، کیونکہ وہی زندگی کا سرمایہ ہے۔ یہ آیت کے مضامین کا خلاصہ ہے، تفصیل آگے ہے۔

۱- نیک مسلمان والدین کا پورا خیال رکھتے ہیں: ﴿وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ﴾

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا تاکیدی حکم دیا، اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت سے پیٹ میں رکھا، اور اس کو بڑی مشقت سے جنا، اور اس کا گود میں اٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا ڈھائی سال میں ہوتا ہے ـــــ اس آیت کے ذیل میں چند باتیں جاننی چاہئیں:

۱- باپ کا ذکر ایک مرتبہ آیا ہے، والدین میں ماں کے ساتھ باپ کا بھی ذکر ہے، پھر صرف ماں کا ذکر تین مرتبہ اور کیا ہے، اس لئے ماں کا حق خدمت میں زیادہ ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے: ''اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی (حسن سلوک) کرو، پھر اپنی ماں کے ساتھ، پھر اپنی ماں کے ساتھ، پھر اپنے باپ کے ساتھ، پھر قریب تر رشتہ دار کے ساتھ، پھر اس کے بعد کے رشتہ دار کے ساتھ (مظہری) ـــــ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تفصیل اور مسائل ہدیت القرآن جلد پنجم، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۲۳ ص ۵۶ میں آچکے ہیں۔

۲- والدین کی شفقت ومہربانی ہمیشہ باقی رہتی ہے، اولاد خواہ کتنی بھی دور چلی جائے ماں باپ کا میلان ختم نہیں ہوتا، اس لئے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا تاکیدی حکم ہے، اگر ان کے ساتھ بدسلوکی کی جائے گی تو ان کے دل کو ٹھیس پہنچے

گی، اور باپ کی شفقتوں کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ باپ کبھی حمل ٹھہرنے کے بعد مرجاتا ہے، یا دور چلا جاتا ہے مگر ماں بہرحال حمل اور تربیت کے مراحل طے کرتی ہے۔

۳- جو ناگوار کام طبیعت کے تقاضے سے کیا جائے، اس کے لئے کُرھا (کاف کے پیش کے ساتھ) آتا ہے، اور جو ناگوار کام قسر کا سر (دوسرے کے دباؤ) سے کیا جائے، اس کے لئے کَرھا (کاف کے زبر کے ساتھ) آتا ہے۔ سورۃ حٰمٓ السجدۃ (آیت ۱۱) میں ہے: ﴿ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا﴾: آسمانوں اور زمین کو بنانے کے بعد اللہ نے حکم دیا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا ناخوشی سے، یعنی اللہ کے احکام تکوینیہ جو تم دونوں سے متعلق ہیں: خواہ تم راضی ہو کر کرو یا ناراضگی سے، بہرحال وہ احکام بجالانے ہونگے، آسمان وزمین حکم الٰہی کی تعمیل طبیعت کے تقاضے سے نہیں کرتے، بلکہ بہ حکم الٰہی راضی خوشی سے کرتے ہیں، اس لئے کَرْهًا: کاف کے زبر کے ساتھ ہے، اور ماں حمل اور وضع حمل کی تکلیف طبیعت کے تقاضہ سے برداشت کرتی ہے، جس عورت کے حمل نہیں ٹھہرتا وہ بے تاب رہتی ہے، اور نفاس بند ہونے کے بعد اگلے بچے کے لئے تیار ہوجاتی ہے، اس لئے کُرْهًا: کاف کے پیش کے ساتھ آیا ہے۔

۴- حَمَلَتْهُ میں حمل کے معنی ہیں: پیٹ میں اٹھانا، اور حَمْلُهُ میں حمل کے معنی ہیں: گود میں اٹھانا، پس یہاں دو چیزیں ہیں، ایک: دودھ پلانا، دوسرا: دودھ چھڑانا، اس کے لئے لفظ فصال ہے، اول کا ذکر سورۃ البقرۃ (آیت ۲۳۳) میں ہے: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ، لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾: اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلائیں، یہ مدت اس کے لئے ہے جو شیر خوارگی کی تکمیل کرنا چاہتا ہے یعنی یہ رضاعت (دودھ پلانے) کی زیادہ سے زیادہ مدت ہے، اس سے آگے دودھ پلانا جائز نہیں، ہاں اس مدت سے پہلے دودھ چھڑا سکتے ہیں —— اس آیت میں دودھ پلانے کی مدت کا بیان ہے، اور وہ دو سال ہے، اس پر امت کا اجماع ہے، احناف کے یہاں بھی فتوی اسی پر ہے، اور زیر تفسیر آیت میں فصال کی مدت کا ذکر ہے اور وہ ڈھائی سال ہیں، کیونکہ دو سال کے بعد بچہ یکدم دودھ نہیں چھوڑ سکتا، مائیں دودھ چھڑانے کے لئے جتن کرتی ہیں، کبھی پستان پر کڑوا مادہ لگاتی ہیں، کبھی چولی باندھ لیتی ہیں، کبھی تھپڑ مارتی ہیں، بچے کو ہُوکا (شدید خواہش) اٹھتا ہے وہ ماں سے لپٹ جاتا ہے، اور زبردستی دودھ پی لیتا ہے، اس لئے دو سال کے بعد چھ ماہ کی مدت دودھ چھڑانے کے لئے رکھی ہے، امام اعظم رحمہ اللہ اس مدت میں بھی حرمتِ رضاعت ثابت کرتے ہیں، یہ احتیاط کی بات ہے اور فتوی اسی پر ہے —— اور بچوں کے عام طور پر ڈیڑھ سال میں پیر آجاتے ہیں، مگر وہ گود کا شدید خواہش مند رہتا ہے، اس لئے ماں یا کوئی بڑا اس کو اٹھائے اٹھائے پھرتا ہے، پھر ڈھائی سال کی عمر میں خود کفیل ہو کر پیروں سے چلنے لگتا ہے، پس یہ بھی ایک مشقت ہے، جس کا آیت میں ذکر کیا ہے —— اور دودھ ماں کے خون سے

بنتا ہے، وہ خونِ جگر پلا کر بچہ کو پالتی ہے اور اٹھائے اٹھائے پھرتی ہے، اور ایک دو دن تک نہیں، پورے ڈھائی سال تک!
اس لئے خدمت میں اس کا حق زیادہ ہے۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ اس آیت سے مدتِ رضاعت ڈھائی سال ثابت کرنا صحیح نہیں

۵-حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ مدت اس آیت سے مستنبط کی ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک عورت نے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ جنا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو ناجائز حمل قرار دے کر سزا کا حکم دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی، انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سزا دینے سے منع کیا، اور فرمایا: قرآن میں حمل اور رضاع کی مجموعی مدت تیس ماہ بیان کی ہے، پھر رضاعت کا چوبیس ماہ ہونا دوسری جگہ متعین کر دیا ہے، اس لئے باقی ماندہ مدت چھ ماہ ہی حمل کی کم سے کم مدت ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے استدلال کو قبول کر کے اپنا حکم واپس لے لیا (قرطبی) —— اور اکثر مدتِ حمل میں بہت اختلاف ہے، ہر امام کی رائے الگ ہے، کیونکہ یہ مسئلہ بھی منصوص نہیں، اور عورتوں کی عادتیں مختلف ہیں، احناف کے نزدیک اکثر مدتِ حمل دو سال ہے۔

۲-نیک مسلمان اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالاتا ہے:—— ﴿ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ ﴾

ترجمہ: (نیک مسلمان پلتا بڑھتا رہا) یہاں تک کہ جب وہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچا، اور عمر چالیس سال ہوگئی تو اس نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیں! —— چالیس سال کی عمر میں انسان کی عقلی اور اخلاقی قوتیں پختہ ہو جاتی ہیں، چنانچہ انبیاء کو چالیس سال عمر پوری ہونے پر نبوت سے سرفراز کیا جاتا ہے، سعادت مند مسلمان بھی جب اس کی عمر پختہ ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے جو احسانات اس پر اور اس کے والدین پر ہوئے ہیں ان کا شکر ادا کرتا ہے —— اور جو نام کا مسلمان ہوتا ہے وہ سٹھیا جاتا ہے، مگر اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، اس کو توفیق نہیں ملتی، کیوں کہ اس نے توفیق مانگی ہی نہیں، اور مانگے بغیر ماں بھی نہیں دیتی، وہ اسی غفلت میں رہتا ہے اور موت کا پیغام آجاتا ہے —— اور چالیس سال کی مدت اس لئے بیان کی ہے کہ اتنی عمر میں تو مؤمن کو سنبھل ہی جانا چاہئے، ورنہ بعض بندے تو عنفوانِ شباب سے اللہ کی عبادت میں پروان چڑھتے ہیں، جن کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خاص سایہ مہیا کریں گے۔

۳-نیک مسلمان اچھے اعمال کی توفیق مانگتا ہے:—— ﴿ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ ﴾: اور یہ کہ میں

ایسے نیک کام کروں جن کو آپ پسند کریں — یعنی وہ باقی زندگی میں اللہ تعالیٰ سے نیک عمل کی توفیق چاہتا ہے۔

۴- نیک مسلمان اولاد کی بہبودی کے لئے دعا کرتا ہے: — ﴿وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ﴾: اور میرے فائدے کے لئے میری اولاد کو سنوار دیں! — تین چیزیں مرنے کے بعد پیچھے سے فائدہ پہنچاتی ہیں: ایسی خیرات جس کا نفع جاری رہے، ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں، اور ایسی اولاد جو نیک کام کرے، ایسی اولاد والدین کے لئے دعا گو رہتی ہے۔ اور اولاد نیک اچھی تربیت سے بنتی ہے، پہلے خود سنورے تو اولاد اس کے نقشِ قدم پر چلے گی، ورنہ محض دعا بے اثر ہوگی۔

۵- اللہ کے سامنے انقیاد واطاعت کا اظہار: — ﴿اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝﴾: بے شک میں آپ کے سامنے توبہ کرتا ہوں، اور بے شک میں فرماں برداروں میں سے ہوں — یعنی نیک مسلمان حقوق اللہ اور حقوق العباد میں جو کوتاہی ہوگئی ہے اس سے توبہ کرتا ہے، اور از راہ تواضع اپنی فرماں برداری کا اعتراف کرتا ہے۔

نیک مسلمان کا مآل: — ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ فِیْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: یہی لوگ ہیں جن کی طرف سے ہم قبول کرتے ہیں ان کے بہترین کام، اور ان کی برائیوں سے ہم درگذر کرتے ہیں، یہ لوگ جنت والے ہیں، یہ سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جارہا ہے — بہترین کام: یعنی وہ کام اس لئے مقبول ہیں کہ وہ بہترین کام ہیں۔

وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِیْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ۚ وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ ۖۗ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ۝ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِیُوَفِّیَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝ وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۝

ع ۲

وَ الَّذِیْ	اور جس نے	اِلَّآ اَسَاطِیْرُ(۲)	مگر داستانیں	وَ ھُمْ	اور وہ
قَالَ	کہا	الْاَوَّلِیْنَ	اگلوں کی	لَا یُظْلَمُوْنَ	ظلم نہیں کئے جائیں گے
لِوَالِدَیْهِ	اپنے والدین سے	اُولٰٓئِكَ	یہ لوگ	وَیَوْمَ یُعْرَضُ	اور جس دن پیش کئے
اُفٍّ لَّكُمَآ	اُف ہے تم دونوں پر!	الَّذِیْنَ	جو		جائیں گے
اَتَعِدٰنِنِیْٓ(۱)	کیا وعدہ دیتے ہو تم	حَقَّ عَلَیْهِمُ	ثابت ہوگئی ان پر	الَّذِیْنَ كَفَرُوْا	وہ لوگ جنھوں نے نہیں مانا
	دونوں مجھے	الْقَوْلُ	بات	عَلَى النَّارِ	دوزخ پر
اَنْ اُخْرَجَ	کہ نکالا جاؤں گا میں	فِیْٓ اُمَمٍ(۳)	امتوں میں	اَذْهَبْتُمْ	اڑا لئے تم نے
وَقَدْ خَلَتِ	درانحالیکہ گذر چکی ہیں	قَدْ خَلَتْ	جو گذر چکیں	طَیِّبٰتِكُمْ	تمہارے مزے
الْقُرُوْنُ	صدیاں (امتیں)	مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے	فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا	تمہاری دنیا کی زندگی میں
مِنْ قَبْلِیْ	مجھ سے پہلے	مِّنَ الْجِنِّ	جنات سے	وَاسْتَمْتَعْتُمْ(۵)	اور فائدہ اٹھالیا تم نے
وَهُمَا	اور وہ دونوں	وَالْاِنْسِ	اور انسانوں سے	بِهَا	ان چیزوں سے
یَسْتَغِیْثٰنِ	فریاد کرتے ہیں	اِنَّهُمْ كَانُوْا(۴)	بے شک تھے وہ	فَالْیَوْمَ	پس آج
اللّٰهَ	اللہ سے	خٰسِرِیْنَ	ٹوٹا پانے والے	تُجْزَوْنَ	بدلہ میں دیئے جاؤگے تم
وَیْلَكَ	تیرا ناس ہو!	وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ	اور ہر ایک کے لئے	عَذَابَ الْهُوْنِ	ذلت کا عذاب
اٰمِنْ	مان لے!		مراتب ہیں	بِمَا كُنْتُمْ	بایں وجہ کہ تم
اِنَّ وَعْدَ	بے شک وعدہ	مِّمَّا عَمِلُوْا	ان کاموں سے جو کئے	تَسْتَكْبِرُوْنَ	گھمنڈ کیا کرتے تھے
اللّٰهِ	اللہ کا		انھوں نے	فِی الْاَرْضِ	زمین میں
حَقٌّ	سچا ہے	وَلِیُوَفِّیَهُمْ	اور ضرور پورا بدلہ دیں	بِغَیْرِ الْحَقِّ	ناحق
فَیَقُوْلُ	پس کہتا ہے وہ		گے ان کو	وَبِمَا	اور بایں وجہ کہ
مَا هٰذَآ	نہیں ہے یہ	اَعْمَالَهُمْ	ان کے کاموں کا	كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ	تم نافرمانی کیا کرتے تھے

(۱)أتعدانني: ہمزہ استفہام، تَعِدَان: مضارع، تثنیہ مذکر حاضر، پھر نونِ وقایہ، پھر ضمیر واحد متکلم مفعول بہ (۲)أُسطورة: مذہبی جھوٹی داستان۔ (۳)فی أمم: کائنًا سے متعلق ہوکر علیھم کی ضمیر کا حال ہے (۴)إنھم: جملہ تعلیلہ ہے أی لأنھم (۵)عطف تفسیری ہے۔

جن لوگوں نے قرآن کی دعوت قبول نہیں کی ان کی زندگی کا نقشہ

جاننا چاہئے کہ قرآنِ کریم نیک مسلمانوں کے احوال تو کھول کر بیان کرتا ہے، اور نام کے مسلمانوں کے احوال سے صرفِ نظر کرتا ہے، کیونکہ جو مسلمان ہے اس کو کامل مسلمان ہونا چاہئے، صرف مردم شماری کے رجسٹر میں مسلمان لکھوا دینا کافی نہیں، آج کل عام مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ اعمال میں کوتاہ ہیں یا صفر ہیں، اور جنت میں دخولِ اوّلی کی متمنی ہیں، پھر قرآن نیک مسلمانوں کے بالمقابل کافروں کا حال بیان کرتا ہے، جنھوں نے قرآن کی دعوت قبول نہیں کی، نہ وہ وحدانیت کے قائل ہیں، نہ رسالت کے، نہ آخرت کے، یہ تینوں عقیدے ایک سلسلہ کی کڑیاں ہیں، جو ایک اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ اس کو بھی مانتا ہے کہ اللہ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے اپنے نمائندے بھیجے ہیں، اور ان کے ذریعہ احکامات دیئے ہیں، اور جب احکامات دیئے ہیں تو جزاؤ سزا بھی ضرور ہوگی، ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں اچھے برے یکساں ہیں، پس ضروری ہے کہ دوسری زندگی ہو، جس میں اچھے برے کاموں کا بدلہ دیا جائے، اسی کا نام آخرت ہے۔

مگر جن لوگوں نے قرآن کی دعوت قبول نہیں کی، کافر ہیں، وہ نہ اللہ سے ڈرتے ہیں، نہ ان کو اپنا خیال ہے، نہ اولاد کا، اور ماں باپ کے ساتھ تو نہایت گستاخ! ماں باپ ان کو آخرت کی بات سمجھاتے ہیں تو وہ نہیں سمجھتے، اور نہایت گستاخانہ جواب دیتے ہیں، ماں باپ نے ان کو سمجھایا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے، اس نے جواب دیا: میں اس کو نہیں مانتا، بہت سی قومیں اور جماعتیں پہلے گذر چکی ہیں، ان میں سے کوئی آج تک زندہ نہیں ہوا، پھر میں یہ بات کیسے مان لوں! اس کے ماں باپ اس کے اس گستاخانہ جواب پر ایک طرف تو اللہ سے فریاد کرتے ہیں کہ الٰہی! اس کو قبولِ حق کی توفیق عطا فرما، دوسری طرف اس کو سمجھاتے ہیں کہ کم بخت! تیرا ناس ہو! مان لے کہ مر کر زندہ ہونا برحق ہے، اللہ کا وعدہ ہے، اور وہ وعدہ برحق ہے، وہ اس کا جواب دیتا ہے: یہ سب مذہب ماننے والوں کی چلائی ہوئی باتیں ہیں، آج تک ان کا وقوع نہیں ہوا، میں اس کو کیسے مان لوں!

﴿ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِنِيْٓ أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ إِلَّآ أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ ﴾

ترجمہ: اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا: اُف ہے تم پر! کیا تم مجھ کو یہ وعدہ دیتے ہو ــــ یعنی دھمکی دیتے ہو، برے انجام سے ڈراتے ہو ــــ کہ میں نکالا جاؤں گا ــــ یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا ــــ حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گذر چکی ہیں ــــ ان میں سے کوئی آج تک زندہ نہیں ہوا ــــ اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں کہ ارے تیرا ناس ہو! مان لے! بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے ــــ پس وہ کہتا ہے: یہ بے سند اگلوں سے منقول

باتیں ہیں! —— ان کی حقیقت کچھ نہیں!

ایک تھیلی کے چٹّے بٹّے! یعنی سب شریر۔ یہ لوگ جنھوں نے قرآن کی دعوت قبول نہیں کی، اور گذشتہ کافر جنھوں نے انبیاء کی دعوت قبول نہیں کی، خواہ وہ جنات سے ہوں یا انسانوں سے، سب کا حشر یکساں ہوگا، سب آخرت میں گھاٹے میں رہیں گے، اللہ کا وعدہ مشرکین وکفار سے جہنم بھرنے کا ہے، یہ وعدہ دونوں کے حق میں پورا ہوکر رہے گا۔

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝۱۸ ﴾

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے حق میں قول پورا ہوکر رہا، گروہوں میں سے جو ان سے پہلے جنات اور انسانوں میں سے گذرے، بے شک وہ لوگ خسارہ میں رہیں گے!

جیسی کرنی ویسی بھرنی! —— اعمال کے تفاوت کی وجہ سے اہل دوزخ کے درجات مختلف ہوں گے، گھاٹے میں رہنے میں تو سب برابر ہونگے، مگر جہنم میں ان کی سزائیں مختلف ہونگی، جس نے جو کیا ہے اس کا بدلہ بے کم وکاست ملے گا، نہ کوئی بے جرم سزا دیا جائے گا، نہ کوئی جرم سے زیادہ سزا دیا جائے گا، جیسی کرنی ویسی بھرنی! —— اور یہی قاعدہ اہل جنت کے لئے بھی ہے، جنتی بھی سب ایک درجہ میں نہیں ہونگے، اعمال کے تفاوت سے ان کے درجات بھی متفاوت ہونگے۔

﴿ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۱۹ ﴾

ترجمہ: اور ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کی وجہ سے مختلف درجات ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کو ضرور ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے، اور وہ ظلم نہیں کئے جائیں گے۔

فانی نیکیوں کا اجر بھی فانی! —— آخر میں ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ بعض غیر مسلم بھی اچھے کام کرتے ہیں، پس کیا ان کو نیک کاموں کا صلہ آخرت میں نہیں دیا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ کسی کا رتّی بھر عمل ضائع نہیں کرتے، ان کے اعمالِ حسنہ کا کیا ہوگا؟ —— جواب یہ دیتے ہیں کہ ان کے نیک اعمال ایمان کی روح سے خالی ہیں، محض عمل کی صورت ہوتی ہے، ایسی فانی نیکیوں کا اجر بھی فانی ہے، ان کو دنیا میں مال، اولاد، تندرستی، عزت، شہرت اور حکومت کی شکل میں صلہ دیدیا جاتا ہے، انھوں نے دنیا میں جو مزے اڑائے ہیں وہی ان کی نیکیوں کا صلہ ہے، آگے آخرت میں ان کے لئے کچھ نہیں، وہاں تو ان کے لئے ایمان قبول کرنے سے گھمنڈ کرنے کی اور نافرمانیوں کی سزا ہے۔

﴿ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۝۲۰ ﴾

ترجمہ: اور جس دن منکرین دوزخ پر پیش کئے جائیں گے ـــــ تو ان سے کہا جائے گا: ـــــ تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے، اور ان کو خوب برت چکے، پس آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی، اس وجہ سے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے، اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے۔

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝٢١ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٢٢ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ڮ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝٢٣ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٢٤ۙ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝٢٥ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ڮ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْــِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٢٦ۧ

ع ۳

وَاذْكُرْ	اور تذکرہ کیجئے	بِالْاَحْقَافِ (۱)	احقاف (ریت کے لمبے	مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ	ان کے آگے
اَخَا عَادٍ	عاد کے برادر (ہودؑ) کا		تودوں) میں	وَمِنْ خَلْفِهٖٓ	اور ان کے پیچھے
اِذْ اَنْذَرَ	جب ڈرایا انھوں نے	وَقَدْ خَلَتِ (۲)	حالانکہ گذر چکے ہیں	اَلَّا تَعْبُدُوْٓا (۳)	کہ نہ عبادت کرو تم
قَوْمَهٗ	اپنی قوم کو	النُّذُرُ	ڈرانے والے	اِلَّا اللّٰهَ	مگر اللہ کی

(۱) أحقاف: حِقف کی جمع: خم دار اور لمبا ریت کا تودا، یہ جگہ حضر موت (یمن) کے شمال میں واقع ہے، یہاں عاد ارم آباد تھے، جو آندھی کے عذاب سے ہلاک کئے گئے (۲) وقد خلت: جملہ حالیہ ہے، اور اس میں سنتِ الٰہی کا بیان ہے کہ ہود علیہ السلام سے پہلے بھی اور بعد میں بھی انبیاء انذار کے لئے آتے رہے ہیں (۳) أَلّا: أَنْ لا ہے اور أن انذار کی تفسیر ہے۔

إِنِّيٓ أَخَافُ	بیشک میں ڈرتا ہوں	أَرٰىكُمْ	دیکھتا ہوں تم کو	فَأَصْبَحُوْا	پس صبح کو ہو گئے وہ
عَلَيْكُمْ	تم پر	قَوْمًا	لوگ	لَا يُرٰٓى	نہیں دیکھے جاتے
عَذَابَ	عذاب سے	تَجْهَلُوْنَ	نادانی کرتے	إِلَّا مَسٰكِنُهُمْ	مگر ان کے مکانات
يَوْمٍ عَظِيْمٍ	بڑے دن کے	فَلَمَّا	پس جب	كَذٰلِكَ	اس طرح
قَالُوْٓا	جواب دیا انھوں نے	رَأَوْهُ	دیکھا انھوں نے عذاب کو	نَجْزِي	سزا دیتے ہیں ہم
أَجِئْتَنَا	کیا آیا تو ہمارے پاس	عَارِضًا (۲)	بادل کی صورت میں	الْقَوْمَ	لوگوں کو
لِتَأْفِكَنَا (۱)	تا کہ پھیر دے تو ہم کو	مُّسْتَقْبِلَ	سامنے آتا ہوا	الْمُجْرِمِيْنَ	جرم پیشہ
عَنْ اٰلِهَتِنَا	ہمارے معبودوں سے	أَوْدِيَتِهِمْ	ان کے میدانوں کی طرف	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
فَأْتِنَا	پس لا تو ہمارے پاس	قَالُوْا	کہا انھوں نے	مَكَّنّٰهُمْ	جمایا ہم نے ان کو
بِمَا	اس عذاب کو جس کا	هٰذَا عَارِضٌ	یہ ایک بادل ہے	فِيْمَا	اس (ساز و سامان) میں
تَعِدُنَآ	تو ہم سے وعدہ کرتا ہے	مُّمْطِرُنَا	برسنے والا ہم پر	إِنْ مَّكَّنّٰكُمْ	(کہ) نہیں جمایا ہم نے تم کو
إِنْ كُنْتَ	اگر ہے تو	بَلْ هُوَ	بلکہ وہ	فِيْهِ	اس میں
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ	سچوں میں سے	مَا	(وہ عذاب ہے) جو	وَجَعَلْنَا لَهُمْ	اور بنائے ہم نے ان کیلئے
قَالَ	کہا ہودؑ نے	اسْتَعْجَلْتُمْ	جلدی مانگتے تھے تم	سَمْعًا	کان
إِنَّمَا	اس کے سوا نہیں کہ	بِهٖ	اس کو	وَّأَبْصَارًا	اور آنکھیں
الْعِلْمُ	علم (خبر)	رِيْحٌ	ایک ہوا ہے	وَّأَفْئِدَةً	اور دل
عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ کے پاس ہے	فِيْهَا عَذَابٌ	اس میں سزا ہے	فَمَآ أَغْنٰى	پس نہیں کام آئے
وَأُبَلِّغُكُمْ	اور پہنچاتا ہوں میں تم کو	أَلِيْمٌ	دردناک	عَنْهُمْ	ان کے
مَّآ أُرْسِلْتُ	جو بھیجا گیا ہوں میں	تُدَمِّرُ	اکھاڑ پھینکے گی	سَمْعُهُمْ	ان کے کان
بِهٖ	اس کے ساتھ	كُلَّ شَيْءٍ	ہر چیز کو	وَلَآ أَبْصَارُهُمْ	اور نہ ان کی آنکھیں
وَلٰكِنِّيْٓ	لیکن میں	بِأَمْرِ رَبِّهَا	اپنے رب کے حکم سے	وَلَآ أَفْئِدَتُهُمْ	اور نہ ان کے دل

(۱) تَأْفِكُ: مضارع، واحد مذکر حاضر، أفك (ض، س) إِفْكًا عنه: پھیرنا، بدلنا، جو بھی چیز اصلی رخ سے پھیر دی جائے اس کے لئے إفك مستعمل ہے (۲) عارضًا: ہ کا حال یا تمیز ہے۔

مِّنْ شَیْءٍ	کچھ بھی	بِاٰیٰتِ اللّٰهِ	اللہ کی آیتوں کا	كَانُوْا	تھے وہ
اِذْ كَانُوْا	کیونکہ تھے وہ	وَحَاقَ بِهِمْ	اور گھیر لیا ان کو	بِهٖ	اس کا
يَجْحَدُوْنَ	انکار کرتے	مَّا	(اس عذاب نے) جو	يَسْتَهْزِءُوْنَ	ٹھٹھا کرتے

جن لوگوں نے انبیاء کی دعوت قبول نہیں کی وہ تباہ ہوئے: ماضی بعید کی مثال

قرآنِ کریم جزیرۃ العرب کی تباہ شدہ قوموں ہی کے احوال بیان کرتا ہے، قرآن کے اولین مخاطب انھیں سے واقف تھے، جزیرۃ العرب میں ایک قدیم قوم عاد گزری ہے، یہ قبیلہ صاحبِ قوت واقتدار تھا، اس کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار سال پہلے مانا جاتا ہے، یہ قبیلہ حضر موت کے شمال میں احقاف میں آباد تھا، یہ لوگ بت پرست تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، انھوں نے عاد کو توحید کی دعوت دی، اور شرک سے روکا، مگر قوم نے ایک نہ مانی، اور ان کو سختی سے جھٹلایا، چنانچہ جب دعوت کا مرحلہ پورا ہوا، اور حجت تام ہوگئی تو اللہ کا عذاب آیا، سات راتیں اور آٹھ دن لگا تار ٹھنڈی سنّاٹے کی ہوا چلی، جس سے سب لقمۂ اجل بن گئے —— قرآنِ کریم مکہ کے مشرکوں کو یہ سرگذشت سناتا ہے، کیونکہ وہ بھی قرآن کی دعوت قبول نہیں کر رہے تھے، یہ ماضی بعید کی ہلاک شدہ قوم کی مثال ہے، آگے ماضی قریب میں مکہ کے اردگرد ہلاک ہونے والی اقوام کی مثال بیان کریں گے۔

اور آپؐ عاد کے برادر ہودؑ کا تذکرہ کیجئے

جب انھوں نے احقاف میں اپنی قوم کو (شرک سے) ڈرایا، حال آنکہ ان سے پہلے اور ان کے بعد میں ڈرانے والے آچکے ہیں —— جملہ حالیہ میں سنتِ الٰہی کا بیان ہے، یعنی ہود علیہ السلام کی بعثت کوئی انوکھا واقعہ نہیں تھا، ان سے پہلے بھی اور بعد میں بھی انبیاء آتے رہے ہیں —— (اور ہود علیہ السلام نے قوم کو حکم دیا:) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو، مجھے تم پر ایک ہولناک دن کے عذاب کا اندیشہ ہے!

ان لوگوں نے جواب دیا: کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دو؟ پس اگر تم سچے ہو تو جس عذاب کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو اس کو لے آؤ!

ہودؑ نے کہا: (وقوعِ عذاب کا) علم اللہ ہی کے پاس ہے، اور میں تو تم کو وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، البتہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم نری جہالت کی باتیں کرتے ہو —— یعنی عذاب کا مطالبہ تمہاری نادانی اور جہالت ہے، میرا کام پیغام رسانی ہے، اس سے زائد کا نہ مجھے علم ہے نہ اختیار، اللہ ہی یہ بات جانتے ہیں کہ منکرین کو سزا

کب ملنی چاہئے، اوران کو کتنی مہلت دینا مناسب ہے۔

عذاب آیا اور سب کھیت رہے! ـــــ پس جب انھوں نے اس عذاب کو بادل کی صورت میں ان کے میدانوں کی طرف آتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے: یہ ایک بادل ہے جو ہم پر برسے گا! ـــــ پہلے سخت قحط پڑا تھا، لوگ پانی کی کمی سے بے تاب ہو چکے تھے کہ گھٹا اٹھی، لوگ خوشی سے ناچنے لگے کہ آیا بادل! اب وارے نیارے ہونگے ـــــ (نہیں) بلکہ وہ وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے، ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے، جو ہر چیز کو اپنے ربّ کے حکم سے تباہ کردے گی ـــــ چنانچہ وہ ایسے ہوگئے کہ ان کے مکانوں کے علاوہ کچھ دکھائی نہ دیتا تھا ـــــ ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں!

قومِ عاد پر انگوٹھی کے حلقہ کے بقدر ہوا چھوڑی گئی

جب ہود علیہ السلام کی قوم نے کفر کے سوا ہر چیز کو ماننے سے انکار کردیا، تو حق تعالیٰ نے تین سال تک مسلسل بارش کو روک دیا، جب جان پر بن آئی تو انھوں نے ستّر آدمیوں کا ایک وفد حرم مکہ کو روانہ کیا، تا کہ وہاں جا کر پانی کے لئے دعا کریں، اس وقت کعبہ شریف کی عمارت نہیں تھی، وہ نوح علیہ السلام کے طوفان میں ڈھ پڑی تھی، مگر اس کی جگہ معلوم تھی، اور عاد نوح علیہ السلام کے بعد ہلاک ہونے والی پہلی قوم ہے، اور اس زمانہ میں دستور یہ تھا کہ جب کوئی سخت آفت آتی تو حرم شریف میں جا کر اللہ تعالیٰ سے کشائش کی دعا کیا کرتے تھے۔

یہ وفد ایک ماہ تک معاویہ بن بکر کا مہمان رہا، اور مزے سے وہاں مے نوشی کرتا رہا، اس کی دو لونڈیاں تھیں جو ان کو گانا سنایا کرتی تھیں، جب میزبان تنگ آ گیا تو اس نے کچھ اشعار نظم کر کے لونڈیوں کو دیئے، ان اشعار میں قوم عاد کی بدحالی پر توجہ دلائی گئی تھی، اور وفد کو اپنے فرض کی بجا آوری کی طرف متوجہ کیا گیا تھا، جب لونڈیوں نے وہ اشعار گائے تو وفد کو ہوش آیا، اور وہ حرم محترم گئے اور بارش کی دعا کی، رئیس وفد قیل بن عنز تھا، جب اس نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے تین بدلیاں بھیجیں: سفید، سرخ اور سیاہ، اور آسمان سے آواز آئی کہ وہ تینوں ابروں میں سے کسی ایک کو پسند کرے، اس نے سیاہ ابر کو پسند کیا، یہ عذاب کا بادل تھا، فوراً تیز وتند ہوا چلنے لگی، اور آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل چلتی رہی، جس نے ان کو اور ان کی آبادیوں کو تہ وبالا کر کے رکھ دیا، سورۃ الذاریات (آیات ۴۱ و ۴۲) میں اس کا تذکرہ ہے: ﴿وَفِيْ عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ۝ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ﴾: اور عاد کے واقعہ میں بھی سامانِ عبرت ہے: یاد کرو جب ہم نے ان پر نامبارک ہوا بھیجی، وہ جس چیز پر بھی گذرتی تھی اس کو چورے کی طرح کر کے رکھ دیتی تھی۔ اور سورۃ القمر (آیات ۱۹ و ۲۰) میں ہے: ہم نے ان پر ایک تند ہوا بھیجی، ایک دائمی نحوست والے دن میں، وہ ہوا

لوگوں کو اس طرح اکھاڑ پھینکتی تھی جیسے وہ اکھڑی ہوئی کھجور کے تنے ہوں، یعنی تنومند مضبوط باڈی کے انسان اس طرح بے حس وحرکت پڑے ہوئے نظر آتے تھے جیسے تیز آندھی میں تناور درخت گر جاتا تھا۔

اور ترمذی شریف (حدیث ۳۲۹۷) تفسیر سورۃ الذاریات میں ہے کہ نبی ﷺ نے ذکر کیا کہ نہیں چھوڑی گئی ان پر ہوامیں سے مگر اِس حلقہ کے بقدر یعنی انگوٹھی کے حلقہ کے بقدر، پھر آپؐ نے آیت پڑھی: ﴿إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ﴾ الآیۃ۔ (تحفۃ الالمعی ۷: ۴۷۲)

عاد کی ہلاکت میں مشرکینِ قریش کے لئے عبرت

اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو (عاد کو) مقدرت دی تھی اس میں (دولت وثروت میں) جس میں ہم نے تم کو مقدرت نہیں دی ــــ یعنی مال، اولاد، جتھے اور جسمانی طاقت جو ان کو دی تھی تم کو نہیں دی، مگر جب عذاب آیا تو سب سامان دھرا کا دھرا رہ گیا، پھر تم کس برتے پر مغرور ہو؟ ــــ اور ہم نے ان کو کان، آنکھیں اور دل دیئے تھے ــــ یہ تین اعضاء علم وفہم کے ذرائع ہیں ــــ پس نہ تو ان کے کان کچھ بھی ان کے کام آئے، نہ ان کی آنکھیں، اور نہ ان کے دل، کیونکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے، اور ان کو اس عذاب نے آگھیرا جس کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے ــــ پس تم کس خیالِ خام میں مبتلا ہو؟ عذاب آئے گا تو سب صلاحتیں دھری کی دھری رہ جائیں گی!

> وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُم مِّنَ الْقُرَىٰ وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٧﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً ۖ بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ ۚ وَذَٰلِكَ إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٨﴾

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	وَصَرَّفْنَا	اور طرح طرح سے	يَرْجِعُونَ	لوٹیں
أَهْلَكْنَا	ہلاک کیا ہم نے		بیان کی ہم نے	فَلَوْلَا	پس کیوں نہ
مَا حَوْلَكُمْ	جو تمہارے اردگرد ہیں	الْآيَاتِ	باتیں	نَصَرَهُمُ	مدد کی ان کی
مِّنَ الْقُرَىٰ	بستیوں سے	لَعَلَّهُمْ	تاکہ وہ	الَّذِينَ اتَّخَذُوا (۱)	جن کو بنایا انھوں نے

(۱) جملہ الذین اتخذوا: نصرھم کا فاعل ہے، اور اتخذوا کا پہلا مفعول ضمیر ھم محذوف ہے، جس کا مرجع اسم موصول ہے اور قربانا: مفعول لہٗ ہے اور آلھۃ: مفعولِ ثانی ہے۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ سے وَرے	بَلْ ضَلُّوْا	بلکہ گم ہو گئے وہ	اِفْكُهُمْ	ان کا تراشا ہوا ہے
قُرْبَانًا	نزدیکی حاصل کرنے کیلئے	عَنْهُمْ	ان سے	وَمَا كَانُوْا	اور جو تھے وہ
اٰلِهَةً	معبود	وَ ذٰلِكَ	اور وہ	يَفْتَرُوْنَ	اپنی طرف سے گھڑتے

جن لوگوں نے اللہ کی دعوت قبول نہیں کی وہ تباہ ہوئے: ماضی قریب کی مثالیں

عاد کے بعد ثمود، قوم لوط اور مدین والے بھی تباہ کئے گئے، جن کی بستیاں مکہ والوں کے پاس واقع تھیں، سفروں میں مکہ والوں کا ان پر گذر ہوتا تھا، ان کی ہلاکت میں بھی مشرکینِ قریش کے لئے عبرت کا سامان ہے، ارشاد فرماتے ہیں:

—— اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیوں کو ہلاک کیا، اور ہم نے طرح طرح سے اپنی باتیں بیان کیں تاکہ وہ شرک سے باز آجائیں —— یعنی نہج بدل بدل کر توحید کی اہمیت اور شرک کی شناعت سمجھائی، مگر ہر چند سمجھانے پر بھی وہ باز نہ آئے تو ان کی قسمت سوگئی، اور وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے —— پس کیوں ان کی مدد نہ کی انھوں نے جن کو بنایا تھا انھوں نے اللہ سے وَرے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے معبود؟ —— یعنی جن بتوں کی نسبت کہا کرتے تھے کہ ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ سے نزدیک کریں گے، اور بڑے درجے دلائیں گے، وہ اس آڑے وقت میں کیوں کام نہ آئے؟ انھوں نے ان کو ہلاکت سے کیوں نہیں بچایا؟ —— بلکہ وہ ان سے غائب ہو گئے —— اور دور تک نظر نہیں آئے —— اور وہ محض ان کی تراشی ہوئی بات تھی، اور وہ بات جس کو وہ گھڑا کرتے تھے! —— یعنی ان معبودانِ باطل کی حقیقت کچھ نہیں تھی، پھر وہ مصیبت میں کیا کام آتے!

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾

وَاِذْ	اور جب	يٰقَوْمَنَآ	اے ہماری قوم	مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ	تمہارے گناہوں سے
صَرَفْنَآ	پھیرے ہم نے	اِنَّا سَمِعْنَا	بے شک سنی ہم نے	وَيُجِرْكُمْ	اور پناہ دیں گے تم کو
اِلَيْكَ	آپؐ کی طرف	كِتٰبًا	ایک کتاب	مِّنْ عَذَابٍ	عذاب سے
نَفَرًا	چند نفر (اشخاص)	اُنْزِلَ	اتاری گئی ہے	اَلِيْمٍ	دردناک
مِّنَ الْجِنِّ	جنات کے	مِنْۢ بَعْدِ	بعد	وَمَنْ	اور جو شخص
يَسْتَمِعُوْنَ	بغور سن رہے ہیں وہ	مُوْسٰى	موسیٰ کے	لَّا يُجِبْ	بات نہیں مانے گا
الْقُرْاٰنَ	قرآن کو	مُصَدِّقًا	تصدیق کرنے والی	دَاعِيَ اللّٰهِ	اللہ کے داعی کی
فَلَمَّا	پس جب	لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ	اس کی جو اس سے پہلے ہے	فَلَيْسَ	پس نہیں ہے وہ
حَضَرُوْهُ	حاضر ہوئے وہ اس کے پاس	يَهْدِيْٓ	راہ دکھاتی ہے	بِمُعْجِزٍ	تھکانے والا
قَالُوْٓا	کہا انھوں نے	اِلَى الْحَقِّ	سچے دین کی	فِي الْاَرْضِ	زمین میں
اَنْصِتُوْا	خاموش رہو	وَاِلٰى طَرِيْقٍ	اور راستے کی	وَلَيْسَ	اور نہیں ہیں
فَلَمَّا	پس جب	مُّسْتَقِيْمٍ	سیدھے	لَهٗ	اس کے لئے
قُضِيَ	پورا ہوا	يٰقَوْمَنَآ	اے ہماری قوم	مِنْ دُوْنِهٖٓ	اللہ سے ورے
وَلَّوْا	پلٹے وہ	اَجِيْبُوْا	بات مان لو	اَوْلِيَآءُ	کارساز
اِلٰى قَوْمِهِمْ	اپنی قوم کی طرف	دَاعِيَ اللّٰهِ	اللہ کے داعی کی	اُولٰٓئِكَ	یہ لوگ
مُّنْذِرِيْنَ	ڈراتے ہوئے	وَاٰمِنُوْا بِهٖ	اور ایمان لے آؤ اس پر	فِيْ ضَلٰلٍ	گمراہی میں ہیں
قَالُوْا	کہا انھوں نے	يَغْفِرْ لَكُمْ	بخشیں گے تمہارے لئے	مُّبِيْنٍ	کھلی

جنات جو سرکش مخلوق سمجھی جاتی ہے: وہ قرآن سنتے ہی ایمان لے آئی

رسالت اور دلیلِ رسالت کے سلسلہ میں جو دور سے گفتگو چل رہی ہے وہ ان آیات پر پوری ہوجائے گی، پھر تھوڑا آخرت کا تذکرہ آئے گا، اس کے بعد سورت کی آخری موعظت ہے۔

جنات مکلّف مخلوق ہیں: انسانوں کی طرح جنّات بھی نبی ﷺ کی امت ہیں، جنّات: نبوت کے معاملات میں انسانوں کے تابع ہیں، جیسے عورتیں اس معاملہ میں مردوں کے تابع ہیں نبی و رسول ہمیشہ مرد ہی ہوئے ہیں، اسی

طرح نبی ورسول ہمیشہ انسان ہوئے ہیں، اور عورتیں مردوں کے اور جنات انسانوں کے تابع ہیں، مرد ہی عورتوں کو اور انسان ہی جنات کو دین پہنچاتے ہیں۔ البتہ حکومت میں جنات مستقل ہیں، ان کی اپنی حکومت علاحدہ ہے، اور عورتیں اس معاملہ میں بھی مردوں کے تابع ہیں، البتہ سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں حکومت کے معاملہ میں بھی جنات انسانوں کے تابع تھے۔

شانِ نزول: بعثتِ نبوی کے وقت جنات کو آسمانی خبریں سننے سے شعلوں کے ذریعہ روک دیا گیا، جنات میں مشورہ ہوا کہ تحقیق کرنی چاہئے کہ کیا واقعہ دنیا میں رونما ہوا ہے، جس کے سبب ہم پر پابندی لگی ہے، چنانچہ زمین کے مختلف حصوں میں تحقیق کے لئے جنات روانہ کئے گئے، ایک وفد تہامہ کی طرف بھیجا گیا، ایک دن نبی ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بطن نخلہ میں قیام پذیر تھے آپؐ کا ارادہ سوق عکاظ جانے کا تھا، وہاں آپؐ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، جنات کا وفد اتفاقاً وہاں پہنچا اور قرآن سن کر کہنے لگا: یہی وہ نیا کلام ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہوا ہے، وہ قرآنِ کریم سن کر ایمان لاکر اپنی قوم کی طرف واپس گئے اور ان کو خبر سنا کر ایمان کی ترغیب دی، آپؐ کو اس وقت ان کے آنے کی خبر نہیں ہوئی، جب سورۂ جن نازل ہوئی تو آپؐ کو اطلاع ہوئی۔

جنات کے ایمان لانے میں قریش کے لئے سبق: —— جنات: جن کے بارے میں عام تصور یہ ہے کہ وہ سرکش مخلوق ہیں: وہ قرآنِ کریم سن کر فوراً ایمان لے آئے، اور قرآن کے اولین مخاطب (مشرکینِ قریش) ہچکچاتے رہ گئے! ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بہ کجا؟ شرم تم کو مگر آتی نہیں!

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپؐ کی طرف پھیرا، وہ قرآن سننے لگے، پھر جب وہ آپؐ کے پاس آپہنچے تو کہنے لگے: خاموش رہو (اور قرآن سنو) پھر جب قرآن پڑھا جاچکا تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر واپس لوٹے، کہنے لگے: بھائیو! ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور حق اور راہِ راست کی طرف راہنمائی کرتی ہے، بھائیو! اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو، اور ان پر ایمان لاؤ، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کریں گے، اور تم کو دردناک عذاب سے بچائیں گے، اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا نہیں مانے گا وہ زمین میں ہرا نہیں سکتا اور اللہ کے علاوہ کوئی اس کا حامی بھی نہ ہوگا، ایسے لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

حالتِ کفر کے گناہ اسلام کی برکت سے معاف ہوجاتے ہیں، مگر حقوق العباد کا معاف ہونا ان آیات سے نہیں نکلتا

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى أَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۚ بَلٰٓى إِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٣﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ ۖ أَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۖ قَالُوا بَلٰى وَرَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٤﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۚ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۚ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُونَ ﴿٣٥﴾

أَوَلَمْ	کیا اور نہیں	بَلٰى	کیوں نہیں	وَرَبِّنَا	قسم ہمارے رب کی!
يَرَوْا	دیکھا انھوں نے	إِنَّهٗ عَلٰى	بے شک وہ اوپر	قَالَ	فرمایا
أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ تعالیٰ	كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کے	فَذُوقُوا	پس چکھو
الَّذِي	جنھوں نے	قَدِيرٌ	پوری طرح قادر ہے	الْعَذَابَ	سزا
خَلَقَ	پیدا کیا	وَيَوْمَ	اور جس دن	بِمَا	بعوض اس کے جو
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کو	يُعْرَضُ	پیش کئے جائیں گے	كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ	انکار کیا کرتے تھے تم
وَالْأَرْضَ	اور زمین کو	الَّذِينَ	جنھوں نے	فَاصْبِرْ	پس صبر کریں آپ
وَلَمْ يَعْيَ (۱)	اور نہیں تھکا وہ	كَفَرُوا	نہیں مانا	كَمَا	جیسا
بِخَلْقِهِنَّ	ان کو پیدا کرنے سے	عَلَى النَّارِ	آگ پر	صَبَرَ	صبر کیا
بِقٰدِرٍ (۲)	قادر ہے	أَلَيْسَ هٰذَا	کیا نہیں ہے یہ	أُولُوا الْعَزْمِ	ہمت والے
عَلٰى أَنْ	اس پر کہ	بِالْحَقِّ	امر واقعی؟	مِنَ الرُّسُلِ	رسولوں نے
يُّحْيِۦَ	زندہ کرے	قَالُوا	کہا انھوں نے	وَلَا تَسْتَعْجِلْ	اور نہ جلدی مچائیں
الْمَوْتٰى	مُردوں کو	بَلٰى	کیوں نہیں!	لَّهُمْ	ان کے لئے

(۱) لم يَعْيَ: مضارع مجزوم منفی بمعنی ماضی، صیغہ واحد مذکر غائب، عَيِيَ يَعْيىٰ عِيًّا وَعَيًّا: تھکنا، درماندہ ہونا (۲) بقادر: أن اللہ کی خبر ہے، اور باء زائد ہے۔

كَاَنَّهُمْ	گویا وہ	يُوْعَدُوْنَ	وعدہ کئے جارہے ہیں	بَلٰغٌ	(یہ) پہنچانا ہے
يَوْمَ	جس دن	لَمْ يَلْبَثُوْٓا	نہیں ٹھہرے وہ	فَهَلْ يُهْلَكُ	پس نہیں ہلاک ہونگے
يَرَوْنَ	دیکھیں گے	اِلَّا سَاعَةً	مگر ایک گھڑی	اِلَّا الْقَوْمُ	مگر لوگ
مَا	جو	مِّنْ نَّهَارٍ	دن کی	الْفٰسِقُوْنَ	نافرمان

آخرت کا بیان

خالقِ ارض وسماء کے لئے مُردوں کو زندہ کرنا کیا مشکل ہے!

اب تھوڑا آخرت کا بیان ہے، توحید ورسالت کے منکر آخرت کو بھی نہیں مانتے، ان کے نزدیک مرنے کے بعد زندہ ہونا محال ہے، ان سے سوال ہے کہ جس خدا نے آسمانوں اور زمین کو یعنی ساری کائنات کو پیدا کیا ہے، اور اسے تھکن چھو کر بھی نہیں گئی، کیا وہ مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ کیا وہ ایک مرتبہ پیدا کر کے دوسری مرتبہ پیدا کرنے سے تھک گیا؟ توبہ! توبہ! وہ دوسری مرتبہ پیدا کرنے کی پوری قدرت رکھتے ہیں، ان کو عاجز خیال کرنا خام خیالی ہے۔

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے (مشرکین قریش نے) دیکھا نہیں ــــ یعنی اس میں غور نہیں کیا ــــ کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور وہ ان کو پیدا کرنے سے تھکا نہیں، کیا وہ اس پر پوری قدرت نہیں رکھتا کہ مُردوں کو زندہ کرے؟ کیوں نہیں! بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے!

منکرینِ آخرت کی اخروی سزا: ــــ منکرین آخرت کو بڑا عذاب قیامت کے دن ہوگا، جب ان کو دوزخ پر پہنچایا جائے گا تو پوچھا جائے گا: بتاؤ: یہ دوزخ امر واقعی ہے یا نہیں؟ وہ قسم کھا کر اعتراف کریں گے کہ وہ واقعی حقیقت ہے! اس وقت کہا جائے گا: اچھا اب انکار وتکذیب کا مزہ چکھتے رہو!

﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾

ترجمہ: اور جس دن کفار دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے ــــ اس وقت ان سے پوچھا جائے گا: ــــ کیا یہ دوزخ امر واقعی نہیں؟ وہ جواب دیں گے: کیوں نہیں! ہمارے پروردگار کی قسم! ــــ ارشاد ہوگا: پس چکھو عذاب اس انکار

کا جو تم کیا کرتے تھے!

منکرینِ آخرت کی دنیوی سزا: —— ان کو کچھ وقت کے بعد دنیا میں بھی سزا ضرور ملے گی، آپؐ ان کے معاملہ میں جلدی نہ کریں، ایک میعادِ معین کا انتظار کریں، ہمت والے نبیوں نے بھی صبر سے کام لیا ہے، آپؐ ان کی راہ اپنائیں۔

﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ﴾

ترجمہ: پس آپؐ صبر کریں جیسا اور باہمت پیغمبروں نے صبر کیا، اور ان کے انتقام کے لئے جلدی نہ کریں۔

مصیبت کے وقت عیش کا زمانہ تھوڑا معلوم ہوتا ہے: —— مشرکین مکہ دنیوی عذاب کے لئے جلدی مچاتے تھے، بار بار مطالبہ کرتے ہیں کہ موعود عذاب کیوں نہیں آتا؟ وہ جان لیں کہ جب ان کو پکڑا جائے گا تو وہ خیال کریں گے کہ دنیا میں ہم ایک ہی گھڑی رہے ہیں۔

﴿ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ ﴾

ترجمہ: وہ لوگ جس دن اس (دنیوی سزا) کو دیکھیں گے، جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، تو گویا وہ لوگ (عیش میں) دن کی ایک گھڑی ہی ٹھہرے ہیں۔

آخری بات: —— اللہ نے نصیحت کی بات پہنچادی، سب نیک و بد سمجھا دیا، اب جو نہیں مانیں گے وہی تباہ و برباد ہونگے، اللہ کی طرف سے حجت تام ہو چکی، اور کسی کو بے قصور اللہ تعالیٰ نہیں پکڑتے، نافرمانوں ہی کو غارت کرتے ہیں۔

﴿ بَلٰغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾

ترجمہ: یہ پہنچانا ہے، پس نافرمان ہی برباد ہونگے!

﴿ الحمدللہ! جمعہ ۱۱ر ربیع الآخر ۱۴۳۷ھ = ۲۲ر جنوری ۲۰۱۶ء کو سورۃ الاحقاف کی تفسیر پوری ہوئی ﴾

آیاتہا ۳۸ (۴۷) سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَّدَنِيَّةٌ (۹۵) رکوعاتہا ۴
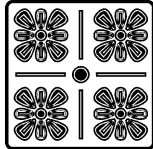
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۱ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝۳

اَلَّذِيْنَ(۱)	جن لوگوں نے	نُزِّلَ	اتارا گیا	اتَّبَعُوا	پیروی کی انھوں نے
كَفَرُوْا	انکار کیا	عَلٰى مُحَمَّدٍ	محمدؐ پر	الْبَاطِلَ	بے بنیاد بات کی
وَصَدُّوْا	اور روکا	وَّهُوَ	درانحالیکہ وہ	وَاَنَّ الَّذِيْنَ	اور اس وجہ سے کہ جنھوں نے
عَنْ سَبِيْلِ	راہ سے	الْحَقُّ	برحق ہے	اٰمَنُوا	مان لیا
اللّٰهِ	اللہ کے	مِنْ رَّبِّهِمْ	ان کے رب کی طرف سے	اتَّبَعُوا	انھوں نے پیروی کی
اَضَلَّ	کھودیئے اللہ نے	كَفَّرَ(۲)	مٹائی اللہ نے	الْحَقَّ	برحق بات کی
اَعْمَالَهُمْ	ان کے کام	عَنْهُمْ	ان سے	مِنْ رَّبِّهِمْ(۴)	جو ان کے رب کی طرف
وَالَّذِيْنَ	اور جن لوگوں نے	سَيِّاٰتِهِمْ	ان کی برائیاں		سے ہے
اٰمَنُوا	مان لیا	وَاَصْلَحَ	اور سنوارے	كَذٰلِكَ	اسی طرح
وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	بَالَهُمْ(۳)	ان کے احوال	يَضْرِبُ	مارتے ہیں
الصّٰلِحٰتِ	نیک کام	ذٰلِكَ	یہ	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
وَاٰمَنُوا	اور مان لیا انھوں نے	بِاَنَّ الَّذِيْنَ	اس وجہ سے ہے کہ جنھوں نے	لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے
بِمَا	اس کو جو	كَفَرُوا	نہیں مانا	اَمْثَالَهُمْ	ان کی مثالیں

(۱) الذین: مبتداء، اور أضل خبر ہے (۲) کَفَّرَ: دوسرے الذین کی خبر ہے (۳) البال کے دو معنی ہیں: حال اور دل، یہاں دونوں معنی کئے گئے ہیں (۴) من ربھم: کائناً سے متعلق ہوکر الحق کا حال ہے۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

عام ربط:—— حٰمٓ والی سات سورتیں (المؤمن سے الاحقاف تک) مکی سورتیں ہیں، ان میں اسلام کے تین بنیادی عقائد: توحید، رسالت اور آخرت زیر بحث ہیں، مخاطب مشرکین ہیں، ضمناً مؤمنین کا ذکر آیا ہے۔ اب تین سورتیں (محمدؐ سے حجرات تک) مدنی ہیں، ان میں مخاطب مؤمنین ہیں، اور کفار و مشرکین کا ذکر ضمناً آیا ہے۔

خاص ربط: سورۃ الاحقاف منکرین کے ذکر پر ختم ہوئی ہے، آخری مضمون ہے: ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ﴾: پس آپ صبر کریں یعنی انتظار کریں جیسا اور باہمت پیغمبروں نے صبر کیا، اور ان کے انتقام کے لئے جلدی نہ کریں یعنی دنیا کی سزا کے لئے، اب یہ سورت اس مضمون سے شروع ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کی سب چالیں خاک میں ملا دیں گے، جہاد کا عمل شروع ہوگا، اور ان کو قرار واقعی سزا ملے گی، پس اگر درمیان میں بسم اللہ نہ ہو تو مضمون مسلسل ہے (روح)

سورت کا نام: اس سورت کے دو نام ہیں: (۱) سورۃ محمد (ﷺ) یہ نام دوسری آیت سے لیا گیا ہے، ہمارے قرآنوں میں یہی نام ہے (۲) سورۃ القتال (جہاد) یہ نام اس لئے ہے کہ اس سورت میں جہاد کے احکام ہیں، عرب کے قرآنوں میں یہی نام ہے۔

سورت کا موضوع: جہاد ہے، جہاد: جنگ کا مترادف نہیں، بلکہ جنگ سے خاص ہے، جنگ تو مطلق لڑائی کا نام ہے، خواہ کسی مقصد سے ہو، اور جہاد: اللہ کے دین کو سربلند کرنے کے لئے اور دعوت کی لائن کا روڑا ہٹانے کے لئے دشمنانِ اسلام سے لوہا لینا ہے، مطلق جدوجہد (محنت) جہاد نہیں، اور جہاد دفاعی بھی ہوتا ہے اور اقدامی بھی، جب دشمن اسلامی مملکت پر حملہ آور ہو یا مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے تو اس کی سرکوبی ضروری ہے، جیسے ہجرت کے بعد مکہ کے کفار بار بار مدینہ پر چڑھائی کرتے تھے، اس لئے ان کو دفع کرنے کے لئے جہاد کی اجازت دی گئی، پھر جب انھوں نے حدیبیہ کے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تو نبی ﷺ نے اقدام کر کے مکہ کو فتح کر لیا، اور راڑ (لڑائی) کاٹ دی۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ شرعی جہاد کے لئے مرکزیت اور امارت ضروری ہے، ہجرت سے پہلے مسلمان ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے تھے، مگر جہاد کی اجازت نہیں تھی، کیونکہ اس وقت امامت تو تھی، مسلمانوں کا مرجع نبی ﷺ تھے، مگر اجتماعیت نہیں تھی، ہجرت کے بعد جب دونوں باتیں جمع ہوئیں تو جہاد کی اجازت نازل ہوئی، پس آج کل جو بے قاعدہ جہاد ہوتا ہے اس کا مستدل حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے، مرتا کیا نہ کرتا! جب ہاتھوں سے دبا کر پائپ کا پانی روک

دیا جائے تو وہ لامحالہ اِدھر اُدھر پھوٹے گا، پس قصور پانی روکنے والوں کا ہے، باقاعدہ جہاد ہونے دو دہشت گردی خود بخود ختم ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کافروں کی چالوں کو خاک میں ملائیں گے، اور مؤمنین کے احوال سنواریں گے

بات یہاں سے شروع کی ہے کہ جن لوگوں نے ایمان کی دعوت قبول نہیں کی، اور دوسروں کو بھی اللہ کی راہ سے روکا، وہ اللہ کے دشمن اور شیطان کی پارٹی ہیں، وہ بے بنیاد بات (شرک) کو اپنائے ہوئے ہیں، اس لئے ان کا بیڑا غرق ہونا چاہئے، اور جن لوگوں نے ایمان کی دعوت پر لبیک کہا، اور انھوں نے ایمان کے تقاضوں پر عمل کیا، اور اس قرآنِ کریم کو سینہ سے لگایا جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے، جو اللہ کی برحق کتاب ہے، وہ اللہ کے دوست ہیں، وہ برحق بات (دینِ اسلام) کو اپنائے ہوئے ہیں، اور اب وقت آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سر بلند کریں، تبلیغ دین کے تعلق سے ان کی کوتاہیوں کو معاف کریں، اور ان کے احوال درست کریں، تا کہ دینِ اسلام کا بول بالا ہو۔

آیاتِ پاک: —— جن لوگوں نے ایمان کی دعوت قبول نہیں کی، اور انھوں نے اللہ کے راستہ سے روکا، اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو کالعدم کریں گے —— اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی چالوں کو خاک میں ملا دیں گے —— اور جن لوگوں نے ایمان کی دعوت قبول کی، اور انھوں نے نیک کام کئے، اور وہ اُس کتاب پر ایمان لائے جو محمد (ﷺ) پر اتاری گئی ہے، جو سچی کتاب ہے، ان کے پروردگار کی طرف سے ہے: اللہ تعالیٰ ان سے ان کے گناہ اتاریں گے، اور ان کے احوال سنواریں گے —— یہ بات بایں وجہ ہے کہ منکرین غلط راستہ پر چل رہے ہیں، اور ایماندار صحیح راستہ اپنائے ہوئے ہیں، جو ان کے پروردگار کا راستہ ہے —— اس طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے ان کے احوال بیان فرماتے ہیں —— جن سے فریقین کا تفاوت خوب واضح ہو جاتا ہے۔

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ ۖ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝

فَاِذَا(۱)	پس جب	فِدَآءً	بدلہ لینا ہے	وَ الَّذِیْنَ	اور جولوگ
لَقِیْتُمُ	ملاقات کروتم	حَتّٰی(۴)	یہاں تک کہ	قُتِلُوْا	مارے گئے
الَّذِیْنَ	ان سے جنھوں نے	تَضَعَ	رکھ دے	فِیْ سَبِیْلِ	راستے میں
كَفَرُوْا	دین کا انکار کیا	الْحَرْبُ	جنگ	اللّٰهِ	اللہ کے
فَضَرْبَ(۲)	پس مارنا ہے	اَوْزَارَهَا	اپنے بوجھ (ہتھیار)	فَلَنْ يُّضِلَّ	پس ہرگز نہیں ضائع کریں گے
الرِّقَابِ	گردنوں پر	ذٰلِكَ	یہ سن چکے	اَعْمَالَهُمْ	ان کے کام
حَتّٰٓى اِذَآ	یہاں تک کہ جب	وَلَوْ يَشَآءُ	اور اگر چاہیں	سَيَهْدِيْهِمْ	عنقریب راہ دکھائیں
اَثْخَنْتُمُوْهُمْ(۳)	خوب قتل کرلوان کو	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ		گے ان کو
فَشُدُّوا	تو مضبوط باندھو	لَانْتَصَرَ	(تو) ضرور بدلہ لیں	وَيُصْلِحُ	اور سنواریں گے
الْوَثَاقَ	بندش	مِنْهُمْ	ان سے	بَالَهُمْ	ان کے احوال کو
فَاِمَّا	پھر یا تو	وَلٰكِنْ	لیکن	وَيُدْخِلُهُمُ	اور داخل کریں گے ان کو
مَنًّا	احسان کرنا ہے	لِّيَبْلُوَا	تاکہ آزمائیں	الْجَنَّةَ	جنت میں
بَعْدُ	بعد میں	بَعْضَكُمْ	تمہارے بعض کو	عَرَّفَهَا(۵)	پہچان کرادی ہے اس کی
وَاِمَّا	اور یا	بِبَعْضٍ	بعض سے	لَهُمْ	ان کو

جہاد دنیا کے احوال سنوارنے کا ایک ذریعہ ہے

تمام سماوی شریعتوں میں جہاد کا حکم رہا ہے، جہاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا کو سنوارتے ہیں، انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی مہربانی یہ ہے کہ ان کو نیکوکاری کی راہ دکھائیں، ظالموں کو ظلم سے روکیں، لوگوں کے دنیوی معاملات، ان

(۱) فاء کا مابعد ماقبل پر متفرع ہے (روح) یعنی اسلام کے خلاف کفار کی چالوں کو اللہ تعالیٰ جہاد کے ذریعہ نابود کریں گے (۲) ضرب (مصدر) فعل محذوف کا مفعول مطلق (بیانِ نوعیت کے لئے) ہے، أی فاضربوا الرقاب ضربًا۔ (۳) أثخنتموهم: ماضی، جمع مذکر حاضر، هم: مفعول بہ، مصدر إثخان، أثخن في الأمر: مبالغہ کرنا، حد سے بڑھنا، أثخن في الأرض: خوب جنگ کرنا، کشتوں کے پشتے لگادینا، مجرد ثَخُن (ک) ثُخونة: موٹا اور دبیز ہونا اور حتی: ضرب کی غایت ہے یعنی جب کفار کا زور ٹوٹ جائے اور ان کی شوکت ختم ہوجائے تب قیدی بناؤ۔ (۴) یہ دوسرا حتی: شُدوا کی غایت ہے، یعنی قیدی بنانے کا سلسلہ جنگ ختم ہونے تک جاری رہے، اور اسلامی جہاد قیامت تک چلے گا۔ (۵) عَرَّف تعریفا کے دو معنی ہیں: پہچانوانا اور خوشبودار کرنا۔

کی گھریلو زندگی اور ملکی نظام کو سنواریں، جن علاقوں پر خونخوار لوگ قابض ہوتے ہیں، اور وہ سخت جنگ جو بھی ہوتے ہیں: وہ پورے علاقہ کا ناس مار دیتے ہیں، یہ لوگ اس آفت زدہ عضو کی طرح ہیں جس کو کاٹے بغیر جسم درست نہیں ہوسکتا، جو شخص جسم کی صحت کا فکرمند ہے اس پر لازم ہے کہ اس عضو کو کاٹ دے، کیونکہ بڑی منفعت کی خاطر چھوٹا ضرر برداشت کیا جاسکتا ہے۔

اور یہ بات سمجھنے کے لئے قریش کی اور ان کے اردگرد کے عربوں کی مثال کافی ہے، طلوع اسلام کے وقت وہ ایمان واحسان سے کوسوں دور تھے، کمزوروں پر ستم ڈھاتے تھے، باہم برسرِ پیکار رہتے تھے، اور ایک دوسرے کو قید کرتے تھے، ان میں سے بیشتر اسلام کے دلائل میں غور کرنے کے لئے تیار نہیں تھے، نہ معجزات سے متأثر ہوتے تھے، اس صورتِ حال میں اگر نبی ﷺ ان سے جہاد نہ کرتے، اور سخت گیر اور شریر لوگوں کو قتل نہ کرتے تو وہ دینِ اسلام سے بے بہرہ رہتے، عرب میں امن وامان قائم نہ ہوتا، اور ان کے گھریلو اور ملکی احوال نہ سنورتے، پس جہاد دنیا کے احوال کو سنوارنے کا ایک ذریعہ ہے، چنانچہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا، تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ کفار کی چالوں کو نابود کریں۔

﴿ فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ﴾

ترجمہ: پس جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو —— یعنی جب حق و باطل کا مقابلہ ہو تو مسلمانوں کو چستی، مضبوطی اور بہادری سے کام لینا چاہئے، باطل کا زور جبھی ٹوٹے گا کہ بڑے شریر مارے جائیں، اور ان کے جتھے توڑ دیئے جائیں، اس لئے ہنگامۂ کارزار میں سستی، بزدلی اور تردد کو راہ مت دو، اور دشمنانِ خدا کی گردنیں مارنے میں کچھ باک مت کرو —— یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خوں ریزی کرلو تو خوب مضبوط باندھ لو —— یعنی کافی خون ریزی کے بعد جب تمہاری دھاک بیٹھ جائے اور ان کا زور ٹوٹ جائے تو قتل سے ہاتھ روک لو، اور زندوں کو قید کرکے مضبوط باندھ لو، تاکہ بھاگ نہ جائیں، قیدی ہمیشہ بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں —— پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دینا ہے، اور یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا ہے —— جنگی قیدیوں کا معاملہ چار طرح حل کیا جاسکتا ہے:

۱- امام مصلحت سمجھے تو ایسے قیدی کو جو سنگین جرم کا مرتکب ہوا ہے قتل کردے، احادیث سے قیدی کو قتل کرنے کا ثبوت خاص حالات میں ملتا ہے۔

۲- اور مصلحت سمجھے تو بدوں کسی معاوضہ کے احسان کرکے ان کو قید سے رہا کردے، حدیبیہ کے میدان میں نبی ﷺ نے قیدیوں کو مفت رہا کردیا تھا، تاکہ صلح کی گفتگو میں خلل نہ پڑے۔

۳-اور یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ زرفدیہ لے کر یا مسلمان قیدیوں کے تبادلہ میں رہا کردیا جائے، بدر کے قیدیوں کو جنگ کا ہرجانہ لے کر رہا کیا گیا تھا۔

۴-اور آخری صورت یہ ہے کہ قیدیوں کو غلام بنا کر فوج میں تقسیم کردیا جائے، وہ آقا کے یہاں کھائیں اور ان کا کام کریں، پس وہ ان کے لئے بوجھ نہیں ہونگے، مگر رقیت (غلامی) جنگوں کا پیدا کیا ہوا مسئلہ ہے، اسلام نے اس کو شروع نہیں کیا۔ تفصیل آگے آئے گی۔

یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے! —— یعنی جب تک جہاد جاری ہے، قیدیوں کے ساتھ یہی معاملہ کیا جائے، اور اسلام کا جہاد قیامت تک جاری رہے گا، اس کے دشمن چاروں طرف ہیں، ایک سے نمٹتے ہیں تو دوسرا مقابلہ میں آجاتا ہے، پس یہ احکام رہتی دنیا تک کے لئے ہیں۔

رقیت (غلامی) جنگوں کا پیدا کیا ہوا مسئلہ ہے

جب دوفریق لڑتے ہیں اور ایک دوسرے کے آدمیوں کو قید کرتا ہے اور قیدیوں کا کوئی مناسب حل نہیں نکلتا تو قدیم زمانہ سے ساری دنیا میں اس کا یہ حل چلا آرہا تھا کہ ان قیدیوں کو غلام بنالیا جائے اس طرح ملکیت بمعنی غلامی وجود میں آئی۔ غلامی کا مسئلہ اسلام کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے نہ اسلام کو اس پر اصرار ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جنگی قیدیوں کا مسئلہ مختلف طرح سے حل کیا جاسکتا ہے۔ یا تو قیدیوں کو تہ تیغ کردیا جائے یا قیدیوں سے تبادلہ کیا جائے۔ یا مفت چھوڑ دیا جائے یا جنگ کا حرجانہ (فدیہ) لے کر چھوڑا جائے یا جیل میں رکھ کر زندگی بھر کھلایا جائے۔ اگر یہ سب حل ممکن نہ ہوں یا مناسب نہ ہوں تو آخری حل یہ ہے کہ ان کو فوج میں تقسیم کردیا جائے۔ اور ہر فوجی اپنے غلام کو اپنے گھر بھیج دے، وہاں وہ کام کرے اور کھائے۔

اسلام نے مسئلہ کے اس حل کو جو پہلے سے چلا آرہا تھا اور ساری دنیا میں رائج تھا، باقی رکھا ہے۔ اس میں قیدیوں کا یہ فائدہ ہے کہ جب وہ اسلامی معاشرہ میں پہنچیں گے تو اسلامی تعلیمات سے روشناس ہوں گے اور دیر سویر ان کے سینے نور ایمان سے منور ہوجائیں گے۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ اس کی بہترین مثال ہے —— اور اسلام نے غلاموں کے لئے ایسے قواعد وضوابط بنادیئے ہیں جن سے ظلم وستم کا سد باب ہوجاتا ہے، نیز غلامی سے نکلنے کی بہت سی راہیں بھی تجویز کردی ہیں، تاکہ غلامی کا طوق ہمیشہ کے لئے گردن میں نہ پڑ جائے۔

جہاد میں بندوں کا امتحان ہے: جہاد کی پہلی حکمت

اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہیں کہ کافروں کو آسمانی عذاب سے ہلاک کردیں، لیکن جہاد کا حکم دے کر امتحان کرنا مقصود ہے، وہ

دیکھتے ہیں کہ کتنے مسلمان اللہ کے نام پر جان و مال نثار کرنے کے لئے تیار ہیں، اور کتنے کافر اس تنبیہ سے بیدار ہوتے ہیں اور اسلام کے سایے میں آتے ہیں، گذشتہ قوموں کی طرح ایک دم پکڑ کر مونڈی توڑ نہیں دیتے، سنبھلنے کا موقعہ دیتے ہیں۔

﴿ ذٰلِكَ ۛ وَلَوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۭ ﴾

ترجمہ: (جہاد کا) یہ حکم (بجالاؤ!) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو خود ان (کفار) سے انتقام لیتے، لیکن وہ چاہتے ہیں کہ تم میں سے ایک کا دوسرے کے ذریعہ امتحان کریں!

جہاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جنت سے ہم کنار کرنا چاہتے ہیں: جہاد کی دوسری حکمت

جنت مہنگا سودا ہے، اس کے حصول کے لئے بڑے جتن کرنے پڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کو حاصل کرنے کا ایک مختصر راستہ کھول دیا ہے، اور وہ ہے جہاد! جام شہادت نوش کرتے ہی سیدھا جنت میں پہنچ جاتا ہے، البتہ حقوق العباد مستثنیٰ ہیں، سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں، مگر بندوں کے حقوق کھڑے رہتے ہیں، جو لوگ اللہ کے راستہ میں مارے جاتے ہیں دنیا ان کو ناکام سمجھتی ہے، مگر حقیقت میں وہ کامیاب ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا عمل (جہاد) ضائع نہیں کرتے، ان کی محنت ٹھکانے لگاتے ہیں، آخرت میں ان کے احوال ٹھیک کردیتے ہیں، اور ان کو جنت میں داخل کرتے ہیں، جس کی پہچان ان کو انبیاء کے ذریعہ کرادی ہے یا جس کو خوشبوؤں سے مہکادیا ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝ ﴾

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے تو اللہ تعالیٰ ہرگز ان کے اعمال (جہاد وغیرہ) کو ضائع نہیں کریں گے، ان کو منزلِ مقصود تک پہنچائیں گے، اور ان کے احوال کو سنواریں گے، اور ان کو جنت میں داخل کریں گے، جس کی ان کو پہچان کرادی ہے / جس کو انھوں نے خوشبوؤں سے مہکادیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۸ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝۹ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝۱۰ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝۱۱

ع ۵

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے لوگو جو	ذٰلِكَ (۲)	یہ بات	مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے
اٰمَنُوْۤا	ایمان لائے	بِاَنَّهُمْ	اس لئے ہے کہ انھوں نے	دَمَّرَ اللّٰهُ	ہلاکت ڈالی اللہ نے
اِنْ تَنْصُرُوا	اگر مدد کرو گے تم	كَرِهُوْا	ناپسند کیا	عَلَيْهِمْ	ان پر
اللّٰهَ	اللہ کی	مَاۤ اَنْزَلَ	جس کو اتارا	وَلِلْكٰفِرِيْنَ (۳)	اور اِن منکروں کیلئے
يَنْصُرْكُمْ	مدد کریں گے وہ تمہاری	اللّٰهُ	اللہ نے	اَمْثَالُهَا	اُن کے مانند ہے
وَيُثَبِّتْ	اور جمائیں گے وہ	فَاَحْبَطَ	پس اکارت کر دیا	ذٰلِكَ	یہ بات
اَقْدَامَكُمْ	تمہارے پیروں کو	اَعْمَالَهُمْ	ان کے کاموں کو	بِاَنَّ	اس لئے ہے کہ
وَالَّذِيْنَ	اور جنھوں نے	اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا	کیا پس نہیں چلے پھرے وہ	اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ
كَفَرُوْا	نہیں مانا	فِي الْاَرْضِ	زمین میں	مَوْلَى	کارساز ہیں
فَتَعْسًا (۱)	پس اوندھے منہ گرنا ہے	فَيَنْظُرُوْا	پس دیکھتے وہ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	ایمانداروں کے
لَّهُمْ	ان کے لئے	كَيْفَ كَانَ	کیسا ہوا	وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ	اور اس وجہ سے کہ منکرین
وَاَضَلَّ	اور کھو دیا	عَاقِبَةُ	انجام	لَا مَوْلٰى	کوئی کارساز نہیں
اَعْمَالَهُمْ	ان کے کاموں کو	الَّذِيْنَ	ان کا جو	لَهُمْ	ان کا

مجاہدین جم کر مقابلہ کریں، وہی کامیاب ہونگے اور مخالفین پسپا ہونگے

جب رن پڑتا ہے تو پتہ پانی ہوجاتا ہے، پیرا کھڑ جاتے ہیں، مجاہد بھاگنے کی سوچتا ہے، اِس سے جیتا ہوا میدان ہاتھ سے نکل جاتا ہے، میدان وہی مارتا ہے جو ڈٹ کر لڑتا ہے، اور قدم قدم بڑھتا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے کہ جو اللہ کے دین کی مدد کرتا ہے اسی کی اللہ تعالیٰ مدد کرتے ہیں، اس کے قدم جماتے ہیں، مجاہدین میدانِ کارزار میں جم کر لڑیں گے تو وہی کامیاب ہونگے، اور دشمنانِ اسلام اوندھے منہ گریں گے، ان کی سب چالیں خاک میں مل جائیں گی۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار اللہ کے نازل کئے ہوئے دین کو ناپسند کرتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ اسلام کے خلاف ان کی کاروائیوں کو اکارت کر دیتے ہیں، سرزمین عرب میں وہ چل پھر کے دیکھیں، ان کو بہت مثالیں مل جائیں گی، نافرمان قوموں کو اللہ نے تباہ و برباد کر دیا، آج ان کا نام ونشان باقی نہیں، یہی حال مشرکین مکہ کا ہونا ہے، اور مسلمان

(۱) تَعْسًا: مفعول مطلق فعل محذوف کا، أی تَعِسَ تَعْسًا، عامل کا حذف واجب ہے تَعِسَ (س): منہ کے بل گرنا، ہلاک ہونا۔
(۲) ذلك: أی ما ذُکر من التعس والإضلال (روح) (۳) الکافرین کا الف لام عہدی ہے، مراد مکہ کے کفار ہیں۔

سرخ رو ہونگے، اللہ تعالیٰ ان کے کارساز ہیں، وہ جلد ان کی بگڑی بنادیں گے، اور کافروں کا کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا جو ان پر آنسو بہائے!

آیاتِ پاک: ـــــ اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا ـــــ اللہ تعالیٰ تو کسی کی مدد کے محتاج نہیں، وہ تو صمد (بے نیاز) ہیں، البتہ اللہ کے دین کی اشاعت کے لئے جدوجہد (محنت) درکار ہے، اور اس میں محنت کرنے والوں کا نفع ہے، غرض: اس عام ضابطہ میں جہاد بھی آتا ہے ـــــ اور تمہارے قدم جمائے گا ـــــ یعنی جہاد میں اللہ کی مدد سے تمہارے قدم ڈگمگائیں گے نہیں، اسلام واطاعت پر ثابت قدم رہوگے۔

یہ بات بایں وجہ ہے کہ انھوں نے ـــــ یعنی مکہ کے کافروں نے ـــــ اُس (قرآن) کو ناپسند کیا جو اللہ نے اتارا ہے، اس لئے اُن کے اعمال (چالیں اور اسکیمیں) اکارت کردیئے ـــــ کیا وہ لوگ سرزمین عرب میں چلے پھرے نہیں، پس وہ دیکھتے کہ کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے ہوئے؟ ـــــ اللہ تعالیٰ نے ان پر تباہی ڈالی ـــــ انھوں نے اللہ کی باتوں کو ناپسند کیا، سو دیکھ لو! دنیا ہی میں ان کی کیا گت بنی؟ ـــــ اور اِن کافروں کے لئے بھی اسی قسم کے معاملات ہونے والے ہیں ـــــ یعنی اِن کے منصوبے بھی خاک میں مل جائیں گے ـــــ یہ بات بایں وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے کارساز ہیں ـــــ وہ ان کی بگڑی بنائیں گے ـــــ اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں! ـــــ جو اللہ کے مقابلہ میں ان کے کچھ کام آئے۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ
وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿١٢﴾
وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّن قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا
نَاصِرَ لَهُمْ ﴿١٣﴾ أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُم ﴿١٤﴾
مَّثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ
لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ
وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ
وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ﴿١٥﴾

اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	اَشَدُّ قُوَّةً	زیادہ زور آور تھیں	الْمُتَّقُوْنَ	پرہیزگاروں سے
يُدْخِلُ	داخل کریں گے	مِّنْ قَرْيَتِكَ	آپ ؐ کی بستی سے	فِيْهَآ اَنْهٰرٌ	اس میں نہریں ہیں
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	ان کو جو ایمان لائے	الَّتِيْٓ	جس نے	مِّنْ مَّآءٍ	پانی کی
وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	اَخْرَجَتْكَ	نکال دیا آپ ؐ کو	غَيْرِ اٰسِنٍ (۴)	نہ بو کرنے والا
الصّٰلِحٰتِ	نیک کام	اَهْلَكْنٰهُمْ	ہلاک کیا ہم نے ان کو	وَاَنْهٰرٌ	اور نہریں ہیں
جَنّٰتٍ (۱)	باغوں میں	فَلَا نَاصِرَ	پس کوئی مددگار نہیں	مِّنْ لَّبَنٍ	دودھ کی
تَجْرِيْ	بہتی ہیں	لَهُمْ	ان کے لئے	لَّمْ يَتَغَيَّرْ	نہیں بدلا
مِنْ تَحْتِهَا (۲)	ان کے نیچے سے	اَفَمَنْ كَانَ	کیا پس جو ہے	طَعْمُهٗ	اس کا مزہ
الْاَنْهٰرُ	نہریں	عَلٰى بَيِّنَةٍ (۳)	واضح راستہ پر	وَاَنْهٰرٌ	اور نہریں ہیں
وَالَّذِيْنَ	اور جن لوگوں نے	مِّنْ رَّبِّهٖ	جو اس کے رب کی طرف	مِّنْ خَمْرٍ	شراب کی
كَفَرُوْا	انکار کیا		سے ہے	لَّذَّةٍ	مزیدار
يَتَمَتَّعُوْنَ	فائدہ اٹھاتے ہیں	كَمَنْ	مانند اس شخص کے ہے	لِّلشّٰرِبِيْنَ	پینے والوں کے لئے
وَيَاْكُلُوْنَ	اور کھاتے ہیں وہ	زُيِّنَ لَهٗ	جس کیلئے مزین کی گئی	وَاَنْهٰرٌ	اور نہریں ہیں
كَمَا تَاْكُلُ	جس طرح کھاتے ہیں	سُوْٓءُ عَمَلِهٖ	اس کی بدعملی	مِّنْ عَسَلٍ	شہد کی
الْاَنْعَامُ	پالتو چوپایے	وَاتَّبَعُوْٓا	اور پیروی کی انھوں نے	مُّصَفًّى (۵)	صاف شفاف
وَالنَّارُ	اور دوزخ	اَهْوَآءَهُمْ	اپنی خواہشات کی	وَلَهُمْ فِيْهَا	اور ان کے لئے اس میں
مَثْوًى لَّهُمْ	ٹھکانا ہے ان کا	مَثَلُ	حالت	مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ	ہر طرح کے میوے ہیں
وَكَاَيِّنْ	اور کتنی ہی	الْجَنَّةِ	اس جنت کی	وَمَغْفِرَةٌ	اور بخشش ہے
مِّنْ قَرْيَةٍ	بستیاں	الَّتِيْ	جس کا	مِّنْ رَّبِّهِمْ	ان کے رب کی طرف سے
هِيَ	جو	وُعِدَ	وعدہ کیا گیا	كَمَنْ هُوَ	برابر ہے اس کے جو

(۱) جناتٍ: یدخل کا مفعول فیہ ہے (۲) من تحتھا: کی دوصورتیں ہوسکتی ہیں: (۱) زیر زمیں (۲) محلات کے نیچے (۳) علی بینة: ای علی طریق بینة۔ (۴) آسِن: اسم فاعل، أَسَنَ الماءُ (ن) أَسْنًا: سڑ جانا، بدبودار ہونا (۵) مصفی: میل کچیل، اور موم نہ ملا ہوا۔

خَالِدٌ	سدا رہنے والا ہے	وَسُقُوْا	اور پلائے گئے وہ	فَقَطَّعَ	پس ٹکڑے ٹکڑے کردیا اس نے
فِي النَّارِ	دوزخ میں	مَآءً حَمِيْمًا	کھولتا پانی	اَمْعَآءَهُمْ	ان کی آنتوں کو

نیک مؤمن اور کافر کا انجام مختلف ہوگا

گذشتہ آیات میں مؤمن (مجاہد) اور کافر کا دنیوی فرق بیان کیا ہے، مؤمنین جو اللہ کے دین کی مدد کرتے ہیں، اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے سردھڑ کی بازی لگاتے ہیں: اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتے ہیں، اور وہ سر بلند ہوتے ہیں، اور ان کے مخالفین سرنگوں ہوتے ہیں، ان کی سب اسکیمیں فیل ہوجاتی ہیں، اور ان کی چالیں خاک میں مل جاتی ہیں —— اب اِن آیات میں نیک مؤمن اور کافر کے درمیان اخروی انجام کا تفاوت بیان کرتے ہیں۔ آخرت میں بھی دونوں کا انجام یکساں نہیں ہوگا:

ایماندار جنھوں نے اچھے کام کئے، ایسے باغات میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن سے وہ سدا شاداب رہیں گے، اور دین اسلام کے نہ ماننے والے جو دنیا میں عیش اڑا رہے ہیں، اور چوپایوں کی طرح کھا پی رہے ہیں، اور انجام سے بےفکر ہیں، ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، جس میں وہ ہمیشہ سڑیں گے۔

اور ماضی میں ایسی بہت سی قومیں ہلاک کی جاچکی ہیں جو زور وقوت میں مکہ والوں سے بڑھی ہوئی تھیں، اللہ نے ان کو ایک ایک کرکے ہلاک کیا، اور کوئی ان کی مدد کو نہیں پہنچا، پھر مکہ کے مشرک کس زعم میں مبتلا ہیں جنھوں نے آپ ﷺ کو اور مسلمانوں کو گھر سے بےگھر کیا ہے؟ کیا ان کا نمبر نہیں آئے گا؟ ضرور آئے گا، بھلا جو شخص دین کے واضح راستہ پر چل رہا ہو، اور جو شخص بدعملی کا شکار ہو، اور خواہشِ نفسانی کی پیروی کررہا ہو: یکساں ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! پہلا شخص کامیاب ہوگا، اور دوسرا منہ کی کھائے گا۔

﴿ إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝۱۲ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝۱۳ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ۝۱۴ ﴾

ترجمہ: بےشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے، ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں —— جن سے وہ باغات سدا بہار ہونگے —— اور جن لوگوں نے دین اسلام قبول نہیں کیا وہ عیش کررہے ہیں، اور اس طرح کھا پی رہے ہیں جس طرح چوپایے کھاتے پیتے ہیں، اور دوزخ ان کا ٹھکانا ہے! —— یعنی کیا دونوں یکساں ہیں؟ ہرگز نہیں! اِن کے لئے تو دنیا میں بھی تباہی ہے، پھر وہ آخرت میں کامیاب کیسے ہونگے؟

اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں جو قوت میں آپؐ کی اُس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں جس نے آپؐ کو نکال دیا ہے، ہم نے ان کو ہلاک کیا، سو ان کا کوئی مددگار نہیں ہوا!

کیا پس جو شخص اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر ہو، وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جس کے لئے اس کی بدعملی مزین کی گئی، اور جو اپنی خواہشات پر چل رہے ہیں؟

جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے

جنت میں چار قسم کی نہریں ہیں:

۱- پانی کی نہریں ہیں جو زندگی کا سرمایہ ہے، جس میں ذرا بو نہیں۔

۲- دودھ کی نہریں ہیں جو غذائے لطیف ہے، اس کا ذائقہ نہیں بدلا ہوگا، دودھ سڑتا ہے، مگر جنت کا دودھ تازہ ہوگا۔

۳- شرابِ طہور کی نہریں ہیں، جو سرور ونشاط کے لئے پی جاتی ہے، دنیا کی شراب میں بدمزگی اور سرگرانی ہوتی ہے، جنت کی شراب میں یہ دونوں چیزیں نہیں ہونگی، وہ پینے والوں کے لئے مزیدار ہوگی، اور سرور سے سرمست کرے گی۔

۴- صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں جو شفا ہے، دنیا کے شہد میں کبھی موم مل جاتا ہے تو وہ گدلا ہوجاتا ہے۔

علاوہ ازیں: جنت میں ہر قسم کے میوے ہیں اور اللہ کی بخشش ہے، یعنی جنتیوں کی سب خطائیں معاف کرکے ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا، پھر وہاں کبھی خطاؤں کا تذکرہ بھی نہیں آئے گا، جو کلفت کا سبب بنے۔

اور کافر دوزخ میں داخل کئے جائیں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، جس سے آنتیں کٹ کٹ جائیں گی ــــ کیا وہ مؤمن اور یہ کافر آخرت میں یکساں ہونگے؟ ہرگز نہیں! اول چین میں رہے گا اور ثانی بے چین! اور آخرت میں انجام کا یہ اختلاف دین قبول کرکے اس کے لئے جدوجہد کرنے اور دین کا انکار کرنے کی وجہ سے ہوگا۔

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِى النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝۱۵﴾

ترجمہ: اس جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے: اس میں پانی کی نہریں ہیں، جس میں ذرا تغیر نہیں آیا، اور ایسی دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ ذرا نہیں بدلا، اور ایسی شراب کی نہریں ہیں، جو پینے والوں کو مزہ دینے والی ہے، اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں، اور ان کے لئے اس میں ہر قسم کے پھل ہیں، اور ان کے پروردگار کی طرف سے

بخشش ہے، کیا یہ لوگ اس شخص کی طرح ہونگے جو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، اور اس کو کھولتا ہوا پانی پینے کو دیا جائے گا، پس وہ اس کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردے گا؟

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾

وَمِنْهُمْ	اور ان میں سے بعض	اُولٰٓئِكَ	یہ لوگ	تَقْوٰىهُمْ	ان کی پرہیزگاری
مَنْ يَّسْتَمِعُ	جو کان لگاتے ہیں	الَّذِيْنَ	جو	فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ	پس نہیں انتظار کرتے وہ
اِلَيْكَ	آپؐ کی طرف	طَبَعَ اللّٰهُ	مہر کردی اللہ نے	اِلَّا السَّاعَةَ	مگر قیامت کا
حَتّٰۤى اِذَا	یہاں تک کہ جب	عَلٰى قُلُوْبِهِمْ	ان کے دلوں پر	اَنْ تَاْتِيَهُمْ (۲)	کہ آ کھڑی ہو ان پر
خَرَجُوْا	نکلتے ہیں وہ	وَاتَّبَعُوْۤا	اور پیروی کی انھوں نے	بَغْتَةً	اچانک
مِنْ عِنْدِكَ	آپؐ کے پاس سے	اَهْوَآءَهُمْ	اپنی خواہشات کی	فَقَدْ جَآءَ	پس بالیقین آچکی ہیں
قَالُوْا	پوچھتے ہیں	وَالَّذِيْنَ (۱)	اور جن لوگوں نے	اَشْرَاطُهَا (۳)	اس کی چھوٹی نشانیاں
لِلَّذِيْنَ	ان سے جو	اهْتَدَوْا	راہ راست پائی	فَاَنّٰى لَهُمْ (۴)	پس کہاں ہوگا ان کیلئے
اُوْتُوا الْعِلْمَ	دیئے گئے علم	زَادَهُمْ	بڑھایا ان کو	اِذَا جَآءَتْهُمْ	جب آپہنچے گی ان کے پاس
مَاذَا قَالَ	کیا کہا اس نے	هُدًى	راہ یابی میں	ذِكْرٰىهُمْ	ان کا نصیحت پذیر ہونا
اٰنِفًا	ابھی؟	وَّاٰتٰىهُمْ	اور دی ان کو	فَاعْلَمْ	پس جان لیں

(۱) الذین: مبتدا، زادھم: خبر (۲) أن تأتیھم: الساعة سے بدل اشتمال (۳) شَرَط: قیامت کی چھوٹی نشانیاں، دور کی نشانیاں اور آیات: بڑی نشانیاں، قریبی نشانیاں، جیسے سورج کا مغرب سے نکلنا۔ (۴) أنی: خبر مقدم، ذکراھم: مبتدا مؤخر، یا اس کا برعکس۔

اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ	کہ نہیں کوئی معبود	لِذَنْۢبِكَ	اپنے گناہ کی	وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ	اور اللہ جانتے ہیں
اِلَّا اللّٰهُ	اللہ کے سوا	وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ	اور مومنین کے لئے	مُتَقَلَّبَكُمْ (۱)	تمہارے گھومنے پھرنے کی جگہ
وَاسْتَغْفِرْ	اور معافی مانگیں	وَ الْمُؤْمِنٰتِ	اور مومنات کے لئے	وَمَثْوٰىكُمْ (۲)	اور تمہاری فرودگاہ

نام نہاد مسلمانوں کے کچھ احوال، دھمکی اور فہمائش

اوپر مومنوں اور کافروں کا حال مذکور ہوا ہے، ایک قسم کافروں کی وہ ہے جسے منافق کہتے ہیں، یعنی ظاہر میں اسلام کا دعوی ہے اور باطن میں اس سے انحراف، ان آیات میں ان کا ذکر ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور بعضے آدمی ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ آپؐ کے پاس سے باہر جاتے ہیں: اہل علم سے پوچھتے ہیں: انھوں نے ابھی کیا بات فرمائی؟ — یعنی مجلس میں تو ایسا نظر آتا ہے کہ وہ بغور نبی ﷺ کی بات سن رہے ہیں، مگر حقیقت میں توجہ نہیں، اس لئے مجلس سے اٹھنے کے بعد سچے ذی علم صحابہ سے پوچھتے ہیں: انھوں نے ابھی مجلس میں کیا فرمایا؟ اور اس پوچھنے میں بھی چوٹ کررہے ہیں کہ ہم ان کی بات کو لائق اعتناء نہیں سمجھتے، اس لئے ہم نے غور سے سنا ہی نہیں۔ ایسے نالائقوں سے کیا امید باندھتے ہو کہ وہ جہاد میں تمہارا ساتھ دیں گے — یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کردی ہے، اور وہ اپنی من مانی کررہے ہیں — یعنی ایسی نالائق حرکتوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ ان کے دلوں پر مہر کردیتے ہیں، پھر نیکی کی توفیق قطعاً نہیں ہوتی، محض خواہشات کی پیروی رہ جاتی ہے (فوائد)

منافقوں کے بالمقابل سچے مسلمانوں کا حال: — اور جن لوگوں نے راہ پائی، ان کی ہدایت میں اللہ تعالیٰ اضافہ کرتے ہیں، اور ان کو ان کے تقوی کی توفیق دیتے ہیں — یعنی سچائی کے راستہ میں چلنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی روز بروز ہدایت میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے، اور اس کی پرہیزگاری بڑھتی جاتی ہے، اور یہی لوگ سرفروشی کا جذبہ رکھتے ہیں۔

منافقوں کو دھمکی: — پس وہ لوگ بس قیامت ہی کا انتظار کررہے ہیں کہ وہ دفعۃً ان پر آپڑے، سو اس کی علامتیں تو آچکی ہیں، پس کہاں نصیب ہوگا ان کو، جب قیامت ان کے سر پر آجائے گی، ان کا نصیحت پذیر ہونا! — یعنی وہ لوگ سب نصیحتیں اور گذشتہ اقوام کی عبرتناک مثالیں، اور وعدووعید تو سن چکے، اب ماننے کے لئے کس بات کا انتظار ہے؟ جب قیامت کی گھڑی اچانک ان کے سر پر آکھڑی ہوگی تب مانیں گے؟ سو قیامت کی کئی نشانیاں تو آچکیں، ان

(۱) متقلَّب: ظرف مکان، تقلّب: مصدر: گھومنا پھرنا، الٹ پلٹ ہونا (۲) مثوی: ظرف مکان: ٹھکانا، فرودگاہ، لمبی مدت تک رہنے کی جگہ۔ ثوی یثوی (ض) بالمکان ثواء: ٹھہرنا، قیام کرنا۔

میں سے ایک نشانی خاتم النّبیین ﷺ کی بعثت ہے، جب سلسلۂ نبوت پورا ہوگیا تو اب جزاوسزا کا مرحلہ ہی سامنے ہے، اور جب قیامت برپا ہوجائے گی تو ماننے کا موقع کہاں رہے گا؟ اس وقت سمجھنا اور ماننا بے کار ہوگا، اس پر نجات نہیں ہوسکے گی۔

نبی ﷺ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی ملا کر اشارہ فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح ہیں یعنی میں قیامت سے اتنا آگے نکل آیا ہوں، جتنا بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے آگے نکلی ہوئی ہے

منافقوں کو فہمائش: —— پس تو جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں —— یعنی اللہ کے سوا تیرے دماغ میں جو معبود بیٹھے ہوئے ہیں ان کو نکال —— اور تو اپنی خطا کی معافی مانگ —— یعنی شرک سے توبہ کر —— اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے بھی —— یعنی اسلامی برادری میں شامل ہوجا، آدمی اپنی برادری کے لئے دعا گو رہتا ہے —— اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں تمہارے چلنے پھرنے کی اور رہنے سہنے کی جگہ کو! —— یعنی تو اللہ کی دسترس سے باہر نہیں، تیری عارضی چلنے پھرنے کی جگہ اور تیری مستقل فرودگاہ کی اللہ کو خبر ہے، وہ جب چاہیں گے دارو گیر کر سکتے ہیں، تو ان سے بچ کر کہاں جاسکتا ہے؟ پس ایمان لا اور ان کی پناہ حاصل کرلے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۖ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٠﴾ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿٢١﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾

وَيَقُولُ	اور کہتے ہیں	لَوْلَا	کیوں نہیں	فَإِذَا	پس جب
الَّذِينَ	جو لوگ	نُزِّلَتْ	اتاری گئی	أُنزِلَتْ	اتاری گئی
آمَنُوا	ایمان لائے	سُورَةٌ	کوئی سورت؟	سُورَةٌ	سورت

مُّحۡكَمَةٌ(۱)	محکم	فَاَوۡلٰى لَهُمۡ(۵)	پس تباہی ہے ان کیلئے	اَنۡ تُفۡسِدُوۡا	کہ خرابی پھیلاؤ گے تم
وَّذُكِرَ	اور ذکر کیا گیا	طَاعَةٌ(۶)	اطاعت	فِى الۡاَرۡضِ	ملک میں
فِيۡهَا	اس میں	وَّقَوۡلٌ	اور بات	وَتُقَطِّعُوۡۤا	اور پارہ پارہ کروگے تم
الۡقِتَالُ	جہاد کا	مَّعۡرُوۡفٌ	بھلی (بہتر ہے)	اَرۡحَامَكُمۡ	تمہاری قرابتوں کو؟
رَاَيۡتَ	دیکھا آپؐ نے	فَاِذَا عَزَمَ	پس جب پختہ ہوگیا	اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ	یہ لوگ جو
الَّذِيۡنَ	ان کو جو	الۡاَمۡرُ	کام	لَعَنَهُمُ	لعنت کی ان پر
فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ	ان کے دلوں میں	فَلَوۡ صَدَقُوا	تو اگر سچی بات کہی ہوتی	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ نے
مَّرَضٌ	بیماری ہے		انھوں نے	فَاَصَمَّهُمۡ	پس بہرہ کردیا ان کو
يَّنۡظُرُوۡنَ	دیکھتے ہیں وہ	اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ سے	وَاَعۡمٰٓى	اور اندھا کردیا
اِلَيۡكَ	آپؐ کی طرف	لَكَانَ خَيۡرًا	(تو) البتہ بہتر ہوتا	اَبۡصَارَهُمۡ	ان کی آنکھوں کو
نَظَرَ(۲)	(جیسے) دیکھنا	لَّهُمۡ	ان کے لئے	اَفَلَا يَتَدَبَّرُوۡنَ	کیا پس نہیں غور کرتے وہ
الۡمَغۡشِىِّ(۳)	اس کا کہ چھائی ہوئی ہو	فَهَلۡ	پس کیا	الۡقُرۡاٰنَ	قرآن میں
عَلَيۡهِ	اس پر	عَسَيۡتُمۡ(۷)	امید کرتے ہو تم	اَمۡ عَلٰى قُلُوۡبٍ	یا دلوں پر
مِنَ الۡمَوۡتِ(۴)	موت	اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ(۸)	اگر اقتدار سنبھالو تم	اَقۡفَالُهَا(۹)	ان کے تالے ہیں!

(۱)مُحۡكَمَة: اسم مفعول، جمع مُحۡكَمَات، مصدر إحكام: مضبوط کرنا، پختہ کرنا، **محكمة**: قرآن کی اصطلاح ہے، اس کی جمع سورۃ آل عمران (آیت ۷) میں آئی ہے، اس کا مقابل متشابهات ہے، محکم: وہ کلام ہے جس کے ایک ہی معنی ہوں، دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو، اور جس کلام کے متعدد معانی ہوسکتے ہوں وہ متشابہ ہے (۲)نَظَرَ: منصوب بنزع خافض ہے أی کنظر (۳)**المغشي**: اسم مفعول، الف لام بمعنی الذی، اصل میں مَغۡشُوۡيٌ تھا، واو کو یاء بنا کر یاء میں ادغام کیا، پھر ماقبل کو کسرہ دیا، جیسے مَغۡنِيٌّ اصل میں مَغۡنُوۡيٌ تھا، غَشِيَ (س): بے ہوشی طاری ہونا (۴)**من الموت**: من بیانیہ المَغۡشِيُّ میں الف لام بمعنی الذی کا بیان ہے (۵)أولی (اسم تفضیل) کا صلہ جب لام آتا ہے تو دھمکی کے لئے ہوتا ہے، یعنی خرابی اور برائی سے زیادہ قریب، زیادہ مستحق (۶)**طاعة وقول معروف**: مبتدا، اور خبر محذوف ہے، أی أمثلُ بکم من غیرهما (۷)**عسی**: افعال مقاربہ میں سے رجا و امید کے معنی کے لئے ہے، ضمیر تم اس کا اسم ہے، اور أن تفسدوا خبر ہے، اور إن تولیتم: جملہ معترضہ ہے (۸)تَوَلَّى السُّلۡطة: اقتدار سنبھالنا، حاکم بننا، شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ نے ترجمہ کیا ہے: اگر تم کو حکومت مل جائے'' (۹)أقفالها کی ضمیر قلوب کی طرف لوٹتی ہے، دلوں کے تالے جیسے دروازوں کے تالے۔

جب جہاد کی اجازت ملی تو منافقین پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگے!

مکی دور میں مسلمان ناقابل بیان ظلم وستم سہتے رہے، اس وقت جوابی کاروائی کی اجازت نہیں تھی، ہاتھ روکے رکھنے کا حکم تھا۔ سورۃ الحجر (آیات ۹۴و۹۵) ہیں: ﴿ فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ۝ اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَہۡزِءِیۡنَ ۝﴾: آپ ڈنکے کی چوٹ وہ بات بیان کریں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، اور مشرکوں سے رخ پھیر لیں، ہم آپ کی طرف سے ان ہنسی اڑانے والوں سے نمٹ لیں گے —— پھر جب مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تب بھی کافروں نے پیچھا نہیں چھوڑا، انھوں نے مدینہ پر چڑھائی کی تیاری شروع کردی، تفصیل ہدایت القرآن (۴۸۴:۵) میں ہے، اس وقت مسلمانوں نے چاہا کہ جوابی کاروائی کی اجازت ملے تو مشرکوں کو ترکی بہ ترکی جواب دیں، چنانچہ سورۃ الحج کی (آیت ۳۹) نازل ہوئی: ﴿ اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّہُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ﴾: (لڑنے کی) اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے، اس وجہ سے کہ وہ مظلوم ہیں۔

جب جہاد کا یہ حکم آیا تو منافق اور کچے لوگوں پر بھاری ہوا، خوف زدہ اور بے رونق آنکھوں سے پیغمبر کی طرف دیکھنے لگے کہ کاش! ہم کو اس حکم سے معاف رکھیں، بے حد خوف میں بھی آنکھ کی رونق نہیں رہتی، جیسے مرتے وقت آنکھوں کا نور جاتا رہتا ہے (موضح)

﴿ وَیَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَتۡ سُوۡرَۃٌ ۚ فَاِذَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَۃٌ مُّحۡکَمَۃٌ وَّ ذُکِرَ فِیۡہَا الۡقِتَالُ ۙ رَاَیۡتَ الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ یَّنۡظُرُوۡنَ اِلَیۡکَ نَظَرَ الۡمَغۡشِیِّ عَلَیۡہِ مِنَ الۡمَوۡتِ ؕ فَاَوۡلٰی لَہُمۡ ﴿ؕ۲۰﴾﴾

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہتے ہیں: "کیوں نہیں کوئی سورت اتاری گئی؟" —— جس میں جہاد کی اجازت ہو —— پھر جب محکم الدلالۃ سورت نازل کی گئی اور اس میں جہاد کا ذکر کیا گیا —— یعنی جہاد کا واضح حکم آیا جس میں دوسرے معنی کا احتمال نہیں تھا، استعارہ کنایہ کی گنجائش نہیں تھی —— تو آپ نے ان لوگوں کو دیکھا جن کے دلوں میں روگ (نفاق) ہے کہ وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں جیسے وہ شخص دیکھتا ہے جس پر موت کی بے ہوشی طاری ہو —— یعنی ان کے ہوش اڑ گئے، وہ حواس باختہ ہیں کہ اب کیا ہوگا؟ اب تو جہاد کے لئے نکلنا ہی پڑے گا، ورنہ بھانڈا پھوٹ جائے گا —— سو کم بختی ہو ان کے لئے! —— ناس ہو جائے ان بزدلوں کا!

جہاد کے تعلق سے مسلمانوں کی ذمہ داری

عام حالات میں جب جہاد نہ ہو رہا ہو امیر کی اطاعت اور بھلی بات یعنی لوگوں کو جہاد کے لئے تیار رہنے کی تلقین کرنا ضروری ہے، پھر جب جہاد کا قطعی فیصلہ ہو جائے تو اس کے لئے نکلنا اور جم کر دشمن کا مقابلہ کرنا ضروری ہے، اس وقت

مسلمانوں کو چاہئے کہ خود کو اللہ کے سامنے سچا ثابت کریں، اور سرفروشی کا جو عہد کیا ہے اس کو پورا کریں، یہ صورت ان کے لئے بہتر اور بھلائی کی ہے۔

﴿طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾

ترجمہ: اطاعت اور بھلی بات (چاہئے!) پھر جب (جہاد کا) قطعی فیصلہ ہو جائے تو اگر وہ اللہ کے سامنے سچے ثابت ہوں تو وہ یقیناً ان کے لئے بہتر ہوگا۔

امنِ عالم کے لئے اسلامی حکومت ضروری ہے، اور وہ جہاد سے قائم ہوگی

پھر منافقین کا ایک خلجان دور کرتے ہیں، وہ یہ خیال کرسکتے ہیں کہ ابھی مکہ کے کفار برسرِ اقتدار ہیں، ہم اگر جہاد کر کے ان سے حکومت چھین لیں گے تو کیا حاصل ہوگا؟ نام بدل جائے گا، کام تو وہی رہے گا، اسلامی حکومت بھی وہی کام کرے گی جو کافروں کی حکومت کر رہی ہے، پھر شیطانِ اکبر ہی کا اقتدار کیوں نہ مان لیں، جانیں کیوں کھوئیں!

اس کا جواب دیتے ہیں کہ اسلامی حکومت کافروں کی حکومت کی طرح نہیں ہوگی، وہ تو زمین میں فساد مچاتے ہیں، نبی ﷺ اور مہاجرین کے ساتھ رشتہ ناتا بھی توڑ لیا ہے، تو کیا اسلامی حکومت بھی یہی کام کرے گی؟ ہرگز نہیں! اسلامی حکومت تو امنِ عالم کی ضامن ہے، اس کا منشور سورۃ الحج (آیت ۴۱) میں آیا ہے: ﴿الَّذِيْنَ إِنْ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوْا الصَّلَاةَ وَآتُوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾: یعنی اگر سچے مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگی تو مسجدیں آباد اور پُر رونق ہو جائیں گی، زکات کی ادائیگی عام ہو جائے گی، اور اس کی تقسیم کا ایسا نظام بن جائے گا کہ کوئی ننگا بھوکا نہیں رہے گا، نیک کاموں کا چلن ہوگا، اور برائیاں دم توڑ دیں گی، اور دنیا جنت کا نمونہ بن جائے گی، پھر تم جہاد سے کیوں کترا رہے ہو، قدم بڑھاؤ، دنیا میں امن قائم کرنا تو دنیا کی ضرورت ہے!

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا أَرْحَامَكُمْ﴾

ترجمہ: پس کیا تم امید کرتے ہو — اگر تم اقتدار سنبھالو — کہ تم ملک میں خرابی پھیلاؤ گے، اور رشتہ داری کو پامال کرو گے!

کسی کو جہاد کے فوائد نظر نہ آئیں تو وہ قرآن کا مطالعہ کرے

منافقین پر ادبار پڑا ہے، ان کی آنکھیں اندھی ہوگئی ہیں، کان بہرے ہوگئے ہیں، اور دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں، ان کو جہاد کے فوائد نظر نہیں آتے، ان کو قرآنِ کریم کا بغور مطالعہ کرنا چاہئے، اگر توفیق ملی تو ان کی سمجھ میں آجائے گا کہ جہاد میں بے شمار دنیوی اور اخروی فوائد ہیں۔

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾ ﴾

ترجمہ: یہ (منافقین) وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے، پس ان کو بہرہ کر دیا، اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا، پس کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے، یا دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں!

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٥﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾ ع

إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جو لوگ	لَهُمْ	ان کے لئے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ نے
ارْتَدُّوا (۱)	الٹے پھر گئے	وَأَمْلَىٰ (۴)	اور لمبی امید دلائی	سَنُطِيعُكُمْ	(کہ) عنقریب مانیں
عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ	اپنی پیٹھوں پر	لَهُمْ	ان کو		گے ہم تمہاری
مِنْ بَعْدِ (۲)	بعد	ذَٰلِكَ	یہ بات	فِي بَعْضِ الْأَمْرِ	بعض باتیں
مَا تَبَيَّنَ	واضح ہونے	بِأَنَّهُمْ	بایں وجہ ہے کہ انھوں نے	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
لَهُمُ	ان کے لئے	قَالُوا	کہا	يَعْلَمُ	جانتے ہیں
الْهُدَى	ہدایت	لِلَّذِينَ	ان لوگوں سے جنھوں نے	إِسْرَارَهُمْ (۵)	ان کی سرگوشیاں
الشَّيْطَانُ	شیطان نے	كَرِهُوا	ناپسند کیا	فَكَيْفَ	پس کیا حال ہوگا
سَوَّلَ (۳)	مزین کیا	مَا نَزَّلَ	اس کو جو اتارا	إِذَا	جب

(۱) ارْتَدَّ علی عَقِبِہ/ علی دُبُرِہ: مقابلہ سے ہٹ جانا، پیٹھ دکھانا، ارْتَدَّ عن دینہ: مذہب چھوڑ دینا (۲) من: حرفِ جر: ارتدوا سے متعلق، بعد: مضاف مجرور، ماتبین: ما مصدریہ، تبین: بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ، الھدی: تبین کا مفعول بہ (۳) سَوَّل تسویلا: بری بات کو اچھی شکل میں پیش کرنا، اور اس پر اکسانا، برائی مزین کرنا۔ الشیطان: مبتدا، جملہ سول: خبر، پھر جملہ اسمیہ خبریہ إن الذین کی خبر (۴) إملاء: گمراہی میں ڈھیل دینا، لمبی امید دلانا۔ (۵) إسْرار: مصدر: خفیہ بات کرنا۔

تَوَفَّتْهُمُ	جانیں وصول کریں گے	ذٰلِكَ	یہ سزا	اللّٰهَ	اللہ کو
الْمَلٰٓئِكَةُ	فرشتے	بِاَنَّهُمُ	بایں وجہ ہے کہ	وَكَرِهُوْا	اور ناپسند کیا انھوں نے
يَضْرِبُوْنَ	مارتے ہونگے	اتَّبَعُوْا	پیروی کی انھوں نے	رِضْوَانَهٗ	اللہ کی خوشنودی کو
وُجُوْهَهُمْ	ان کے چہروں	مَآ	اس کی جس نے	فَاَحْبَطَ	پس اکارت کردیئے
وَاَدْبَارَهُمْ	اوران کی پیٹھوں پر	اَسْخَطَ	سخت ناراض کیا	اَعْمَالَهُمْ	ان کے کام

جہاد میں پیٹھ پھیرنے کی وجہ اور اس کی سزا

کبھی مسلمان بھی جہاد سے پیٹھ پھیرتے ہیں، راستے سے لوٹ آتے ہیں یا میدان چھوڑ دیتے ہیں، ان کو شیطان پٹی پڑھاتا ہے، بری بات بھلی کرکے دکھاتا ہے، جیسے مشرکوں کے لئے شرک کو مزین کرتا ہے یا جیسے بدکاروں کے لئے بدکاری کو دلچسپ بناتا ہے، اسی طرح شیطان ان لوگوں کو سُجھاتا ہے کہ لوٹ جاؤ بہت دنوں تک جیو گے، اور شریک ہوؤ گے یا میدان میں ڈٹے رہو گے تو مارے جاؤ گے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ ان کا دشمنوں کے حق میں نرم گوشہ ہوتا ہے، وہ دشمن جو اللہ کے نازل کئے ہوئے دین کو ناپسند کرتے ہیں ان کے ساتھ رازداریاں ہوتی ہیں کہ ہم کچھ تمہاری بھی رعایت کریں گے، جیسے جنگِ احد میں تین سو افراد اس وقت لشکر اسلام سے الگ ہوئے جب مسلمان کافروں کی زد پر پہنچ گئے، ان کا مقصد یہ تھا کہ کافروں کا حوصلہ بڑھے، اور مجاہدین کی ہمت ٹوٹے، اسی طرح منافقین نے بنونضیر سے کہہ رکھا تھا کہ اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے، اور تمہارے معاملہ میں ہم کسی کی بات نہیں سنیں گے، اور تمہارے ساتھ جنگ کی جائے گی تو ہم تمہاری مدد کریں گے (سورۃ الحشر آیت ۱۱) اس قسم کا نرم گوشہ پیٹھ پھیرنے کا سبب بنتا ہے، اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ سب رازداریاں معلوم ہیں، ان سے کوئی بات مخفی نہیں۔

اور ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ جب فرشتے ان کی جانیں نکالیں گے تو ان کے چہروں پر اور پیٹھوں پر جوت بجائیں گے، عذاب: قبر سے شروع ہوتا ہے، مگر ان کا عذاب نزع سے شروع ہوجائے گا، کیونکہ ان کا یہ عمل یعنی پیٹھ پھیرنا اللہ کو سخت ناپسند ہے، اور ان لوگوں نے اس کو اپنایا ہے، اور جہاد میں جم کر لڑنا اللہ کو پسند ہے اور وہ ان کو ناپسند ہے، اس لئے اللہ نے ان کے سارے اعمال کالعدم کردیئے، ان کا نام کا ایمان اور ظاہری اعمال ان کے لئے کچھ نفع بخش نہیں ہونگے۔

آیاتِ پاک: —— بے شک جن لوگوں نے پیٹھ پھیری، اس کے بعد کہ ہدایت ان کے لئے واضح ہوگئی —— یعنی وہ مسلمان ہیں —— شیطان نے ان کے لئے بری بات مزین کی اور ان کو لمبی امید دلائی —— یہ ایک وجہ ہے،

دوسری وجہ: ـــــ یہ بات بایں وجہ ہے کہ ان لوگوں نے کہا ان لوگوں سے جنھوں نے ناپسند کیا اس دین کو جو اللہ نے نازل کیا ہے ـــــ خواہ وہ مشرک ہوں یا اہل کتاب ـــــ کہ ہم کچھ باتوں میں تمہارا کہنا مانیں گے ـــــ یعنی تمہاری رعایت کریں گے ـــــ اور اللہ تعالیٰ ان کی رازداریاں جانتے ہیں ـــــ ان سے کوئی بات مخفی نہیں، وہ ان کو ان سرگوشیوں کی ضرور سزا دیں گے ـــــ پس کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جانیں نکال رہے ہونگے، مار رہے ہونگے ان کے چہروں پر اور ان کی پیٹھوں پر؟ ـــــ یعنی اس وقت ان کا ناک میں دَم آجائے گا، اور ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے ـــــ یہ سزا بایں وجہ ہے کہ انھوں نے پیروی کی اس بات کی جس نے اللہ کو سخت ناراض کیا ـــــ یعنی جہاد سے پیٹھ پھیرنا ـــــ اور انھوں نے اللہ کی خوشنودی کو ناپسند کیا ـــــ یعنی جم کر جہاد نہیں کیا ـــــ اس لئے اللہ نے ان کے اعمال کالعدم کردیئے ـــــ یعنی ان کے کسی عمل نے ان کو دوسری زندگی میں فائدہ نہیں پہنچایا۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ اَضْغَانَھُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰکَھُمْ فَلَعَرَفْتَھُمْ بِسِیْمٰھُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّھُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَعْمَالَکُمْ ﴿۳۰﴾ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجٰھِدِیْنَ مِنْکُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ ۙ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَکُمْ ﴿۳۱﴾

اَمْ حَسِبَ	کیا گمان کیا	لَاَرَیْنٰکَھُمْ	ضرور دکھلائیں ہم	وَاللّٰہُ	اور اللہ تعالیٰ
الَّذِیْنَ	ان لوگوں نے		آپ کو وہ لوگ	یَعْلَمُ	جانتے ہیں
فِیْ قُلُوْبِھِمْ	جن کے دلوں میں	فَلَعَرَفْتَھُمْ	پس ضرور پہچان لیں	اَعْمَالَکُمْ	تمہارے کاموں کو
مَّرَضٌ	روگ ہے		آپ ان کو	وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ(۴)	اور ضرور آزمائیں گے
اَنْ لَّنْ	کہ ہرگز نہیں	بِسِیْمٰھُمْ(۲)	ان کی علامتوں سے		ہم تم کو
یُّخْرِجَ	نکالیں گے	وَلَتَعْرِفَنَّھُمْ	اور ضرور پہچان لیں	حَتّٰی	یہاں تک کہ
اللّٰہُ	اللہ تعالیٰ		آپ ان کو	نَعْلَمَ	جانیں ہم
اَضْغَانَھُمْ(۱)	ان کے کینوں کو	فِیْ لَحْنِ(۳)	ڈھب میں	الْمُجٰھِدِیْنَ	جہاد کرنے والوں کو
وَلَوْ نَشَآءُ	اور اگر چاہیں ہم	الْقَوْلِ	بات کے	مِنْکُمْ	تم میں سے

(۱) أضغان: ضِغْن کی جمع: دل کی سخت ناراضگی، کینہ، عداوت (۲) السِّیْمَا: علامت، خاص نشان۔ (۳) اللَّحْن: طرز ادا، لہجہ، بات کا انداز۔ (۴) بَلَاہُ یَبْلُو بَلَاءً: آزمانا، برتنا، گرفتار مصیبت کرنا۔

تمہارے احوال کو	اَخْبَارَكُمْ	اور پرکھیں ہم	وَ نَبْلُوَا	اور صبر کرنے والوں کو	وَ الصّٰبِرِیْنَ

منافقوں کے دلوں کا کھوٹ ظاہر ہو کر رہے گا

منافقین اپنے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں سے جو عداوتیں اور کینے رکھتے ہیں: کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ دلوں میں پنہاں ہی رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان کو طشت از بام نہیں کریں گے؟ اور مسلمان ان کے مکر وفریب پر مطلع نہیں ہونگے؟ ہرگز نہیں! ان کا خبثِ باطن ظاہر ہو کر رہے گا، اور اللہ تعالیٰ چاہیں تو تمام منافقین کو نام بنام مشخص کر سکتے ہیں، مگر ان کی حکمت اس کو مقتضی نہیں، اس دنیا میں پردہ پڑا ہوا ہے، دوسری دنیا میں پردہ اٹھ جائے گا، ویسے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو نورِ فراست عطا فرمایا ہے، آپ چہرے بُشرے سے ان کو پہچان لیتے ہیں، اور آگے چل کر ان لوگوں کے طرزِ کلام سے مزید پہچان ہو جائے گی، منافق اور مخلص کا طرز گفتگو علاحدہ ہوتا ہے، مخلص کی باتوں میں جو اخلاص ہوتا ہے منافق کتنی بھی کوشش کرے اپنے کلام میں اس کو پیدا نہیں کر سکتا (ماخوذ از فوائد عثمانی)

﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ ﴾

ترجمہ: کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کی دلی عداوتوں کو ظاہر نہیں کریں گے؟ اور اگر ہم چاہیں تو آپؐ کو ان کا پورا پتہ بتا دیں، پس آپؐ نے ان کو ان کی علامتوں سے تو پہچان لیا ہے، اور آپؐ آئندہ ان کو ان کے طرز کلام سے پہچان لیں گے۔

جہاد کا حکم ایک آزمائش ہے

بندوں کی کوئی بات اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں، تاہم جہاد کا حکم دیا ہے، اس سے آزمائش مقصود ہے کہ کون اللہ کے راستہ میں لڑتا ہے، اور کون اس امتحان میں ثابت قدم رہتا ہے، اور کون ایسا نہیں، اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہر ایک کے ایمان واطاعت کا وزن کھل کر لوگوں کے سامنے آجائے، اور لوگوں کے اندرونی احوال عملاً محقق ہو جائیں۔

﴿ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِیْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِیْنَ ۙ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾ ﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو جانتے ہیں، اور ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے، یہاں تک کہ ہم جان لیں ــــ یعنی لوگوں کو دِکھلا دیں ــــ تم میں سے جہاد کرنے والوں کو، اور ثابت قدم رہنے والوں کو، اور ہم تمہارے احوال کو جانچیں گے!

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ

لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ۞ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۞

اِنَّ الَّذِيْنَ	بے شک جن لوگوں نے	اللّٰهَ	اللہ کو	اِنَّ	بے شک
كَفَرُوْا	انکار کیا	شَيْئًا	کچھ بھی	الَّذِيْنَ	جن لوگوں نے
وَصَدُّوْا	اور روکا انھوں نے	وَسَيُحْبِطُ	اور عنقریب اکارت	كَفَرُوْا	انکار کیا
عَنْ سَبِيْلِ	راستے سے		کریں گے وہ	وَصَدُّوْا	اور روکا انھوں نے
اللّٰهِ	اللہ کے	اَعْمَالَهُمْ	ان کے کاموں کو	عَنْ سَبِيْلِ	راستے سے
وَشَآقُّوا[1]	اور مخالفت کی انھوں نے	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے وہ لوگو جو	اللّٰهِ	اللہ کے
الرَّسُوْلَ[2]	اللہ کے رسول کی	اٰمَنُوْۤا	ایمان لائے	ثُمَّ مَاتُوْا	پھر مر گئے وہ
مِنْ بَعْدِ[3]	بعد	اَطِيْعُوا	اطاعت کرو	وَهُمْ	درانحالیکہ وہ
مَا تَبَيَّنَ	واضح ہونے کے	اللّٰهَ	اللہ کی	كُفَّارٌ	انکار کرنے والے ہیں
لَهُمُ	ان کے لئے	وَاَطِيْعُوا	اور اطاعت کرو	فَلَنْ	پس ہرگز نہیں
الْهُدٰى	ہدایت ہے	الرَّسُوْلَ	اللہ کے رسول کی	يَّغْفِرَ	بخشیں گے
لَنْ يَّضُرُّوا	ہرگز نقصان نہیں	وَلَا تُبْطِلُوْۤا	اور مت ضائع کرو	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
	پہنچائیں گے وہ	اَعْمَالَكُمْ	اپنے کاموں کو	لَهُمْ	ان کو

چھپے کافر کیا کھلے کافر بھی دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے

چھپے کافر یعنی منافقین آستین کے سانپ ہیں، وہ مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے ہیں، وہ چھپ کر مسلمانوں پر وار کرتے ہیں، اور نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، مگر ان سے کچھ نہیں ہوسکتا، بلکہ کھلے کافر جو برسر پیکار ہیں وہ بھی اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، ان کی ساری محنتیں اللہ تعالیٰ رائگاں کر دیتے ہیں، مجاہدین ان کی ذرا پرواہ نہ کریں۔

(۱) شَاقَّه مشاقَّة: مخالفت کرنا (۲) الرسول: کا الف لام عہدی ہے (۳) من: شاقّوا سے متعلق ہے، اور بعد: مضاف ہے، ماتبین: ما: مصدریہ، اور فعل بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ، لهم: صلہ، الهدی: تبین کا مفعول بہ۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ۝۳۲﴾

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے دین اسلام کونہیں مانا، اور انھوں نے اللہ کے راستہ سے روکا، اور انھوں نے اللہ کے رسول کی مخالفت کی ـــــ اور اس سے برسر پیکار ہوگئے ـــــ ان کے لئے ہدایت واضح ہوجانے کے بعد ـــــ یعنی دلائل عقلیہ ونقلیہ سے دین اسلام کی حقانیت واضح ہوجانے کے بعد ـــــ وہ لوگ اللہ کے دین کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچاسکیں گے، اور اللہ تعالیٰ عنقریب ان کی کوششوں کو ملیامیٹ کردیں گے ـــــ پس تم جم کر مقابلہ کرتے رہو۔

حکم عدولی محنت پر پانی پھیر دیتی ہے

چھپے کھلے دشمن تو اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، البتہ جہاد میں امیر کی حکم عدولی مجاہدین کی محنت پر پانی پھیر دیتی ہے، اس سے بچنا نہایت ضروری ہے، غزوۂ احد میں جنگ شروع ہوتے ہی مجاہدین نے پالا مار لیا تھا، مگر نبی ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کا دستہ ایک پہاڑی پر مقرر کیا تھا، اور ان کو حکم دیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو: ہم جیتیں یا ہاریں: تمہیں وہاں سے نہیں ہٹنا، مگر جب کفار میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے تو مجاہدین غنیمت سمیٹنے لگے، اور اس دستہ میں سے چالیس آدمی لوٹ آئے، خالد بن ولید نے جو اس وقت کافر تھے مورچہ خالی دیکھ کر پہاڑ کے پیچھے سے چکر کاٹ کر عقب سے حملہ کردیا، اور جنگ کا پانسہ پلٹ گیا، ستر صحابہ شہید ہوگئے، اور نبی ﷺ بھی زخمی ہوگئے، اس لئے اللہ پاک حکم دیتے ہیں کہ اللہ کا کہنا مانو، اس کا ذکر اس لئے کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم اللہ کا حکم ہے، پھر فرمایا: اللہ کے رسول کا کہنا مانو، کیونکہ آپؐ نے وحی متلوّ سے حکم نہیں دیا تھا، بلکہ وحی غیر متلوّ سے حکم دیا تھا، جس کی اطاعت اسی طرح ضروری تھی جیسی وحی متلوّ کی اطاعت ضروری ہے، پھر آخر میں قاعدہ کلیہ بیان کیا کہ اپنے کاموں کا ناس مت مارو، حکم عدولی کرکے مجاہدین کی محنت ضائع مت کرو۔

فائدہ (۱): اب رسول کی جگہ امیر لے گا، اس کا حکم ماننا بھی ضروری ہے، بس ایک شرط ہے کہ اس کا حکم شریعت کے خلاف نہ ہو، اس کے علاوہ ہر حکم ماننا ضروری ہے۔

فائدہ (۲): ﴿وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾: ایک عام ضابطہ ہے، احناف نے اس سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ نفل عبادت خواہ نماز ہو یا روزہ اگر عذر سے یا بلا عذر توڑ دی جائے تو اس کی قضا واجب ہے، اور بغیر عذر توڑنے میں گناہ بھی ہوگا، جیسے چاروں ائمہ نے: ﴿لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾: سے مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ بے وضوء قرآن کو چھونا جائز نہیں، حالانکہ آیت لوح محفوظ کے بارے میں ہے، مگر الفاظ عام ہیں، اور اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے، خاص مورد کا اعتبار نہیں ہوتا، اسی طرح یہ آیت اگرچہ جہاد کے تعلق سے ہے، مگر الفاظ عام ہیں، اس لئے احناف نے آیت سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۝۳۳ ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال کا ناس مت مارو!

جہاد کافروں کو جہنم سے بچانے کے لئے ہے

یہ بات طے ہے کہ جس کی موت کفر و شرک کی حالت میں ہوگی اس کی کبھی بخشش نہیں ہوگی، پس جہاد اس لئے ہے کہ لوگوں کو ایمان کی دولت ملے، اور وہ جنت کے حقدار بنیں، جہاد لوگوں کے لئے رحمت ہی رحمت ہے۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۝۳۴ ﴾

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے دین اسلام کو نہیں مانا، اور انھوں نے اللہ کے راستے سے روکا، پھر وہ کافر ہی مر گئے، تو اللہ تعالیٰ ان کو کبھی بھی نہیں بخشیں گے! —— انھوں نے اللہ کے راستہ سے روکا: یعنی وہ کٹر کافر ہیں، کفر کے سرغنہ ہیں، جب جہاد کے ذریعہ وہ روک ہٹ جائے گی تو دوسروں کو ایمان کی دولت نصیب ہوگی، اور ممکن ہے وہ بھی ایمان سے بہرہ ور ہوں۔

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ۝۳۵ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ۝۳۶

فَلَا تَهِنُوْا (۱)	پس کمزور مت پڑو	وَاللّٰهُ	اور اللہ	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا	دنیا کی زندگانی
وَتَدْعُوْٓا (۲)	اور مت بلاؤ	مَعَكُمْ	تمہارے ساتھ ہیں	لَعِبٌ وَّلَهْوٌ	کھیل اور تماشہ ہے
اِلَى السَّلْمِ	صلح کی طرف	وَلَنْ يَّتِرَكُمْ (۴)	اور ہرگز کم نہیں کریں گے	وَاِنْ تُؤْمِنُوْا	اور اگر ایمان لائے تم
وَاَنْتُمُ	اور تم	اَعْمَالَكُمْ	تمہارے کاموں کو	وَتَتَّقُوْا	اور بچتے رہو تم
الْاَعْلَوْنَ (۳)	سربلند ہو	اِنَّمَا	اس کے سوا نہیں	يُؤْتِكُمْ	تو دیں گے وہ تم کو

(۱) ف: مابعد کے ماسبق پر ترتّب کے لئے ہے، یعنی جب تم لوگوں کی بہبودی کے لئے جہاد کر رہے ہو تو ہمت کیوں ہار رہے ہو، اور صلح کی طرف کیوں مائل ہو رہے ہو؟ (۲) تدعوا: مجزوم پر معطوف ہے، پس لا یہاں بھی آئے گا۔ (۳) الأعْلون: اصل میں الأعْلَوُوْن تھا، تعلیل کی وجہ سے پہلے واو کو الف سے بدلا، پھر دو ساکنوں کے اجتماع کی وجہ سے الف گر گیا (۴) وَتَرَ يَتِرُ (ض) وَتْرًا فلانا حقَّه: کسی کے حق میں کمی کرنا، اور اعمال سے مراد جہاد ہے یعنی غنیمت سے محروم نہیں رہو گے

اُجُوْرَكُمْ (۱)	تمہارا بدلہ	وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ	اور نہیں مانگیں گے تم سے	اَمْوَالَكُمْ	تمہارے اموال

دو صورتوں میں دشمن سے صلح جائز نہیں

اول: —— کم ہمتی کی وجہ سے —— جب مجاہدین لوگوں کی بہبودی کے لئے جہاد کررہے ہیں تو ہمت کیوں ہاریں؟ جب مقصد بلند ہے تو ہمت بھی بلند ہونی چاہئے، پس مجاہدین بوداپن کی وجہ سے صلح کی پیش کش نہ کریں، ہمتِ مرداں مددِ خدا! جیت تمہاری ہوگی، اور غنیمت بھی ملے گی، ارشاد فرماتے ہیں: —— پس —— یعنی جب جہاد لوگوں کو جہنم سے بچانے کے لئے ہے تو —— ہمت مت ہارو، اور صلح کی طرف مت بلاؤ —— یعنی پیش قدمی مت کرو —— اور تم ہی غالب رہوگے —— یعنی ہمت کرکے لڑو، میدان تم مارو گے —— اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہیں —— اور جدھر رب اُدھر سب! —— اور وہ تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہیں کریں گے —— یعنی جدوجہد کا پورا نتیجہ نکلے گا، نامراد نہیں ہوؤگے۔

دوم: —— دنیوی مفاد کے لئے —— اگر دشمن مال ومنال کی پیش کش کرے تو اس کی خاطر بھی صلح مت کرو، کیونکہ دنیا کی حقیقت کھیل تماشا سے زیادہ نہیں، ایسی ناپائدار چیز پر کیا رال ٹپکانی! اگر تم ایماندار اور تقوی شعار رہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عوض عنایت فرمائیں گے، جو صلح کے مال سے بہتر ہوگا، اور وہ غنیمت تمہارے لئے حلال ہوگی اور اللہ تعالیٰ تم سے وہ اموال نہیں لیں گے، جیسا گذشتہ امتوں سے لیتے تھے۔

فائدہ (۱): گذشتہ امتوں کے لئے غنیمت حلال نہیں تھی، جو غنیمت جہاد میں حاصل ہوتی تھی اس کو خاص جگہ جمع کردیا جاتا، پھر آسمان سے سفید آگ آتی اور اس کو خاکستر کردیتی، اور وہ قبولیت کی علامت ہوتی، اس امت کے لئے غنیمت حلال کی گئی، چار اخماس تو مجاہدین کا حصہ ہیں، اور ایک خمس حکومت لیتی ہے وہ بھی ناداروں کا حصہ ہے (تفصیل تحفۃ القاری ۱۴۲:۲ میں ہے)

فائدہ (۲): شرعی مصلحت سے صلح کرنا جائز ہے، نبی ﷺ نے حدیبیہ میں مشرکین مکہ سے صلح کی ہے، جو فتح مبین کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، ممانعت کم ہمتی اور دنیوی منافع کی وجہ سے صلح کرنے کی ہے۔

آیتِ کریمہ: —— دنیوی زندگی تو محض کھیل تماشا ہے! —— اس کو غیر معمولی اہمیت مت دو، اور اس کی خاطر صلح مت کرو —— اور اگر تم ایمان اور تقوی اختیار کروگے تو اللہ تعالیٰ تم کو تمہارا بدلہ دیں گے —— غنیمت کے ذریعہ نہال کردیں گے —— اور تم سے تمہارے اموال طلب نہیں کریں گے —— تمہارے اموال: مالِ غنیمت کو مجاہدین کا مال قرار دیا —— طلب نہیں کریں گے: یعنی وہ اموال تمہارے لئے حلال ہونگے۔

(۱) أجور سے مراد غنیمت ہے اور أموال سے بھی وہی مراد ہے۔

اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ۝۳۷ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۝۳۸

اِنْ	اگر	لِتُنْفِقُوْا	تاکہ خرچ کرو	الْغَنِیُّ	بے نیاز ہیں
يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا (۱)	مانگیں تم سے وہ اموال	فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ	راہِ خدا میں	وَاَنْتُمُ	اور تم
فَيُحْفِكُمْ (۲)	پس تم سے آخری حد	فَمِنْكُمْ	پس تم میں سے بعض	الْفُقَرَآءُ	محتاج ہو
	تک مانگیں	مَّنْ	(وہ ہیں) جو	وَاِنْ	اور اگر
تَبْخَلُوْا	(تو) بخیلی کروگے تم	يَّبْخَلُ	بخیلی کرتے ہیں	تَتَوَلَّوْا	روگردانی کروگے تم
وَيُخْرِجْ	اور نکالیں وہ	وَمَنْ يَّبْخَلْ	اور جو شخص بخیلی کرتا ہے	يَسْتَبْدِلْ	(تو) بدل دیں گے
اَضْغَانَكُمْ (۳)	تمہاری ناگواریاں	فَاِنَّمَا	تو اس کے سوا نہیں	قَوْمًا	لوگوں کو
هٰاَنْتُمْ (۴)	سنو! تم	يَبْخَلُ	(کہ) بخیلی کرتا ہے	غَيْرَكُمْ	تمہارے علاوہ
هٰٓؤُلَآءِ	یہی ہو	عَنْ نَّفْسِهٖ	اپنی ذات سے	ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا	پھر نہیں ہونگے وہ
تُدْعَوْنَ	بلائے جاتے ہو	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	اَمْثَالَكُمْ	تم جیسے

مجاہدین جہاد کے لئے خرچ کرنے میں پس وپیش نہ کریں

پہلے دو باتیں جان لیں:

۱- دورِ اول میں حکومت کے پاس فنڈ نہیں تھا، جس سے جہاد میں خرچ کیا جائے، مہاجرین لٹے پٹے مدینہ میں جمع ہوئے تھے، اور فوراً ہی جنگوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا، اس لئے مجاہدین ہی کو جان کے ساتھ مال بھی خرچ کرنا پڑتا تھا، اپنے

(۱) یَسْأَلْ: مضارع مجزوم، کُمُوْ: ضمیر مفعول، کمو اور کم ایک ہیں، صرف املائی اور اشاعی فرق ہے (۲) یُحْفِ: اصل میں یُحْفِیْ تھا، یاء حرف علت جزم کی وجہ سے گرگئی، أَحْفَی الشیئَ إِحفاءً: بالکل صاف کردینا، سارا لے لینا حَفِيَ (س) حَفًا: برہنہ ہونا الحافي: برہنہ پا (۳) أضغان: ضِغْن کی جمع: کینہ، حضرت تھانویؒ نے ترجمہ کیا ہے: ناگواری (۴) هأنتم میں ها حرف تنبیہ ہے۔

ہتھیار، اپنی سواری، اپنا کھانا پانی لے کر چلنا پڑتا تھا، اس لئے اب جہاد کے کاز کے لئے خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

۲- مجاہدین کے پاس مالِ غنیمت کے سوا کچھ نہیں تھا، ان کو کمانے کی فرصت نہیں ملتی تھی، اسی لئے مالِ غنیمت ان کے لئے حلال کیا ہے، پس اللہ نے جس مالِ غنیمت کا ان کو مالک بنایا ہے اس میں سے کچھ خرچ کرنے کا مطالبہ ہے، سارا دیا ہوا واپس نہیں مانگا، ایسا کرتے تو ناگوار ہوتا، اور ناگواری ظاہر ہو کر رہتی، اس لئے کچھ خرچ کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

اب آیاتِ کریمہ تلاوت کریں:

اگر وہ تم سے تمہارے اموال طلب کریں —— یعنی جن اموال غنیمت کا تم کو مالک بنایا ہے ان کو خرچ کرنے کا مطالبہ کریں —— **پھر آخری حد تک طلب کریں** —— یعنی حکم دیں کہ سارا مال خرچ کرو —— **تو تم بخیلی کرو گے، اور وہ تمہاری ناگواریاں ظاہر کریں گے** —— یعنی سارا مال خرچ کرنا تمہیں ناگوار ہوگا، اور تم خرچ کرتے وقت تنگ دلی کا ثبوت دو گے، اور دل کی خفگی ظاہر ہو جائے گی، اس لئے دیا ہوا سب واپس نہیں مانگتے۔

پس کچھ خرچ کرو، ایک کے ہزار ہزار پاؤ گے: —— **سنو! تم یہی تو ہو جن کو راہِ خدا میں خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے، پس تم میں سے بعض بخل کرتے ہیں، اور جو شخص بخل کرتا ہے اس کا نقصان اس کی ذات کو پہنچے گا، اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں** —— **ان کا کچھ نقصان نہیں ہوگا** —— **اور تم محتاج ہو** —— یعنی مال خرچ کرنے کا مطالبہ اس لئے نہیں ہے کہ اللہ کو حاجت ہے، بلکہ اس میں تمہاری بھلائی ہے، خرچ کرو ایک کے ہزار پاؤ گے —— **اور اگر تم روگردانی کرو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئیں گے، پھر وہ تم جیسے نہیں ہونگے** —— بلکہ وہ جی کھول کر خرچ کریں گے، اور تم اس سعادت سے محروم رہ جاؤ گے، پس کیوں نہ تم ہی بڑھ کر دامنِ مراد بھر لو!

حدیث: —— صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ دوسری قوم کون لوگ ہو سکتے ہیں؟ آپؐ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر ہاتھ رکھا، اور فرمایا: ''اس کی قوم'' اور فرمایا: ''خدا کی قسم! اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو فارس کے لوگ وہاں سے بھی اس کو اتار لاتے'' —— صحابہ رضی اللہ عنہم نے تو بے نظیر ایثار کا ثبوت دیا، اس لئے ان کی جگہ دوسری قوم کو لانے کی نوبت نہیں آئی، مگر اس میں فارس والوں کی بڑی فضیلت ہے، انھوں نے دین کی بے مثال خدمات انجام دی ہیں، تاریخ کا جائزہ لینے سے یہ بات عیاں ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فارسی ہیں، وہ اس ارشاد کے اولین مصداق ہیں، انھوں نے دین کی جو خدمت کی ہے وہ اظہر من الشمس ہے، آج دو تہائی دنیا ان کی فقہ پر عمل پیرا ہے!

الحمد للہ! ۲۰ ربیع الآخر ۱۴۳۷ھ مطابق ۳۱ جنوری ۲۰۱۶ء کو سورہ محمد (ﷺ) کی تفسیر پوری ہوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الفتح

سورۃ الفتح مدنی سورت ہے،اس کا نزول کا نمبر ایک سو گیارہ ہے،سورۃ محمد (ﷺ) کا نزول کا نمبر ۹۵ تھا،اُس میں جہاد کا بیان تھا،اور اِس میں اس کا نتیجہ ہے، اگر جہاد مسلسل چلتا رہے تو ایک دن فتح مبین حاصل ہوگی، فتح مبین: یعنی کھلی فتح،آخری درجہ کی فتح،جس کے بعد حالات یکسر بدل جائیں،اور فتح مبین سے مراد مکہ مکرمہ کی فتح ہے،اس کے بعد عرب فوج درفوج اسلام میں داخل ہونے شروع ہوگئے،اس کے بعد کسی بڑی جنگ کی نوبت نہیں آئی،مگر اس سورت میں تلمیح (اشارہ) ہے، بظاہر صلح حدیبیہ کو فتح مبین کہا ہے،اس لئے کہ وہ فتح مکہ کی تمہید تھی، پس پہلے صلح حدیبیہ کی تھوڑی تفصیل جان لیں۔

حدیبیہ:ایک کنواں کا نام ہے،اس کے پاس ایک گاؤں ہے،وہ بھی حدیبیہ کہلاتا ہے،آج کل اس کو شمسیہ کہتے ہیں، یہ گاؤں مکہ معظّمہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے،اس کا اکثر حصہ حرم میں ہے،اور کچھ حصہ حل میں ہے، یہ غزوہ ذی قعدہ سن ۶ ہجری میں پیش آیا۔

واقعات کا تسلسل:

۱-غزوۂ احزاب میں جب کفار کا لشکر نامراد واپس لوٹا تو آپؐ نے فرمایا:اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر حملہ نہیں کرسکیں گے،ہم ان پر فوج کشی کریں گے۔ نبی ﷺ کا یہ ارشاد تمام صحابہ جانتے تھے۔

۲- پھر نبی ﷺ نے خواب دیکھا: آپؐ صحابہ کے ساتھ عمرہ کے لیے مکہ تشریف لے گئے اور باطمینان عمرہ ادا کیا، اس خواب کا ذکر سورۃ الفتح آیت ۲۷ میں ہے،کعبہ شریف تمام عربوں کی مشترک عبادت گاہ تھی،اس لئے آپؐ نے اور صحابہ نے خیال کیا کہ اگر وہ عمرہ کے لئے جائیں گے تو مکہ والے نہیں روکیں گے، چنانچہ سن ۶ ہجری میں آپؐ پندرہ سو صحابہ کے ساتھ ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر اور قربانی کے اونٹ ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے،اور خبروں کو چھپانے کا اہتمام نہیں کیا، کیونکہ جنگ مقصود نہیں تھی،عمرہ کرنا مقصود تھا،اس لئے خبر مکہ والوں تک پہنچ گئی کہ مسلمان عمرہ کرنے آرہے ہیں،اُن لوگوں نے طے کیا کہ کسی قیمت پر ان کو مکہ نہیں آنے دینا۔

۳-جب نبی ﷺ اور صحابہ مکہ سے تین مرحلوں پر رہ گئے تو آپؐ کو اطلاع ملی کہ قریش کا ہراول دستہ ذوطوی مقام پر پہنچ گیا ہے، لوگ عام طور پر ذوطوی سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے تھے، یہ ہراول دستہ (مقدمۃ الجیش) خالد بن الولید کی سرکردگی میں کُرَاعُ الْغَمِیْم پر موجود تھا، اس لئے آپؐ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ذوطوی کا راستہ چھوڑ کر دائیں جانب کا راستہ اختیار کریں، تاکہ ہم دوسرے راستہ سے مکہ پہنچ جائیں، چنانچہ ایک راہبر دشوار گذار راستہ سے آپؐ کو لے کر چلا، اس طرح آپؐ حدیبیہ میں پہنچ گئے، ورنہ عام طور پر جو لوگ مدینہ سے آتے تھے وہ حدیبیہ سے نہیں گذرتے تھے۔

۴-جب نبی ﷺ اس نکڑ پر پہنچے جہاں سے مکہ والوں پر اترا جاتا ہے تو آپؐ کی اونٹنی بیٹھ گئی، لوگوں نے کہا: اٹھ اٹھ! وہ نہیں اٹھی، لوگوں نے کہا: قصواء اڑ گئی، نبی ﷺ نے فرمایا: قصواء اڑی نہیں، نہ یہ اس کی عادت ہے بلکہ اس کو روک لیا ہے ہاتھی کو روکنے والے نے، پھر آپؐ نے عہد کیا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! نہیں مطالبہ کریں گے مکہ والے مجھ سے کسی ایسی بات کا جس میں اللہ کی محترم کی ہوئی جگہوں کی تعظیم ہوگی، مگر میں ان کی بات مان لوں گا، پھر آپؐ نے اونٹنی کو جھڑکا تو وہ کود کر کھڑی ہوگئی، پس آپؐ نے مکہ کا راستہ چھوڑ دیا اور حدیبیہ کے آخر میں اترے (حدیبیہ کا یہ حصہ حرم سے باہر تھا) وہاں جو چشمہ تھا اس میں برائے نام پانی تھا، لوگوں نے پہنچتے ہی پانی چوس لیا، جب پانی نہ رہا تو لوگوں نے پیاس کا شکوہ کیا، آپؐ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا، اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس کو کنویں میں گاڑ دیں، تھوڑی دیر کے بعد پانی جوش مارنے لگا، لوگوں نے پانی پیا، یہاں تک کہ سب سیراب ہوگئے اور جب تک حدیبیہ میں قیام رہا لوگ اس چشمہ سے پانی لیتے رہے۔

۵-حدیبیہ پہنچ کر نبی ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا تاکہ وہ انہیں بتائیں کہ ہم لڑنے نہیں آئے، عمرہ کرنے آئے ہیں، اور کعبہ شریف پر سب کا حق ہے، لہٰذا ہمیں عمرہ کرنے کا موقع دیا جائے، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہنچے تو ان کو روک لیا گیا، اور کہا گیا: ہم مشورہ کر کے جواب دیتے ہیں، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آنے میں دیر ہوئی تو افواہ اڑی کہ ان کو قتل کر دیا گیا، اب جنگ ناگزیر ہوگئی، چنانچہ آپؐ نے ایک کیکر کے درخت کے نیچے صحابہ سے بیعت لی کہ اگر جنگ ہوئی تو وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے، جب اس بیعت کی اطلاع مکہ والوں کو پہنچی تو انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جلدی سے بھیج دیا پھر سفارتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

پانچ سفارتیں آئی گئیں، آخر میں صلح ہوئی، جس کی بنیادی دفعات درج ذیل تھیں:

(الف) نبی ﷺ اور مسلمان اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس جائیں، اگلے سال عمرہ کرنے آئیں، اور تین دن مکہ میں قیام کریں، اور وہ ہتھیار لے کر نہ آئیں، صرف تلوار ساتھ لائیں جو میان میں اور خرجی میں ہو۔

(ب) دس سال تک فریقین کے درمیان جنگ کی ڈبیہ بند رہے گی اس عرصہ میں لوگ مامون رہیں گے، کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔

(ج) قبائل میں سے جو چاہے قریش کے عہدو پیان میں داخل ہو اور جو چاہے نبی ﷺ کے عہدو پیان میں داخل ہو، جو قبیلہ جس فریق کے ساتھ شامل ہوگا اس کا ایک جزء سمجھا جائے گا، اگر اس قبیلہ پر زیادتی ہوئی تو خود اس پر زیادتی تصور کی جائے گی۔

(د) قریش کا جو آدمی مسلمان ہو کر مدینہ جائے وہ واپس کیا جائے اور مدینہ کا جو مسلمان مرتد ہو کر مکہ آئے مکہ والے اس کو واپس نہیں کریں گے۔

یہ معاہدہ لکھ لیا گیا، اس پر فریقین کے دستخط ہو گئے اور کاغذات کا تبادلہ ہو گیا، جب صلح مکمل ہو گئی تو بنی خزاعہ نبی ﷺ کے عہدو پیان میں داخل ہوئے، یہ لوگ عبدالمطلب کے زمانہ سے بنو ہاشم کے حلیف تھے، اور بنو بکر قریش کے عہدو پیان میں داخل ہوئے۔

٦- جب صلح نامہ لکھا جا چکا تو نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: اٹھو، قربانیاں کرو اور احرام کھول دو، مگر کوئی نہیں اٹھا، آپؐ نے تین مرتبہ یہ بات فرمائی، جب کوئی نہیں اٹھا تو آپؐ خیمہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور لوگوں کے طرز عمل کا شکوہ کیا، ام المؤمنین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپؐ ایسا چاہتے ہیں؟ آپؐ تشریف لے جائیں اور کسی سے کچھ نہ کہیں، جانور ذبح کریں اور حجام کو بلا کر سر منڈالیں، آپؐ باہر تشریف لائے اور کسی سے کچھ نہیں کہا، اپنا ہدی کا جانور ذبح کیا اور حجام کو بلا کر سر منڈا دیا، جب لوگوں نے یہ دیکھا تو ایک دم اٹھے اپنے اپنے جانور ذبح کئے اور ایک دوسرے کے سر مونڈنے لگے، کیفیت یہ تھی کہ فرطِ غم سے ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں گے، پھر چند دن حدیبیہ میں قیام کر کے آپؐ مدینہ کی طرف واپس لوٹے، راستہ میں سورۃ الفتح نازل ہوئی، اس میں صلح حدیبیہ کو 'فتح مبین' (واضح کامیابی) قرار دیا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ﴿۱﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾

اِنَّا	بے شک ہم نے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	وَيَهْدِيَكَ	اور دکھائیں آپ کو
فَتَحْنَا	کھول دیا	مَا تَقَدَّمَ	جو پہلے ہوئیں	صِرَاطًا	راہ
لَكَ	آپ کے لئے	مِنْ ذَنْۢبِكَ (۲)	آپ کی کوتاہیوں سے	مُّسْتَقِيْمًا	سیدھی
فَتْحًا	کھولنا	وَمَا تَاَخَّرَ	اور جو پیچھے ہونگی	وَّيَنْصُرَكَ	اور مدد کریں آپ کی
مُّبِيْنًا	واضح	وَيُتِمَّ	اور پوری کریں	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
لِّيَغْفِرَ (۱)	تاکہ بخشیں	نِعْمَتَهٗ	اپنی نعمتیں	نَصْرًا	مدد کرنا
لَكَ	آپ کے لئے	عَلَيْكَ	آپ پر	عَزِيْزًا	زبردست

صلح حدیبیہ کے ذریعہ نبی ﷺ پر پانچ انعامات

صلح حدیبیہ کی دفعات ایسی تھیں کہ مسلمانوں کو سخت غم لاحق تھا، کیونکہ آپؐ نے صحابہ کو بتایا تھا کہ بیت اللہ جائیں گے اوراس کا طواف کریں گے، اب طواف کئے بغیر واپس ہورہے تھے، پھر آپؐ اللہ کے برحق رسول تھے، اور اللہ نے اپنے دین کو غالب کرنے کا وعدہ کیا تھا، پھر آپؐ نے صلح میں قریش کا دباؤ کیوں قبول کیا؟ اور دب کر صلح کیوں کی؟ اس قسم کی باتیں وسوسے پیدا کررہی تھی، واپسی میں سورۃ الفتح نازل ہوئی، جس میں صلح کو فتح مبین قرار دیا، اوراس کے شروع میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس صلح کے ذریعہ نبی ﷺ پر پانچ انعامات فرمائے ہیں:

۱- صلح حدیبیہ کے روپ میں اللہ نے نبی ﷺ کو کھلی فتح عنایت فرمائی، جس سے بڑی کوئی فتح نہیں ہوسکتی، یعنی اس

(۱) لیغفر: میں لام عاقبت ہے، جس کو لام غایت بھی کہتے ہیں، لام تعلیل نہیں یعنی فتح مبین کا نتیجہ یہ نکلے گا (۲) ذنب: کوتاہی، گناہ کے چار درجے ہیں: (۱) معصیۃ (نافرمانی) یہ سخت گناہ ہے (۲) سیئۃ (برائی) یہ دوسرے درجہ کا گناہ ہے (۳) خطیئۃ (چوک) یہ معمولی درجہ کا گناہ ہے (۴) ذنب (کوتاہی) یہ برائے نام گناہ ہے۔

صلح سے مکہ مکرمہ فتح ہوگیا، مگر بات اشارے کنایے میں کہی ہے، کیونکہ ابھی بات کو کھولنے کا وقت نہیں آیا تھا، ورنہ دشمنوں کے کان کھڑے ہوجاتے، اور اشارہ سمجھداروں کے لئے صراحت سے ابلغ ہوتا ہے۔ ابھی اس صلح ہی کو مجاز ما یؤل کے اعتبار سے فتح مبین کہا ہے، آگے اصلی فتح کے کیا اسباب بنیں گے اس کو ابھی صیغۂ راز میں رکھا گیا ہے۔

۲- اعلان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی تمام کوتاہیاں (نامناسب باتیں) معاف کردیں، جو اس صلح سے پہلے ہوئیں یا بعد میں ہونگی، اور اس اعلان کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ لوگوں کے خیال میں صلح نامناسب تھی، ان کو جتلایا کہ جب اللہ نے معاف کردیا تو تم کون ہوتے ہو ایسا خیال پکانے والے!

فائدہ: تمام انبیاء معصوم ہوتے ہیں، وہ بخشے بخشائے ہوتے ہیں، مگر کسی نبی کے لئے کسی آسمانی کتاب میں یہ اعلان نہیں کیا گیا جو نبی ﷺ کے بارے میں کیا گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ کے تعلق سے اس اعلان کی ضرورت پیش آئی تھی، تاکہ صلح کے تعلق سے لوگوں کا ذہن صاف ہوجائے، دوسرے انبیاء کے تعلق سے ایسی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی تھی، اس لئے اعلان نہیں کیا گیا —— اور اس اعلان کی ایک مصلحت قیامت کے دن ظاہر ہوگی، کوئی نبی شفاعتِ کبریٰ کے لئے تیار نہیں ہونگے، سب خائف ہوں گے، اس وقت نبی ﷺ ہمت کریں گے، کیونکہ آپؐ کے تعلق سے یہ اعلان آگیا ہے۔

۳- جب فتح مبین یعنی مکہ مکرمہ فتح ہوگا تو اللہ کی نعمتیں نبی ﷺ پر مکمل ہوجائیں گی۔ نعمتیں دو قسم کی ہیں: علمی اور عملی، جب قرآنِ کریم کا نزول مکمل ہوا تو یہ آیت اتری: ﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ، وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ﴾: آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کردیا، اور میں نے تم پر اپنی نعمت تام کردی [المائدۃ ۳] یہ علمی نعمت تام ہوئی، اور عملی نعمتیں فتح مکہ کے ذریعہ تام ہونگی۔

۴- جب مکہ مکرمہ فتح ہوجائے گا تو آپؐ کے لئے سیدھے راستہ پر چلنا آسان ہوجائے گا، ابھی تو آپؐ کو مکہ میں داخل ہونے کا سیدھا راستہ (ذوطوی) چھوڑ کر دشوار گذار راستہ اختیار کرنا پڑا، فتح مکہ کے بعد اس کی نوبت نہیں آئے گی، اور امت کے لئے بھی صراط مستقیم پر چلنا سہل ہوجائے گا، جیسا کہ آیت ۲۰ میں آرہا ہے، پھر کوئی مائی کا لال نہیں ہوگا جو ان کو ہراساں کرسکے۔

۵- فتح مکہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی زبردست مدد فرمائیں گے، جس کا تذکرہ سورۃ النصر کے شروع میں ہے: ﴿اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾: جب اللہ کی مدد آجائے، اور مکہ مکرمہ فتح ہوجائے تو آپؐ کے دین کا بول بالا ہوجائے گا۔

یہ پانچ انعامات ہیں جو صلح حدیبیہ کے روپ میں نبی ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے فرمائے۔

﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۝ لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ

وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝

ترجمہ: (۱) بے شک ہم نے آپ کو کھلی فتح دی (۲) تا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی سب اگلی پچھلی کوتاہیاں معاف فرما دیں (۳) اور آپؐ پر اپنے انعامات کی تکمیل فرمائیں (۴) اور آپؐ کو سیدھے راستہ پر چلائیں (۵) اور اللہ تعالیٰ آپؐ کی زبردست مدد فرمائیں۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَ
لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ۙ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ يُكَفِّرَ عَنْهُمْ
سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ۙ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ
وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ
وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝

هُوَ الَّذِيْٓ	وہی ہیں جنھوں نے	وَ لِلّٰهِ	اور اللہ کے لئے ہیں	وَالْمُؤْمِنٰتِ	اور مؤمن عورتوں کو
اَنْزَلَ	اتارا	جُنُوْدُ	لشکر	جَنّٰتٍ	باغات میں
السَّكِيْنَةَ	اطمینان	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	تَجْرِيْ	بہتی ہیں
فِيْ قُلُوْبِ	دلوں میں	وَالْاَرْضِ	اور زمین کے	مِنْ تَحْتِهَا	ان کے نیچے سے
الْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمنوں کے	وَكَانَ اللّٰهُ	اور ہیں اللہ تعالیٰ	الْاَنْهٰرُ	نہریں
لِيَزْدَادُوْٓا (۱)	تا کہ بڑھ جائیں وہ	عَلِيْمًا	خوب جاننے والے	خٰلِدِيْنَ	ہمیشہ رہنے والے
اِيْمَانًا	ایمان میں	حَكِيْمًا	بڑی حکمت والے	فِيْهَا	ان میں
مَّعَ اِيْمَانِهِمْ	اپنے (سابقہ) ایمان	لِّيُدْخِلَ (۲)	تا کہ داخل کریں	وَ يُكَفِّرَ	اور مٹائیں
	کے ساتھ	الْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمن مردوں کو	عَنْهُمْ	ان سے

(۱) یزدادوا: مضارع، جمع مذکر غائب، اِزْدِیَاد: بڑھ جانا، زیادہ ہونا (۲) لیدخل: محذوف سے متعلق ہے، جس کو وللہ جنود سے منتزع کیا جائے گا، أي یستعملهم: اللہ تعالیٰ اپنی فوج کو استعمال کریں گے۔

سَيِّاٰتِهِمْ	ان کی برائیاں	وَالْمُشْرِكٰتِ	اور مشرک عورتوں کو	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
وَكَانَ ذٰلِكَ	اور ہے یہ	الظَّآنِّيْنَ (۱)	جو گمان کرنے والے ہیں	عَلَيْهِمْ	ان پر
عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ کے نزدیک	بِاللّٰهِ	اللہ کے ساتھ	وَلَعَنَهُمْ	اور رحمت سے دور کیا
فَوْزًا عَظِيْمًا	بڑی کامیابی	ظَنَّ السَّوْءِ (۲)	برا گمان		ان کو
وَّيُعَذِّبَ	اور سزا دیں	عَلَيْهِمْ	ان پر پڑے	وَاَعَدَّ لَهُمْ	اور تیار کی ان کے لئے
الْمُنٰفِقِيْنَ	منافق مردوں کو	دَآىِٕرَةُ (۳)	گردش	جَهَنَّمَ	دوزخ
وَالْمُنٰفِقٰتِ	اور منافق عورتوں کو	السَّوْءِ	بُری!	وَسَآءَتْ	اور بری ہے وہ
وَالْمُشْرِكِيْنَ	اور مشرک مردوں کو	وَغَضِبَ	اور غضبناک ہوئے	مَصِيْرًا	لوٹنے کی جگہ

صحابہ رضی اللہ عنہم پر تین نوازشیں

جب اس سورت کے شروع کی تین آیتیں نازل ہوئیں، اور ان میں نبی ﷺ پر پانچ انعامات کا ذکر آیا، اور آپؐ نے وہ آیتیں صحابہ کو پڑھ کر سنائیں، تو انھوں نے آپؐ کی خدمت میں مبارک باد پیش کی، اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو آپؐ کے لئے ہوا، ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر یہ آیتیں اتریں، اور ان میں صحابہ پر تین نوازشوں کا ذکر کیا:

۱- اللہ تعالیٰ نے اطمینان نازل فرما کر مؤمنین کا ایمان بڑھایا، کیونکہ اِس کے باوجود کہ صلح خلاف طبع تھی، صحابہ نے اس کو دل کی خوشی سے مان لیا، کافروں کی طرح ضد نہیں کی، اس کی برکت سے ان کے ایمان کا درجہ بڑھا، اور عرفان ویقین کے مراتب میں ترقی ہوئی۔ جاننا چاہئے کہ اصل ایمان تو بسیط (غیر مرکب) ہے، اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی، مگر کامل ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے، یہاں اسی کا ذکر ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی فوج ظفر موج کو اپنی فوج کہا، آسمانوں اور زمین میں اللہ کے بے شمار لشکر ہیں، ان میں صحابہ کا یہ لشکر بھی ہے، جیسے سورۃ المجادلہ کی آخری آیت میں مؤمنین کو حزب اللہ (اللہ کی پارٹی) کہہ کر اعزاز بخشا ہے، اسی طرح صحابہ کے لشکر کو اپنی فوج کہہ کر اعزاز بخشا۔

۳- اللہ تعالیٰ اپنی اس فوج کو استعمال کریں گے، اور اس کے صلہ میں جنت کی سدا بہار زندگی عطا فرمائیں گے،

(۱) الظانین: میں الف لام بمعنی الذی ہے، اور موصول صلہ مل کر چاروں کی صفت ہے (۲) ظن السوء: الظانین (اسم فاعل) کا مفعول مطلق ہے (۳) دائرۃ: مصدر دار یدور: گھومنا، اصلی معنی ہیں: گول دائرہ، مجازی معنی ہیں: گردشِ زمانہ، جو ہر طرف سے انسان کو گھیر لے۔

اور ان کی تمام برائیاں مٹادیں گے، ان کا نام ونشان باقی نہیں رہے گا، یہی بڑی کامیابی ہے، اس سے بڑی کوئی کامیابی نہیں ہوسکتی۔

﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ ﴾

ترجمہ: (۱) وہی ہیں جنھوں نے مسلمانوں کے دلوں میں سکون اتارا، تاکہ ان کے ایمان میں مزید ایمان کا اضافہ ہو (۲) اور اللہ کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کا لشکر، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے بڑی حکمت والے ہیں ـــــ یعنی اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ کس فوج کو کب استعمال کرنا ہے؟ ان کی حکمت جب مقتضی ہوتی ہے تو وہ اپنا کوئی بھی لشکر (ہوا، پانی وغیرہ) استعمال کرتے ہیں، حدیبیہ میں اللہ کی حکمت نہیں تھی کہ اللہ کی فوج لڑے، جنگ ہوتی تو کشتوں کے پشتے لگ جاتے، اس لئے معاملہ صلح پر ختم ہوگیا، پھر جب فتح مبین کا وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ اپنی اس فوج سے کام لیں گے، اور کسی کی نکسیر نہیں پھوٹے گی اور فتح مبین حاصل ہوجائے گی۔

(۳) (اللہ تعالیٰ اپنے اس لشکر سے کام لیں گے) تاکہ اللہ تعالیٰ داخل کریں مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو ایسے باغات میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں سدا رہیں گے، اور ان سے ان کی برائیوں کو مٹادیں گے، اور یہ بات اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔

جب فتح مبین حاصل ہوگی تو منافقوں اور مشرکوں کی میّا مرے گی!

اب مؤمنین کے بالمقابل منافقوں اور مشرکوں کا حال بیان کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن کا اسلوب ہے، تاکہ ضد سے ضد پہچانی جائے، جب مدینہ سے صحابہ عمرہ کے لئے نکلے تھے تو ایک منافق (جدّ بن قیس) کے علاوہ کوئی منافق ساتھ نہیں چلا تھا، بہانے بنا کر پیچھے رہ گئے تھے، انھوں نے دل میں سوچا تھا کہ مڈبھیڑ ضرور ہوگی، مکہ والے مسلمانوں کو مکہ میں نہیں گھسنے دیں گے، اور مسلمان لڑائی میں تباہ ہوجائیں گے، ایک بھی زندہ واپس نہیں آئے گا، جیسا کہ آیت ۱۲ میں آرہا ہے، پھر ہم کیوں ان کے ساتھ خود کو ہلاکت میں ڈالیں، اور کفار مکہ تو اس زعم میں تھے کہ مکہ پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے؟ اور ڈالے گا تو اپنی ماں کو روئے گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تم کس خیال میں ہو، زمانہ کی گردش تم پر پڑنے والی ہے۔ اور تم مبتلائے مصیبت ہوکر رہوگے، اور آخرت میں تمہارے لئے دہکتی آگ تیار ہے، جو برا ٹھکانا ہے۔

﴿ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ ﴾

ترجمہ: اور سزادیں گے منافق مردوں اور منافق عورتوں کو، اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو، جو اللہ کے ساتھ برا گمان کرنے والے ہیں، ان پر زمانہ کی گردش پڑے! اور اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوئے، اور ان کو رحمت سے دور کردیا، اور ان کے لئے دوزخ تیار کی ہے، اور وہ برا ٹھکانا ہے!

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ۧ

ع ۹

وَلِلّٰهِ	اور اللہ (ہی) کیلئے ہیں	شَاهِدًا (۱)	احوال بتانے والا	بُكْرَةً	صبح
جُنُوْدُ	لشکر	وَّمُبَشِّرًا	اور خوشخبری دینے والا	وَّاَصِيْلًا	اور شام
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	وَّنَذِيْرًا	اور ڈرانے والا (بناکر)	اِنَّ الَّذِيْنَ	بے شک جو لوگ
وَالْاَرْضِ	اور زمین کے	لِّتُؤْمِنُوْا	تاکہ ایمان لاؤ تم	يُبَايِعُوْنَكَ	بیعت کرتے ہیں آپؐ سے
وَكَانَ اللّٰهُ	اور ہیں اللہ تعالیٰ	بِاللّٰهِ	اللہ تعالیٰ پر	اِنَّمَا	اس کے سوانہیں کہ
عَزِيْزًا	زبردست	وَرَسُوْلِهٖ (۲)	اور ان کے رسول پر	يُبَايِعُوْنَ	بیعت کرتے ہیں وہ
حَكِيْمًا	بڑی حکمت والے	وَتُعَزِّرُوْهُ (۲)	اور مدد کرو ان کی	اللّٰهَ	اللہ سے
اِنَّآ	بے شک ہم نے	وَتُوَقِّرُوْهُ (۲)	اور تعظیم کرو ان کی	يَدُ اللّٰهِ	اللہ کا ہاتھ
اَرْسَلْنٰكَ	بھیجا آپؐ کو	وَتُسَبِّحُوْهُ (۲)	اور پاکی بیان کرو ان کی	فَوْقَ	اوپر ہے

(۱) شاهدًا: اسم فاعل، شَهِدَ لفلان/ علی فلان بکذا: کسی کے حق میں/ کسی کے خلاف کسی بات کی گواہی دینا، آنکھ سے دیکھی ہوئی اور کان سے سنی ہوئی بات بتانا (۲) چاروں ضمیروں کا مرجع اللہ تعالیٰ ہیں، تاکہ انتشار ضمائر لازم نہ آئے۔ عَزَّرَ تعزیرًا: مدد دینا، پشت پناہی کرنا...... وَقَّرَ توقیرًا: تعظیم وتکریم کرنا۔

اَيْدِيْهِمْ	ان کے ہاتھوں کے	عَلٰى نَفْسِهٖ	اپنے نقصان کے لئے	عَلَيْهُ[4]	اس کا
فَمَنْ	پس جس نے	وَمَنْ	اور جس نے	اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ سے
نَّكَثَ[1]	پیمان توڑا	اَوْفٰى[2]	پورا کیا	فَسَيُؤْتِيْهِ	پس عنقریب دیں گے
فَاِنَّمَا	تو اس کے سوانہیں کہ	بِمَا[3]	اس بات کو جو		وہ اس کو
يَنْكُثُ	پیمان توڑا اس نے	عٰهَدَ	پیمان باندھا اس نے	اَجْرًا عَظِيْمًا	بڑا بدلہ

اللہ کے لشکر کو فہمائش

جند اللہ پر نوازشات کے بیان کے بعد ان کو فہمائش (تنبیہ) کرتے ہیں، کیونکہ بشارت کبھی دھوکہ میں ڈالتی ہے، اسی لئے ہر ایک کو بشارت نہیں سنائی جاتی۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے اَن گنت لشکر ہیں، لشکر: جو دشمن کا مقابلہ کرے، اور اللہ کے دشمن وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے پیدا کیا، اور ان کی تمام ضرورتیں مہیا کیں، اور وہ ہیں کہ غیروں کی چوکھٹ پر جبّہ سائی کرتے ہیں، ان سے بڑا دشمن کون ہوسکتا ہے؟ ان کو سزا دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس بہت لشکر ہیں، ہوا، پانی، بیماری وغیرہ آفات کے ذریعہ ان کو سزا دے سکتے ہیں، اور کبھی مجاہدین کے ذریعہ سزا دیتے ہیں، مگر وہ کسی خاص فوج کے محتاج نہیں، وہ زبردست ہیں، جس فوج سے چاہیں کام لیں، مگر وہ حکیم بھی ہیں، جو حکمت کا تقاضا ہوتا ہے وہی کرتے ہیں، کسی کو دریا میں ڈوباتے ہیں، کسی کو زمین میں دھنساتے ہیں، کسی کو طوفانِ بادوباراں سے ہلاک کرتے ہیں، اور کسی کی مجاہدین کے ذریعہ گوشمالی کرتے ہیں، جس وقت ان کی حکمت مقتضی ہوتی ہے لشکرِ اسلام حرکت میں آتا ہے، پس جند اللہ اس زعم میں مبتلا نہ ہو کہ وہی قلعہ فتح کرتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے کام لیتے ہیں۔

﴿وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝﴾

ترجمہ: اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی فوج ہے، اور اللہ تعالیٰ زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔

فائدہ: آیت کی یہ تفسیر روح المعانی میں منقول ہے، فرماتے ہیں: **وههنا أريد به التهديد:** یعنی یہی آیت پہلے آئی ہے، وہاں اللہ کی صفت علیم آئی ہے، اور یہاں صفت عزیز آئی ہے، پس یہاں فہمائش کرنا مقصود ہے۔

(۱) **نكث العهد** (ن): پیمان توڑنا، **نكث الحبل:** رسی کے بل کھولنا (۲) **أوفى بالعهد:** ذمہ داری پوری کرنا، **أوفى بالنذر:** منت پوری کرنا (۳) **بما:** باء صلہ، **ما** موصولہ (۴) **عليه:** ضمیر کا مرجع **ما** موصولہ ہے، اور ہُ (مضموم) واحد مذکر غائب کی ضمیر ہے، جو ضمہ پر مبنی ہے، مگر جب اس سے پہلے یاء ساکن یا کسرہ آتا ہے تو خلافِ اصل ہاء کو مجرور پڑھتے ہیں، جیسے **عليه** اور **به**، مگر دو جگہ (یہاں اور سورۃ الکہف آیت ۶۳ **وما أنسانيهُ** میں) اصل کے موافق مضموم پڑھا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی مجاہدین پر نظر

دوسری فہمائش یہ کرتے ہیں کہ مجاہدین اس خیال میں نہ رہیں کہ ان کو کوئی دیکھ نہیں رہا، اللہ تو دیکھ ہی رہے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کو بھی مبعوث فرمایا ہے، وہ بھی شاہد ہیں، مجاہدین کے احوال پر ان کی نظر ہے، اور کل قیامت کے دن وہ اس کی گواہی دیں گے، وہ دنیا میں سیدھا چلنے والوں کو سہلاتے ہیں، خوش خبری سنا کر حوصلہ افزائی کرتے ہیں، اور ٹیڑھا چلنے والوں کو دھمکاتے ہیں، ان کی سرزنش کرتے ہیں، مجاہدین یہ بات پیش نظر رکھیں، اس کو نظر انداز نہ کریں۔

﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ﴾

ترجمہ: بے شک ہم نے آپؐ کو احوال بتانے والا، خوش خبری سنانے والا، اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

حوالہ: آیت عام ہے، اس میں نبی ﷺ کے تین اوصاف کا ذکر ہے، یہ تین اوصاف سورۃ الاحزاب کی (آیت ۴۵) میں بھی آئے ہیں، اس کی تفصیل ہدایت القرآن (۶:۴۷۹) میں ہے۔

شاہد کا مطلب: —— نبی ﷺ شاہد ہیں، احوال بتلانے والے ہیں، آپؐ نے اللہ کے دین کے داعی ہونے کی حیثیت سے امت کے جو احوال دیکھے ہیں: کل قیامت کو ان کی گواہی دیں گے، یہ مضمون سورۃ النساء (آیت ۴۱) میں ہے: ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ، وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾: پس کیا حال ہوگا اس وقت جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ سامنے لائیں گے، اور آپؐ کو اِن لوگوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر کریں گے —— هٰؤلاء سے معلوم ہوا کہ آپؐ اپنے زمانہ کے لوگوں کے خلاف گواہی دیں گے جنھوں نے دین قبول نہیں کیا، وفات کے بعد آپؐ حاضر ناظر نہیں کہ سب کے لئے گواہی دیں، ایسا سمجھنا قطعاً غلط ہے —— پھر آپؐ کے بعد داعیانِ اسلام گواہی دیں گے، یہ مضمون سورۃ الحج کی آخری آیت میں ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ حاضر ناظر ہیں؟

اللہ تعالیٰ لازمانی اور لامکانی ہیں، شرح عقائد کے متن العقائد النسفیۃ میں ہے: لایَتَمَكَّنُ فی مکان، ولا یجری علیه زمان: اللہ تعالیٰ نہ کسی جگہ میں قرار پکڑے ہوئے ہیں، نہ ان پر زمانہ گذرتا ہے، زمان و مکان مخلوق (پیدا کئے ہوئے) ہیں، اور خالق: مخلوق میں نہیں ہوسکتا، کیونکہ مکین: مکان کا محتاج ہوتا ہے، اور اللہ کی بارگاہ احتیاج سے پاک ہے، احتیاج مقام الوہیت کے منافی ہے —— علاوہ ازیں: سوال ہوگا کہ زمان و مکان کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ کہاں تھے؟ اس لئے اللہ کے بارے میں أین (کہاں) کے ذریعہ اور اللہ کی صفات کے بارے میں کیف (کیسی) کے ذریعہ سوال

باطل ہے، اور نصوص میں جو آیا ہے: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ﴾: وہ تمہارے ساتھ ہیں خواہ تم کہیں ہو [الحدید۴] اور سورۃ قٓ (آیت ۱۶) میں ہے: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾: اور ہم انسان سے اس کی گردن کی رگ (شاہ رگ) سے بھی زیادہ قریب ہیں، اس قسم کی نصوص کی تأویل مفسرین کرام نے علم سے کی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کے احوال سے واقف ہیں۔ جلالین کے حاشیہ جمل میں کرخی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے:

(قوله: أقربُ إليه بالعلم) أشار به إلى أن المرادَ بالقُرْبِ العلمُ به وبأحواله، لايخفى عليه شيئ من خفياته، فكأن ذاتَه قريبةٌ منه، كما يقال: الله في كل مكان، أى بعلمه، فإنه سبحانه وتعالىٰ منزه عن الأمكنة، وحاصله: أنه تَجَوَّزَ بقربِ الذات عن قرب العلم (جمل ۴: ۱۹۲)

ترجمہ: صاحب جلالین کا قول: اللہ تعالیٰ انسان سے علم کے ذریعہ زیادہ قریب ہیں: اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ نزدیک ہونے سے مراد انسان کو اور اس کے احوال کو جاننا ہے، اللہ تعالیٰ پر انسان کی ادنی بات بھی مخفی نہیں، پس گویا اللہ کی ذات انسان سے نزدیک ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہیں یعنی اپنے علم سے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جگہوں سے پاک ہیں، اور حاصل یہ ہے کہ ذات کی نزدیکی سے مجازاً علم کی نزدیکی مراد ہے (ترجمہ پورا ہوا)

پس مجازی معنی میں تو اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہنا درست ہے، کیونکہ وہ مخلوقات کے احوال سے واقف ہیں، حقیقی معنی میں کہنا درست نہیں، مگر عام لوگ حقیقی معنی مراد لیتے ہیں، پس اعتراض ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ بیت الخلاء میں بھی ہیں؟ یہ اعتراض حقیقی معنی مراد لینے کی صورت میں ہوگا، مجازی معنی مراد لینے کی صورت میں کچھ اعتراض نہیں ہوگا۔

بعثتِ نبوی کا اصل مقصد: لوگ اطاعت وعبادت کی زندگی اپنائیں

﴿لِتُؤْمِنُوْا﴾: ﴿أَرْسَلْنَاكَ﴾ سے متعلق ہے۔ نبی ﷺ کا شاہد ہونا، یعنی اللہ کے لشکر پر نظر رکھنا تو بعثتِ نبوی کا ضمنی مقصد ہے، اصل مقصد یہ ہے کہ لوگ اطاعت وعبادت والی زندگی اپنائیں، اللہ پر اور ان کے رسول پر ایمان لائیں، اللہ کے دین کی مدد کریں، اللہ کی تعظیم وتکریم کریں، اور پانچ نمازیں پابندی سے پڑھیں۔ بکرۃ سے مراد فجر کی نماز ہے، اور أصیل: زوال سے رات چھانے تک کا زمانہ ہے، اس میں چار نمازیں آتی ہیں۔

﴿لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ۭوَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝﴾

ترجمہ: تاکہ تم لوگ اللہ پر اور ان کے رسول پر ایمان لاؤ، اور ان کی مدد کرو، اور ان کی تعظیم کرو، اور صبح وشام ان کی پاکی بیان کرو —— نماز دین کا ستون ہے، اس لئے اس کو لیا ہے، مراد سارے دین پر عمل کرنا ہے۔

فائدہ: ﴿تُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ﴾ کی ضمیریں راجح قول میں اللہ کی طرف راجع ہیں، اور اللہ کی مدد سے اللہ کے دین کی

مدد مراد ہے، جیسے سورۃ محمدؐ میں ہے: ﴿إِن تَنْصُرُوْا اللّٰهَ﴾: اگر تم اللہ کی مدد کروگے، یعنی اللہ کے دین کی مدد کروگے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کی مدد کے محتاج نہیں ـــــ اور اللہ کی توقیر وتعظیم سے مراد عقیدۃً اللہ تعالیٰ کو کمالات کے ساتھ متصف اور نقائص سے منزہ ماننا ہے (بیان القرآن)

اور بعض مفسرین نے دونوں ضمیریں رسول اللہ کی طرف لوٹائی ہیں، کیونکہ وہ قریب مرجع ہے، اس صورت میں مطلب واضح ہے، جب اللہ کے رسول پر ایمان لائے تو ان کی مدد اور تعظیم وتکریم لازم ہے، تعظیم وتکریم اطاعت پر ابھارے گی، اور رسول کی اطاعت اللہ کی عبادت تک مفضی ہوگی۔

اطاعت وعبادت والی زندگی کے لئے بیعت کی اہمیت

بیعت: بَاعَ یَبِیْعُ کا مصدر ہے، بَیْعًا کے معنی ہیں: بیچنا، فروخت کرنا، بَیْعٌ کے آخر میں تائے وصفی بڑھائی تو بَیْعَة ہوا، اسی کو اردو میں لمبی تاء سے بیعت لکھتے ہیں، اور بَایَعَ، یُبَایِعُ، مُبَایَعَةً: باب مفاعلہ کے معنی ہیں: دو شخصوں کا باہم سودا کرنا۔

اور حقیقی بیعت: کے اصطلاحی معنی ہیں: اپنی جان ومال کو برضا ورغبت اللہ کے ہاتھ جنت کے عوض بیچنا، سورۃ التوبہ (آیت ۱۱۱) میں ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾: بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض میں خرید لیا ہے۔ مبیع: مؤمنین کی جانیں اور ان کے اموال ہیں، اور ثمن جنت ہے۔

عرفی بیعت: مگر چونکہ اللہ تعالیٰ غیب ہیں، اس لئے کوئی پیکر محسوس چاہئے جس کے ساتھ سودا کیا جائے، وہ پیکر محسوس (نظر آنے والی صورت) رسول اللہ ﷺ ہیں، پھر ان کے وارثین، ان حضرات کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر پکا معاملہ کیا جائے تو اس کا عرفی نام بیعت ہے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر مختلف طرح کی بیعتیں کی ہیں، بیعتِ اسلام کی ہے، بیعتِ جہاد کی ہے، اور بیعتِ سلوک بھی کی ہے، حدیبیہ میں بیعتِ جہاد کی تھی، جس کا ذکر (آیت ۱۸) میں آرہا ہے، یہاں جس بیعت کا ذکر ہے اس سے مراد بھی بیعتِ جہاد ہے، مگر وہ بیعتِ سلوک کو بھی شامل ہے، کیونکہ الفاظ عام ہیں، اور بیعتِ سلوک کا خاص طور پر ذکر سورۃ ممتحنہ (آیت ۱۰) میں ہے۔

بیعتِ سلوک کیوں کی جاتی ہے؟ ـــــ سَلَكَ سُلُوْكًا کے معنی ہیں: چلنا، یہ بیعت نوافل اعمال کرکے جنت کے بلند درجات حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہے، آدمی فرائض وواجبات پر عمل تو ایمان کے تقاضے سے کرتا ہے، اور کبائر سے بھی ایمان بچاتا ہے، مگر نفل اعمال جو شرعاً ضروری نہیں، مگر مفید ہیں ان پر بھی آدمی ہمت سے عمل کرسکتا ہے، اسی طرح چھوٹے گناہوں سے بھی بچ سکتا ہے، مگر کبھی بے ہمتی مانع بنتی ہے اور آدمی اپنے عیوب سمجھ نہیں سکتا، ایسی صورت

میں کسی راہ بر کی ضرورت ہوتی ہے، یہی بیعت کا فائدہ ہے۔ نجات اخروی کے لئے بیعتِ سلوک ضروری نہیں، اگر ضروری ہوتی تو تمام صحابہ (مردوزن) یہ بیعت کئے ہوئے ہوتے، جبکہ خاص خاص افراد نے یہ بیعت کی تھی، آخرت میں نجات کے لئے ایمان صحیح اور اعمال صالحہ کافی ہیں، اور جاہلوں کا یہ خیال کہ پیر کے بغیر نجات نہیں ہوسکتی: صحیح نہیں!

بیعتِ سلوک کے تعلق سے مختلف نظریے

جاننا چاہئے کہ بیعتِ سلوک کے تعلق سے دنیا میں تین نظریے پائے جاتے ہیں:

پہلا نظریہ: غیر مقلدین، سلفیوں، نجدیوں اور مودودیوں کا ہے، ان کے نزدیک بیعتِ سلوک بے اصل ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں، بلکہ مودودی صاحب نے تو اس کو چھنیا بیگم لکھا ہے، چھنیا بیگم افیم کو کہتے ہیں۔

دوسرا نظریہ: بریلویوں کا ہے، وہ کہتے ہیں: آخرت میں نجات کے لئے بیعت ضروری ہے، اور جس کا کوئی پیر نہیں: اس کا پیر شیطان ہے، بلکہ ان کے جاہل تو کہتے ہیں: گونگے پیر (قرآنِ کریم) سے نجات نہیں ہوگی، بولتا پیر (زندہ پیر) چاہئے۔

تیسرا نظریہ: علمائے دیوبند کا ہے، وہ کہتے ہیں: بیعتِ سلوک کا قرآن وحدیث سے ثبوت ہے، مگر نجات اخروی کے لئے بیعت ضروری نہیں۔ نجات کا مدار ایمانِ صحیح اور اعمالِ صالحہ پر ہے۔ البتہ بیعتِ سلوک کے دو بڑے فائدے ہیں:

ایک: بیعت نوافل اعمال میں زیادتی اور اس کے ذریعہ جنت میں بلند درجات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ آدمی خود بھی نوافل اعمال کرسکتا ہے مگر تجربہ یہ ہے کہ وہ کامیاب نہیں ہوتا اگر خود کو کسی کے سپرد کردے تو یہ مقصد آسانی سے حاصل ہوسکتا ہے۔

دوسرا: بیعت کے ذریعہ باطن کی صفائی کی جاسکتی ہے، جس طرح ہمارا ظاہر میلا ہوتا ہے اور اس کو صاف کرنا پڑتا ہے، اسی طرح باطن بھی میلا ہوتا ہے اور اس کی صفائی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ باطن کا میل اخلاق رذیلہ ہیں جس کی صفائی آنحضور ﷺ کا فرضِ منصبی تھا، سورۃ البقرۃ (آیت ۱۲۹) میں آنحضور ﷺ کے چار فرائض بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے ایک: ﴿يُزَكِّيهِمْ﴾: ہے یعنی مسلمانوں کے باطن کو صاف کرنا اور ان کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کرنا، اور آپؐ کا ارشاد ہے: بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ: میری بعثت اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے ہوئی ہے، یہ مقصد بھی بیعت ہی کے ذریعہ حاصل ہوسکتا ہے۔

نوٹ: بیعتِ سلوک کی دفعات اور ان کی تفصیلات سورۃ ممتحنہ (آیت ۱۰) کی تفسیر میں آئیں گی۔

رواجی بیعت: حقیقی بیعت جس درجہ مفید ہے: رواجی بیعت اسی درجہ غیر مفید ہے، صوفیاء سے اسلام پھیلا ہے اور ان کی نالائق اولاد سے گمراہی پھیلی ہے، اکابر صوفیا اور معتبر علماء: دین سے واقف ہوتے تھے، اس لئے ان کے ذریعہ

اصلاح ہوتی تھی، پھران کے ناخلف جانشیں آتے ہیں ان سے گمراہی پھیلتی ہے،اسی طرح کچھ لوگ خلیفہ بننے ہی کے لئے بیعت ہوتے ہیں، وہ بھی بڑا فتنہ ہیں۔

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ۚ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝١٠ ﴾

ترجمہ: بے شک جولوگ آپؐ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں —— یعنی نبی ﷺ اور آپؐ کے بعد آپؐ کے ورثاء پیکر محسوس ہیں، پسِ پردہ اللہ تعالیٰ ہیں، درحقیقت لوگ بیعت اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں —— اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے —— یہ استعارہ ہے۔استعارہ میں لفظ کے حقیقی اور مجازی معنی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہوتا ہے، اور حروفِ تشبیہ کے بغیر حقیقی معنی کو مجازی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، ہاتھ کے حقیقی معنی ہیں: جارحہ (عضو) اور مجازی معنی ہیں: نصرت (مدد) یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد بیعت کرنے والوں کے ساتھ ہے، مگر استعارہ میں بھی حقیقی معنی کا قائل ہونا ضروری ہے، پس صفت ید (ہاتھ) کو اللہ کے لئے ثابت کرنا ضروری ہے، البتہ اس کی کیفیت کو علم الٰہی کے حوالے کیا جائے گا، اس میں خوض (غور) کرنا جائز نہیں —— پس جو شخص عہد و پیمان توڑے گا: اسی پر اس کے عہد توڑنے کا وبال پڑے گا —— جیسے بیعتِ رضوان میں صحابہ نے عہد کیا تھا کہ اگر جنگ ہوئی تو وہ مرکھپیں گے، اس عہد کو اگر انھوں نے توڑا تو انہیں کا نقصان ہوگا، یا جیسے بیعتِ سلوک میں عہد کیا کہ وہ بدنظری سے بچے گا، اب اگر بدنظری نہیں چھوڑے گا تو اسی کا نقصان ہوگا، اللہ اور پیر کا کچھ نقصان نہیں ہوگا —— اور جو شخص اُس بات کو پورا کرے گا جس کا اُس نے اللہ سے عہد کیا ہے —— اس سے معلوم ہوا کہ عہد درحقیقت اللہ تعالیٰ سے کیا جاتا ہے —— پس عنقریب اُس کو اللہ تعالیٰ بڑا اجر عنایت فرمائیں گے —— یعنی جو بیعت پر مستقیم رہا، اپنے عہد و پیمان کو پورا کیا تو اس کو بدلہ بھی پورا ملے گا، اس کے خوب وارے نیارے ہونگے!

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝١١ بَلْ ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝١٢

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾

سَيَقُوْلُ	عنقریب کہیں گے	مِّنَ اللّٰهِ (۲)	اللہ کے عوض	وَالْمُؤْمِنُوْنَ	اور مؤمنین
لَكَ	آپ ؐ سے	شَيْـًٔا	کسی چیز کا	اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ	اپنے گھر والوں کی طرف
الْمُخَلَّفُوْنَ (۱)	پیچھے رکھے ہوئے	اِنْ اَرَادَ	اگر چاہیں وہ	اَبَدًا	کبھی بھی
مِنَ الْاَعْرَابِ	بدّوں سے	بِكُمْ	تمہارے ساتھ	وَّزُيِّنَ	اور مزین کی گئی
شَغَلَتْنَآ	مشغول کردیا ہمیں	ضَرًّا	کوئی نقصان	ذٰلِكَ	یہ بات
اَمْوَالُنَا	ہمارے مالوں نے	اَوْ اَرَادَ	یا چاہیں وہ	فِيْ قُلُوْبِكُمْ	تمہارے دلوں میں
وَاَهْلُوْنَا	اور ہمارے گھر والوں نے	بِكُمْ	تمہارے ساتھ	وَظَنَنْتُمْ	اور گمان کیا تم نے
فَاسْتَغْفِرْ	پس گناہ بخشوائیے آپ ؐ	نَفْعًا	کوئی نفع	ظَنَّ السَّوْءِ	برا گمان
لَنَا	ہمارے لئے	بَلْ	بلکہ	وَكُنْتُمْ	اور ہو تم
يَقُوْلُوْنَ	کہتے ہیں وہ	كَانَ اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ ہیں	قَوْمًا بُوْرًا (۴)	لوگ تباہ ہونے والے
بِاَلْسِنَتِهِمْ	اپنی زبانوں سے	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	ان کاموں سے جو تم کرتے ہو	وَمَنْ	اور جو شخص
مَّا لَيْسَ	جو نہیں ہے	خَبِيْرًا	پورے باخبر	لَّمْ يُؤْمِنْ	ایمان نہیں لایا
فِيْ قُلُوْبِهِمْ	ان کے دلوں میں	بَلْ (۳)	بلکہ	بِاللّٰهِ	اللہ پر
قُلْ	آپ پوچھیں	ظَنَنْتُمْ	گمان کیا تم نے	وَرَسُوْلِهٖ	اور اس کے رسول پر
فَمَنْ	پس کون	اَنْ	کہ	فَاِنَّآ	پس بے شک ہم نے
يَّمْلِكُ	مالک ہے	لَّنْ يَّنْقَلِبَ	ہرگز نہیں لوٹیں گے	اَعْتَدْنَا	تیار کی ہے
لَكُمْ	تمہارے لئے	الرَّسُوْلُ	اللہ کے رسول	لِلْكٰفِرِيْنَ	منکروں کے لئے

(۱) مُخَلَّف: اسم مفعول، خَلَّفَ تَخْلِيْفًا: پیچھے چھوڑنا، وہ بدّو جن کو اللہ نے پیچھے رکھا۔ (۲) من اللہ: میں من حرفِ جر برائے عوض ہے، اس کا ترجمہ: بجائے یا بدلے: ہے (۳) یہ دوسرا بل پہلے بل کی تکرار ہے، جیسے سورۃ الحدید کی آخری آیت میں لا کو لوٹایا ہے، ایسی صورت میں اس حرف کا ترجمہ دوسری جگہ کرنا چاہئے کہ وہ اصلی محل ہے۔ (۴) بُور: بائر کی جمع: ہلاک ہونے والا، بَارَ (ن) بَوْرًا: ہلاک ہونا۔

سَعِيْرًا	دہکتی آگ	وَالْاَرْضِ	اور زمین کی	مَنْ يَّشَآءُ	جسے چاہیں گے
وَلِلّٰهِ	اور اللہ کے لئے ہے	يَغْفِرُ	بخشیں گے وہ	وَكَانَ اللّٰهُ	اور ہیں اللہ تعالیٰ
مُلْكُ	حکومت	لِمَنْ يَّشَآءُ	جسے چاہیں گے	غَفُوْرًا	بڑے بخشنے والے
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	وَيُعَذِّبُ	اور سزا دیں گے	رَّحِيْمًا	بڑے رحم فرمانے والے

غزوۂ حدیبیہ میں منافقین کا کردار

عمرہ کے لئے روانہ ہوتے وقت نبی ﷺ نے اعلان کیا تھا، اور مسلمانوں کو ساتھ چلنے کے لئے ابھارا تھا، شاید قرائن سے آپؐ کو لڑائی کا گمان تھا، مگر دیہاتی گنوار جان چُرا کر بیٹھ رہے، اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کا پردہ چاک کیا ہے، آپؐ کو مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں بتلا دیا کہ جب تم صحیح سالم گھر پہنچو گے تو وہ لوگ اپنی غیر حاضری کا جھوٹا عذر پیش کریں گے، کہیں گے: معاف کرنا! ہمیں گھر بار کے دھندوں سے فرصت نہ ملی، کوئی ہمارے پیچھے جانوروں کی اور اہل وعیال کی خبر گیری کرنے والا نہیں تھا، اس لئے ہم ساتھ نہ چل سکے، ہم سے یہ کوتاہی ہوگئی، اب اللہ سے ہمارا قصور معاف کرا دیجئے! —— حالانکہ دل میں جانتے ہیں کہ یہ عذر بالکل غلط ہے، اور اللہ کو تو حقیقتِ حال کا پتہ ہے، اور استغفار کی درخواست بھی محض ظاہر داری ہے۔

حقیقت میں پیچھے رہنے کا سبب وہ نہیں تھا جو وہ بیان کر رہے ہیں، بلکہ ان کا خیال تھا کہ اب پیغمبر اور مسلمان بچ کر واپس نہیں آئیں گے، دشمن کے منہ میں جا رہے ہیں سب وہاں کھیت رہیں گے، پھر ہم کیوں خود کو ہلاکت میں ڈالیں؟ یہ بدگمانی ان کے دلوں میں خوب جم گئی تھی، اس لئے انھوں نے اپنی سلامتی پیچھے رہنے میں سمجھی، حالانکہ یہ صورت ان کی تباہی کی تھی، وہ اس سفر کی برکات سے محروم رہ گئے، اس سفر کی برکات خیبر کی غنیمت تھی، جس سے وہ محروم رہ جائیں گے، اور اصل وجہ یہ ہے کہ وہ بے ایمان ہیں، اور کافروں کے لئے دوزخ تیار ہے، مگر اب بھی وہ سنبھل جائیں تو معافی کی امید ہے، اللہ تعالیٰ کائنات کے مالک ہیں، اور غفور الرحیم ہیں! ان کی رحمت غضب پر غالب ہے، اس لئے معافی کی امید ہے۔

آیاتِ پاک: —— عنقریب آپؐ سے وہ بدّو کہیں گے جو پیچھے رکھے گئے ہیں کہ ہمارے اموال (مویشی) اور ہمارے گھر والوں نے ہمیں پھنسائے رکھا، پس آپؐ ہماری کوتاہی اللہ سے معاف کرا دیجئے! —— وہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے —— دل میں کچھ ہے زبان پر کچھ ہے! —— آپؐ کہیں: پس کون مالک ہے تمہارے لئے اللہ کے بجائے کسی چیز کا اگر وہ چاہیں تمہیں کوئی نقصان پہنچانا، یا وہ چاہیں تمہیں کوئی نفع پہنچانا؟ —— یعنی تم کہتے ہو کہ مال اور گھر والوں کی حفاظت کی وجہ سے ہم ساتھ نہ چل سکے: بتاؤ: اگر اللہ تعالیٰ تمہارے مال اور

گھر والوں کو کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو تم گھر میں رہ کر اس کو روک دو گے؟ یا اللہ ان کو کچھ فائدہ پہنچانا چاہیں اور تم سفر میں ہو، تو کیا اسے کوئی روک سکتا ہے؟ جب نفع ونقصان کو کوئی نہیں روک سکتا تو اللہ ورسول کی خوشنودی کے مقابلہ میں ان چیزوں کا خیال کرنا حماقت وضلالت نہیں تو اور کیا ہے؟ جان لو اِن بہانوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہونے والے نہیں، ان کو تمہارے سب کھلے چھپے احوال معلوم ہیں، ارشاد فرماتے ہیں: —— بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہیں! —— اس بل کا محل آگے آرہا ہے، ارشاد فرماتے ہیں —— بلکہ تم نے یہ سمجھا تھا کہ رسول اور مؤمنین کبھی بھی لوٹ کر اپنے گھر والوں کی طرف نہیں آئیں گے، اور یہ بات تمہارے دلوں میں مزین کی گئی، اور تم نے برا گمان کیا، اور تم برباد ہونے والے لوگ ہو۔

اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لایا: پس ہم نے اس کے لئے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے، اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے، جس کو چاہیں بخش دیں، اور جس کو چاہیں سزا دیں، اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم فرمانے والے ہیں!

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۭ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾

ع۱۰ | ۲

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ	عنقریب کہیں گے پیچھے رکھے ہوئے	اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ	جب چلو گے تم غنیمتوں کی طرف	لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا(۱)	تا کہ لو تم ان کو چھوڑو ہمیں

(۱) ذَرُوْنَا: فعل امر ذَرُوْا: صیغہ جمع مذکر حاضر، نا: ضمیر جمع متکلم، مفعول بہ۔

نَتَّبِعۡكُمۡ	ساتھ چلیں ہم تمہارے	مِنَ الۡاَعۡرَابِ	بدّوں سے	عَلَى الۡاَعۡمٰى	اندھے پر
يُرِيۡدُوۡنَ	چاہتے ہیں وہ	سَتُدۡعَوۡنَ	عنقریب بلائے جاؤ گے تم	حَرَجٌ	کچھ تنگی
اَنۡ يُّبَدِّلُوۡا	کہ بدل دیں	اِلٰى قَوۡمٍ	ایک قوم کی طرف	وَّلَا عَلَى الۡاَعۡرَجِ	اور نہ لنگڑے پر
كَلٰمَ اللّٰهِ	اللہ کی بات کو	اُولِىۡ بَاۡسٍ	جنگ کرنے والی	حَرَجٌ	کچھ تنگی
قُلۡ	کہو	شَدِيۡدٍ	سخت	وَّلَا عَلَى الۡمَرِيۡضِ	اور نہ بیمار پر
لَّنۡ تَتَّبِعُوۡنَا	ہرگز ہمارے ساتھ نہیں	تُقَاتِلُوۡنَهُمۡ	لڑو گے تم ان سے	حَرَجٌ	کچھ تنگی
	چلو گے تم	اَوۡ يُسۡلِمُوۡنَ	یا سپر انداز ہو جائیں گے وہ	وَمَنۡ يُّطِعِ	اور جو اطاعت کرتا ہے
كَذٰلِكُمۡ	یونہی	فَاِنۡ تُطِيۡعُوۡا	پس اگر کہنا مانو گے تم	اللّٰهَ	اللہ کی
قَالَ اللّٰهُ	فرمایا ہے اللہ نے	يُؤۡتِكُمُ	(تو) دیں گے تم کو	وَرَسُوۡلَهٗ	اور اس کے رسول کی
مِنۡ قَبۡلُ	پہلے سے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	يُدۡخِلۡهُ	داخل کریں گے اس کو
فَسَيَقُوۡلُوۡنَ	پس عنقریب کہیں گے وہ	اَجۡرًا حَسَنًا	اچھا بدلہ	جَنّٰتٍ	باغات میں
بَلۡ تَحۡسُدُوۡنَنَا	بلکہ جلتے ہو تم ہم پر	وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا	اور اگر روگردانی کرو گے تم	تَجۡرِىۡ	بہتی ہیں
بَلۡ كَانُوۡا	بلکہ ہیں وہ	كَمَا تَوَلَّيۡتُمۡ	جیسی روگردانی کی تم نے	مِنۡ تَحۡتِهَا	ان کے نیچے سے
لَا يَفۡقَهُوۡنَ	نہیں سمجھتے	مِّنۡ قَبۡلُ	پہلی بار	الۡاَنۡهٰرُ	نہریں
اِلَّا قَلِيۡلًا	مگر تھوڑا	يُعَذِّبۡكُمۡ	(تو) سزا دیں گے تم کو	وَمَنۡ يَّتَوَلَّ	اور جو پھر جائے گا
قُلۡ	کہہ	عَذَابًا اَلِيۡمًا	دردناک سزا	يُعَذِّبۡهُ	سزا دیں گے ان کو
لِّلۡمُخَلَّفِيۡنَ	پیچھے رکھے ہوئے	لَيۡسَ	نہیں	عَذَابًا اَلِيۡمًا	دردناک سزا

غزوۂ حدیبیہ کا تتمہ غزوۂ خیبر کو بنایا تا کہ مجاہدین نہال ہوں

نہال: مالا مال، مجاہدین کی روزی روٹی کا سامان اللہ نے غنیمت کو حلال کر کے کیا ہے، اور جیسے غزوۂ احزاب میں مجاہدین کے ہاتھ کچھ نہیں آیا تھا: اس لئے فوراً ہی غزوۂ بنو قریظہ کا حکم دیا تا کہ مجاہدین کو کھان پان ملے، اسی طرح غزوۂ حدیبیہ میں مجاہدین کے پلّے کچھ نہیں پڑا: اس لئے فتح خیبر کو اس کا تتمہ بنایا تا کہ مجاہدین مالا مال ہو جائیں، اسی طرح کا قصہ فتح مکہ اور غزوۂ حنین کا ہے، اس حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ خیبر فتح کرنے کے لئے وہی جائیں جو حدیبیہ میں تھے، دوسرا کوئی شریک نہ ہو۔

خیبر میں غدار یہودی آباد تھے، جو غزوۂ احزاب میں کافروں کے جتھوں کو مدینہ پر چڑھا لائے تھے، ان سے نمٹنے کے لئے نبی ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد سن سات ہجری میں خیبر پر چڑھائی کی اور اس کو فتح کر لیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس کے بعد ہی ہمیں پیٹ بھر کر کھانے کو کھجوریں ملیں۔

اس آیت میں خبر دی ہے کہ جب تم خیبر کے لئے نکلو گے تو جو لوگ غزوۂ حدیبیہ میں پیچھے رہ گئے ہیں ساتھ چلنے کے لئے اصرار کریں گے، کیونکہ خطرہ کم اور غنیمت کی امید زیادہ ہے، مگر ان سے صاف کہہ دیا جائے کہ کوئی اور ساتھ نہیں چلے گا، اللہ کا ایسا ہی حکم ہے، اس پر وہ کہیں گے کہ اللہ نے تو کچھ نہیں فرمایا، تم ہم پر جلتے ہو، نہیں چاہتے کہ ہمارا فائدہ ہو، ساری غنیمت تم ہی سمیٹ لینا چاہتے ہو، ان لوگوں کے پیش نظر اپنا ہی نفع ہے، وہ نہیں سمجھتے کہ یہ غزوۂ حدیبیہ کا تتمہ ہے، پھر کوئی اور ساتھ کیسے چلے گا؟

﴿سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۭ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۵﴾

ترجمہ: عنقریب کہیں گے وہ لوگ جو پیچھے رکھے گئے ہیں —— یہاں من الأعراب نہیں بڑھایا، کیونکہ پیچھے رہنے والے اور لوگ بھی تھے —— جب تم غنیمتوں کی طرف چلو گے —— مراد خیبر کی غنیمتیں ہیں، مگر ابھی نام نہیں لیا، تاکہ خیبر والوں کے کان کھڑے نہ ہو جائیں —— تاکہ تم ان کو لو —— اس میں فتح (کامیابی) کی طرف اشارہ ہے —— اجازت دو کہ ہم تمہارے ساتھ چلیں —— اور جہاد میں حصہ لیں —— وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کا فرمان بدل دیں —— اللہ کا فرمان اسی کلام کے اقتضا سے ثابت ہوتا ہے یعنی کوئی اور ساتھ نہیں چلے گا —— کہو: تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے، اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی فرمایا ہے، پس اب وہ لوگ کہیں گے —— اللہ نے تو کچھ نہیں فرمایا —— بلکہ تم لوگ ہم پر جلتے ہو، بلکہ وہ لوگ بہت کم بات سمجھتے ہیں —— ان کے پیش نظر اپنا ہی نفع ہے، اور حکمتِ غزوۂ خیبر کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

جب سخت جنگ جو قوم سے ٹکر ہوگی تب گنواروں کی اطاعت کا بھرم کھلے گا

غزوۂ خیبر میں شرکت پر اصرار کرنے والوں سے کہہ دیں: ذرا صبر کرو، اس لڑائی میں تو تم نہیں جا سکتے، البتہ آگے ایک سخت جنگ جو قوم سے مقابلہ ہوگا، اس وقت تمہیں ساتھ چلنے کی دعوت دی جائے گی، پھر دیکھا جائے گا کہ تم کیسی اطاعت کرتے ہو؟ ساتھ چلو گے تو اچھا بدلہ پاؤ گے، اور بیٹھ رہو گے تو دردناک عذاب چکھو گے!

یہ غزوۂ تبوک کی طرف اشارہ ہے، جو سن نو ہجری میں پیش آیا، جزیرۃ العرب کی سرحد پر بسے ہوئے عرب قبائل جو عیسائی ہوگئے تھے، ان کو ساتھ لے کر قیصر روم نے ایک فوج تیار کی، تاکہ مدینہ پر حملہ آور ہو، نبی ﷺ تیس ہزار مردانِ جنگی کو ساتھ لے کر تبوک مقام تک گئے، مگر حلیف اسلامی لشکر کی خبر سن کر بکھر گیا، آپؐ نے بیس دن تبوک میں قیام فرمایا، پھر اسلامی لشکر مظفر و منصور واپس آیا، یہ ایک سخت معرکہ تھا، رومی حکومت کی حدود میں گھس کر ان کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑنی تھی، چنانچہ آپؐ نے اعلان فرمایا کہ لوگ لڑائی کی تیاری کریں، عرب قبائل اور اہل مکہ کو بھی پیغام بھیجا کہ جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، اس وقت یہ گنوار کچے مسلمان اور منافق دبک گئے اور انھوں نے ساتھ نہیں دیا، چنانچہ سورۃ التوبہ میں ان پر لتاڑ پڑی۔

﴿ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ ﴾

ترجمہ: آپؐ ان پیچھے رکھے ہوئے گنواروں سے کہیں: عنقریب تم ایسے لوگوں سے لڑنے کے لئے بلائے جاؤگے جو سخت جنگ جو ہیں ـــــ رومن امپائر اور عرب قبائل کی طرف اشارہ ہے، مگر ابھی بات کھولی نہیں، پس یہ ایک پیشین گوئی ہے ـــــ تم ان سے لڑوگے یا وہ مطیع ہوجائیں گے ـــــ یہ دوسری پیشین گوئی ہے، اس میں اشارہ ہے کہ حلیف بکھر جائے گا، اور مقابلہ کی نوبت نہیں آئے گی، مگر ﴿تُقَاتِلُوْنَهُمْ﴾ کو مقدم کیا، تاکہ خطرہ منڈلاتا رہے اور فوج مطمئن نہ ہوجائے ـــــ پس اگر تم اطاعت کروگے ـــــ یعنی ساتھ دوگے ـــــ تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا بدلہ دیں گے ـــــ اس میں بھی اشارہ ہے کہ جنگ نہیں ہوگی اور غنیمت نہیں ملے گی، البتہ اچھا بدلہ یعنی ثواب بھرپور ملے گا ـــــ اور اگر روگردانی کروگے ـــــ یعنی ساتھ نہیں چلوگے ـــــ جیسا کہ اس سے پہلے روگردانی کر چکے ہو ـــــ یعنی غزوۂ حدیبیہ میں، پس ـــــ وہ تمہیں دردناک سزا دیں گے!

معذوروں پر جہاد فرض نہیں، مگر اطاعت ضروری ہے

جہاد سے پیچھے رہنے والوں کا تذکرہ چل رہا ہے، شاید معذور سوچیں کہ ہمارا کیا ہوگا؟ ہم تو عذر کی وجہ سے پیچھے رہتے ہیں! اس لئے اب ان کا استثناء کرتے ہیں کہ معذور لوگ: مثلاً نابینا، لنگڑا اور بیمار وغیرہ جو عذر کی وجہ سے جہاد میں نہیں نکل سکتے، ان پر نکلنا فرض نہیں، البتہ احکام شرعیہ کی تعمیل ضروری ہے، اطاعت کریں گے تو وہی جنت پائیں گے جو مجاہدین کو ملے گی، اور احکام کی خلاف ورزی کریں گے تو دردناک سزا پائیں گے۔

﴿ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾

ترجمہ: نابینا پر کچھ تنگی نہیں، اور نہ لنگڑے پر کچھ تنگی ہے، اور نہ بیمار پر کچھ تنگی ہے، اور جو اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے گا ــــ یعنی شریعت پر عمل کرے گا ــــ اس کو اللہ تعالیٰ ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اور جو شخص روگردانی کرے گا ــــ یعنی احکام شرعیہ پر عمل نہیں کرے گا ــــ اس کو دردناک سزا دیں گے!

جب معذور تعمیلِ احکام سے مستثنیٰ نہیں، تو غیر معذور جو احکام کی تعمیل نہیں کرتے سزا سے کیسے بچ سکتے ہیں!

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾

لَقَدْ	اور بخدا! واقعہ یہ ہے	تَحْتَ الشَّجَرَةِ	درخت کے نیچے	وَاَثَابَهُمْ (۲)	اور ان کو بدلہ میں دی
رَضِيَ	خوش ہوگئے	فَعَلِمَ	پس جانا اس نے	فَتْحًا قَرِيْبًا	نزدیکی فتح
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ	ان جذبات کو جو ان کے	وَّمَغَانِمَ	اور غنیمتیں
عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمنین سے		دلوں میں ہیں	كَثِيْرَةً	بہت
اِذْ	جب	فَاَنْزَلَ	پس اتارا	يَّاْخُذُوْنَهَا	لیں گے وہ ان کو
يُبَايِعُوْنَكَ (۱)	وہ آپ سے بیعت کر	السَّكِيْنَةَ	اطمینان	وَكَانَ اللّٰهُ	اور ہیں اللہ تعالیٰ
	رہے ہیں	عَلَيْهِمْ	ان پر	عَزِيْزًا	زبردست

(۱) بایع مبایعة: دو شخصوں کا ہاتھ میں ہاتھ دے کر عہد و پیمان کرنا (۲) أثاب إثابة: بدلہ دینا۔

حَكِيْمًا	بڑی حکمت والے	اَيْدِيَ	ہاتھ	لَمْ تَقْدِرُوْا	نہیں قابو پایا تم نے
وَعَدَكُمُ	وعدہ کیا تم سے	النَّاسِ	لوگوں کے	عَلَيْهَا	ان پر
اللّٰهُ	اللہ نے	عَنْكُمْ	تم سے	قَدْ اَحَاطَ	بالتحقیق گھیر رکھا ہے
مَغَانِمَ	غنیمتوں کا	وَلِتَكُوْنَ	اور تاکہ ہوے وہ	اللّٰهُ	اللہ نے
كَثِيْرَةً	ڈھیر ساری	اٰيَةً	ایک نشانی	بِهَا	ان کو
تَاْخُذُوْنَهَا	لوگے تم ان کو	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمنین کے لئے	وَكَانَ	اور ہیں
فَعَجَّلَ	پس جلدی دی	وَيَهْدِيَكُمْ	اور لے چلے وہ تم کو	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
لَكُمْ	تم کو	صِرَاطًا	راہ	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر
هٰذِهٖ	یہ	مُّسْتَقِيْمًا	سیدھی	قَدِيْرًا	پوری قدرت رکھنے
وَكَفَّ	اور روک دیئے	وَّاُخْرٰى (۱)	اور دوسری (غنیمتیں)		والے

حدیبیہ میں مؤمنین پر چار انعامات

اب مؤمنین کا تذکرہ شروع کرتے ہیں، اور یہ بیان آخر سورت تک چلے گا، حدیبیہ میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر چار انعامات فرمائے: (۱) ان کو اللہ کی خوشنودی حاصل ہوئی (۲) ان پر سکینت نازل ہوئی (۳) ان کو لگے ہاتھوں ایک کامیابی ملی (فتح خیبر) (۴) جس میں ان کو بہت غنیمت حاصل ہوئی۔ تفصیل درج ذیل ہے:

۱- بیعتِ رضوان: وہ بیعت جس سے اللہ تعالیٰ مؤمنین سے خوش ہوئے —— حدیبیہ میں پہنچ کر نبی ﷺ نے خراش بن امیہ خزاعی رضی اللہ عنہ کو مکہ والوں کے پاس بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے، عمرہ کرکے چلے جائیں گے، مکہ والوں نے ان کے اونٹ کو ذبح کر ڈالا، اور ان کے قتل کا ارادہ کیا، مگر کچھ لوگوں نے درمیان میں پڑ کر ان کو بچادیا، انھوں نے واپس آکر پورا واقعہ بیان کیا، پس آپؐ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجنا چاہا، انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کا مشورہ دیا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھیجے گئے، قریش نے ان کو روک لیا، اور حدیبیہ میں بات پہنچی کہ قریش نے ان کو قتل کردیا، اب جنگ ناگزیر ہوگئی، کیونکہ سفیر کو قتل کرنا معمولی بات نہیں تھی، چنانچہ آپؐ نے ایک کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر جہاد کی بیعت لی، یہ بیعتِ رضوان کہلاتی ہے، جب قریش نے اس بیعت کی خبر سنی تو وہ ڈر گئے، کیونکہ جب ایک آدمی مرنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے تو وہ سو پر بھاری ہوجاتا ہے، انھوں نے فوراً حضرت عثمانؓ کو واپس کردیا، پھر سفارتوں کا

(۱) اُخریٰ: آخَرَ کا مؤنث، مغانم کی صفت ہے۔

سلسلہ شروع ہوا، بعض امور میں بحث وتکرار بھی ہوئی، اور مسلمانوں کو غصہ اور جوش بھی آیا، مگر نبی ﷺ نے سب باتیں منظور فرمالیں، اور صلح ہوگئی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیعت کرنے والوں سے اپنی خوشنودی کا اعلان فرمایا ہے، اور صحیحین کی روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ تمام روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہو'' اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا، پس ان کا حال بدری صحابہ جیسا ہوگیا۔

۲-سکینت کا نزول: سکینت کے معنی ہیں: اطمینان، یعنی دل سے ڈر، خوف اور فکر کا نکل جانا، اور حالتِ حاضرہ پر مطمئن ہوجانا، پندرہ سو صحابہ کی مکہ والوں کے سامنے کیا حیثیت تھی؟ جیسے ہاتھی کے پیر کے نیچے چیونٹی! مگر بیعت کے بعد ایک ایک مجاہد پُر عزم تھا کہ وہ تنہا سارے مکہ والوں سے نمٹ لے گا، اس وجہ سے جب صلح میں نامناسب شرطوں کا مطالبہ ہوا تو صحابہ کو سخت غصہ آیا، وہ تلوار سے فیصلہ کرنا چاہتے تھے، مگر جب نبی ﷺ نے شرطیں منظور فرمالیں تو انھوں نے بھی منظور کرلیں، یہ وہ سکینت تھی جو بیعت کے نتیجہ میں قلوب پر نازل ہوئی۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی صورتوں اور جسموں کو نہیں دیکھتے، بلکہ ان کے دلوں کو دیکھتے ہیں، بیعت کے وقت فدائیت کے جو جذبات دلوں میں موجزن تھے، انھوں نے مجاہدین کو نڈر بنادیا تھا، پھر جب صلح ہوگئی تو وہ اس پر بھی مطمئن ہوگئے، مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ!

۳-فتح قریب: جلد حاصل ہونے والی فتح، یعنی فتح خیبر، وہ صلح حدیبیہ سے دو ماہ بعد حاصل ہوئی، فتح مکہ اس کا مصداق نہیں، وہ دو سال بعد حاصل ہوئی ہے، اس لئے اس کو فتح قریب نہیں کہہ سکتے، چونکہ حدیبیہ میں صلح ہوگئی تھی، فتح نصیب نہیں ہوئی تھی، نہ غنیمت ملی تھی، جبکہ مجاہدین کی معاش اسی سے وابستہ تھی، اس لئے صلح حدیبیہ کے بدل فتح خیبر عطا فرمائی۔

حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد محرم سن ۷ ہجری میں نبی ﷺ نے خیبر پر چڑھائی کی، خیبر: مدینہ کے شمال میں شام کی طرف آٹھ برید یعنی تقریباً سو میل پر ایک شہر تھا، وہاں قلعے بھی تھے اور کھیتیاں بھی، اس کی آبادی یہودیوں پر مشتمل تھی، اللہ تعالیٰ نے غزوۂ حدیبیہ کے بدل یہ فتح عنایت فرمائی۔

۴-ڈھیر ساری غنیمت: خیبر کی ساری زمینیں اور باغات مراد ہیں، جن سے سب صحابہ آسودہ ہوگئے، صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: فتح خیبر کے بعد ہم نے شکم سیر ہوکر کھجوریں کھائیں۔

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝﴾

ترجمہ: بخدا! واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین سے خوش ہوئے، جب وہ لوگ آپؐ سے درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے ـــــ یہ اللہ کا خوش ہونا پہلا انعام ہے ـــــ اوران کے دلوں میں ـــــ فدائیت اورمر مٹنے کے ـــــ جو جذبات تھے ان کو اللہ نے جانا، پس اللہ نے ان پر سکینت نازل فرمائی ـــــ یہ دوسرا انعام ہوا ـــــ اوران کو بدلے میں جلدی حاصل ہونے والی کامیابی دی ـــــ یعنی حدیبیہ میں فتح نہیں ملی تو دوسری جگہ فتح دی، مگر ابھی اس کو صیغۂ راز میں رکھا ہے، یہ تیسرا انعام ہوا ـــــ اورڈھیر ساری غنیمت جس کو وہ لیں گے ـــــ خیبر کی غنیمت مراد ہے، اور یہ چوتھا انعام ہے، یعنی دوسری جگہ صرف فتح ہی نہیں ملے گی، کیونکہ فتح تو کبھی غنیمت کے بغیر بھی حاصل ہوتی ہے، بلکہ فتح کے ساتھ مالامال ہوجائیں گے ـــــ اوراللہ تعالیٰ زبردست بڑی حکمت والے ہیں ـــــ یعنی اپنے زور وحکمت سے حدیبیہ کی کسر یہاں نکال دی۔

صلح حدیبیہ کے بعد کے پانچ واقعات

اب دوآیتوں میں صلح حدیبیہ کے بعد پیش آنے والے پانچ واقعات کا اشاروں اشاروں میں تذکرہ فرماتے ہیں، مگر اب جبکہ وہ واقعات پیش آچکے ہیں تو ان کو تفصیل سے بیان کرتا ہوں، واقعات رونما ہونے سے پہلے وہ پیشین گوئیاں اور معجزات تھے:

۱- امت کو بہت غنیمتیں ملیں گی، خیبر کی غنیمت ان کی پہلی قسط ہے: ـــــ جہاد قیامت تک جاری رہے گا، کیونکہ اسلام عالم گیر اور ابدی مذہب ہے، اس لئے اس کے دشمن بہت ہیں، اور مجاہدین کا گذارہ غنیمت پر ہے، اس لئے امت کو بے شمار غنیمتیں حاصل ہونگی، وہ کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹیں گے، ان میں سے ایک حصہ خیبر میں دلائیں گے۔

۲- بنوغطفان کو خیبر نہیں پہنچنے دیا: ـــــ جب نبی ﷺ کی خیبر کی طرف پیش قدمی کی یہود کو اطلاع ہوئی تو انھوں نے کنانہ بن ابی الحُقیق اور ہوذہ بن قیس کو بنوغطفان کے پاس روانہ کیا، وہ خیبر کے یہودیوں کے حلیف اور مسلمانوں کے خلاف ان کے مددگار تھے، ادھر نبی ﷺ نے وادی صہباء سے گذر کر رجیع نامی وادی میں قیام فرمایا، جو بنو غطفان کی آبادی سے صرف ایک شبانہ روز دوری پر واقع تھی، بنوغطفان تیار ہوکر یہود کی مدد کے لئے چل پڑے، اثناء راہ میں ان کو اپنے پیچھے کچھ شور سنائی دیا، انھوں نے سمجھا کہ مسلمانوں نے ان کے بال بچوں پر حملہ کردیا، اس لئے وہ واپس لوٹ گئے، اس طرح بنوغطفان کی مدد سے یہود محروم ہوگئے۔

۳- بنوغطفان کا واقعہ مؤمنین کے لئے ایک نشانی ہے: ـــــ اس میں فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب اس کا وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ مکہ والوں کے ہاتھ بھی روک لیں گے، اور مجاہدین بغیر مزاحمت کے مکہ کو فتح کرلیں گے۔

۴- اللہ تعالیٰ مؤمنین کو سیدھے راستہ پر چلائیں گے: ـــــ اس میں بھی فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے، غزوۂ حدیبیہ میں جس طرح راستہ بدل کر دشوار گذار راستے سے حدیبیہ تک پہنچے تھے: اس کی نوبت نہیں آئے گی، سیدھے راستہ پر چل کر مجاہدین مکہ مکرمہ فتح کریں گے۔

۵- فتح مکہ کے بعد ایک بڑی غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوگی: ـــــ یہ حنین کی غنیمت کی طرف اشارہ ہے، فتح مکہ میں مجاہدین کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ اس کا تتمہ غزوۂ حنین کو بنائیں گے، جس میں بے شمار دولت ملے گی، ابھی وہ غنیمت ان کے قابو میں نہیں آئی، مگر وہ اللہ کے قابو میں ہے، وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں، وقت پر وہ غنیمت بھی ان کو عطا فرمائیں گے۔

﴿ وَعَدَكُمُ اللهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝ ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے، جن کو تم لوگے ـــــ یعنی قیامت تک ہر جہاد میں تمہیں غنیمت ملے گی ـــــ پس سر دست تم کو یہ غنیمت دی ـــــ یہ یعنی جس کا اس سے پہلے آیت ۱۹ میں ذکر آیا ہے، یعنی خیبر کی غنیمت ـــــ اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے ـــــ یعنی بنو غطفان کو یہود کی مدد کے لئے نہیں پہنچنے دیا ـــــ اور تاکہ یہ واقعہ اہل ایمان کے لئے ایک نمونہ بنے ـــــ یعنی جب فتح مکہ کا وقت آئے گا تو اسی طرح اللہ تعالیٰ قریش کے ہاتھ روک لیں گے ـــــ اور تم کو سیدھی راہ پر چلائیں گے ـــــ یعنی کوئی مزاحمت کرنے والا نہیں ہوگا، تم سیدھی صاف سڑک پر چل کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوؤگے ـــــ اور ایک دوسری (غنیمت) بھی جو تمہارے قابو میں نہیں آئی، اللہ تعالیٰ نے اس کو گھیر رکھا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں ـــــ یہ حنین کی غنیمت کی طرف اشارہ ہے۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ سُنَّةَ اللهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيْلًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝

وَلَوْ	اور اگر	الَّتِيْ	جو	وَاَيْدِيَكُمْ	اور تمہارے ہاتھ
قٰتَلَكُمُ	لڑتے تم سے	قَدْ خَلَتْ	تحقیق گذر چکی	عَنْهُمْ	ان سے
الَّذِيْنَ	جنھوں نے	مِنْ قَبْلُ	پہلے سے	بِبَطْنِ(۲)	پیٹ میں
كَفَرُوْا	نہیں مانا	وَلَنْ تَجِدَ	اور ہرگز نہیں پائے گا تو	مَكَّةَ	مکہ کے
لَوَلَّوُا	ضرور پھیرتے وہ	لِسُنَّةِ اللّٰهِ	اللہ کی سنت کو	مِنْ بَعْدِ	بعد
الْاَدْبَارَ	پیٹھیں	تَبْدِيْلًا	بدلنا	اَنْ اَظْفَرَكُمْ(۳)	تمہارے کامیاب ہونے کے
ثُمَّ	پھر	وَهُوَ	اور وہی ہیں	عَلَيْهِمْ	ان پر
لَا يَجِدُوْنَ	نہ پاتے وہ	الَّذِيْ	جنھوں نے	وَكَانَ اللّٰهُ	اور ہیں اللہ تعالیٰ
وَلِيًّا	کوئی کارساز	كَفَّ	روک دیئے	بِمَا	ان کاموں کو جو
وَّلَا نَصِيْرًا	اور نہ کوئی مددگار	اَيْدِيَهُمْ	ان کے ہاتھ	تَعْمَلُوْنَ	کرتے ہو تم
سُنَّةَ اللّٰهِ(۱)	اللہ کی سنت	عَنْكُمْ	تم سے	بَصِيْرًا	خوب دیکھنے والے

حدیبیہ میں صلح نہ ہوتی جنگ چھڑ جاتی تو کیا ہوتا؟ دشمن دُم دبا کر بھاگتا!

اگر حدیبیہ میں صلح نہ ہوتی: لڑائی ہوتی تو مسلمان ہی غالب رہتے، کفار پیٹھ پھیر کر بھاگتے، اور کوئی حامی اور مددگار نہ ہوتا، جو ان کو آفت سے بچالے، کیونکہ اللہ کی سنت جو ہمیشہ سے چلی آرہی ہے، جو کبھی بدلتی نہیں: یہ ہے کہ جب اہل حق اور اہل باطل میں فیصلہ کن مقابلہ ہوتا ہے تو اہل حق غالب اور اہل باطل مغلوب ہوتے ہیں، اسی سنتِ الٰہی کے مطابق نتیجہ نکلتا۔ اور جیسے جنگِ بدر پہلا یوم الفرقان (فیصلہ کن دن) ثابت ہوا تھا، جنگ حدیبیہ آخری یوم الفرقان ثابت ہوتا۔

قریش کے جوانوں نے جنگ بھڑکانے کی پوری کوشش کی

جب قریش کے جوانوں نے دیکھا کہ بڑے لوگ صلح کی طرف مائل ہیں تو انھوں نے صلح میں رخنہ ڈالنے کے لئے ایک پلان بنایا، پچاس جوان رات میں تنعیم پہاڑی سے اتر کر مسلمانوں کے کیمپ میں گھس آئے، انھوں نے چاہا کہ ہنگامہ برپا کردیں، تاکہ جنگ کی آگ بھڑک جائے، مگر پہریداروں کے کمانڈر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے سب کو

(۱) سنةَ اللّٰه: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، أی سَنَّ اللّٰهُ ذلك (۲) بطن سے مجاور و ملاصق مراد ہے یعنی مکہ کے پاس (۳) أن: مصدریہ، أظفر کم بتاویل مصدر ہو کر بعد کا مضاف الیہ۔

گرفتار کرلیا، اور صبح سب کو نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا، آپؐ نے سب کو معاف کردیا تا کہ صلح میں رخنہ نہ پڑے، اس طرح دونوں طرف کے ہاتھ روک لئے تا کہ جنگ کی نوبت نہ آئے، اور حرم شریف کی حرمت پامال نہ ہو۔

ترجمہ: اور اگر تم سے یہ کفار لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے، پھر ان کو نہ کوئی یار ملتا اور نہ کوئی مددگار () اللہ کا یہی دستور ہے، جو پہلے سے چلا آتا ہے، اور تو اللہ کے دستور میں ردوبدل نہیں پائے گا! —— اور اللہ تعالیٰ ہی نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے، اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے، مکہ کے قریب، اس کے بعد کہ تم کو ان پر قابو دیدیا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھ رہے تھے!

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۭ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَاۗءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَــــُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِـيْمًا ۝۲۵ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَعَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۲۶

ع ۹

هُمْ (۱)	وہی ہیں	وَالْهَدْيَ (۲)	اور (روکا) ہدی کو	مُّؤْمِنُوْنَ	ایماندار
الَّذِيْنَ	جنھوں نے	مَعْكُوْفًا	درانحالیکہ وہ روکی ہوئی ہے	وَنِسَاۗءٌ	اور کچھ عورتیں
كَفَرُوْا	نہیں مانا	اَنْ يَّبْلُغَ (۳)	پہنچنے سے	مُّؤْمِنٰتٌ	ایماندار
وَصَدُّوْكُمْ	اور روکا تمہیں	مَحِلَّهٗ	اس کی جگہ میں	لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ	نہیں جانا تم نے ان کو
عَنِ الْمَسْجِدِ	مسجد سے	وَلَوْلَا	اور اگر نہ ہوتے	اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ (۴)	کہ روندڈالوگے تم ان کو
الْحَرَامِ	محترم	رِجَالٌ	کچھ مرد	فَتُصِيْبَكُمْ	پس پہنچے گی تم کو

(۱) هم: مبتدا، الذین: خبر (۲) الهدیَ: کم پر معطوف، ضمیر متصل پر جب فصل ہوجائے عطف جائز ہے (۳) أن: مصدریہ، اور اس سے پہلے مِن محذوف أی من البلوغ۔ (۴) أن تطئوهم: هم سے بدل اشتمال ہے۔

مِّنْهُمْ	ان کی وجہ سے	عَذَابًا اَلِيْمًا	دردناک سزا	عَلٰى رَسُوْلِهٖ	اپنے رسول پر
مَّعَرَّةٌ (۱)	مضرت	اِذْ	(یاد کرو) جب	وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	اور مؤمنین پر
بِغَيْرِ عِلْمٍ	لاعلمی میں	جَعَلَ	گردانی	وَاَلْزَمَهُمْ	اور چپکائی ان پر
لِيُدْخِلَ	تاکہ داخل کریں	الَّذِيْنَ	جنھوں نے	كَلِمَةَ	بات
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	كَفَرُوْا	نہیں مانا	التَّقْوٰى	پرہیزگاری کی
فِيْ رَحْمَتِهٖ	اپنی مہربانی میں	فِيْ قُلُوْبِهِمُ	اپنے دلوں میں	وَكَانُوْٓا	اور تھے وہ
مَنْ يَّشَآءُ	جس کو چاہیں	الْحَمِيَّةَ (۳)	ہٹ (ضد)	اَحَقَّ	زیادہ حقدار
لَوْ تَزَيَّلُوْا (۲)	اگر ایک طرف ہوجاتے وہ	حَمِيَّةَ	ضد	بِهَا	اس کے
لَعَذَّبْنَا	ضرور سزا دیتے ہم	الْجَاهِلِيَّةِ	جاہلیت کی	وَاَهْلَهَا (۴)	اور اہل اس کے
الَّذِيْنَ	ان کو جنھوں نے	فَاَنْزَلَ	پس اتاری	وَكَانَ اللّٰهُ	اور ہیں اللہ تعالیٰ
كَفَرُوْا	نہیں مانا	اللّٰهُ	اللہ نے	بِكُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کو
مِنْهُمْ	ان میں سے	سَكِيْنَتَهٗ	سکینت	عَلِيْمًا	خوب جاننے والے

قریش کے سربراہوں نے بھی جنگ بھڑکانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی

جس طرح قریش کے جوانوں نے جنگ بھڑکانی چاہی تھی، ان کے سربراہوں نے بھی کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی:

اول: تو انھوں نے دین اسلام کو ٹھکرادیا، جو اللہ کا سچا دین ہے، اور اس کی صداقت کے واضح دلائل موجود ہیں، اس کی سزا ان کو ملنی چاہئے اور وہ جہاد ہی سے ملے گی۔

دوم: کعبہ اور حرم شریف کامن پراپرٹی (مشترک جگہ) تھی، ہر عرب کو وہاں حج اور عمرہ کرنے کے لئے آنے کا حق تھا، مگر قریش کے بڑے اس کے لئے روادار نہیں ہوئے کہ مسلمانوں کو یہ حق دیں، انھوں نے طے کرلیا کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے یعنی وہ اس مشترک جگہ کے مالک بن بیٹھے، اس کی بھی سزا ان کو ملنی چاہئے۔

سوم: قربانی کے جو جانور بیت اللہ کی نذر کئے گئے ہیں، جن کو حرم میں ذبح کیا جانا ہے، ان کو بھی کفار نے حرم میں داخل ہونے سے روک دیا، وہ حدیبیہ میں داخلہ کے منتظر کھڑے ہیں، اس کی سزا بھی قریش کو ملنی چاہئے، اور وہ جنگ کی

(۱) **معرة:** اسم ہے: مضرت، نقصان اور لولا کا جواب بغیر علم کے بعد محذوف ہے، أی: لَقُضِيَ الأمرُ، ولكنه كفّها عنهم ليدخل بذلك الكف (۲) **تَزَيَّلُوْا:** الگ الگ ہونا (۳) **الحمية:** پیچ، ضد، ہٹ (۴) **أهلها:** عطف تفسیری ہے۔

صورت ہی میں ملے گی، پس جنگ کا پورا ماحول کفار نے: جوانوں نے اور بڑوں نے، تیار کر دیا تھا۔

﴿هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ﴾

ترجمہ: وہی لوگ ہیں جنھوں نے دین اسلام کو نہیں مانا، اور تم کو مسجد حرام سے روک دیا، اور قربانی کے جانوروں کو روک دیا، درانحالیکہ وہ روکے ہوئے ہیں ان کی ذبح ہونے کی جگہ میں پہنچنے سے۔

ملحوظہ: حدیبیہ کا آدھا حصہ حرم میں ہے، اور آدھا باہر، حرم کی لکیر درمیان سے گذرتی ہے، صحابہ کا قافلہ باہر رکا تھا، اور قربانیاں حرم میں کی تھیں۔

وہ مصلحت جس کی وجہ سے اللہ نے حدیبیہ میں جنگ نہیں ہونے دی

جب جنگ کا ماحول پوری طرح تیار تھا، جوان اور بڑے جنگ کے لئے پر تول رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے جنگ کیوں نہیں ہونے دی؟ جواب یہ ہے کہ بالفعل ایمان لائے ہوؤں کی اور بالقوۃ ایمان لانے والوں کی حفاظت مقصود تھی بالفعل: یعنی جو ایمان لا چکے ہیں، مگر چھپے ہوئے ہیں، اور بالقوۃ: یعنی جو آئندہ ایمان لائیں گے، جن کے لئے ایمان مقدر ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کچھ مسلمان مرد و زن جو مکہ میں پھنسے ہوئے تھے، جن سے مجاہدین واقف نہیں تھے، اگر جنگ ہوجاتی تو وہ انجانے میں مارے جاتے، اور اس نقصان پر بعد میں افسوس ہوتا، اس کے علاوہ بہت سے لوگوں کے لئے ایمان لانا علم الٰہی میں مقدر تھا، اگر ابھی جنگ ہوجاتی تو وہ مارے جاتے، اور ایمان سے محروم رہ جاتے —— ان دو وجوہ سے اللہ تعالیٰ نے فی الحال جنگ نہیں ہونے دی —— اگر کفار اور یہ دونوں قسم کے مسلمان الگ الگ ہوجاتے تو دنیا دیکھ لیتی کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ہاتھوں کفار کو کیسی عبرت ناک سزا دلواتے ہیں۔

﴿وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

ترجمہ: اور اگر نہ ہوتے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، جن کو تم نہیں جانتے —— یہ بالفعل (سردست) ایمان لانے والے ہیں —— کہ پیس ڈالو گے تم ان کو —— یعنی گھوڑوں کے پیروں میں روندے جائیں گے —— پس لاعلمی میں پہنچے گی تمہیں ان کی وجہ سے مضرت —— یعنی بعد میں اس قومی نقصان پر افسوس ہوگا —— اگر یہ بات نہ ہوتی تو سب قصہ نمٹا دیا جاتا، لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا گیا —— تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہیں داخل کریں —— یہ بالقوۃ ایمان لانے والوں کا ذکر ہے —— اگر وہ لوگ وہاں سے ہٹ جاتے —— بالفعل ایمان لانے والوں کا جدا ہونا تو ممکن تھا، مگر بالقوۃ ایمان لانے والوں کا جدا ہونا ممکن نہیں تھا، کیونکہ ان کو خود بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ آئندہ ایمان

لائیں گے، اور اُن کی تعداد کا اندازہ اس سے لگائیں کہ غزوۂ حدیبیہ میں پندرہ سو صحابہ ہمرکاب تھے، اور اس کے دو سال بعد فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار قدسیوں کا لشکر جرار ہمرکاب تھا، پھر وہ کیسے جدا ہوتے؟ —— پس ہم دردناک سزا دیتے ان میں سے —— مکہ والوں میں سے —— ان لوگوں کو جنھوں نے دین اسلام کو قبول نہیں کیا۔

صلح اس وقت ہوتی ہے جب کوئی ایک فریق نرم پڑے، اور وہی فریق اچھا ہوتا ہے!

نزاع میں اگر دونوں فریق بضد رہیں تو صلح نہیں ہوسکتی، ایک فریق نرم پڑے اور دوسرے کی ہٹ مان لے تبھی صلح ہوسکتی ہے، حدیبیہ میں کفار ضد سے بھر گئے تھے، اور ضد بھی نادانی والی! ان کی شرط تھی کہ امسال عمرہ کئے بغیر واپس جاؤ، آئندہ سال نہتے آؤ، اور مکہ میں صرف تین دن رہو، اور جو مسلمان مدینہ آئے اُسے واپس کرو، اور بسم اللہ اور محمد رسول اللہ نہیں لکھنے دیا، اگر مسلمانوں کی طرف سے بھی ہٹ ہوتی تو صلح کیسے ہوتی؟ جبکہ صلح ہونی تھی، اس کا مقصد حرم کو خون خرابہ سے بچانا تھا، چنانچہ نبی ﷺ نرم پڑ گئے، اور آپؐ نے ان کی ہر نامناسب شرط مان لی، کیونکہ جب حدیبیہ میں آپؐ کی اونٹنی بیٹھ گئی تھی تو آپؐ نے عہد کیا تھا کہ قریش جو بھی بات مجھ سے منوانا چاہیں گے جس میں حرم شریف کا احترام ہوگا: میں اس کو مان لونگا، اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر اور مؤمنین پر سکینت نازل فرمائی، ان کے دل دب کر صلح کرنے پر راضی ہوگئے، اور انھوں نے حرم کا احترام ملحوظ رکھا، اس کی حرمت وعظمت کو پامال نہیں ہونے دیا، اور وہی اس کے زیادہ حقدار تھے کہ حرم محترم کی عظمت ملحوظ رکھیں، کفار تو دکھاوے کی تعظیم کرتے تھے، مسلمان ہی دل سے تعظیم کرتے ہیں، جس کا اللہ تعالیٰ کو بخوبی علم تھا، اس طرح صلح ہوگئی۔ **فللّٰہِ الحمد!**

﴿اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۝۲۶﴾

ترجمہ: (یاد کرو) جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں ضد کو جگہ دی، نادانی والی ضد! پس اللہ نے اپنی سکینت نازل فرمائی اپنے رسول پر اور مؤمنین پر، اور ان کو تقویٰ کی بات سے لگائے رکھا —— یعنی انھوں نے حرم کا احترام ملحوظ رکھا —— اور وہ اس کے زیادہ حقدار اور زیادہ اہل تھے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں! —— تقویٰ کے معنی ہیں: اللہ سے ڈر کر نافرمانی سے بچنا، اور اس کی بنیاد کلمۂ توحید ہے، مگر یہاں ماسیق لاجلہ الکلام (مقصودِ کلام) حرم کے ادب پر مضبوطی سے قائم رہنا ہے۔ مگر ارشاد پاک عام ہے اس لئے حدیث شریف میں: ﴿كَلِمَةَ التَّقْوٰى﴾ کی تفسیر **لا إلٰه إلا الله** سے کی گئی ہے، کیونکہ تمام تر تقویٰ وطہارت کی بنیاد یہی کلمہ ہے، جس کے اٹھانے اور حق ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اصحابِ رسول ﷺ کو چن لیا، اور بلاشبہ اللہ کے علم میں وہی اس کے مستحق اور اہل تھے (فوائد)

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝۲۷

لَقَدْ	بخدا! واقعہ یہ ہے	الْمَسْجِدَ	مسجد	وَمُقَصِّرِيْنَ	اور کترواتے ہوئے
صَدَقَ	سچا دکھایا	الْحَرَامَ	محترم میں	لَا تَخَافُوْنَ	نہیں ڈر رہے ہوگے تم
اللّٰهُ	اللہ نے	اِنْ شَآءَ (۳)	اگر چاہا	فَعَلِمَ	پس جانی اللہ نے
رَسُوْلَهُ	اپنے رسول کو	اللّٰهُ	اللہ نے	مَا لَمْ تَعْلَمُوْا	وہ مصلحت جو تم نے نہیں جانی
الرُّءْيَا	خواب	اٰمِنِيْنَ	بہ اطمینان	فَجَعَلَ	پس گردانی
بِالْحَقِّ (۱)	واقع کے مطابق	مُحَلِّقِيْنَ	مونڈاتے ہوئے	مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ	اس سے وَرے
لَتَدْخُلُنَّ (۲)	ضرور داخل ہوؤ گے تم	رُءُوْسَكُمْ	اپنے سروں کو	فَتْحًا قَرِيْبًا	جلدی ملنے والی فتح

خواب سچا دکھایا ہے، وقت پر ضرور شرمندۂ تعبیر ہوگا

حدیبیہ سے واپسی میں ایک بات مسلمانوں کے دلوں میں کھٹک رہی تھی، نبی ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ آپؐ صحابہ کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے، بیت اللہ کا طواف کیا، اور احرام کھولا، پھر کیا ہوا کہ عمرہ کئے بغیر واپس لوٹ رہے ہیں، نبی کا خواب تو وحی ہوتا ہے، اس کا جواب دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بالکل سچا خواب دیکھایا ہے، مگر اس کا وقت نہیں بتایا، تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوؤ گے، اور اللہ نے چاہا تو اطمینان سے داخل ہوؤ گے، اور عمرہ کر کے احرام کھولو گے، اور اس وقت تمہیں ڈر نہیں ہوگا، مگر اللہ تعالیٰ تمہاری ایک مصلحت جانتے ہیں، جس کو تم نہیں جانتے، اس لئے عمرہ سے پہلے تمہیں ایک فتح سے ہمکنار کریں گے، یہ ابھی پیشین گوئی ہے، بعد میں ظاہر ہوا کہ فتح قریب سے مراد فتح خیبر ہے۔

حدیبیہ میں صلح ذی قعدۃ سن ۶ ہجری میں ہوئی، وہاں سے لوٹ کر دو ماہ بعد نبی ﷺ نے محرم سن ۷ ہجری میں خیبر فتح کیا، پھر ذی قعدۃ سن ۷ ہجری میں شرط کے مطابق عمرۂ قضاء کے لئے تشریف لے گئے، آپؐ نے اور صحابہؓ نے ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھا، اور قریش کی جانب سے بدعہدی کے اندیشہ سے ہتھیار ساتھ لئے، جب وادیٔ یَاجِج پہنچے جو مکہ سے

(۱) بالحق: کائن سے متعلق ہوکر الرؤیا کا حال ہے (۲) لتدخلن: لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ ہے، اور قطعی بات ہے، اس میں کھٹک کا احتمال ہی نہیں (۳) إن شاء اللہ: تعلیق مقدم ہے، آمنین سے اس کا تعلق ہے۔

آٹھ میل ہے تو ہتھیار وہاں رکھ دیئے، اور دوسو آدمی ان کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیئے، اور صرف تلواریں میانوں میں رکھ کر مکہ میں داخل ہوئے، اور عمرہ کر کے شرط کے مطابق تین دن میں واپس ہوگئے، اس طرح خواب پورا ہوگیا۔

آیتِ پاک: —— اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا، جو واقع کے مطابق ہے، تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوؤگے، اگر اللہ نے چاہا امن سے —— إن شاء الله کا تعلق آمنین کے ساتھ ہے، کیونکہ لتدخلن میں تاکید کا لام اور تاکید کی نون ثقیلہ ہے، جن کا ترجمہ 'ضرور' ہے، پس یہ تو پکا وعدہ ہے، اس میں کوئی کھٹک نہیں، البتہ یہ اطمینان داخلہ ہوگا یا جنگ کی نوبت آئے گی؟ اس کو اللہ کی مشیت پر معلق کیا ہے، تا کہ فوج نڈر نہ ہوجائے، بچاؤ کا سامان ساتھ لے کر چلے، چنانچہ صحابہ ہتھیار لے کر چلے تھے، اور مکہ کے قریب رکھ دیئے تھے، تا کہ اچانک پیش آنے والی صورت سے نمٹا جاسکے —— اور تعلیق: مقدم و مؤخر دونوں طرح ہوسکتی ہے، إن شاء الله أنتِ طالق اور أنتِ طالق إن شاء الله: دونوں طرح درست ہے —— اپنے سروں کو منڈاتے ہوئے اور بال کترواتے ہوئے —— اور احرام کھولتے وقت —— کسی طرح کا تمہیں ڈر نہیں ہوگا —— داخلہ کے وقت تو مزاحمت ہوسکتی تھی، مگر جب داخل ہوگئے اور افعال عمرہ بھی کر لئے تو اب کوئی اندیشہ نہیں رہا، کیونکہ کفار مکہ خالی کر کے باہر چلے گئے تھے —— سو اللہ نے وہ مصلحت جانی جو تم نے نہیں جانی، پس اس کے وَرے —— یعنی خواب کی تعبیر پوری ہو اس سے پہلے —— ایک جلدی ملنے والی فتح گردانی —— مراد خیبر کی فتح ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝۲۸ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ښ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ڗ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹ۧ

هُوَ	وہ	الَّذِيْٓ	جنھوں نے	اَرْسَلَ	بھیجا

رَسُوْلَهٗ	اپنے رسول کو	بَيْنَهُمْ	آپس میں	اَخْرَجَ	نکالی اس نے
بِالْهُدٰی	ہدایت کے ساتھ	تَرٰىهُمْ	دیکھتا ہے تو ان کو	شَطْـَٔهٗ (۴)	اپنی کونپل
وَدِيْنِ	اور دین	رُكَّعًا	رکوع کرنے والا	فَاٰزَرَهٗ (۵)	پس اس کو مضبوط کیا
الْحَقِّ	حق کے ساتھ	سُجَّدًا	سجدہ کرنے والا	فَاسْتَغْلَظَ (۶)	پس وہ موٹی ہوئی
لِيُظْهِرَهٗ (۱)	تاکہ غالب کریں وہ اس کو	يَّبْتَغُوْنَ	چاہتے ہیں وہ	فَاسْتَوٰى (۷)	پس وہ کھڑی ہوئی
عَلَى الدِّيْنِ (۲)	ادیان پر	فَضْلًا	مہربانی	عَلٰى سُوْقِهٖ (۸)	اپنی نال پر
كُلِّهٖ	سارے	مِّنَ اللّٰهِ	اللہ کی	يُعْجِبُ	بھلی لگتی ہے
وَكَفٰى	اور کافی ہیں	وَرِضْوَانًا	اور خوشنودی	الزُّرَّاعَ	کسانوں کو
بِاللّٰهِ (۳)	اللہ تعالیٰ	سِيْمَاهُمْ	ان کی خاص علامت	لِيَغِيْظَ	تاکہ جل بھن جائیں
شَهِيْدًا	گواہ	فِيْ وُجُوْهِهِمْ	ان کے چہروں میں ہے	بِهِمُ	ان کی وجہ سے
مُحَمَّدٌ	محمد (ﷺ)	مِّنْ اَثَرِ	اثر سے	الْكُفَّارَ	کفار
رَّسُوْلُ	رسول ہیں	السُّجُوْدِ	سجدوں کے	وَعَدَ	وعدہ کیا ہے
اللّٰهِ	اللہ کے	ذٰلِكَ	یہ	اللّٰهُ	اللہ نے
وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	مَثَلُهُمْ	ان کی حالت ہے	الَّذِيْنَ	ان سے جو
مَعَهٗ	ان کے ساتھ ہیں	فِي التَّوْرٰىةِ	تورات میں	اٰمَنُوْا	ایمان لائے
اَشِدَّآءُ	بہت سخت ہیں	وَمَثَلُهُمْ	اور ان کی حالت	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے
عَلَى الْكُفَّارِ	کافروں پر	فِي الْاِنْجِيْلِ	انجیل میں	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام
رُحَمَآءُ	مہربان ہیں	كَزَرْعٍ	جیسے کھیتی	مِنْهُمْ	ان میں سے

(۱)إظهار: ظَهْر سے ہے: اس کے معنی ہیں: چت کرنا، أصلُ الإظهار: جعل الشيئ علی الظهر (روح) اور چت کرنے کے دو طریقے ہیں، ایک: پیٹھ کے بل پچھاڑ کر سینے پر بیٹھ جانا، دوسرا: پیٹ کے بل پچھاڑ کر پیٹھ پر بیٹھ جانا، یہی اظہار ہے (۲)الدین: اسم جنس ہے، قلیل وکثیر کو شامل ہے، اس لئے صفت کله آئی ہے (۳) بالله: کفی کے فاعل پر باء زائد ہے، اور شهيداً: تمیز ہے (۴) شَطْءٌ: سوئی، کونپل: نئی چھوٹی ملائم پتی جو سب سے پہلے نکلتی ہے، جمع: أَشْطَاء، شُطُوْءٌ (۵) آزَرَ الشيئَ: مضبوط کرنا، اور ضمیروں کا مرجع زَرْع ہے (۶) استغلظ النباتُ: موٹا ہونا (۷) اسْتویٰ علی: اوپر چڑھنا، بلند ہونا۔ (۸) السوق: الساق: تنا جس پر شاخیں نکلتی ہیں۔

مَّغْفِرَةً	بخشش کا	وَّاَجْرًا	اور ثواب کا	عَظِيْمًا	بڑا

اللہ تعالیٰ فتح پر فتح اس لئے دے رہے ہیں کہ اسلام کو جلد غلبہ حاصل ہو

گذشتہ آیت میں فتح قریب یعنی فتح خیبر کا ذکر آیا ہے، اور سورت کے شروع میں صلح حدیبیہ کو فتح مبین کہا ہے، اور چند دن کے بعد مکہ مکرمہ فتح ہوگا، وہ تو حقیقی فتح مبین ہے، یہ دھڑ ادھڑ امت کو فتوحات سے کیوں نوازا جارہا ہے؟ اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر کو برحق دین کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ دین اسلام تمام ادیان پر غالب ہوکر رہے، اس لئے پے درپے فتوحات سے نوازا جارہا ہے، غور کریں! صرف آٹھ سال کے عرصہ میں پورے جزیرۃ العرب میں دین کے پھیلنے کی راہ ہموار ہوگئی، آٹھ سال کیا ہوتے ہیں؟ مگر اللہ کا فیصلہ کوئی روک نہیں سکتا۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ؀ ﴾

ترجمہ: اور اللہ وہ ہیں جنھوں نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کردیں، اور اللہ کافی گواہ ہیں — ہدایت اور دینِ حق ایک ہیں، عطف تفسیری ہے — غالب کردیں: یعنی تمام ادیان کو چت کردیں، ان کی پیٹھ پر اسلام کو سوار کردیں، یعنی دیگر مذاہب ختم نہیں ہونگے، نیچے پڑے سسکتے رہیں گے — حجت اور دلیل کے اعتبار سے تو آج بھی دین اسلام غالب ہے، کوئی دوسرا مذہب اس کے برابر کھڑا نہیں ہوسکتا — اور سیاسی اعتبار سے بھی غالب تھا، جب امت دین پر عمل پیرا تھی، مگر جب امت کا حال بگڑ گیا تو پانسا پلٹ گیا، اللہ کی سنت ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ﴾: اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی قوم کی حالت قطعاً نہیں بدلتے جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دے، یعنی اللہ پاک کی سنت یہ ہے کہ جب کوئی قوم اپنی حالت بگاڑ لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حالت کے بدلنے کا فیصلہ فرمادیتے ہیں، آج بھی امت سنور جائے تو اس کی بگڑی بن جائے۔

ایک مثال سے اس بات کی وضاحت: ایک دکان میں گیہوں کی چار بوریاں ہیں، ایک بوری: دکاندار نے مزدوروں سے صاف کراکر بھر رکھی ہے، دوسری میں جیسا کہ ہوتا ہے کلو دو کلو کوڑا ہے، تیسری میں بیس کلو کوڑا ہے، چوتھی میں بیس ہی کلو گیہوں ہے، باقی کوڑا ہے، پہلی بوری گاہک پچاس روپے زائد دے کر بھی اٹھائے گا، اور دوسری پوری قیمت پر لے گا، اور تیسری کو لیتے ہوئے ہچکچائے گا، ہاں دکاندار قیمت کم کردے تو لے گا، اور چوتھی کو کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا، حالانکہ اس میں بیس کلو گیہوں ہیں، مگر وہ کوڑے کے ساتھ رلے ملے ہیں — صحابہ اور بعد کے زمانوں کا حال پہلی اور دوسری بوری جیسا تھا، اس لئے اللہ کی مدد ان کو پہنچی، اور وہ دنیا پر چھاگئے، اور آج امت کا حال چوتھی بوری جیسا ہوگیا ہے، اس لئے خریدار اس کو ہاتھ نہیں لگاتا۔

اب کیا کیا جائے؟ اب دو ہی صورتیں ہیں: ایک: یہ کہ بیس کلو گیہوں کو کوڑے سے الگ کرلیا جائے تو ان کی قیمت آئے گی، مگر ایسا کرنا ناممکن ہے۔ دوم: اسّی کلو کوڑے کو گیہوں بنالیا جائے، یہ ممکن ہے۔ انبیاء جب مبعوث ہوتے ہیں تو بوری میں سو فیصد کوڑا ہوتا ہے، وہ محنت کرکے اس کو سو فیصد گیہوں بنادیتے ہیں، پھر آج یہ بات کیوں ممکن نہیں؟ البتہ امت پر محنت کی ضرورت ہے، واللہ الموفق!

ملحوظہ: ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ کو معانقہ میں لینا چاہئے، اس کا ماسبق سے بھی تعلق ہوسکتا ہے اور مابعد سے بھی، ماقبل سے تعلق یہ ہے کہ اسلام غالب ہوکر رہے گا: اس کے اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہیں، ابھی اس کے آثار نہیں، مگر اللہ تعالیٰ گواہی دے رہے ہیں کہ ایسا ہوکر رہے گا ـــــ اور مابعد سے تعلق اس طرح ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اس کے گواہ اللہ تعالیٰ ہیں، اور وہ کافی گواہ ہیں، اور کسی گواہی کی ضرورت نہیں۔

حدیبیہ میں موجودین کی مدحت ومنقبت

اب آخری آیت میں جو حضرات حدیبیہ میں حاضر تھے ان کی تعریف وتوصیف ہے، اور پانچ باتیں بیان کرتے ہیں:

پہلی بات: حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو جماعتِ مجاہدین کے سرخیل ہیں وہ اللہ کے سچے نبی ہیں، یہی وہ بات ہے جس کو کفار نے صلح نامہ میں نہیں لکھنے دیا تھا، اللہ نے اپنی گواہی ثبت فرمائی کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔

دوسری بات: صحابۂ کرام گرم بھی اور نرم بھی، دشمنوں کے حق میں نہایت سخت، مضبوط اور قوی، جس سے کافروں پر رعب پڑے، اور کفر سے نفرت اور بیزاری ظاہر ہو، اور اپنے بھائیوں کے حق میں نرم اور ہم درد، ان کے ساتھ تواضع اور انکساری سے پیش آتے ہیں۔

غیر مسلم کے ساتھ حسن سلوک جائز ہے، مگر دین کے معاملہ میں ڈھیلا نہ پڑے

تیسری بات: نمازیں کثرت سے پڑھتے ہیں، جب دیکھو رکوع وسجود میں پڑے ہیں، ان کو اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش ہے، اور کوئی دوسری غرض نہیں، نہایت اخلاص سے وظیفۂ عبودیت ادا کرتے ہیں۔

چوتھی بات: تورات میں ان کی یہ علامت ہے کہ نمازوں کی برکت سے ان کے چہرے پُر رونق ہونگے، ان کا خشوع باطن سے پھوٹ کر ان کے ظاہر کو روشن کررہا ہوگا، اور غیر متعصب اہل کتاب جن کو دیکھ کر پکار اٹھیں گے کہ یہ تو مسیح کے حواری معلوم ہوتے ہیں!

پانچویں بات: انجیل میں ان کی ایک تمثیل آئی ہے کہ وہ شروع میں کمزور ہونگے، مگر آہستہ آہستہ قوی ہوجائیں گے،

اتنے کہ کفاران کو دیکھ کر جل بھن جائیں گے، مگر اللہ کو وہ بہت پسند ہونگے، چنانچہ اسلام کا آغاز ایک دو سے ہوا، حدیبیہ میں وہ کمزور تھے، کفاران کو دبا رہے تھے، مگر دو سال بعد فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار ہوگئے، اور کافروں میں ان سے آنکھیں ملانے کی طاقت نہ رہی، اور حجۃ الوداع میں تو ایک لاکھ سے زائد ہوگئے، آسمان نے اتنا بڑا مجمع روئے زمین پر کبھی نہیں دیکھا تھا!

آخر میں اصحابِ حدیبیہ سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ۫ۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۠ ۝۲۹﴾

ترجمہ: (۱) محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں (۲) اور جو لوگ (حدیبیہ میں) ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں بہت سخت ہیں، اور آپس میں مہربان ہیں (۳) (اے مخاطب) تو ان کو رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے، وہ اللہ کی مہربانی اور خوشنودی کے طلب گار ہیں (۴) ان کی خاص نشانی ان کے چہروں میں ہے، سجدوں کے اثر سے، یہ ان کا تورات میں وصف ہے (۴) اور انجیل میں ان کا حال ہے: جیسے کھیتی، اس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اللہ نے اس کو قوی کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر وہ اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کسانوں کو (وہ کھیتی) بھلی معلوم ہوتی ہے، تاکہ کفار ان کی وجہ سے جل بھن جائیں (یہ مثال سے ممثل لہٗ کی طرف آگئے) ——— اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے ان میں سے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے (جد بن قیس جیسے منافق نکل گئے)

تفسیر: آیتِ کریمہ کی تفسیر میں چند وضاحتیں پیش ہیں:

پہلی بات: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ میں نام مبارک کی صراحت مقتضائے حال کے مطابق ہے، قرآنِ کریم میں چار جگہ نام پاک محمدؐ کی صراحت آئی ہے، ایسا موقع کے تقاضے سے کیا ہے، یہاں صراحت اس لئے کی ہے کہ کفار نے صلح نامہ میں محمد رسول اللہ نہیں لکھنے دیا تھا، اس لئے اللہ نے اس پر اپنی گواہی ثبت کی ہے۔

دوسری بات: ﴿وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ﴾: جو حضرات محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں: اس سے مراد حدیبیہ میں حاضر صحابہ ہیں، پس عبارت النص کے اعتبار سے آیت خاص ہے، اور دیگر صحابہ کا حکم قیاس سے لیں گے کہ وہ بھی گرم بھی تھے اور نرم بھی، بلکہ ہر مؤمن ایسا ہی ہوتا ہے۔

تیسری بات: ﴿أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ﴾: وہ کافروں کے مقابلہ میں نہایت سخت ہیں، اس میں بوقت بیعت اور بوقتِ صلح صحابہ کے جوش وخروش اور غیظ وغضب کی پذیرائی ہے، جیسے بنونضیر کے درخت کاٹنے کو سورۃ الحشر (آیت ۵) میں درست قرار دیا ہے۔

چوتھی بات: ﴿رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾: وہ آپس میں مہربان ہیں، اس کی صراحت اس لئے کی کہ صحابہ کا اصل وصف سامنے آجائے، کیونکہ غصیلا آدمی ہر وقت غصہ کرتا ہے، سخت مزاج آدمی ہر ایک کے ساتھ سخت برتاؤ کرتا ہے، صحابہ کا مزاج ایسا نہیں تھا، وہ فی نفسہ رحم دل تھے، ہاں جب دشمنوں کا سامنا ہوتا تو ان کا پارہ چڑھ جاتا، مگر یہ ان کی عارضی حالت ہوتی تھی، آدمی زیادہ تر اپنوں کے ساتھ رہتا ہے، دشمن سے کبھی کبھی واسطہ پڑتا ہے، پس جو حالت اکثری احوال میں ہوتی ہے وہی اصلی ہوتی ہے، دوسری عارضی۔

پانچویں بات: ﴿رُكَّعًا سُجَّدًا﴾: رُکعا: راکع کی اور سجدا: ساجد کی جمع ہیں، نماز کے ارکان میں سے ان دو کی صراحت اس لئے کی ہے کہ لوگ ان دوارکان کی اہمیت سے واقف نہیں، لوگ جلدی جلدی رکوع وسجود کرتے ہیں، حالانکہ بندہ سجدہ میں سب سے زیادہ اللہ سے قریب ہوتا ہے، پس ہر نماز میں خاص طور پر تہجد کی نماز میں جبکہ قراءت طویل ہو اس کے تناسب سے رکوع وسجود کرنے چاہئیں، نبی ﷺ تہجد میں پچاس آیتوں کے بقدر رکوع وسجود کرتے تھے۔

چھٹی بات: ﴿يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا﴾: وہ اللہ کے فضل وکرم اور رضا وخوشی کے طلب گار ہیں، یعنی ہر عبادت —— خواہ نماز ہو، روزہ ہو، زکات ہو یا حج ہو —— اللہ کو خوش کرنے کے لئے کرنی چاہئے، دوسرا کوئی مقصود نہیں ہونا چاہئے، ورنہ عبادت ریا وسُمعہ کے زمرہ میں داخل ہوکر بے کار ہوجائے گی۔

ساتویں بات: ﴿سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ﴾: ان کی خاص علامت ان کے چہروں میں ہے، وجوہ: وجہ کی جمع ہے: چہرہ: یعنی منہ: جس کا وضوء میں دھونا فرض ہے، فی جِباهِهم نہیں فرمایا، یعنی ان کی پیشانیوں میں، اس لئے ایک مفسر نے تو پیشانی کے کالے نشان کو جو سجدہ کی وجہ سے پڑجاتا ہے (ڈالا جاتا ہے وہ مراد نہیں) مراد لیا ہے، باقی تمام مفسرین چہرہ کی رونق مراد لیتے ہیں۔

آٹھویں بات: ﴿من أثر السجود﴾: سجدوں کے اثر سے یعنی نماز پڑھنے سے، سجدوں سے نماز مراد ہے، جزء بول کر کل مراد لیا ہے، صرف سجدہ مراد نہیں، اور سجدہ کی تخصیص اس کی اہمیت کی وجہ سے کی ہے۔

نویں بات: ﴿ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ﴾: یہ ان کا وصف ہے تورات میں، ذلک کا مشار الیہ سیماھم ہے، یعنی صحابہ کے چہرے نمازوں کی وجہ سے پُر رونق ہونگے: یہ بات تورات میں مذکور ہے، مگر تورات اصلی صورت میں نہیں رہی،

اوراس مضمون کی کوئی آیت موجودہ تورات میں نہیں ہے، اوراس کی ضرورت بھی نہیں، قرآن کا حوالہ کافی ہے، اور مفسرین جوعبارت نقل کرتے ہیں وہ صحابہ کے اس وصف سے متعلق نہیں، وہ نبی ﷺ کی نبوت سے متعلق ہے، اس لئے میں نے اس کونقل نہیں کیا۔

دسویں بات: ﴿وَمَثَلُهُمْ فِي الإِنْجِيْلِ﴾: کو معانقہ میں لیا ہے یعنی اس کا تعلق دونوں طرف ہوسکتا ہے، مگر راجح تفسیر یہ ہے کہ ﴿فِي التَّوْرَاةِ﴾ پر وقف تام ہے، اور اس جملہ کا مابعد سے تعلق ہے، اور یہ مبتدا ہے اور ﴿كَزَرْعٍ﴾ خبر ہے اور قرینہ یہ ہے کہ اگر ماقبل سے تعلق ہوتا تو مثلھم دوبارہ لانے کی ضرورت نہیں تھی، اور یہ بات بھی موجودہ انجیل میں نہیں ہے، اور مفسرین جو حوالہ دیتے ہیں وہ بھی فٹ نہیں، وہ خدا کی بادشاہی سے متعلق ہے یعنی وہ حکومتِ اسلامیہ سے متعلق ہے، اوراس کے آخر میں درانتی لگانے کا بھی ذکر ہے یعنی زوال آجانا۔

گیارہویں بات: قرآنِ کریم میں جو رموز اوقاف ہیں وہ توقیفی نہیں، اور معلوم نہیں یہ رموز کس نے لگائے ہیں، اور عربی اور عجمی مصاحف میں بعض جگہ اختلاف بھی ہے، پس ان رموز کو ایک طرح کی تفسیر سمجھنا چاہئے، جس سے اختلاف ممکن ہے۔

بارہویں بات: ﴿منهم﴾ اس مِن کوشیعوں کے ایک بیہودہ استدلال سے بچنے کے لئے بیانیہ قرار دیا گیا ہے، حالانکہ مِن کے بعد ضمیر آئے تو وہ بیانیہ نہیں ہوتا، اسم ظاہر آئے تو بیانیہ ہوسکتا ہے، جیسے: ﴿فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ﴾: بتوں کی گندگی سے بچو [الحج ۳۰] پس یہ مِن تبعیضیہ ہے، اور منافقین کو نکالنے کے لئے لایا گیا ہے، حدیبیہ میں بعض منافقین بھی تھے، جیسے جدّ بن قیس، جب بیعت لی جارہی تھی تو وہ اونٹ کے پیچھے چھپ گیا تھا، ایسے منافقین کو باہر کرنے کے لئے ﴿منهم﴾ بڑھایا ہے واللہ اعلم!

(اللہ کے فضل وکرم سے بروز بدھ یکم جمادی الاولیٰ سن ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۰؍فروری سن ۲۰۱۶ء کو سورۃ الفتح کی تفسیر پوری ہوئی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الحجرات

یہ مدنی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۱۰۶ ہے، اور سورۃ الفتح کا نزول کا نمبر ۱۱۱ تھا، دونوں سورتوں کے مضامین میں ارتباط ہے، اس لئے یکے بعد دیگرے ہیں۔ اس سورت کی چوتھی آیت میں لفظ الحجرات آیا ہے، اُس سے سورت کا نام رکھا ہے ـــــ حُجُرَات: حُجْرۃ کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: چہار دیواری، صحن، کوٹ، اب حجرۃ: کمرے کو کہتے ہیں، نزول قرآن کے وقت یہ معنی نہیں تھے، حجرۃ (کمرہ) کو بَیْت کہتے تھے، جس میں رات گذاری جائے، اس پر چھت ہوتی تھی، اور حجرۃ چہار دیواری کو کہتے تھے، جس پر چھت نہیں ہوتی تھی۔

نبی ﷺ کے مکانات مسجدِ نبوی کی جدار قبلی میں تھے، پہلے یہ مسجد کا پچھلا حصہ تھا، جب قبلہ بیت المقدس تھا تو محراب شمال کی طرف تھی، پھر جب تحویل قبلہ ہوئی تو محراب جنوب کی طرف آ گئی، اس طرح مکانات جدار قبلی میں آ گئے، اور ان کو وہاں اس لئے باقی رکھا گیا کہ آپؐ کے متروکات صدقہ ہونگے، اور وہ سب مکانات مسجدِ نبوی میں آ جائیں گے، ان کے دروازے مسجد کی طرف بھی کھلتے تھے، مگر وہ عام گذرگاہ نہیں تھے، وہ صرف نبی ﷺ کے مسجد میں تشریف لانے کے لئے تھے، اور مکانوں کی دوسری جانب صحن تھے، جو کوٹ میں گھرے ہوئے تھے، ان میں بیت الخلاء وغیرہ تھے، یہی چہار دیواریاں حجرات کا مصداق ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں اور بیہقی نے داؤد بن قیس سے روایت کی ہے کہ میں نے ان حجرات کی زیارت کی ہے، میرا گمان یہ ہے کہ حجرۃ کے دروازے سے مسقّف بیت تک چھ ہاتھ ہوگا، اور بیت (کمرہ) دس ہاتھ، اور چھت کی اونچائی سات آٹھ ہاتھ ہوگی، یہ حجراتِ امہات المؤمنین ولید بن عبد الملک کی حکومت میں اُن کے حکم سے مسجدِ نبوی میں شامل کر دیئے گئے (معارف القرآن)

سورتوں میں ارتباط: ـــــ حٰمٓ والی سات سورتوں میں اسلام کے تین بنیادی عقائد پیش کئے گئے ہیں:

۱- توحید یعنی لا إلٰه إلا الله: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور لوگ جن معبودوں کو پوجتے ہیں وہ سب باطل ہیں۔

۲- رسالت: یعنی محمد رسول الله: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نبوت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا، اس کی آخری کڑی محمد عربی ﷺ ہیں، ان کی معرفت اللہ نے جو دین بھیجا ہے، جو قرآن وحدیث کی

شکل میں موجود ہے، وہی برحق دین ہے، اور اسی کی پیروی میں نجات ہے۔

۳- آخرت: یعنی یہ عالم ہمیشہ نہیں رہے گا، ایک دن ختم ہوجائے گا، اور دوسری دنیا آباد ہوگی، جہاں جزاؤ سزا ہوگی، جو ایمان لایا ہے، اور اس کے مقتضا پر چلا ہے وہ جنت میں جائے گا، اور جس نے اللہ کے دین کا انکار کیا ہے وہ جہنم میں جائے گا۔

اسلام کے ان تین بنیادی عقائد کو چار دانگِ عالم پھیلانا امتِ مسلمہ کی ذمہ داری ہے، اور اگر کوئی دعوت کی راہ میں روڑا اٹکائے تو اس کی سرکوبی بھی امت کی ذمہ داری ہے، اس لئے حوامیم کے بعد سورۃ محمدؐ آئی، اس کی پہلی آیت ہے: ﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ﴾: جن لوگوں نے دین اسلام قبول نہیں کیا، اور انھوں نے اللہ کے راستہ سے روکا: اللہ نے ان کے سب کام کھودیئے، یعنی اللہ کا انکار کرنے والوں کو زندہ رہنے کا حق ہے، مگر اللہ کے دین سے روکنے کا حق نہیں، جو لوگ دعوتِ اسلام کی راہ میں کانٹے بچھاتے ہیں ان کے ساتھ جہاد فرض ہے، چنانچہ پوری سورۂ محمدؐ میں جہاد کے احکام ہیں۔

پھر اگر جہاد مسلسل چلتا رہے تو ایک دن فتح مبین حاصل ہوگی، اسلام کا جھنڈا بلند ہوگا، دعوت کی راہ صاف ہوگی، اور آخری درجہ کی کامیابی حاصل ہوگی، پوری سورۃ الفتح میں اسی کا بیان ہے۔

پھر جب فتح مبین حاصل ہوجائے تو ملک اپنا ہوگا، اب اس کو سنوارنے کے لئے جدوجہد کا آغاز کرنا ہوگا، سورت الحجرات میں اس سلسلہ کے احکام ہیں، اس سورت پر یہ ضمنی مضامین پورے ہوجائیں گے، پھر سورۃ قٓ سے پیچھے لوٹیں گے، اور وہی تین بنیادی عقائد کا بیان شروع ہوگا۔

جہاد کے ذریعہ جب فتح مبین حاصل ہوجائے اور ملک اپنا ہوجائے تو اس کو سنبھالنے اور سنوارنے کے لئے جِد وجُہد ضروری ہے، ورنہ جہاد لا حاصل ہوگا

دو سورتوں میں ارتباط: سورۃ الفتح کے آخر میں حدیبیہ میں موجود صحابہ کی مدحت ومنقبت تھی، اور اس سورت کے شروع میں نبی ﷺ کی تعظیم وتکریم کا حکم ہے، دونوں میں ربط یہ ہے کہ صلح چونکہ صحابہ کی مرضی کے خلاف ہوئی تھی، اس لئے بعض صحابہ نے اس سلسلہ میں نبی ﷺ سے بے باکی کے ساتھ گفتگو کی تھی، بخاری شریف (حدیث ۲۷۳۱) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو کا تذکرہ ہے، اس لئے اس سورت کے شروع میں نبی ﷺ کی تعظیم وتکریم کا حکم دیا، تاکہ آئندہ اس قسم کا کوئی واقعہ پیش نہ آئے۔

آیاتہا ۱۸ (۴۹) سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۶) رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۳ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے لوگو جو	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالی	صَوْتِ النَّبِيِّ	نبی کی آواز کے
اٰمَنُوْا	ایمان لائے	سَمِيْعٌ	ہر بات سننے والے	وَلَا تَجْهَرُوْا (۲)	اور نہ زور سے کہو
لَا تُقَدِّمُوْا (۱)	نہ آگے کرو (قول وفعل)	عَلِيْمٌ	ہر کام جاننے والے ہیں	لَهٗ	ان کے سامنے
بَيْنَ يَدَيِ	سامنے	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے لوگو جو	بِالْقَوْلِ	بات
اللّٰهِ	اللہ کے	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	كَجَهْرِ	جیسے زور سے کہنا
وَرَسُوْلِهٖ	اور اس کے رسول کے	لَا تَرْفَعُوْٓا	نہ بلند کرو	بَعْضِكُمْ	تمہارے بعض کا
وَاتَّقُوا	اور ڈرو	اَصْوَاتَكُمْ	اپنی آوازیں	لِبَعْضٍ	بعض سے
اللّٰهَ	اللہ سے	فَوْقَ	اوپر	اَنْ (۳)	کبھی

(۱) لَاتُقَدِّمُوْا: فعل نہی، صیغہ جمع مذکر حاضر، قَدَّمَ تقدیما: آگے کرنا، لاتقدموا کا مفعول چھوڑ دیا گیا ہے، أی القولَ والفعلَ، جیسے يُعطی ويَمنع اور كلوا وشربوا کے مفاعیل چھوڑ دیئے گئے ہیں (۲) جَهَرَ به: زور سے کہنا (۳) أن: أی خشيةَ أن: أن: محذوف کا مضاف الیہ ہو کر مفعول لہٗ ہے، اور أن مصدریہ ہے تحبط کو بتاویل مصدر کرتا ہے، أی خشيةَ حَبْطِ الأعمال۔

تَحْبَطَ	اکارت جائیں	امْتَحَنَ (۲)	جانچ لیا ہے	اَكْثَرُهُمْ	ان کے اکثر
اَعْمَالُكُمْ	تمہارے کام	اللّٰهُ	اللہ نے	لَا يَعْقِلُوْنَ	سمجھ نہیں رکھتے
وَاَنْتُمْ	اور تمہیں	قُلُوْبَهُمْ	ان کے دلوں کو	وَلَوْ اَنَّهُمْ	اور اگر یہ بات ہوتی کہ وہ
لَا تَشْعُرُوْنَ	خبر بھی نہ ہو	لِلتَّقْوٰى	بچنے کے لئے	صَبَرُوْا	صبر کرتے
اِنَّ الَّذِيْنَ	بے شک جو لوگ	لَهُمْ	ان کے لئے	حَتّٰى تَخْرُجَ	تا آنکہ آپؐ نکلتے
يَغُضُّوْنَ (۱)	پست رکھتے ہیں	مَغْفِرَةٌ	بخشش	اِلَيْهِمْ	ان کی طرف
اَصْوَاتَهُمْ	اپنی آوازیں	وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ	اور بڑا بدلہ ہے	لَكَانَ خَيْرًا	تو بہتر ہوتا
عِنْدَ رَسُوْلِ	اللہ کے رسول کے	اِنَّ الَّذِيْنَ	بے شک جو لوگ	لَّهُمْ	ان کے لئے
اللّٰهِ	سامنے	يُنَادُوْنَكَ	آپؐ کو پکارتے ہیں	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
اُولٰٓئِكَ	یہی لوگ وہ ہیں	مِنْ وَّرَآءِ	پیچھے سے	غَفُوْرٌ	بڑے بخشنے والے
الَّذِيْنَ	جو	الْحُجُرٰتِ	دیواروں کے	رَّحِيْمٌ	بڑے رحم والے ہیں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

آیاتِ پاک کا خلاصہ

ان آیات میں نبی پاک ﷺ کی تعظیم وتکریم کے تعلق سے دو حکم ہیں، اور ہر حکم کے شروع میں ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ہے:

پہلا حکم: لوگ اقوال وافعال میں نبی ﷺ سے سبقت نہ کریں، اس حکم کا تعلق معنوی تعظیم سے ہے، اور یہ اہم ہے، اس لئے اس کو مقدم کیا۔

دوسرا حکم: دو اجزاء پر مشتمل ہے: اول: لوگ اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کریں، دوم: لوگ آپؐ سے چلا کر خطاب نہ کریں، اس حکم کا تعلق حسی تعظیم سے ہے، پھر جزاول کی ضد یعنی پست آواز سے بات کرنے کی فضیلت ہے، پھر جزءدوم کی ضد یعنی چلا کر بات کرنے کی فضیحت (رسوائی) ہے۔

پہلا حکم: لوگ نبی ﷺ سے قول وفعل میں سبقت نہ کریں

قول میں سبقت کی صورت یہ ہے کہ جس معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہو اس معاملہ

(۱) غَضَّ (ن) غَضًّا صوتَه: آواز پست کرنا (۲) امتحن امتحانا: جانچنا، پرکھنا، آزمانا۔

میں بڑھ کر اپنی رائے نہ دیں، حکم رسول کا انتظار کریں، اسی طرح جب تک قرائن قویہ سے یا بالتصریح گفتگو کی اجازت نہ ہو گفتگو شروع نہ کریں، شانِ نزول کے واقعہ میں ہے کہ ایک مرتبہ بنو تمیم کے لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ بات زیر غور تھی کہ اس قبیلہ پر حاکم کس کو بنایا جائے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قعقاع کی رائے دی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اقرع کی، مجلس نبوی میں دونوں میں گفتگو بڑھ کر آوازیں بلند ہوگئیں، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

اور فعل میں سبقت: آپؐ کے آگے چلنا ہے، صحابۂ کرامؓ نبی ﷺ کے آگے نہیں چلتے تھے، دائیں، بائیں چلتے تھے، پیچھے بھی نہیں چلتے تھے، آپؐ کی ایڑی کو کوئی روندتا نہیں تھا، پس شاگرد اور مرید جو استاذ اور پیر کے پیچھے چلتے ہیں: وہ اسوۂ صحابہ کے خلاف ہے۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے سبقت مت کیا کرو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں —— اللہ کا ڈر: احکام پر کما حقہ عمل کی بنیاد ہے، قانون تنہا کچھ نہیں کرسکتا، خوفِ خدا نہ ہو تو آدمی ہزار عذر تراش لیتا ہے، ہر بدعمل خود کو نیک عمل گمان کرتا ہے، یہ خود فریبی ہے، تقوی اس سے بچاتا ہے، مگر کب؟ جب یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر بات سن رہے ہیں، اور ہر حال دیکھ رہے ہیں۔

دوسرا حکم: لوگ نبی ﷺ سے اونچی آواز سے بات نہ کریں نہ چلا کر خطاب کریں

لوگ نبی ﷺ سے تعظیم واحترام کے لہجہ میں ادب وشائستگی سے بات کریں، اپنی آواز کو آپؐ کی آواز سے بلند نہ ہونے دیں، پیغمبرانہ مرتبہ کا پورا لحاظ رکھیں، اور چلا کر تو ہرگز خطاب نہ کریں، مبادا بے ادبی ہوجائے، اور قلب مبارک میں تکدر آجائے تو لٹیا ڈوب جائے گی، اور ایمان کے لالے پڑ جائیں گے اور وہ خواب خرگوش میں ہونگے!

جو لوگ نبی ﷺ کی مجلس میں تواضع اور ادب وعاجزی سے بولتے ہیں، اور نبی ﷺ کی آواز سے اپنی آواز پست رکھتے ہیں، انہیں کے دل تقوی کا محل ہیں، اللہ نے ان کے قلوب کو پرکھ کر ان میں تقوی کا بیج بویا ہے، اُس اخلاص وحق شناسی کی برکت سے آخرت میں ان کی سب کوتاہیاں معاف ہونگی اور ان کو بڑا اجر وثواب ملے گا۔

اور بنو تمیم کے لوگ ایسے وقت پہنچے تھے کہ آپؐ گھر میں تشریف رکھتے تھے، وہ کوٹ کے باہر سے آواز دینے لگے: اے محمد! باہر آیئے! یہ بے عقلی، بے تہذیبی اور قدر ناشناسی تھی، اگر وہ کچھ دیر صبر کرتے، جب آپؐ خود باہر تشریف لاتے اس وقت ملتے تو کیا بگڑ جاتا؟ بلکہ ان کے حق میں بہتر ہوتا، آپؐ کے دل میں ان کی قدر بڑھتی، خیر جو بات اتفاقاً سرزد ہوگئی، اگر وہ اپنی تقصیر پر نادم ہوں تو اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہیں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند مت کرو، اور ان سے ایسے کھل کر مت بولو جیسے تم آپس میں کھل کر بولتے ہو، کبھی تمہارے اعمال برباد ہوجائیں، اور تم کو خبر بھی نہ ہو○ بے شک جو لوگ اپنی آوازیں اللہ کے رسول کے سامنے پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقوی (بے ادبی سے بچنے) کے لئے پرکھ لیا ہے یعنی قابل پایا ہے، ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے○ بے شک جو لوگ چہار دیواریوں کے پیچھے سے آپؐ کو پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر ناسمجھ ہیں○ اور اگر وہ لوگ صبر کرتے، یہاں تک کہ آپؐ ان کے پاس نکل آتے، تو وہ ان کے لئے بہتر ہوتا، اور اللہ غفور الرحیم ہیں!

لوگوں کی ذہن سازی کرنی چاہئے کہ وہ چھوٹے بڑوں میں فرقِ مراتب کریں

سوال: نبی ﷺ اب دنیا میں نہیں رہے، پھر اس مضمون کی افادیت کیا ہے؟

جواب: علماء صلحاء آپؐ کے جانشین ہیں، نیز قرآن وحدیث بھی موجود ہیں، پس ان کے ساتھ یہی آداب برتنے چاہئیں۔ علاوہ ازیں: یہ ایک موٹی حقیقت ہے کہ لوگوں میں فرق مراتب ہے، بادشاہ اور رعایا، مالک اور ملازم، علماء وصلحاء اور عام مسلمان، ماں باپ اور اولاد، استاذ اور شاگرد، پیر اور مرید، شوہر اور بیوی، بوڑھے اور بچے برابر نہیں، پس اگر معاشرہ میں فرقِ مراتب کا لحاظ نہیں رکھا جائے گا تو صورتِ حال پراگندہ ہوجائے گی، اس لئے مصلحین امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کی ذہن سازی کریں کہ وہ فرقِ مراتب کا لحاظ رکھیں تا کہ معاشرہ خوش گوار ہو۔ اور اس کے لئے اس مضمون کو پیشِ نظر رکھیں، نبی: امت کا بڑا اور برگزیدہ ہوتا ہے اور امت اس کی پروردہ، ان کے مابین جن آداب کا لحاظ ضروری ہے، درجات کا فرق کرکے تمام چھوٹوں بڑوں میں ان کا خیال رکھنا ضروری ہے، حدیث میں یہ واقعہ ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہے تھے، نبی ﷺ نے دیکھا تو تنبیہ کی اور فرمایا: ''کیا تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو دنیا وآخرت میں تم سے بہتر ہے؟'' —— اور علماء نے لکھا ہے کہ استاذ اور مرشد کے ساتھ بھی یہی آداب ملحوظ رکھنے چاہئیں۔

چھوٹوں بڑوں کا ایک دوسرے کو نام سے پکارنا

بڑا: چھوٹے کو نام سے پکارے تو چھوٹے کو خوشی ہوتی ہے، اور چھوٹا: بڑے کو نام سے پکارے تو بے ادبی سمجھی جاتی ہے۔ نبی ﷺ اور صحابہ: ازواج واولاد کو نام سے پکارتے تھے، مگر ازواج: شوہروں کو نام سے نہیں پکارتی تھیں، بلکہ کنیت یا لقب استعمال کرتی تھیں، یہی اسلامی طریقہ ہے، اور لوگ بڑی حد تک اس کا خیال رکھتے ہیں، مگر آج کل ایک فیشن چلا ہے، میاں بیوی ایک دوسرے کو نام سے پکارتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس سے محبت بڑھتی ہے، حالانکہ شوہر کو نام سے پکارا جائے تو محبت گھٹتی ہے، عظمت کے ساتھ کنیت یا لقب سے پکارے تو محبت بڑھے گی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے وہ لوگو جو	اَنْ (۳)	(کہیں ایسا نہ ہو) کہ	نٰدِمِيْنَ	پشیمان
اٰمَنُوْۤا	ایمان لائے	تُصِيْبُوْا	پہنچو تم	وَاعْلَمُوْۤا	اور جان لو
اِنْ جَآءَكُمْ	اگر آئے تمہارے پاس	قَوْمًا	کسی قوم کو	اَنَّ فِيْكُمْ (۴)	کہ تم میں
فَاسِقٌ (۱)	کوئی غیر معتبر آدمی	بِجَهَالَةٍ	نادانی سے	رَسُوْلَ اللّٰهِ	اللہ کے رسول ہیں
بِنَبَاٍ	کسی خبر کے ساتھ	فَتُصْبِحُوْا	پس ہو جاؤ تم	لَوْ يُطِيْعُكُمْ	اگر کہا مانیں وہ تمہارا
فَتَبَيَّنُوْۤا (۲)	تو تحقیق کرو	عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ	اپنے کئے پر	فِيْ كَثِيْرٍ	بہت سے

(۱) فاسق: اسم فاعل، فسق کے لغوی معنی ہیں: کھجور کا اپنے چھلکے کے اندر سے باہر نکل آنا، کہا جاتا ہے: فَسَقَتِ الرُّطَبَةُ عن قِشرِها، پھر راستی (اعتباریت) سے نکل جانے اور دینداری سے نکل جانے کے لئے یہ لفظ استعمال کیا گیا، پس، شریر، غیر معتبر اور گنہگار ترجمے ہو سکتے ہیں (۲) تَبَيَّنَ الشيئَ: غور کرنا، پتہ لگانا، معلوم کر لینا۔ (۳) أن: مصدریہ ہے، اور مضاف خشية محذوف ہے، پھر مفعول لہٗ ہے (۴) فیکم: أن کی خبر مقدم ہے۔

مِّنَ الْاَمْرِ	کاموں میں	فِیْ قُلُوْبِکُمْ	تمہارے دلوں میں	الرّٰشِدُوْنَ	نیک راہ
لَعَنِتُّمْ (۱)	ضرور مشقت میں پڑ	وَکَرَّہَ	اور ناپسند کیا	فَضْلًا (۲)	فضل سے
	جاؤتم	اِلَیْکُمُ	تمہارے لئے	مِّنَ اللّٰہِ	اللہ کے
وَلٰکِنَّ اللّٰہَ	لیکن اللہ تعالیٰ نے	الْکُفْرَ	انکار کو	وَ نِعْمَۃً (۳)	اور نعمت سے (اس کی)
حَبَّبَ اِلَیْکُمُ	محبوب کیا تمہارے لئے	وَالْفُسُوْقَ	اور حد سے نکلنے کو	وَاللّٰہُ	اور اللہ تعالیٰ
الْاِیْمَانَ	ایمان کو	وَالْعِصْیَانَ	اور نافرمانی کو	عَلِیْمٌ	خوب جاننے والے
وَزَیَّنَہٗ	اور مزین کیا اس کو	اُولٰٓئِکَ ھُمُ	یہی ہیں وہ	حَکِیْمٌ	بڑی حکمت والے ہیں

غیر معتبر آدمی کوئی خبر لائے تو تحقیق کے بغیر اقدام نہ کریں

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتکریم کے احکام کے بعد یہ حکم اس لئے آیا ہے کہ اس حکم کے ضمن میں بھی نبی ﷺ کی موجودگی کی اہمیت کا بیان ہے، پس یہ حکم بھی اُسی قبیل سے ہے۔

ایک واقعہ پیش آیا تھا، اس کے تعلق سے عام الفاظ میں حکم نازل ہوا ہے، پس آیت مورد سے عام ہے۔ واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ بنو المصطلق کے سردار حارث بن ضرار جب مسلمان ہوئے تو انھوں نے قبیلہ کو دعوتِ ایمان دینے کی ذمہ داری لی، اور عرض کیا کہ جو لوگ مسلمان ہونگے ان کی زکاتیں وصول کرکے جمع کروں گا، آپؐ فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ کو اپنا آدمی بھیجیں جو مال لے آئے، آپؐ نے حسبِ وعدہ ولید بن عقبہؓ کو بھیجا، جب وہ قبیلہ کے قریب پہنچے تو لوگ استقبال کے لئے نکلے، ان کی اس قبیلہ سے پرانی دشمنی تھی، انھوں نے گمان کیا کہ لوگ مجھے مارنے کے لئے آرہے ہیں، وہ راستہ ہی سے لوٹ آئے، اور آکر نبی ﷺ سے کہہ دیا کہ وہ لوگ آمادۂ پیکار ہیں، اتنے میں قبیلہ کے لوگ بھی آپہنچے، اور انھوں نے صورتِ حال سے واقف کیا، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ۝﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی غیر معتبر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کرلیا کرو، کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر پہنچادو، پھر اپنے کئے پر پچھتانا پڑے! ــــــ یعنی خبر کا تعلق خاص طور پر جنگ سے ہو تو اس کی تحقیق نہایت

(۱) عَنِتُّم: ماضی، جمع مذکر حاضر، عَنِتَ (س) فلان: مصیبت ومشقت میں پڑنا، تکلیف اٹھانا (۲) فضلاً: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، أی أَفْضَلَ فضلاً (۳) نعمة کے بعد منه پوشیدہ ہے۔

ضروری ہے۔

تحقیق کے لئے بات ذمہ دار کے سامنے پیش کی جائے

خبر کی تحقیق ہر شخص نہیں کرسکتا، اس لئے بات ذمہ دار کے سامنے پیش کی جائے، وہ اپنے ذرائع سے تحقیق کر کے جو حکم دے اس کی تعمیل کی جائے، حیاتِ نبوی میں سب سے بڑی شخصیت آپ ہی کی تھی، لہٰذا بات آپ کے سامنے پیش کی جائے، پھر اگر آپ رائے مانگیں تو دی جائے، مگر اپنی رائے پر اصرار نہ کیا جائے، اگر وہ لوگوں کی ہر بات مان لیں تو لوگوں کو ضرر پہنچے گا، وہ اپنی صوابدید سے فیصلہ کریں، اور لوگ اس کی تعمیل کریں —— اور اب ملک کا بڑا، اگر خبر عالمی ہو یا علاقہ کا بڑا، اگر خبر مقامی ہو: نبی ﷺ کی جگہ لے گا۔

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ﴾

ترجمہ: اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں، اگر وہ تمہارا کہنا مانیں بہت سی باتوں میں تو تم مضرت میں پڑ جاؤ!

فضائل صحابہ

پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تین فضیلتیں بیان کی ہیں: ایک: مثبت پہلو سے: صحابہ کو ایمان بہت پیارا ہے، وہ ان کے دلوں میں کُھب (سما) گیا ہے، دوم: منفی پہلو سے: کفر و فسق وعصیان سے ان کو سخت نفرت ہے، وہ ان کے قریب بھی نہیں جاسکتے، سوم: عام پہلو سے: وہ راہِ راست پر ہیں، اور یہ بات ان کو اللہ کے فضل وانعام سے حاصل ہوئی ہے، اور اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہیں، وہ بندوں کی استعدادوں سے واقف ہیں، پس وہ ہر ایک کو اپنی حکمت سے احوال ومقامات سے سرفراز فرماتے ہیں۔

فائدہ: لکن: استدراک کے لئے ہے یعنی سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا صحابہ میں کسی کوتاہی کا احتمال تھا جو یہ احکام دیئے جارہے ہیں؟ جواب: ان میں کسی کوتاہی کا احتمال نہیں تھا، ان کے تو یہ اور یہ فضائل ہیں، یہ احکام تو ان کو مخاطب بنا کر امت کو دیئے ہیں، جیسے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے احکام امت کو دیئے جاتے ہیں۔

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝﴾

ترجمہ: لیکن اللہ نے تم کو ایمان کی محبت دی، اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا، اور کفر و فسق وعصیان سے تمہیں متنفر کر دیا، یہی لوگ راہ راست پر ہیں، اللہ کے فضل وانعام سے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں! —— دو دائرے ہیں: ایک: بڑا دائرہ ہے، دو دین کا دائرہ ہے، اس سے جو نکل جاتا ہے وہ کافر ہے۔ دوسرا: چھوٹا

دائرہ ہے، وہ دین داری کا دائرہ ہے، اس سے جو نکل جاتا ہے وہ فاسق ہے، اور عصیان (نافرمانی) عام ہے۔

وَ اِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَهُمَا ۚ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰىهُمَا عَلَى الۡاُخۡرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیۡ تَبۡغِیۡ حَتّٰى تَفِیۡٓءَ اِلٰۤى اَمۡرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَهُمَا بِالۡعَدۡلِ وَ اَقۡسِطُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ ﴿۹﴾ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَةٌ فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَ اَخَوَیۡكُمۡ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۱۰﴾ ع

وَ اِنۡ	اور اگر	الَّتِیۡ	اس سے جو	یُحِبُّ	پسند کرتے ہیں
طَآئِفَتٰنِ	دو فریق	تَبۡغِیۡ	بغاوت کر رہا ہے	الۡمُقۡسِطِیۡنَ	انصاف کرنے والوں کو
مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ	مسلمانوں کے	حَتّٰى تَفِیۡٓءَ (۲)	یہاں تک کہ لوٹے وہ	اِنَّمَا	اس کے سوا نہیں کہ
اقۡتَتَلُوۡا	آپس میں لڑیں	اِلٰۤى اَمۡرِ	حکم کی طرف	الۡمُؤۡمِنُوۡنَ	مسلمان
فَاَصۡلِحُوۡا	تو ملاپ کرا دو	اللّٰهِ	اللہ کے	اِخۡوَةٌ	بھائی ہیں
بَیۡنَهُمَا	دونوں کے درمیان	فَاِنۡ فَآءَتۡ	پس اگر لوٹ گیا وہ	فَاَصۡلِحُوۡا	پس ملاپ کراؤ
فَاِنۡۢ	پس اگر	فَاَصۡلِحُوۡا	تو ملاپ کرا دو	بَیۡنَ اَخَوَیۡكُمۡ (۴)	اپنے دو بھائیوں کے درمیان
بَغَتۡ (۱)	بغاوت کرے	بَیۡنَهُمَا	دونوں کے درمیان	وَ اتَّقُوا	اور ڈرو تم
اِحۡدٰىهُمَا	دونوں میں سے ایک	بِالۡعَدۡلِ	برابری کے ساتھ	اللّٰهَ	اللہ سے
عَلَى الۡاُخۡرٰى	دوسرے پر	وَ اَقۡسِطُوۡا (۳)	اور انصاف کرو	لَعَلَّكُمۡ	تاکہ تم
فَقَاتِلُوا	پس لڑو تم	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	تُرۡحَمُوۡنَ	رحم کیے جاؤ

مسلمانوں میں کوئی نزاع پیش آئے تو فریقین میں انصاف کے ساتھ صلح صفائی کرا دینی چاہئے

گذشتہ آیات جس واقعہ میں نازل ہوئی ہیں: اُس میں خبر صحیح نہیں تھی، مگر کبھی خبر صحیح ہوتی ہے، مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑتی ہیں، پس حکام اور سر برآوردہ لوگ پوری کوشش کریں کہ نزاع رفع دفع ہو جائے، عہد نبوی میں متعدد واقعات پیش آئے ہیں، نبی ﷺ نے فریقین کے درمیان صلح کرا دی ہے، کیونکہ آگ شروع میں معمولی ہوتی ہے،

(۱) بغی علیه: بغاوت کرنا، مخالفت کرنا (۲) فاء یفیء فَیْئًا: لوٹنا، باز آنا، اصلی حالت پر آنا (۳) إقساط: انصاف کرنا (۴) أخ کا تثنیہ أخوین: اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

مگر جب بڑھ جاتی ہے تو قابو سے باہر ہو جاتی ہے، اس لئے شروع ہی میں اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

لیکن اگر کامیابی نہ ہو، ایک فریق اینٹھا رہے تو بھی یکسو ہو کر نہیں بیٹھنا چاہئے، جس کی زیادتی ہو اس پر دباؤ بنانا چاہئے، تاکہ وہ مجبور ہو کر زیادتی سے باز آئے، اور اللہ کے حکم کی طرف رجوع ہو کر صلح کے لئے تیار ہو جائے، اس وقت فریقین میں مساوات اور انصاف کے ساتھ صلح اور میل ملاپ کرادیں۔

فائدہ: چھوٹے نزاع قوم کے ذمہ دار بھی نمٹا سکتے ہیں، اور بڑے نزاع حکومت ہی نمٹا سکتی ہے، ایک ادارہ میں نظام کے سلسلہ میں نزاع ہوا، حکومت نے ادارہ میں تالا ڈال دیا، اور فریقین سے کہا: کورٹ میں جاؤ، کورٹ نے ایک ماہ میں ایک فریق کے حق میں فیصلہ دیدیا، اور نزاع ختم ہو گیا، لیکن اگر حکومت کی پالیسی لڑانے کی ہو تو خدا حافظ!

آیاتِ پاک: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ باہم لڑیں تو ان کے درمیان ملاپ کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو اُس سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، تا آنکہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ لوٹ آئے تو دونوں میں برابری کے ساتھ ملاپ کرادو، اور انصاف کرو (عطف تفسیری ہے) بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں، مسلمان بھائی بھائی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادو، اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے ——— یعنی صلح میں یہ ملحوظ رہے کہ دو بھائیوں کی مصالحت ہے، کسی ایک کی طرف نہ جھک جاؤ، اصلاح ذات البین کی پوری کوشش کرو، اور کوشش کرتے وقت اللہ سے ڈرتے رہو، کسی کی بے جا طرف داری نہ کرو، نہ انتقامی جذبہ سے کام لو۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اے وہ لوگو جو ایمان لائے	لَا يَسْخَرْ[1] قَوْمٌ	نہ ٹھٹھا کرے ایک قوم	مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى[2]	دوسری قوم کا امید ہے

(۱) لایسخر: سَخِرَ (س) منه وبه سَخْرًا: مذاق کرنا، کھلّی کرنا، ٹھٹھا کرنا (۲) عسی: افعالِ مقاربہ میں سے ہے، اور امید کے لئے ہے۔

اَنۡ يَّكُوۡنُوۡا	کہ ہوں وہ	خَيۡرًا مِّنۡهُنَّ	بہتر ان سے	الۡفُسُوۡقُ(۵)	گنہگاری کا
خَيۡرًا مِّنۡهُمۡ	بہتر ان سے	وَلَا تَلۡمِزُوۡۤا(۱)	اور نہ عیب نکالو	بَعۡدَ الۡاِيۡمَانِ	ایمان کے بعد
وَلَا نِسَآءٌ	اور نہ عورتیں	اَنۡفُسَكُمۡ(۲)	اپنے لوگوں میں	وَ مَنۡ	اور جس نے
مِّنۡ نِّسَآءٍ	عورتوں سے	وَلَا تَنَابَزُوۡا(۳)	اور نہ چڑاؤ	لَّمۡ يَتُبۡ	توبہ نہیں کی
عَسٰٓى	امید ہے	بِالۡاَلۡقَابِ	(برے) لقبوں سے	فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ	پس وہی
اَنۡ يَّكُنَّ	کہ ہوں وہ	بِئۡسَ الِاسۡمُ(۴)	برا ہے لفظ	الظّٰلِمُوۡنَ	ظالم ہیں

فساد کے تین اسباب: مذاق کرنا، عیب نکالنا اور برے القاب سے پکارنا

چھوٹی باتوں سے بڑے جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں، اس لئے دو فریقوں میں لڑائی کے احکام کے بعد چھ ایسی باتوں کی ممانعت فرماتے ہیں جو معاشرہ کو بگاڑتی ہیں، اس آیت میں تین باتوں کی ممانعت ہے، اگلی آیت میں دوسری تین باتوں کی ممانعت آئے گی۔ یہ باتیں بادی النظر میں معمولی ہیں، مگر حقیقت میں سنگین ہیں، پس ان سے کلّی اجتناب چاہئے:

۱- **مذاق کرنا:** —— ٹھٹھا مخول اور ہنسی مذاق بری بات ہے، کسی کی تحقیر وتوہین کے لئے اس کے کسی عیب کو اس طرح ذکر کرنا کہ لوگ ہنس پڑیں تمسخر کہلاتا ہے، اور تمسخر جیسے زبان سے ہوتا ہے نقل اتارنے سے اور اشارہ کرنے سے بھی ہوتا ہے، اور مزاح: خوش طبعی اور دل لگی کا نام ہے، وہ اچھی چیز ہے، اس سے دل خوش ہوتا ہے۔

اور مَردوں کو جو حکم دیا جاتا ہے اس میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں، مگر اہتمام کے لئے یا اس لئے کہ عورتوں میں یہ عیب زیادہ پایا جاتا ہے: ان کو الگ مخاطب بنایا ہے، اور مانعت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ مذاق کرنے والوں سے وہ لوگ بہتر ہوسکتے ہیں جن کا مذاق اڑایا جارہا ہے، بلکہ عسی (امید ہے) میں افضلیت میں ان کا پلّہ بھاری دکھایا ہے، پھر ان کی ہنسی اڑانے کا کیا جواز ہے؟

۲- **اپنے لوگوں کا عیب نکالنا:** —— لوگوں کو اپنے عیوب نظر نہیں آتے، دوسروں کے عیوب پر نظر پڑتی ہے،

---

(۱) لَمَزَهُ (ض) لَمْزًا: کسی میں عیب نکالنا، برائی کرنا، طعنہ دینا (۲) أنفسکم: سے اپنے لوگ مراد ہیں: عبارةٌ عن بعض آخرين من جنس المخاطبين (روح) (۳) لاتنابزوا: فعل نہی، باب تفاعل، ایک تاء محذوف، تنابز: ایک دوسرے کو برے القاب یا برے ناموں سے پکارنا، گالی گفتار بھی اس کا فرد ہے، جیسے اولنگڑے، او یہودی (۴) الاسم: لفظ، اس میں دونوں الف وصلی ہیں، ملاکر پڑھتے وقت دونوں گر جائیں گے، اور لام ساکن رہ جائے گا، اور ساکن کو حرکت دینی ہوتی ہے تو کسرہ دیتے ہیں، پس لام کو کسرہ دے کر پڑھیں گے، قرآن کریم میں یہی ایک لفظ ایسا ہے، اور عربی میں ایسے الفاظ بہت ہیں، جیسے الاستقامة: اس کے دونوں الف وصلی ہیں، پس کہیں گے: نِعْمَتِ الِاستقامةُ (۵) الفسوق اور الفسق: ہم معنی ہیں۔

حالانکہ اپنے عیوب پر نظر رہنی چاہئے، ان کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے، بہادر شاہ ظفر کہتے ہیں:

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر، رہے دیکھتے لوگوں کے عیب وہنر ❁ پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر، تو جہاں میں کوئی برا نہ رہا

اور ﴿أَنْفُسَكُمْ﴾ سے اپنے لوگ مراد ہیں، جیسے: ﴿لَاتَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ﴾ میں، کیونکہ مسلمان بھائی کا عیب نکالنا اور قتل کرنا: اپنا عیب نکالنا اور قتل کرنا ہے، کیونکہ مسلمان سب بھائی ہیں، پس بھائی کا قتل اپنا قتل ہے۔

۳- برے القاب سے پکارنا: —— لوگ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارتے ہیں، جیسے عقل کا دشمن، لولا، لنگڑا، اندھا، کانا وغیرہ، اور یہ لے (سُر) بڑھتی ہے تو گالی گفتار کی نوبت آجاتی ہے، اور قوموں اور زمانوں کے اختلاف سے گالیاں مختلف ہوتی ہیں، عربی کی گالیاں یہ ہیں: احمق، یہودی، فاسق، کافر، خبیث وغیرہ، کسی مسلمان کو ایسی گالیاں دینا آخری درجہ کا کمینہ پن ہے، اور کوئی گالی تو قتل تک پہنچا دیتی ہے، اور حدیث میں ہے کہ اگر کوئی کسی پر لعنت بھیجتا ہے، اور وہ اس کا مستحق نہیں ہوتا تو وہ لعنت بھیجنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے، پس کسی مسلمان کو کافر کہہ کر پکارا اور وہ کافر نہیں تو یہ بات پکارنے والے کی طرف لوٹ آئے گی، اور وہ سخت گنہگار ہوگا، پھر اگر توبہ نہیں کرے گا تو وہی ظالم ہوگا۔

آیتِ پاک: —— اے ایمان والو! ایک قوم دوسری قوم کا مذاق نہ کرے —— افراد کا بھی یہی حکم ہے، اور قوم کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ پہلے دو فریقوں میں لڑائی کا ذکر آیا ہے —— کیا عجب ہے کہ وہ —— جن کی ہنسی اڑائی جارہی ہے —— اُن سے —— ہنسی اڑانے والوں سے —— بہتر ہوں، اور نہ عورتیں: عورتوں کا مذاق کریں، کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور اپنے لوگوں کا عیب مت نکالو، اور ایک دوسرے کو بُرے القاب سے مت پکارو —— یہ ہلکے بُرے القاب کا حکم ہے —— ایمان کے بعد گنہگاری کا لفظ بہت برا ہے! —— یہ گالی گفتار والے الفاظ کا ذکر ہے —— اور جنھوں نے توبہ نہیں کی تو وہی ظلم پیشہ ہیں!

خلاصہ: ایک جماعت دوسری جماعت کے ساتھ نہ مسخرا پن کرے، نہ ایک دوسرے پر آوازے کسے جائیں، نہ کھوج لگا کر عیب نکالے جائیں اور نہ برے ناموں اور برے القاب سے فریق مقابل کو یاد کیا جائے، نہ گالم گلوچ کیا جائے، کیونکہ ان باتوں سے دشمنی اور نفرت میں ترقی ہوتی ہے، اور فتنہ وفساد کی آگ بھڑکتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ

مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے وہ لوگو جو	وَلَا تَجَسَّسُوْا (۲)	اور سراغ مت لگاؤ تم	لَحْمَ اَخِيْهِ	اپنے بھائی کا گوشت
اٰمَنُوا	ایمان لائے	وَلَا يَغْتَبْ	اور غیبت نہ کرے	مَيْتًا (۳)	مردہ
اجْتَنِبُوْا	بچو تم	بَّعْضُكُمْ	تمہارا بعض	فَكَرِهْتُمُوْهُ	پس تم گھن کرتے ہو اس سے
كَثِيْرًا	بہت سی	بَعْضًا	بعض کی	وَاتَّقُوا اللّٰهَ	اور ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے
مِّنَ الظَّنِّ (۱)	بدگمانیوں سے	اَيُحِبُّ	کیا پسند کرتا ہے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
اِنَّ بَعْضَ	بے شک بعض	اَحَدُكُمْ	تمہارا ایک	تَوَّابٌ	بڑے توجہ فرمانے والے
الظَّنِّ اِثْمٌ	بدگمانیاں گناہ ہیں	اَنْ يَّاْكُلَ	کہ کھائے وہ	رَّحِيْمٌ	بڑے رحم فرمانے والے ہیں

فساد کے دیگر تین اسباب: بدگمانی کرنا، سراغ لگانا اور غیبت کرنا

اختلاف کو بڑھاوا دینے میں دیگر تین برائیوں کا بھی بڑا دخل ہے:

ا-بدگمانی کرنا: ـــــ اختلاف کی صورت میں ایک فریق دوسرے فریق سے ایسا بدگمان ہوجاتا ہے کہ حُسنِ ظن کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، مخالف کی ہر بات کو اپنے خلاف باور کرلیا جاتا ہے، اس کی بات میں ہزار احتمال بھلائی کے ہوں اور ایک احتمال برائی کا ہو تو اسی کو لے بیٹھتے ہیں، بلکہ اس برے اور کمزور پہلو کو لے کر اس پر حاشیہ آرائی شروع کردیتے ہیں، جو فساد کا بڑا سبب بن جاتا ہے۔

سوال: ''بہت سی بدگمانیوں سے بچو'': اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ بدگمانیاں جائز ہیں: وہ کونسی بدگمانیاں ہیں؟ ـــــ اور ''بعض بدگمانیاں گناہ ہیں'': اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض بدگمانیاں گناہ نہیں یا کبیرہ گناہ نہیں، نیچے کے درجہ کی ممنوع بدگمانیاں ہیں: وہ کونسی بدگمانیاں ہیں؟

جواب: اگر بدگمانی کا تعلق صرف گمان کرنے والے کے ساتھ ہو، دوسرے شخص کے ساتھ اس کا تحقیقی تعلق نہ ہو (اگرچہ تقدیری تعلق ہو) تو وہ بدگمانی جائز ہے، حدیث میں ہے: إِنَّ مِنَ الْحَزْمِ سوءُ الظن: احتیاط بدگمانی میں ہے، دوسری حدیث میں ہے: أَخَاكَ الْبِكريَّ فلا تَأْمَنْه: اپنے بکری بھائی پر بھروسہ مت کر، جیسے رات کو مسافر بیدار رہا، تاکہ

(۱) الظن: میں الف لام عہدی ہے، بدگمانی مراد ہے، مطلق گمان ممنوع نہیں، ظن غالب سے تو بہت سے فیصلے کئے جاتے ہیں (۲) وَلَا تجسسوا: باب تفعل، کھود کرید کرنا، سراغ لگانا، ٹوہ میں رہنا (۳) میتا: أخ کا حال ہے۔

کوئی سامان نہ اٹھاجائے، شیخ سعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

نگہ دارد آن شوخ در کیسہ دُر ❁ کہ بیند ہمہ خلق را کیسہ بُر

وہ چالاک بٹوے میں موتی محفوظ رکھتا ہے جو سبھی لوگوں کو تھیلی چور سمجھتا ہے۔

اور اگر بدگمانی کا کسی کے ساتھ تحقیقی تعلق ہے، تو پھر دو صورتیں ہیں: جس کے بارے میں بدگمانی ہے وہ بدگمانی کا محل ہے یا نہیں؟ اگر وہ بدگمانی کا محل نہیں ہے تو بدگمانی بڑا گناہ ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمان رکھنا کہ وہ خُردہ گیری کریں گے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی پکڑ کریں گے، کوئی گناہ نہیں بخشیں گے، جبکہ حدیث میں ہے: **لایموتنَّ أحدُکم إلا وھو یُحسِنُ الظنَّ باللہ**: ہرگز تم میں سے کسی کی موت نہ آئے، مگر اس حال میں کہ وہ اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو، یا جیسے صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بدگمانی کرنا قطعاً ناجائز ہے، وہ بدگمانی کا محل ہی نہیں، ارشادِ پاک ہے: ﴿**لَوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا**﴾: جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے لوگوں کے بارے میں کیوں اچھا گمان نہ کیا، اور کیوں نہ کہا کہ یہ صریح بہتان ہے!

اور اگر وہ درجۂ احتمال میں بدگمانی کا محل ہو، مگر کوئی دلیل نہ ہو تو بدگمانی کرنا درمیانی درجہ کا گناہ ہے، جیسے نیک چلن آدمی کے بارے میں بدچلنی کا گمان کرنا: گناہ ہے، اگرچہ بدچلنی کا احتمال ہے، کہنے والوں نے کہا ہے: **ظُنُّوْا بالمؤمنین خیرًا**: نیک مسلمانوں کے بارے میں اچھا گمان رکھو! اسی صورت کے بارے میں حدیث میں ہے: **إیاکم والظنَّ! فإن الظن أکذب الحدیث**: بدگمانی سے بچو! کیونکہ بدگمانی جھوٹی بات ہے!

فائدہ: مطلق گمان کرنا ممنوع نہیں، ظن غالب پر تو بہت سے مسائل میں عمل کیا جاتا ہے: (۱) قاضی جو گواہیوں پر فیصلہ کرتا ہے تو وہ گواہوں کے صدق کے ظن غالب پر فیصلہ کرتا ہے، فی نفسہ تو کذب کا احتمال ہے (۲) سمتِ قبلہ معلوم نہ ہو تو تحری کر کے ظن غالب پر عمل کیا جاتا ہے (۳) رکعتوں کی تعداد میں شک ہو جائے، اور نمازی ذی رائے ہو تو تحری کر کے ظن غالب پر عمل کرتا ہے۔

۲- سراغ لگانا: —— یعنی کسی کا عیب یا بھید تلاش کرنا، حدیث میں ہے: ''کسی کے عیوب کی جستجو مت کرو، جو شخص مسلمانوں کے عیوب تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیوب تلاش کریں گے، اور اللہ تعالیٰ جس کے عیوب تلاش کریں گے، اس کو اس کے گھر کے اندر رسوا کر دیں گے'' —— اور بیان القرآن میں ہے:

''چھپ کر کسی کی باتیں سننا یا اپنے کو سوتا ہوا بنا کر باتیں سننا بھی تجسس میں داخل ہے، البتہ اگر کسی سے مضرت پہنچنے کا احتمال ہو، اور اپنی یا دوسرے کسی مسلمان کی حفاظت کی غرض سے مضرت پہنچانے والے کی خفیہ تدبیروں اور ارادوں کا تجسس

کرے تو جائز ہے'' (معارف القرآن)

دو لفظوں میں فرق: ایک لفظ تحسس (حاء مہملہ) کے ساتھ ہے، اس کے معنی ہیں: سراغ لگانا، ٹوہ میں رہنا۔ دوسرا لفظ ہے تجسس (جیم کے ساتھ) اس کے بھی یہی معنی ہیں، اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ تحسس میں دور سے پتہ چلایا جاتا ہے، جیسے: ﴿إِذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُوْسُفَ وَأَخِيْهِ﴾: جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ، ظاہر ہے بادشاہ کے قریب جا کر پتہ نہیں لگا سکتے، دور سے پتہ لگائیں گے، اور تجسس میں قریب سے پتہ لگایا جاتا ہے، جَسّ کے معنی ہیں: ٹٹولنا، اور دونوں ممنوع ہیں۔

۳-غیبت کرنا: —— یعنی کسی کی غیر موجودگی میں اس کے متعلق کوئی ایسی بات کہنا کہ جس کو وہ سنتا تو اس کو ایذاء ہوتی، اگرچہ وہ سچی بات ہی ہو، کیونکہ غلط الزام لگائے تو وہ تہمت ہے، جو غیبت سے بھی بڑا گناہ ہے، اور اگر کسی کے منہ پر تکلیف دہ بات کہے تو وہ لَمْز (طعنہ دینا) ہے، اور اس کی حرمت ابھی بیان ہوئی۔

پھر غیبت کی تغلیظ (بھاری گناہ ہونا بیان کرنے) کے لئے اس کو تشبیہ دی ہے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے، جس سے ہر کوئی گھن کرتا ہے، کوئی اس کو کھانے کے لئے تیار نہیں ہوتا، پھر اس کی غیبت کیوں کرتا ہے —— اور مردہ بھائی کے گوشت کے ساتھ تشبیہ اس لئے دی ہے کہ زندہ بھائی کا گوشت اول تو کوئی کھا نہیں سکتا، اور کھانے کی کوشش کرے تو وہ مدافعت کرے گا، اور لاش کو کھائے تو کون مدافعت کرے گا؟ اسی طرح دوسرے کی عدم موجودگی میں غیبت کرے تو وہ کیا مدافعت کرے گا؟ ہمت ہو تو سامنے برائی کر کے دکھائے! اس صورت میں منہ کی کھائے گا!

اور حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ محقق یہ ہے کہ غیبت گناہ کبیرہ ہے، البتہ جس سے بہت کم تأذّی ہو وہ صغیرہ ہو سکتا ہے، اور بلا اضطرار غیبت سننا مثل غیبت کرنے کے ممنوع ہے۔

غیبت کا جواز: اور علماء نے بیان کیا ہے کہ چھ صورتوں میں غیبت جائز ہے۔

پہلی صورت: مظلوم کے لئے جائز ہے کہ بادشاہ، قاضی یا ایسے شخص سے ظلم کا شکوہ کرے جس سے فریاد رسی کی امید ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ بری بات زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے مگر مظلوم مستثنیٰ ہے'' (النساء آیت ۱۴۸) یعنی مظلوم اگر ظالم کے خلاف حرفِ شکایت زبان پر لائے تو جائز ہے۔

دوسری صورت: کسی امر منکر میں تبدیلی اور نافرمان کو راہ راست پر لانے کے لئے کسی سے مدد طلب کرنے کے لئے برائی کرے تو جائز ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو عبد اللہ بن ابی منافق کی وہ دو باتیں پہنچائی تھیں جو سورۃ المنافقین آیات ۷و۸ میں مذکور ہیں (متفق علیہ، ریاض الصالحین حدیث ۱۵۳۲) اور حضرت ابن مسعود

رضی اللہ عنہ نے حنین کی غنیمت کی تقسیم میں انصار کی بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچائی تھی (بخاری حدیث ۳۱۵۰)

تیسری صورت: فتوی حاصل کرنے کے لئے کسی کی غیبت کرنی پڑے تو جائز ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ہندہؓ نے نبی ﷺ سے عرض کیا: ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جو میرے اور میری اولاد کے لئے کافی ہو الی آخرہ (متفق علیہ، ریاض الصالحین حدیث ۱۵۳۳)

چوتھی صورت: مسلمانوں کو شر سے بچانے کے لئے کسی کی برائی کرنی پڑے تو جائز ہے، جیسے ایک شخص نے نبی ﷺ کے پاس حاضری کی اجازت چاہی، آپؐ نے فرمایا: آنے دو، قبیلہ کا برا آدمی ہے (متفق علیہ، ریاض الصالحین حدیث ۱۵۲۹) اور جیسے ضعیف راویوں پر جرح کرنا اور جیسے نبی ﷺ کا یہ ارشاد: ''معاویہ تو کنگال ہیں، ان کے پاس کچھ نہیں، اور ابوالجہم کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتے'' (متفق علیہ، ریاض الصالحین حدیث ۱۵۳۱)

پانچویں صورت: جو شخص کھلے عام فسق و فجور میں مبتلا ہو، لوگوں کو اس سے متنفر کرنے کے لئے اس کی برائی کرنا جائز ہے، جیسے نبی ﷺ نے دو منافقوں کے بارے میں فرمایا: ''میں نہیں خیال کرتا کہ فلاں اور فلاں ہمارے دین سے کچھ بھی جانتے ہوں!'' (متفق علیہ، ریاض الصالحین حدیث ۱۵۳۰)

چھٹی صورت: کسی کا کوئی ایسا لقب ہو جس میں برائی ہو تو پہچان کے لئے اس کا تذکرہ جائز ہے، جیسے اعمش (چندھیا) اور اعرج (لنگڑا) وغیرہ (رحمۃ اللہ ۵: ۵۷۸)

آیتِ پاک: ـــــ اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچو، بے شک بعض بدگمانیاں گناہ ہیں، اور سراغ مت لگاؤ، اور کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو تم گھن کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ بڑے توبہ قبول کرنے والے، بڑے رحم فرمانے والے ہیں ـــــ یعنی ان نصیحتوں پر کاربند وہی ہوگا جس کے دل میں خدا کا ڈر ہو، یہ نہیں تو کچھ نہیں! چاہئے کہ ایمان و اسلام کا دعوی رکھنے والے واقعی طور پر اُس خداوند قہار کے غضب سے ڈریں، اور ایسی ناشائستہ حرکتوں کے قریب نہ جائیں، اگر پہلے کچھ غلطیاں اور کمزوریاں سرزد ہوئی ہیں، اللہ کے سامنے صدق دل سے توبہ کریں، وہ اپنی مہربانی سے معاف فرمادے گا (فوائد)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ	اے لوگو	اِنَّا	بے شک ہم نے	خَلَقْنٰكُمْ	تم کو پیدا کیا ہے

مِّنۡ ذَكَرٍ	مرد سے	لِتَعَارَفُوۡا	تاکہ ایک دوسرے کو	اَتۡقٰكُمۡ	تم میں زیادہ پرہیزگار ہے
وَّ اُنۡثٰى	اور عورت سے		پہچانو	اِنَّ	بے شک
وَجَعَلۡنٰكُمۡ	اور بنایا ہم نے تم کو	اِنَّ	بے شک	اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ
شُعُوۡبًا (۱)	برادریاں	اَكۡرَمَكُمۡ	تم میں زیادہ عزت والا	عَلِيۡمٌ	ہر چیز جاننے والے
وَّ قَبَآئِلَ	اور خاندان	عِنۡدَ اللّٰهِ	اللہ کے نزدیک	خَبِيۡرٌ	پوری طرح باخبر ہیں

ذات پات پر فخر کرنا بگاڑ کا بڑا سبب ہے

سورت کا موضوع ہے: معاشرہ کو کیسے سنوارا جائے؟ چھ مذکورہ خرابیاں جو معاشرہ کو بگاڑتی ہیں: ان کے اسباب بیان فرماتے ہیں، پہلا سبب ہے: ذات پات پر فخر کرنا، آدمی خود کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے، اس لئے کہ وہ حقیر ذات اور گھٹیا خاندان سے تعلق رکھتا ہے، جبکہ ذات پات پر فخر کرنا جاہلی بات ہے، نسب کی حقیقت یہ ہے کہ سارے انسان ایک مرد اور ایک عورت کی اولاد ہیں، سید، شیخ، مغل، پٹھان، صدیقی، فاروقی، عثمانی اور انصاری وغیرہ: سب کا سلسلہ آدم وحواء علیہما السلام پر منتہی ہوتا ہے اور ذاتیں اور خاندان محض تعارف وشناخت کے لئے ہیں، لوگوں نے ان کو بڑائی اور شرافت کا معیار بنالیا ہے، جبکہ فضیلت کی بنیاد تقوی وطہارت ہے، اور متقی آدمی دوسروں کو کبھی حقیر نہیں سمجھتا، اور اس سبب کا سبب ایمان کی کمزوری ہے، نام کا ایمان کبھی ثمر بار نہیں ہوتا، اس لئے اصل محنت اس پر ہونی چاہئے کہ لوگوں کا ایمان پختہ ہو، پس سب خرابیاں خود بخود کافور ہوجائیں گی۔

آیتِ کریمہ: —— اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد وزن سے پیدا کیا ہے، اور ہم نے تمہاری برادریاں اور خاندان بنائے، تاکہ باہمی شناخت ہو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں بڑا معزز وہ ہے جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے بڑے باخبر ہیں —— یعنی تقوی کا اصل محل دل ہے، اور اللہ ہی کو خبر ہے کہ کون کس درجہ کا متقی ہے؟ اس سلسلہ میں خود فریبی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔

قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰكِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَلَمَّا يَدۡخُلِ الۡاِيۡمَانُ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ ؕ وَاِنۡ تُطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ لَا يَلِتۡكُمۡ مِّنۡ اَعۡمَالِكُمۡ

(۱) الشَّعب: برادری، لوگوں کا بڑا گروہ جو ایک باپ کی طرف منسوب ہو، یہ قبیلہ (خاندان) سے زیادہ وسیع ہوتا ہے، اس کو ذات اور قوم بھی کہتے ہیں۔

شَيْئًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝١٤ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝١٥ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝١٦ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۭ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝١٧ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝١٨

قَالَتِ	کہا	وَاِنْ	اور اگر	الْمُؤْمِنُوْنَ	ایمان لانے والے
الْاَعْرَابُ (۱)	بدوؤں نے	تُطِيْعُوا	کہا مانو گے تم	الَّذِيْنَ	(وہ ہیں) جو
اٰمَنَّا	ایمان لائے ہم	اللّٰهَ	اللہ کا	اٰمَنُوْا	ایمان لائے ہیں
قُلْ	کہو	وَرَسُوْلَهٗ	اور ان کے رسول کا	بِاللّٰهِ	اللہ پر
لَمْ تُؤْمِنُوْا	ایمان نہیں لائے تم	لَا يَلِتْكُمْ (۲)	نہیں حق مارے گا تمہارا	وَرَسُوْلِهٖ	اور اس کے رسول پر
وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا	لیکن کہو	مِّنْ اَعْمَالِكُمْ	تمہارے کاموں سے	ثُمَّ	پھر
اَسْلَمْنَا	تابع دار ہوئے ہم	شَيْئًا	کچھ بھی	لَمْ يَرْتَابُوْا (۳)	نہیں شک کیا انھوں نے
وَلَمَّا	اور اب تک نہیں	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	وَجٰهَدُوْا	اور لڑے وہ
يَدْخُلِ	داخل ہوا ہے	غَفُوْرٌ	بڑے بخشنے والے	بِاَمْوَالِهِمْ	اپنے مالوں سے
الْاِيْمَانُ	ایمان	رَّحِيْمٌ	بڑے رحم والے ہیں	وَاَنْفُسِهِمْ	اور اپنی جانوں سے
فِيْ قُلُوْبِكُمْ	تمہارے دلوں میں	اِنَّمَا	اس کے سوا نہیں کہ	فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	اللہ کے راستہ میں

(۱) الأعراب: أعرابی کی جمع: بدّو جو بارشوں اور سبزہ والے مقامات میں سکونت پذیر ہوتے ہیں (۲) لایلتکم: مضارع منفی، واحد مذکر غائب، کم: مفعول کی ضمیر، أَلَتَ يَأْلِتُ (ض) أَلْتًا الشیئَ: کم کرنا، حقَّه: حق مارنا۔ (۳) اِرْتاب فيه وبه: شک وشبہ کرنا۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ	یہی وہ	عَلِیْمٌ	خوب جاننے والے ہیں	لِلْاِیْمَانِ	ایمان کی
الصّٰدِقُوْنَ	سچے ہیں	یَمُنُّوْنَ (۱)	احسان رکھتے ہیں وہ	اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم
قُلْ	کہو	عَلَیْكَ	آپؐ پر	صٰدِقِیْنَ	سچے
اَتُعَلِّمُوْنَ	کیا بتلاتے ہو تم	اَنْ اَسْلَمُوْا	کہ مسلمان ہوئے ہیں وہ	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
اللّٰهَ	اللہ کو	قُلْ	کہو	یَعْلَمُ	جانتے ہیں
بِدِیْنِكُمْ	اپنا دین	لَا تَمُنُّوْا	مت احسان جتلاؤ تم	غَیْبَ (۲)	چھپی چیزیں
وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	عَلَیَّ	مجھ پر	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں
یَعْلَمُ	جانتے ہیں	اِسْلَامَكُمْ	اپنے اسلام کا	وَالْاَرْضِ	اور زمین کی
مَا فِی السَّمٰوٰتِ	جو آسمانوں میں	بَلِ اللّٰهُ	بلکہ اللہ تعالیٰ	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
وَمَا فِی الْاَرْضِ	اور جو زمین میں ہے	یَمُنُّ	احسان رکھتے ہیں	بَصِیْرٌ	خوب دیکھ رہے ہیں
وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	عَلَیْكُمْ	تم پر	بِمَا	ان کو جو
بِكُلِّ شَیْءٍ	ہر چیز کو	اَنْ هَدٰىكُمْ	کہ راہ دکھائی تم کو	تَعْمَلُوْنَ	تم کرتے ہو

ایمان کی کمزوری بھی بگاڑ کا ایک سبب ہے

نام کے ایمان اور کام کے ایمان میں بڑا فرق ہے، جن کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں، صرف زبان پر ایمان ہے، ان سے کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ احکام اسلام کی پیروی کریں گے، ایمان ویقین جب پوری طرح دل میں راسخ ہوجاتے ہیں تو غیبت، طعنہ زنی اور عیب جوئی وغیرہ برائیاں خود بخود ختم ہوجاتی ہیں، جو شخص لوگوں کی دل آزاری کرتا ہے سمجھو کہ ایمان نے اس کے دل میں جگہ نہیں پکڑی، حدیث میں ہے: ''اے وہ لوگو جو اپنی زبان سے ایمان لائے ہو، اور اب تک وہ تمہارے دلوں میں نہیں اترا: مسلمانوں کی غیبت مت کرو، اور ان کے عیوب تلاش مت کرو'' آج جو مسلمانوں کے معاشرہ میں بگاڑ نظر آرہا ہے اس کا سبب ان کے ایمان کی کمزوری ہے، زبان سے تو ہر شخص ایمان کا دعوی کرتا ہے مگر اس کے آثار کہاں؟ جس کو پورا یقین حاصل ہو وہ تو ایسے کھلے دعوے کرنے سے ڈرتا اور شرماتا ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ یہ آیات ایک واقعہ میں نازل ہوئی ہیں، قبیلہ بنی اسد کے کچھ لوگ مدینہ آئے، سخت قحط کا

---

(۱) مَنَّ (ن) علیہ بکذا مَنًّا: احسان جتلانا، کوئی انعام کرکے منہ پر مارنا (۲) غیب: وہ جو حواس سے معلوم نہیں کیا جاسکتا، یہ غیب انسانوں کے تعلق سے ہے، اللہ کے لئے کوئی چیز غیب نہیں۔

زمانہ تھا، وہ لوگ دل سے تو مؤمن تھے نہیں، محض صدقات حاصل کرنے کے لئے انھوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا، چونکہ حقیقت میں مؤمن نہیں تھے، صرف ظاہرداری تھی، اس لئے اسلامی احکام وآداب سے بھی ناواقف تھے، انھوں نے مدینہ کی گلیاں غلاظت سے بھردیں، اور انھوں نے نبی ﷺ پر احسان بھی رکھا کہ اور لوگ عرصہ تک آپؐ سے برسرپیکار رہے، اور ہم خود حاضر ہوکر اپنے اسلام کا اعلان کررہے ہیں، اس لئے ہماری قدر ہونی چاہئے، اس پر یہ آیاتِ پاک نازل ہوئیں۔

﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

ترجمہ: اور گنوار کہتے ہیں: ہم ایمان لائے، آپؐ کہیں: تم ایمان نہیں لائے، لیکن کہو: ہم مطیع ہوگئے، اور اب تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا —— ایمان تصدیق قلبی (دل سے مان لینے) کا نام ہے، اور اسلام ظاہری اطاعت کا —— اور اگر تم اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو گے —— یعنی سچے دل سے مسلمان ہوؤ گے —— تو وہ تمہارے اعمال کا ذرا بھی حق نہیں ماریں گے —— یعنی پورا بدلہ دیں گے —— بےشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے رحم فرمانے والے ہیں۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾

ترجمہ: ایمان والے تو بس وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں، پھر وہ شک وشبہ میں مبتلا نہیں ہوئے، اور وہ راہِ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑتے ہیں، یہی لوگ (ایمان میں) سچے ہیں —— یعنی سچے مؤمن کی شان یہ ہوتی ہے کہ اللہ ورسول پر پختہ اعتقاد رکھتا ہو، اور ان کی راہ میں ہر طرح جان ومال سے حاضر رہے (فوائد)

﴿قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾

ترجمہ: آپؐ کہیں: کیا تم اللہ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو، حالانکہ اللہ کو سب آسمانوں اور سب زمین کی چیزوں کی خبر ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں —— یعنی اگر واقعی سچا دین اور پورا یقین تم کو حاصل ہے تو کہنے سے کیا ہوگا؟ جس سے معاملہ ہے وہ آپ خبردار ہے (فوائد)

﴿يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۭ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ

لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۱۷﴾

ترجمہ: وہ لوگ اپنے مسلمان ہونے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں —— کہتے ہیں: ہم لڑے بھڑے بغیر مسلمان ہوگئے ہیں —— آپ کہیں: مجھ پر اپنے مسلمان ہونے کا احسان مت رکھو، بلکہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ تمہیں ایمان کی راہ دکھائی، اگر تم (دعوئے ایمان میں) سچے ہو! —— یعنی آدمی نیکی کرے تو اس کا کیا کمال ہے؟ اللہ کے لئے تعریف ہے جس نے وہ نیکی کروائی!

﴿اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۸﴾

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ جانتے ہیں آسمانوں اور زمین کی مخفی چیزیں، اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہے ہیں اُن کاموں کو جو تم کر رہے ہو —— یعنی وہ تمہارے دلوں کے بھید جانتے ہیں، ان کے سامنے باتیں مت بناؤ!

آگے سے ربط: حٰمٓ والی سورتوں میں اسلام کے بنیادی عقائد کا بیان تھا، ان کے بعد تین سورتوں میں ضمنی مضامین بیان ہوئے ہیں، یہ سلسلہ یہاں پورا ہوگیا۔ آگے سورۃ قٓ میں سابق مضمون کی طرف لوٹیں گے، اوران بنیادی عقائد کا بیان شروع ہوگا، یہ جلد اسی سورت کی تفسیر پر مکمل ہوتی ہے، اگلی آخری جلد ان شاء اللہ سورۃ قٓ کی تفسیر سے شروع ہوگی۔

﴿بفضلہٖ تعالیٰ بروز بدھ ۸؍ جمادی الاولیٰ سن ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۷؍ فروری سن ۲۰۱۶ء کو سورۃ الحجرات کی تفسیر مکمل ہوئی﴾